نعت اور آدابِ نعت

کوکب نورانی اوکاڑوی

مہرِ مُنیر اکیڈمی (اِنٹرنیشنل)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت

اور

آدابِ نعت

(نعت رنگ میں مطبوعہ خطوط کا مجموعہ)

کوکب نورانی اوکاڑوی

مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

Marfat.com

297.04
141292

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب :۔ نعت اورآدابِ نعت

مصنف : کوکب نورانی اوکاڑوی

مرتب : صاحبزادہ ارشد جمال نقش بندی

کمپوزنگ : سید محمد ساجد

اشاعت: دسمبر 2004ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت: ۵۰اروپے

ناشر

مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

۸۔امبر پلازا، بلاک "اے"، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی

مین شاہراہِ فیصل ۔ کراچی

ای میل: meher_e_munir@hotmail.com

Marfat.com

انتساب

مجدّدِ مسلکِ اہلِ سنّت، عاشقِ رسول، خطیبِ اعظم

حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

کہ

عشقِ رسول (ﷺ)

ہی ان کا اثاثہ

اور یہی ان کا ورثہ ہے

Marfat.com

ترتیب

شمار	عنوان	تحریر	صفحہ
۱	عرضِ ناشر:	صابر داؤد	6
۲	تقدیم:	کوکب نورانی اوکاڑوی	7 تا 11
۳	عرض مرتب :	صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی	12 تا 25
۴	تأثرات :	ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی	27
۵	تأثرات :	پروفیسر علی محسن صدیقی	28 تا 30
۶	تأثرات :	مشفق خواجہ	31 تا 33
۷	تأثرات :	پروفیسر محمد اسحاق قریشی	34 تا 38
۸	تأثرات :	عزیز احسن	39 تا 41
۹	تأثرات :	مولانا عبدالحکیم شرف قادری	42
۱۰	مکتوبِ اول:		44 تا 45
۱۱	مکتوبِ دوم:		46 تا 48
۱۲	مکتوبِ سوم:		49 تا 52
۱۳	مکتوبِ چہارم:		53 تا 58
۱۴	مکتوبِ پنجم:		59 تا 75
۱۵	مکتوبِ ششم:		76 تا 83
۱۶	مکتوبِ ہفتم:		84 تا 122
۱۷	مکتوبِ ہشتم:		123 تا 164
۱۸	مکتوبِ نہم:		165 تا 211

Marfat.com

۱۹	مکتوب دہم:	212 تا 289
۲۰	مکتوب یازدہم:	290 تا 347
۲۱	مکتوب دوازدہم:	348 تا 420
۲۲	نعت اور آدابِ نعت:	422 تا 428
۲۳	تبصرے	429
۲۴	پروفیسر حفیظ تائب	430
۲۵	پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی	431 تا 432
۲۶	مولانا ملک الظفر سہسرامی	433 تا 436
۲۷	(پروفیسر) شبیر احمد قادری	437 تا 439
۲۸	شاہ انجم بخاری	440 تا 441
۲۹	پروفیسر قیصر نجفی	442 تا 446
۳۰	رضی مجتبی	447
۳۱	فہرست کتب	448

☆☆☆

Marfat.com

عرضِ ناشر

الحمدللہ علی احسانہ، تاجِ دارِ گولڑا شریف حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی یاد میں قائم کیے جانے والے ادارے ''مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)'' نے اپنے اشاعتی سفر کا آغاز پروفیسر شفقت رضوی کی کتاب ''نعت رنگ کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ'' کی طباعت و اشاعت سے کیا تھا اور ہمیں خوشی ہے کہ نعت اور فروغِ نعت کے حوالے سے اس سنجیدہ علمی و ادبی کام کو خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوئی اور اس طرح یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا کہ نعت صرف سماع کی چیز ہے۔ نعت رنگ میں نعت کے ادبی پہلوؤں پر جن تواتر سے ادبی مباحث شائع ہوئے ہیں اس نے ہمارے قارئین میں اس صنف کے متعلق جاننے اور پڑھنے کی خواہش بیدار کر دی ہے اور یہی نہیں بلکہ اس حوالے سے ہمارے لکھنے پڑھنے والوں میں ایک مکالمے کی فضا پیدا ہوگئی ہے۔ نعت رنگ نے نعتیہ ادب کو جس طرح اُردو دنیا میں موضوعِ گفتگو بنایا ہے اس کا اعتراف تو بڑے پیمانے پر ہو چکا ہے لیکن جس مکالمے کی طرف ہم نے نشان دہی کی ہے وہ نعت رنگ کے گوشۂ خطوط میں سامنے آیا ہے۔ اُردو کے اہم لکھنے والے ان علمی و ادبی مباحث میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں انہی ناموں میں ایک نمایاں اور محترم نام علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی کا ہے جن کے خطوط کے بارے میں اب یہ رائے عام ہے کہ لوگ نعت رنگ کے دیگر مشمولات کا مطالعہ بعد میں کرتے ہیں اور علامہ اوکاڑوی کا خط پہلے پڑھتے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی اپنے خوش اسلوب اندازِ تحریر کے ساتھ ساتھ علمی استدلال اور مستند حوالوں سے اپنے ہر خط کو ایک مکمل مقالہ بنا دیتے ہیں جو نعت اور آدابِ نعت کے متعدد پہلوؤں کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ مولانا کوکب نورانی کے خطوط کا یہ مجموعہ پہلے بھی ضیاء القرآن پبلی کیشنز (لاہور، کراچی) کی طرف سے شائع ہو چکا ہے مگر ہم اب اسے مزید تین نئے خطوط اور کچھ تبصروں کے اضافے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ خطوط اس موضوع پر اپنی افادیت کے سبب زیادہ سے زیادہ لوگوں کی علمی رہ نمائی کا سبب ٹھہریں گے۔

صابر داؤد

چیئرمین مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

Marfat.com

تقدیم

سید صبیح الدین صبیح رحمانی کو مَیں نے پہلی مرتبہ ریڈیو پاکستان، کراچی اسٹوڈیو میں دیکھا، ایک مختصر محفلِ میلاد شریف کی ریکارڈنگ ہو رہی تھی - نظامت (کمپیئرنگ) کے فرائض پیرزادہ شہریار قدوسی صاحب انجام دے رہے تھے، اس پروگرام میں میری تقریر کے علاوہ تین افراد نے نعت خوانی کرنی تھی - صبیح رحمانی کا نام اور کلام بھی اس دن پہلی مرتبہ سُنا - اس کچی عمر میں اتنا پختہ کلام، **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء** --

''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ مجھے صبیح رحمانی نے خود بھجوایا تھا، سب رنگ ڈائجسٹ کے مدیر محترم جناب شکیل عادل زادہ کے آفس، پریس چیمبرز میں صبیح رحمانی کی ملاقات میرے ایک عقیدت مند سے ہوئی - صبیح رحمانی صاحب نے انہیں نعت رنگ کا پہلا شمارہ مجھے پہنچانے کے لئے دیا - نعت رنگ مجھے اچھا لگا، مَیں نے سید صبیح رحمانی کو پہلا خط لکھا، یہی خط نعت رنگ اور سید صبیح رحمانی سے تعلق کی ابتداء تھا، 1995ء میں لکھے گئے اس خط سے اب تک نعت رنگ کے شماروں میں شائع ہونے والے میرے خطوط کا یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے - ان خطوط کو یک جا کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا سودا بھی سید صبیح رحمانی ہی کے سر میں سمایا اور وہ دو برس تک اس اصرار کی تکرار کرتے رہے، ان کا کہنا تھا کہ یہ خطوط نعت کے موضوع پر ناقدوں اور نعت نگاروں کے لئے کوئی اہمیت رکھتے ہیں - ان کے اصرار میں ان کے کام کا سا خلوص نمایاں تھا، عرض کی کہ خطوط آپ کے پاس ہیں، آپ جانیں!

نعت شریف سے وابستگی ہر مومن کا خاصہ ہے - میرے پیارے نبی پاک ﷺ سے محبت، کمال محبت، ایمان کی بنیاد اور ایمان کی جان ہی نہیں، ایمان کی امان بھی ہے - ہمارے اُردو معاشرے میں ''نعت'' کا لفظ میرے رؤف و رحیم رسولِ کریم ﷺ کی مدح و ثناء کے حوالے سے مخصوص ہے - میری آنکھ اسی ماحول میں کھلی ہے جہاں ثنائے رسول ﷺ ہی وظیفہ تھا اور مَیں

Marfat.com

انہی ہستیوں میں پروان چڑھا ہوں، ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ہی جن کا شیوہ تھا، الحمدللہ اب یہی ذکر میری پہچان بھی ہے اور زیست کا عنوان بھی - یہ شعر واقعی میرا ترجمان ہے ؎

مَیں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِ علیٰ کہتے کہتے

نعت شریف، میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ بھی اپنی ابتدائی عمر سے پڑھتے آئے، مبدء فیاض نے انہیں کتنا نوازا تھا، سمتوں میں اپنے بیگانے سبھی کو اس کا اعتراف ہے - وہ علومِ دِین سے فیض یاب ہو کر خطیبِ اعظم اور مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت کے مرتبے پر پہنچے مگر انہوں نے آخر دم تک نعت شریف سے اپنا پیمان قائم رکھا -

حضرت مولانا ضیاء القادری، مولانا عبدالسلام باندوی، حضرت شاہ انصار الہ آبادی، حضرت بہزاد لکھنوی، جناب رعنا اکبر آبادی، الحاج حافظ محمد افضل فقیر، الحاج محمد اعظم چشتی، الحاج محمد علی ظہوری قصوری، مستری علی محمد جالندھری، جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری، جناب منور بدایونی اور مرزا شکور بیگ جیسے نعت گو اور نعت خواں حضرت کو پڑھا سُنا، کراچی کے جناب پروفیسر اقبال عظیم، تابش دہلوی، سرشار صدیقی، امید فاضلی، ادیب رائے پوری، حنیف اسعدی، لاہور کے جناب پروفیسر حفیظ تائب، راول پنڈی کے حافظ مظہر الدین، الحاج بشیر حسین ناظم اور حضرت صاحب زادہ پیر سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی کو پڑھا سُنا، متعدد نعت خوانوں کی خوش نوائی سے بہرہ اندوز ہُوا...... از دل خیزد، بر دل ریزد...... جس کے کلام یا آواز میں عقیدت و محبت کی پاکیزگی اور صدق و اخلاص کی تازگی ملی، رُوح کی تسکین ہوئی -

مجلسِ حسّان، پاکستان نعت کونسل، انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول (ﷺ) کی محافلِ نعت میں متعدد مرتبہ شریک ہُوا - الحاج قمر الدین احمد انجم ہر جمعہ کو جامع مسجد آرام باغ، کراچی میں مختصر محفلِ نعت سجاتے تھے، آستانہ رحمانی پر سالانہ نعتیہ مشاعرہ ہُوا کرتا تھا - الحاج سکندر لکھنوی کی کہی ہوئی نعتیں، ایک وقت تھا کہ ہر محفل میں سُنی جاتی تھیں - ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے "نغمۂ حبیب (ﷺ)" کراچی آتے ہی شائع کی تھی، وہی کتاب یہاں پہلا مجموعۂ انتخاب اور بہت مقبول تھی - کراچی شہر میں انہوں نے ابتداءً متعدد نعتیہ مشاعرے بھی منعقد کروائے، نعت خوانوں

Marfat.com

کی حوصلہ افزائی اور نعت شریف کے فروغ کے لئے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمات نا قابلِ تردید حقیقت ہیں۔ یہ ایک جھلک ہے نعت شریف پڑھنے سُننے سے میری وابستگی کی۔

''نعت رنگ'' کے کتابی سلسلے نے اُردو دان طبقے میں نعت شریف کے موضوع پر اب تک جو کام پیش کیا ہے، وہ اس سے پہلے اس طرح اور اس تسلسل کے ساتھ میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ نعت شریف کے انتخاب کیے ہوئے مجموعوں اور کچھ تحریروں کا ذکر تو کیا جا سکتا ہے جو نعت رنگ کے اجراء سے پہلے منظرِ عام پر تھیں، لیکن نعت شریف کے حوالے سے ایسا متنوع اور مفصل مواد کسی جریدے یا کسی کتاب میں محفوظ نہیں ہُوا تھا۔

نعت شریف کا ذکر ہو تو لفظ و زبان، طرز و بیان اور معانی و مفاہیم ہی کی نہیں، عقائد و نظریات کی بھی بات از بس لازمی ہے، قرآن و حدیث، سنن و آثار، معجزات و غزوات اور سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے تذکار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر تحریروں اور شعروں میں مبالغہ یا مغالطہ خالی از امکان نہیں ہوتا۔ عقیدہ و عقیدت کا اور خیال و حقیقت کا فرق معلوم نہ ہو، یا معلومات کی صحیح اور پوری فہم نہ ہو، یا تاویل و تفسیر اور اصول و فروع کی ضروری باتوں سے آگہی نہ ہو، تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منظوم و منثور نعت شریف میں کہے گئے اچھے لفظ بھی اچھے نہیں رہتے۔

ہر عالم، شاعر نہیں اور ہر شاعر، عالم نہیں ہوتا۔ بات عمدگی سے کہنا اپنی جگہ خوبی ہے لیکن اس کی اصل خوبی کا مدار اس بات کی صحت سے مشروط ہے اور اس شرط کی تکمیل علمِ نافع اور فہمِ واقع کے بغیر مشکل ہے۔ ذہانت کو حقیقت سے متصف کرنے والا علمِ نافع ہی ہے۔

کون سا بیان اور کون سا انداز، کون سا لفظ اور کون سا پیرایہ کس ہستی کے بارے میں نادرست ہے؟ کہاں تک کسی کو کہنے کا اختیار ہے؟ یہی جان کاری تو بتاتی ہے کہ شعر کہنے اور نعت کہنے میں بنیادی فرق ہے۔

جس مقدس و مکرم ہستی کے ارشادات کی پہچان اور عرفان کے لیے اصولِ حدیث، فہمِ حدیث اور نقدِ رجال کے علوم و فنون قائم ہوئے، اس معظم اور مطہر ہستی کے تذکرے کے لیے بھی کچھ آداب و شرائط اور قواعد و ضوابط ضروری ہیں، شریعت نے ہمیں ان کا پابند بنایا ہے۔

Marfat.com

''نعت رنگ'' اسی غرض سے جاری ہُوا اور جناب سید صبیح رحمانی مجھے اسی اہمیت کی بنیاد پر آمادۂ تحریر کر سکے-نعت رنگ کے چودہ شمارے جناب صبیح رحمانی کے اسی حُسنِ نیت اور قدرِ فکر کا اظہار ہیں- مجھے ہرگز ادعائے علم نہیں، اپنی بے مائیگی کا مجھے پورا اعتراف ہے، بایں ہمہ، عقیدت اور حقیقت کے بیان میں میری یہ تحریریں آپ کے سامنے ہیں-

اس کتاب کے قارئین سے میری یہ بھی عرض ہے کہ میرے نبی کریم ﷺ کا مداح، خود میرا ربِّ کریم ہے اور وہی میرے رسولِ کریم ﷺ کی حقیقت و شان جانتا ہے- میرے معبودِ کریم جلَّ شانہ کا کلام قرآنِ کریم، میرے پیارے رسولِ کریم ﷺ کی نعت شریف ہی ہے اور میرے نزدیک ''علم'' اسی ارفع و اعلیٰ ہستی کی مرتبت کو حتی المقدور جاننے ہی کا نام ہے، اسی عرفان کا اظہار جب لفظوں کے قالب میں بیان ہوتا ہے تو نعت کہلاتا ہے- سچ کہوں، دل کو ترجمان کرنا شاید آسان ہو، مگر اس اکرم الخلق ہستی کی مرتبت کا کماحقہٗ بیان، کسی انسان سے ممکن ہی نہیں، جس کسی نے جتنا بیان کیا، وہ بیان ہی بتاتا ہے کہ یہ بیان نا تمام ہے-محبوبِ کریم ﷺ کے حُسن و جمال اور فضل و کمال کی حد ہی نہیں تو بیان کیسے پورا ہو! ہر بندۂ مومن کی کہی ہوئی نعت یہی بتاتی ہے کہ اُسے اس حبیبِ کریم ﷺ کا کتنا عرفان ہے اور ان سے اس کی اپنی وابستگی کتنی ہے؟ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں......یقین مانیے مَیں جس قدر آگہی پاتا ہوں اسی قدر دُرود وسلام کا ہدیہ زیادہ پیش کرتا ہوں، کوئی مجھ سے پوچھے تو کہوں کہ انسان کے حق میں اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں کہ اسے اس مقدس و مطہر اور معظم و مکرم رسول ﷺ پر دُرود و سلام بھیجنے کی توفیق عطا ہوئی ہے، مجھے وہی نعت بھاتی ہے جو ان پر محبت و ادب سے دُرود وسلام زیادہ بھیجنے کی تحریک و ترغیب دلائے-لفظوں، ترکیبوں، بندشوں، استعاروں، تلمیحوں، قافیوں، ردیفوں وغیرہ کا حُسن بھی مجھے وہیں متاثر کرتا ہے جہاں کہنے والا اپنے ممدوحِ کریم ﷺ کی محبت و عقیدت کی کثرت و شدّت میں بھی تعظیم و توقیر کا ہر طرح خیال رکھنے میں مستعد رہتا ہے، جہاں وہ ناز بھی نیاز سے کرتا ہے، جہاں وہ اظہار بھی حُسنِ ادب سے کرتا ہے-

نعت کے حوالے سے کچھ دوست اپنی کاوشوں کو ''اوّلیات'' کا نام دیتے ہیں، میرے ذوق کو ان دوستوں کی یہ سرخوشی اس عنوان سے تو نہیں بھاتی، لیکن مَیں یوں خوش ہوتا ہوں کہ ذکرِ محبوب ﷺ کے حوالوں کو یہ دوست اپنا اعزاز تو جانتے ہیں اور یہی اقرار کرتے ہیں کہ عزّت و شہرت اور سعادتیں اسی محبوبِ کریم ﷺ کے ذکر سے وابستہ ہیں، اُن کے بغیر ان سعادتوں کا کوئی تصور ہی نہیں-

Marfat.com

نعت شریف پڑھنے والے اکثر نعت خواں، نعت شریف کے اشعار کا انتخاب اپنی فہم یا ذوق کے مطابق کرتے ہیں، نعت شریف سنتے ہوئے کبھی ایسا بھی ہُوا کہ لفظوں کی تراکیب، قرینہ اور کبھی کچھ الفاظ معترضہ لگے- کئی مرتبہ محافل میں نعت خوانوں کو مصرع کے الفاظ بدل کر پڑھنے کو کہا، کوئی شعر غلط پایا تو کبھی اپنی تقریر میں بیان کرنا پڑا- اس حوالے سے کوئی ادارہ نہیں تھا جہاں اصلاح و تربیت ہوتی -''نعت رنگ'' کے کتابی سلسلے نے اس حوالے سے جو کام کیا ہے وہ قابلِ قدر ہے- مجھے احساس ہے کہ یہ تحریریں اہلِ علم وفہم کے ایک مخصوص طبقے تک پہنچی ہیں مگر ان کے ذریعے وہ کام شروع ہُوا ہے جو رہ نما بھی ہے اور دُور رس بھی- سید صبیح رحمانی کا کہنا ہے کہ میرے خطوط کا یہ مجموعہ خواص وعوام تک اس کام کو پھیلائے گا-

ایک بار پھر یہ بات دُہراؤں گا کہ مجھے علم وفہم کا کوئی دعوٰی ہے نہ ہی کوئی زعم- میری کسی تحریر وتقریر میں کوئی بات بھی مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت اور ادلّہ شرعیہ کے منافی ہو، یا واقعے کے خلاف ہو، اس سے توبہ ورجوع کرتا ہوں- اللّٰہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، آمین

نعت رنگ کا اجراء اور تسلسل جناب سید صبیح رحمانی کی محنتوں اور محبتوں کا واضح ثبوت ہے، دعا ہے کہ اللّٰہ کریم انہیں اس کارِ خیر میں کام یابی اور برکت سے نوازے اور ان کی خدمات کو اہلِ ایمان کے لیے مفید ونافع فرمائے، آمین

محترم صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی کا شمار اہلِ طریقت، اہلِ محبت میں ہوتا ہے، عقائد میں پختگی اور علمائے حق سے وابستگی انہیں بہت عزیز ہے، یہ مجموعہ انہوں نے عقیدت ومحبت سے مرتب کیا ہے- ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے کارپرداز الحاج صاحب زادہ حفیظ البرکات شاہ اس گناہ گاہ کی ہر کتاب محبت سے شائع کرتے ہیں- اس کتاب کا پہلا ایڈیشن انہی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا تھا- جناب صابر داؤد اپنے ادارے ''مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)'' کی طرف سے دوسری اشاعت پیش کررہے ہیں، اللّٰہ کریم ان سب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین

بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

ذی قعدہ، ۱۴۲۳ھ

کوکبِ نورانی رااحمد (علیہ السلام) شفیع

(اوکاڑوی غفرلہ)

53-بی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی- 74400

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

اللہ کی دَین ہے، جسے چاہے، جو چاہے اور جتنا چاہے، عطا فرمادے۔ کوئی لاکھ کچھ کہے، میں تو یہی کہوں گا کہ سید صبیح الدین صبیح رحمانی کے حصّے میں خدمتِ نعت کی سعادت، عطائے ربِ تعالیٰ ہی ہے اور نوجوانی میں اتنا بڑا کام، یہ کرم ہی کی باتیں ہیں، نعت گوئی، نعت خوانی، اشاعتِ نعت، وہ جس طرف بھی گئے اس کرم نے انہیں اپنے حصار میں رکھا۔

''نعت رنگ'' (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ) سے میری شناسائی اتنی ہی ہے جتنی کہ اس کے مدیر، سید صبیح رحمانی سے، وہ ایک عرصے سے ہمارے پیرومرشد حضرت حاجی نوراحمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں نعت خوانی کے لیے تشریف لاتے ہیں، بالخصوص ہمارے برادرِ بزرگ صاحب زادہ انور جمال بدخشانی اور ہمارے سلسلے اور ہمارے خاندان کا ہر فرد ان سے واقف و متعارف ہے اور ان سے پیار کرتا ہے۔ ان کی نعت گوئی اور نعت خوانی کا ہم ہی کیا، ایک زمانہ معترف ہے۔ انہوں نے مجھ سے پہلی مرتبہ جب ''نعت رنگ'' کا ذکر کیا تو ذہن میں ڈائجسٹ قبیل کے کسی رسالے کا گمان گزرا، ہاں، یہ تجسّس ضرور رہا کہ اس رسالے میں نعت کے اہم اور نازک موضوع سے کیا سلوک رَوا رکھا جائے گا؟ خیال تھا کہ نعتوں کے انتخاب یا نعت نگاروں اور نعت خوانوں کے تعارف اور تعریف کی باتین ہوں گی، کچھ اور رسمی و روایتی مضامین بھی ہوں گے، مدیر کے لیے تعریفی، ستائشی اور سپاس گزاری کے پیغام و خطوط ہوں گے کہ اب تک نعت کے حوالے سے ایسے ہی رسائل و جرائد دیکھنے میں آئے تھے...... مگر میرے یہ خیالات، خیالات ہی رہے، ''نعت رنگ'' ان سے مختلف تھا۔ نعت رنگ کا پہلا شمارہ مجھے ملا، میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ رسالہ، نعت کے موضوع پر بجائے خود ایک کتاب ہے اور صرف نعت کے ادبی فروغ کے لیے مخصوص ہے۔ اس امتیاز و اختصاص نے متاثر کیا۔ وقفے وقفے سے ''نعت رنگ'' کے شمارے آتے رہے اور میری توجہ اور دل چسپی بڑھتی رہی۔ نعت رنگ کے قلمی معاونین میں دنیائے علم و ادب کے نام وَر ادیب و شاعر شامل تھے، تحریریں بھی ایک سے بڑھ کر

Marfat.com

ایک شائع ہو رہی تھیں، نعت رنگ کا ہر شمارہ مفید اور فکر افروز ہی نہیں بلکہ اپنے موضوع پر اہم حوالہ ہو گیا۔

''نعت رنگ'' کے لکھنے پڑھنے والوں میں سے کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہو گا کہ سید صبیح رحمانی کی یہ پیش کش، دیانت اور سچائی کا مرقع ہے اور نعت کے بارے میں ان کے خلوص اور نعت کو اس کا ادبی مقام و مرتبہ دلانے کے لیے ان کی مسلسل محنت اور سچے جذبے کی عکاسی کرتی ہے، نعت رنگ کے پہلے شمارے کے ابتدائیے میں وہ خود رقم طراز ہیں:

'' ''نعت رنگ'' پیشِ خدمت ہے۔ فروغِ نعت کے اس عہدِ زریں میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن نعت نگاری کی طرف رجوعِ عام کے اس اہم دَور میں نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویّوں سے محفوظ رکھنے کی با قاعدہ کوشش ضرور ہے۔'' (ص:۸، شمارہ:۱)

''رطب و یابس اور غیر محتاط رویّوں'' کے الفاظ ہی دوسروں کو بھڑکا سکتے تھے اور صبیح رحمانی دوسروں کے اعتراض کا ہدف ہو سکتے تھے، لیکن مَیں اپنی وہی بات دُہراؤں گا کہ ان کا اس خدمت کے لیے (گویا) انتخاب ہو چکا تھا، قدرت مہربان رہی اور خدائی دَین کا اظہار یوں بھی ثابت ہُوا کہ صبیح رحمانی اپنے عزم میں مخلص اور اس کے لیے مستعد رہے۔ بحیثیت مدیر انہوں نے کسی طرح جانب دارانہ رویّہ نہیں اپنایا بلکہ ''نعت رنگ'' میں مختلف مکاتبِ فکر سے وابستہ اہلِ قلم کی نگارشات شائع ہوئیں اور تحریروں کو من و عن شامل کیا گیا، یوں کسی کو ان کی نیت پر کوئی شک نہیں ہُوا۔ نعت سے صبیح رحمانی کے والہانہ لگاؤ کی برکت تھی کہ نعت رنگ نے ترقی کا سفر جس خوبی اور جتنی تیزی سے طے کیا اس کی مثال اُردو کے کسی موضوعی جریدے کے حوالے سے کم ہی ہو گی۔ وطنِ عزیز ہی نہیں، بیرونِ ملک بھی اس کا چرچا ہُوا۔ بھارت، وسطی یورپ، امریکا، کناڈا اور بلادِ عرب میں نعت رنگ کی تنقید و تحسین کا شور ہُوا، تحریروں میں معرکہ آرائیاں اس کی شہرت میں اضافہ کرتی رہیں۔ نعت رنگ کی علمی و ادبی وقعت تسلیم کی جانے لگی، نعت کے موضوع سے نعت رنگ کا ذکر کچھ ایسا وابستہ ہو گیا کہ اب فروغِ نعت یا نعت کے ارتقاء کا کوئی جائزہ نعت رنگ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہو گا، یا یوں کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ اس ضمن میں نعت رنگ کا ذکر لازمی ہو گیا۔ نعت رنگ اب ایک کتابی سلسلہ ہی نہیں رہا بلکہ نعت کے حوالے سے ایک ادبی تحریک بن گیا ہے۔

Marfat.com

بارگاہِ رسالت ﷺ میں مدح سرائی کے آداب سے واقفیت کی تحریک، ناموسِ رسالت کے تحفظ کی تحریک، نعت گوئی میں غیر معیاری اور غیر محتاط رویوں کے سدِ باب کی تحریک اور ہماری ادبی تاریخ میں نعت کو اس کا جائز مقام و مرتبہ دلوانے کی تحریک......

اس تحریک کی اہمیت وافادیت اور مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لیے آپ کے سامنے اپنے عہد کے نام وَر ادبا و شعراء کے تحسینی کلمات میں سے چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں تا کہ عام قاری اس جریدے اور اس تحریک کے اپنے عہد میں مرتب ہونے والے اثرات کی کچھ جھلکیاں دیکھ سکے۔

☆ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (بھارت) : " صرف نعت گوئی کے موضوع پر اتنے ضخیم نمبر نکالنا اور مفید اور قیمتی مضامین شائع کرنا آسان کام نہیں۔"

☆ ڈاکٹر جمیل جالبی (پاکستان) : "معیار اور حسن طباعت کے اعتبار سے ایسا کوئی دوسرا رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا۔"

☆ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی (پاکستان) : "نعت رنگ سے نعت کے ادبی پہلوؤں کے جائزے کا جو سلسلہ شروع ہُوا ہے اس نے اربابِ نظر کو تفہیم نعت کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔"

☆ پروفیسر جگن ناتھ آزاد (بھارت) : "نعت رنگ کی جو جلدیں مجھے موصول ہوئی ہیں انہیں تو مَیں انسائیکلوپیڈیا کہہ سکتا ہوں۔"

☆ جمیل الدین عالی (پاکستان) : "نعت رنگ ایک مبارک اصلاحی قدم ہے۔"

☆ مشفق خواجہ (پاکستان) : "نعت رنگ میں نعت گوئی کے تاریخی، فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔"

☆ پروفیسر حفیظ تائب (پاکستان) : "نعت رنگ کی تدوین، تحقیق اور تنقید کا بہت اہم سنگِ میل ہے۔"

☆ ڈاکٹر سلیم اختر (پاکستان) : " نعت رنگ فکری اعتبار سے ایک قابلِ توجہ جریدہ ثابت ہُوا ہے۔"

Marfat.com

☆ ڈاکٹر انور سدید، (پاکستان) : ''نعت رنگ نے پرانی لکیر کو نہیں پیٹا بلکہ نعت کی پیش کش کا نیا انداز نکالا ہے، جب تک پیش کش کا اس سے بہتر نقش سامنے نہیں آتا اس ''اقلیم'' میں اسی کا نام منور نظر آئے گا۔''

☆ پروفیسر سحر انصاری (پاکستان) : ''نعت رنگ کی اشاعتوں سے برِصغیر بلکہ اُردو دنیا میں نعت فہمی اور نعت شناسی کے کئی تازہ در وا ہوئے ہیں۔''

نعت کہنے اور پڑھنے والے بھی ایک جیسے نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شعر کہنے اور نعت کہنے میں فرق ہے، اس فرق سے کماحقہٗ آگہی بھی ہر ایک کا کام نہیں۔ نعت پر تنقید اور زیادہ مشکل مرحلہ ہے، اس تنقید کا دائرہ علوم و معارف کی وسعتوں کے ساتھ ہے، لامحالہ بات ہے کہ یہ صاحبانِ علم و عرفان ہی کا حصہ ہے۔ صبیح رحمانی کہتے ہیں مجھے تمنا تھی کہ کچھ علمائے دین ایسے مل جائیں جو نعت رنگ کی تنقیدی تحریروں میں قرآن و سنت کے مطابق صحیح عقائد و نظریات اور اسلامی تعلیمات و ہدایات سے متصادم یا مخالف باتوں کی نشان دہی مثبت اور ادبی پیرائے میں کرتے ہوئے حقائق واضح کریں تاکہ نعت پر صحیح تنقید ہو سکے۔ یہ تنقید کتنی ضروری اور اہم ہے، اس کا احساس ہی صبیح رحمانی کے ''نعت رنگ'' کی بنیاد ہے اور نعت رنگ کے شائع ہونے والے شمارے اسی احساس کا اظہار و ثبوت ہیں۔ عقیدتوں کو عقیدوں کے احاطے میں رکھنا اور لفظوں کو معنوں کی طہارت میں محصور رکھنا ہی کمال ہے ورنہ صرف بات تو ہوتی ہے، نعت نہیں ہوتی۔ اور یہ اس بارگاہ عالی جاہ کا معاملہ ہے جس کے آداب ہمارا خدا تعالیٰ ہمیں تعلیم فرماتا ہے۔ جس لفظ میں کسی طرح تحقیر و توہین کا توہّم بھی ہو سکتا تھا اس بارگاہ عالی جاہ کے لیے وہ لفظ ہی ممنوع ہو گیا، یوں ہم نے جان لیا کہ نعت گوئی میں ہم آزاد نہیں، پابند ہیں۔ اس پابندی کی آگہی، نعت کے مصادر، قرآن و حدیث اور سیرتِ نبوی (ﷺ) سے گہری واقفیت رکھنے والے اہلِ علم و فضل ہی کا حصہ ہے اور وہی بتا سکتے ہیں کہ افراط و تفریط کہاں ہوئی ہے یا کون سی بات میں الفاظ کا انتخاب یا انداز، درست نہیں ہُوا۔

ہمارے بیش تر علمائے کرام تفاسیر، شروحِ احادیث اور فتاوی ہی زیادہ تحریر کرتے ہیں، دینی موضوعات پر ان کی اکثر تحریریں آسان زبان میں نہیں ہوتیں، انہیں اپنے مطالعے اور تدریس

Marfat.com

میں جس پیرایۂ بیان سے واسطہ رہتا ہے، وہی ان کی گفتگو اور تحریر میں نمایاں رہتا ہے۔ نہ صرف عام لوگ بلکہ خواص میں بھی اکثر ان کی اس طرزِ تحریر سے بآسانی استفادہ نہیں کر پاتے۔ یوں صبیح رحمانی کی یہ بھی خواہش تھی کہ انہیں ایسے علماء کا تحریری تعاون ملے جو ادیب بھی ہوں اور ان کی تحریر عام فہم ہو۔ تنقید و تحقیق کے شعبوں میں ناقدین اور محققین بھی اکثر مشکل پیرایۂ بیان کے خوگر ہوتے ہیں، اسی لیے ان کی ایسی تحریریں خواص تک محدود رہتی ہیں۔ نعت سے تو ہر مومن و مسلم وابستہ ہے، عام لوگوں تک سلیس اور سادہ انداز و الفاظ ہی میں حقائق و خصائص پہنچائے جائیں تو مفید ہوں گے۔

نعت میں قرآن و حدیث اور سیرتِ نبوی (ﷺ) کے حوالوں کے ساتھ ساتھ نعت نگار اپنے جذبات اور احساسات اور کیفیات و واردات بھی اپنی فہم و استعداد کے مطابق بیان کرتا ہے۔ جان بوجھ کر وہ کوئی ایسا لفظ یا قرینہ نہیں استعمال کرنا چاہتا جو شانِ رسالت کے منافی ہو۔ لیکن یہ بھی بعید نہیں کہ وہ جسے درست گمان کر رہا ہو، وہ حقائق کے مطابق نہ ہو یا اس نعت نگار پر وہ حقیقت واضح نہ ہو۔

نعت پر تنقید کرتے ہوئے فاضل ناقدین بھی، قرآن وحدیث، سیرتِ نبوی (ﷺ) اور فقہی جزئیات کی ضروری معلومات نہ ہونے کی وجہ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر لغزش کر سکتے ہیں۔ نظم و نثر کی ان تحریروں کو باریک بینی سے دیکھنا اور حقائق کے مطابق جانچنا اور ان کی تصحیح یا تغلیط بیان کرنا علمائے حق ہی کا منصب اور ذمہ داری ہے۔ بعض مرتبہ قافیے اور ردیف کو خوب صورتی سے برتنے کی کوشش میں شاعر اپنے تخیل کا صحیح بیان نہیں کر پاتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیت اور خیال کو اس کی سچائی اور عمدگی کے باوجود صحیح بیان نہیں کر پاتا، اس لئے اکثر عمدہ بات بھی معترضہ ہو جاتی ہے بلکہ ایمان کے لیے مسئلہ ہو جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے باب میں معمولی سی بے احتیاطی یا بے ادبی سے وہ نقصان ہو جاتا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

کوئی صحیح العقیدہ مسلمان یہ نہیں چاہے گا کہ وہ جس عظیم بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کر کے فلاحِ دارین چاہتا ہے اسی بارگاہ میں وہ اپنی کسی کوتاہی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہو جائے۔ صبیح رحمانی اس لحاظ سے نعت نگاروں کے محسن قرار پاتے ہیں اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ

Marfat.com

انہوں نے ادبی و علمی اور اعتقادی خامیوں کی نشان دہی کے لیے ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کی معاونت چاہی اور نظم و نثر میں نگارشات پیش کرنے والوں کو ایمانی نقصان سے بچانے کا بھی اہتمام چاہا۔

نعت رنگ میں لکھنے والے اہلِ قلم اپنے اپنے شعبوں میں ممتاز و محترم شمار ہوتے ہیں، انہیں اگر نامناسب پیرائے میں ان سے سرزد ہونے والی اعتقادی، علمی اور دیگر خامیوں کا جواب دیا جاتا تو وہ شاید اسے کسی خاطر میں نہ لاتے یا اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نعت رنگ میں تنقید و تحقیق کی تحریروں میں اختلافات و اعتراضات، دلائل و براہین اور حقائق کے ساتھ عمدہ پیرائے میں بیان ہوئے، کئی مباحث چھڑے، کئی مکالمے روشن ہوئے اور تمام تر بحث و مباحثے کے باوجود کسی طرف سے بھی انانیت، کٹ حجتی یا ناراضی کا مظاہرہ نہیں ہُوا، یہ عمل ''نعت رنگ'' میں لکھنے والوں کی نعت سے سچی محبت کا گواہ ہے۔

صبیح رحمانی کے پیشِ نظر یہ سوال تھا کہ یہ اہم ذمہ داری کون قبول کرے؟ اور اس حساس اور نازک موضوع کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اسے بخوبی انجام دے، تحریروں کو توجہ سے پڑھے، سمجھے اور حقائق کو دلائل کے ساتھ واضح کرے۔ بالعموم مشہور مذہبی شخصیات اس طرح کے کاموں کو غیر اہم یا اپنے معیار سے کم یا سطحی معاملہ گردانتی ہیں یا رسالوں میں لکھنا اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتیں یا ان کے پاس اس کے لیے وقت ہی نہیں، کچھ شخصیات یہ عذر کرتی ہیں کہ اس طرح کی تحریروں سے وہ متنازع ہو جائیں گی یا کچھ لوگوں میں ناپسندیدہ ٹھہریں گی، گویا وہ شخصیات جو کچھ کر رہی ہیں وہی بہت ہے، کافی ہے، اس کے علاوہ کام ان کے لیے غیر ضروری یا غیر اہم ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ یہ کام صرف منصبی ذمہ داری اور فرائض کی بجا آوری کا ہے اس میں کسی ظاہری منفعت سے صَرفِ نظر کر کے ہی دینی و ایمانی جذبہ و خلوص کی بنیاد پر خدمت کی جا سکتی ہے اور (میرے نزدیک) یہ سعادت ہر کسی کا حصہ نہیں۔ میرے دل میں علمائے کرام کا احترام بہت ہے لیکن ہمارے معاشرے کے اس مقدس طبقے کے اکثر افراد کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں اور وہی ان کے نزدیک مقدم اور اہم ہیں، انہی میں وہ مگن ہیں۔ یہ طبقہ ہمارا محسن ہے اور ہمیں اس کی مرتبت و فضیلت کا ہر طرح خیال ہے مگر (شاید یہ ہمارا گمان ہی ہو) اس محترم طبقے کی اکثریت سے

Marfat.com

معاشرے کو عمدگی اور آسانی سے وہ رہ نمائی نہیں مل رہی جسے از خود لوگوں کو پہنچانا ان معزز ہستیوں کا منصبی فریضہ ہے۔

نعت گوئی اور نعت خوانی، اسلامی معاشرے میں شروع سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، علمائے کرام نے اس باب میں اصلاح کے حوالے سے اپنی توجہات رکھی ہوتیں تو غیر معیاری یا معیوب کلام و انداز نہ پنپتے۔ فساد بڑھ جائے تو علاج پر محنت زیادہ ہوتی ہے اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ میری نظر سے اب تک کوئی ایک کتاب بھی اُردو میں ایسی نہیں گزری جس میں نعت گوئی کے لیے رہ نما اصول تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہوں۔ نعت کے موضوع پر تنقید و تحقیق کا اُردو میں جتنا کام تا حال منظرِ عام پر آیا ہے وہ بھی زیادہ تر اس طبقے کا ہے جو علمائے دِین شمار نہیں ہوتا۔

زیرِ نظر کتاب ''نعت اور آدابِ نعت''...... بنیادی طور پر نعت رنگ میں شائع ہونے والی تحریروں کے تنقیدی و تحقیقی جائزے پر مشتمل ان چند خطوط کا مجموعہ ہے جو وطنِ عزیز کے عالمی شہرت رکھنے والے مثالی خطیب و ادیب، حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی نے جناب صبیح رحمانی، مدیر نعت رنگ کے نام تحریر کیے اور نعت رنگ میں شائع ہوئے۔ ان خوش پاروں کو ان کی علمی اور ادبی قدر و قیمت کی وجہ سے کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا خیال جناب صبیح رحمانی نے مجھ سے ظاہر کیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مَیں نے ان کی رائے کو نہ صرف صائب بلکہ بہت مفید تسلیم کرتے ہوئے ان مکاتیب کو مرتب کرنے کا فریضہ ادا کیا، جسے مَیں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں۔ ایک خط سے اس کتاب ہونے تک کی کچھ تفصیل اور ان تحریروں کی افادیت و اہمیت جو مَیں نے محسوس کی، اس کا بیان کچھ یوں ہے۔

نعت رنگ کے شمارہ 2 میں شائع ہونے والے خطوط میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ کا پہلا مکتوب شائع ہُوا تھا۔ ان کا نام اور کام سبھی جانتے ہیں۔ دنیا کے ڈیڑھ سو سے زائد ممالک میں ٹی وی چینلز کے ذریعے حقانیت سے بھرپور ان کی خوش گفتاری اور ان کے دل نشین اور شیریں انداز نے لاکھوں کو متاثر کیا ہے۔ ان کی متعدد تحقیقی کتب بھی اصلاحِ عقائد و اعمال کے سلسلے میں نمایاں اور مقبول ہیں۔ تقریر ہو یا تحریر، تنقید ہو یا تحقیق وہ ہر میدان میں اپنی مثال آپ ہیں۔ کثرتِ مشاغل کے باوجود انہوں نے نعت رنگ کے ہر شمارے کو نہ صرف بنظرِ

Marfat.com

عمیق پڑھا بلکہ اپنی مختصر اور مفصل تحریروں کے ذریعے نعت رنگ میں مطبوعہ تحریروں کا، عقائد، عشق اور ادبیات کی روشنی میں عمدہ تحقیقی اور تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا- علامہ اوکاڑوی کی اس محنت سے مجھ سمیت جانے کتنے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی کہ ابھی ایسے علمائے حق موجود ہیں جو اپنی علمی بصارت و بصیرت سے اپنے گرد و پیش کا بغور جائزہ لے رہے ہیں اور مبدء فیض سے عطا ہونے والی صلاحیتوں کو حق اور حقانیت کے اعلان و ابلاغ کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں اور اظہارِ حق میں بے باک اور بے لچک موقف رکھتے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ ان کا مقصود صرف یہی ہے کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں انہیں قبولیت حاصل ہو جائے-

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا اندازِ مطالعہ اور اندازِ تحریر ان کے مقصود کا واضح ثبوت ہے- کہیں کوئی لفظ، اشارہ، استعارہ و کنایہ انہیں ایسا نظر آیا جو روحی فداہ سرکار ﷺ کے بارے میں مطلوبہ معیار سے کم رہا، اسے انہوں نے نظر انداز نہیں کیا، قرآن و حدیث اور ٹھوس دلائل سے اس کا ایسا جواب دیا کہ غیر معیاری نثر و نظم لکھنے والے کی اصلاح ہو اور ناواقف قارئین پر کوئی منفی یا غلط تأثر قائم ہو گیا ہو تو وہ بھی زائل ہو جائے- وہ جس تحریر کے بیانیے میں عناد یا توہین کا شائبہ بھی پاتے ہیں وہاں اس عناد کو بے نقاب ہی نہیں کرتے بلکہ حقائق سے آگاہ کر کے شبہات تک دُور کر دیتے ہیں اور صحیح مؤقف پر دلائل پیش کرتے ہیں- کسی تحریر میں کوئی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی یا کوئی حوالہ دیکھتے ہیں جس سے غلط استدلال کیا گیا ہو یا مفہوم بدلنے کی کوشش کی گئی ہو، اسے مُبرہَن کیے بغیر نہیں رہتے- اللّٰہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل و کرم ہے کہ وہ شرعی موقف کے اظہار میں حق بات کہنے میں باک نہیں رکھتے- اگر کسی اہلِ قلم نے کسی جائز اور درست بات کو اپنے علم و فہم کے مطابق ناجائز اور نادرست قرار دیا ہو تو علامہ اوکاڑوی صاحب اس کی شخصیت اور علمی مرتبے کا لحاظ کئے بغیر اس بات کے جائز اور درست ہونے کے دلائل واضح کرتے ہیں-

وہ اعتراضات کے جواب بھی دیتے ہیں اور خود بھی اعتراض قائم کرتے ہیں- اچھے جملوں اور عمدہ تحریروں کی تعریف و تائید بھی کرتے ہیں، گرفت سخت کرتے ہیں مگر لفظوں کو نرم اور لہجے کو دھیما رکھ کر، نعت رنگ کے صفحات اس کے گواہ ہیں- اپنے دلکش اسلوبِ تحریر میں وہ علوم و معارف کے دبستاں کھولتے چلے گئے ہیں- ان کے خطوط سے کتنے موضوعات اور ابحاث نے

Marfat.com

جن نے کتنے عقدے حل کیے ہیں- عقائد کے باب میں ان کا قلم شرحِ صدر کرتا ہے-

ان کے خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہُوا کہ لفظوں کی صرف نشست ہی بدل دی جائے تو معنی ومفہوم میں بڑا تغیر آ جاتا ہے- وہ خیال کو لفظوں کا پابند نہیں بلکہ لفظوں کو صحیح خیال کا پابند رکھنے کے خواہش مند دکھائی دیتے ہیں، لسانی اور ادبی مسائل پر بھی جو اظہارِ خیال وہ کرتے ہیں اس میں بھی شرعی حدود و قیود کو واضح کرتے ہیں- ان خطوط میں ان کی زیادہ توجہ نثری مضامین پر رہی لیکن منظوم کلام کے حوالے سے بھی وہ جہاں کہیں بات کرتے ہیں، نہایت واضح اور بامقصد کرتے ہیں- انہیں دینِ اسلام کی شرعی تعلیمات کے منافی کوئی بھی لفظ یا جملہ گوارا نہیں-

الغرض، ''نعت اور آدابِ نعت'' کے اس عظیم کام کے لیے صبیح رحمانی کو نہایت موزوں شخصیت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی نظر آئی جو صبیح رحمانی کے مطلوبہ معیار پر پوری اترتی تھی اور نعت رنگ میں علامہ اوکاڑوی کے شائع ہونے والے خطوط اس بات کے گواہ ہیں کہ صبیح رحمانی کا انتخاب درست تھا-

نعت رنگ میں شامل علامہ اوکاڑوی کے خطوط میں ایسے متعدد نکات اجاگر ہوئے جن سے عوام وخواص دونوں کو دل چسپی تھی، نتیجۃً ان کے خطوط نے علمی وادبی حلقوں کے علاوہ عام قاری کی توجہ بھی حاصل کر لی اور یہ توجہ اور پذیرائی نعت رنگ کے ہر شمارے کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قارئین، نعت رنگ ہاتھ میں آنے کے بعد بے اختیار، خطوط والے صفحات کو تلاش کرتے ہیں-

نعت رنگ کی افادیت واہمیت اپنی جگہ مسلّم مگر اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علامہ اوکاڑوی کے خطوط بھی نعت رنگ کی پہچان بن چکے ہیں اور نعت رنگ کے قاری ان کا اسی بے چینی سے انتظار کرتے ہیں جیسے کسی رسالے میں کسی مستقل یا قسط وار سلسلے کا- یہ پذیرائی اور اثر پذیری حضرت مولانا کو اپنے دل کش اسلوبِ تحریر، وسیع مطالعے اور تنقیدی بصیرت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے- درحقیقت ان کی یہ مقبولیت اللہ تعالیٰ کی ان پر عطائے خاص ہے- وہ اپنی تحریروں میں معمولی معمولی باتوں کا خیال رکھتے ہیں، اپنی تحریر میں کسی سے سُنی ہوئی یا کہیں پڑھی ہوئی بات کا ذکر کرتے ہیں تو وہ بات جس کسی سے سنی یا جہاں پڑھی، اس کا حوالہ ضرور نقل کرتے

Marfat.com

ہیں، ہوسکتا ہے ہر کسی کے نزدیک یہ کوئی اہم بات نہ ہو لیکن یہ بات کسی مصنف کی سچائی اور دیانت کو ظاہر کرتی ہے اور اس طرح رابطوں اور محبتوں کو بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔

جہاں کہیں کسی تحریر میں کوئی بات ایسی آئے جو شرعی تعلیمات میں اہم ہے، وہ اسے اچھی طرح واضح کرتے ہیں تاکہ ناقدین اور قارئین اس کی حقیقت اور تفصیل سے آگاہ ہوں جیسے اقسامِ حدیث، تاویل، حقیقت و مجاز، نفی و اثبات کی آیات، اقتباس، استمداد، توسّل اور دینی مسائل وغیرہ۔

اگر کسی مضمون نگار نے حضرت مولانا کی بیان کی ہوئی کسی بات کی درستی یا کسی درست تحقیق کی طرف ان کی توجہ کروائی تو حضرت مولانا نے اس کی درست بات کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اظہارِ تشکر بھی کیا ہے۔ یہ خوبی بھی دیکھی کہ وہ زعمِ علم نہیں بلکہ اپنی فروتنی کا اظہار جا بجا کرتے ہیں اور ہر تحریر میں لکھتے ہیں کہ: ''کوئی غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔''

حضرت مولانا کے یہ خطوط اور ان میں بیان کردہ علمی، ادبی، فقہی اور اعتقادی معاملات ہر لحاظ سے اصلاحِ احوال کا باعث اور قابلِ تحسین ہیں۔ ان خطوط کی اہمیت کے پیشِ نظر ان کا منتشر رہنا انہیں ضایع کرنے کے مترادف تھا، مَیں نے جناب صبیح رحمانی کے مشورے اور حوصلہ افزائی کے سہارے ان خطوط کو مرتب کرنے کی ہمت کی۔

مجھے خوشی ہے کہ زیرِ نظر کتاب ''نعت اور آدابِ نعت'' اس موضوع پر اُردو میں کسی عالمِ دِین کی (غالباً) پہلی کاوش ہے، لیکن فکر افروز اور توجہ طلب ہے۔ نعت رنگ کا کتابی سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ اس کتاب کی مزید جلدیں اس موضوع پر بہترین اور قابلِ قدر کتابیں ہوں گی اور تنقیدِ نعت کے حوالے سے ہمارے علمائے کرام کی غفلت کا کفارہ بھی ادا کریں گی۔

حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے ان خطوط کے مطالعے سے ان کی اہمیت و افادیت کا قارئین خود بخوبی اندازہ کرلیں گے، یہاں ان کے خطوط سے کچھ اقتباس پیش کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔ مدیرِ نعت رنگ کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا نے اپنے ایک خط میں باوجود اپنی مصروفیت کے ان کی معاونت، اپنی ذمہ داری سمجھ کر قبول کی۔ لکھتے ہیں:

''آپ نے فرمایا کہ یہ فقیر آپ کے مجلّے کے مندرجات کے بارے میں شرعی و مسلکی

Marfat.com

نقطۂ نگاہ کے حوالے سے آپ کا معاون ہو- آپ کی اس خواہش پر خوشی ہوئی لیکن خود کو اس قابل نہیں پاتا اور سچ یہ بھی ہے کہ خود اتنا گھرا ہوا ہوں کہ وعدہ بھی نہیں کر سکتا، تاہم آپ سے جو تعاون کر سکا اسے اپنے لئے نیکی سمجھوں گا-''

ایک مضمون نگار کی لغزشِ قلم کو ان کا ایمانی ذوق گوارا نہ کر سکا اور دیکھئے انہوں نے اس پر کس باریک بینی سے گرفت کی، ملاحظہ فرمایئے:

''ایک مضمون نگار نے لکھا : '' مَیں بعد توبہ واستغفار لکھتا ہوں کہ قرآنِ مجید میں موسیقیت کی جو شان...... '' حضرت مولانا نے یوں جواب دیا: '' یہ الفاظ بعد توبہ واستغفار کے بھی یوں صحیح نہیں بلکہ یوں ہو سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت پر موسیقیت کی ہر شان بھی قربان-''

ایک عالمِ دین کے احساسِ ذمہ داری اور تشویش کو مدیر کے نام لکھی گئی اس ایک سطر میں ملاحظہ فرمائیں:

''تمام اہلِ قلم کو پابند کیجئے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں کوئی ایسا لب ولہجہ اور الفاظ و انداز اختیار نہ کریں جو گستاخی واہانت کے زُمرے میں آتا ہو-''

زیرِ نظر پیراگراف میں مولانا کے مخاطب تو مدیر نعت رنگ ہیں لیکن کیا یہ سوال پوری امت کے لیے دعوتِ فکر نہیں ہے؟

''مَیں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ جو مسلمہ اصول وقواعد کے مطابق نادہند قرار پاتے ہیں اور ان کی تحریریں موجود ہیں کہ شانِ رسالت مآب ﷺ میں وہ گستاخانہ اور اہانت آمیز شمار ہوئی ہیں، اس کے بعد ان لوگوں کی مدح و تعریف یا تعظیم کیوں روا سمجھی جاتی ہے؟ کیا حقائق سے چشم پوشی کرنا اور حقائق کو جھٹلانا سُودمند ہو سکتا ہے؟ کیا اس طرح حقائق بدل سکتے ہیں؟ جب یہ طے ہے کہ مخلوق میں رسولِ کریم ﷺ سا کوئی نہیں، وہ ہر طرح افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بارگاہ کے آداب خود ان کے خالقِ کریم جلّ شانہ نے تعلیم فرمائے ہیں اور ان کی تعظیم ہر مسلمان پر لازمی ہے، پھر کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ ان کے کسی طرح گستاخ و بے ادب سے کوئی رعایت سوچی جائے خواہ وہ کوئی ہو؟''

نعت رنگ کی تحریروں کے مثبت پہلوؤں پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ لکھتے

۱۶۱۴۹۲

Marfat.com

ہے:

"مجھے بہت خوشی ہے کہ نعت شریف کے حوالے سے عمدہ اصلاحی تنقید ہو رہی ہے اور مقصد بھی خوب ہے کہ شرعی تقاضے پورے ہوں، ادب کے منافی کچھ نہ ہو، غلطی وکوتاہی کو جان کر ان کا اعادہ نہ کیا جائے اور جو کچھ غلط ہو گیا اس سے توبہ کی جائے۔"

ایک خط میں نعتیہ ادب کے ناقدین کو ضابطہ تنقید کے بارے میں علامہ اوکاڑوی نے کیا اچھا مشورہ دیا، ملاحظہ ہو:

"نعتیہ شاعری پر تنقید ضروری کی جائے مگر علم وفہم میں توازن ضروری ہے اور واضح رہے کہ نبی پاک ﷺ کی ذات وصفات، محامد ومحاسن اور ان کے جمال وکمال کے بیان میں قلم و زبان کو حد درجہ احتیاط لازم ہے بلکہ فکر وخیال کو بھی۔ کوشش کی جائے کہ جو بات ہو وہ محض خامہ فرسائی کے شوق کی تکمیل نہ ہو۔"

نعتیہ ادب پر تنقید کو جائز قرار دیتے ہوئے ایک خط میں اس طرح اپنے نظریئے کو واضح کرتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر شاعر کی کہی ہوئی ہر نعت، حمد، منقبت وغیرہ کو صرف یہ کہہ کر قبول نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حمد ونعت ومنقبت بالائے تنقید ہے بلکہ اسے حقیقت اور عقیدہ وعقیدت کے صحیح تقاضوں سے متصادم یا متضاد پا کر ہی نقد وجرح کا ہدف بنایا جا سکتا ہے اور ایسا ہونا چاہیے کیوں کہ حمد ونعت میں احتیاط کا ہر تقاضا ملحوظ رکھنا ضروری ہے لیکن عشق کو شرک اور محبت کو بدعت کہنے والے لوگوں کے پیمانے پر نہیں بلکہ ادلّہ شرعیہ کے مطابق تصحیح وتنقید ہو اور ایسا کرنے والا بھی دیانت وصداقت کا پاس دار ہو اور علم وفہم میں توازن رکھتا ہو۔"

نعت گو شعرا کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کتنی اہم باتیں کہی ہیں، فرماتے ہیں:

"ہر نعت گو سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ نعت کہنے سے پہلے آدابِ نعت سے واقفیت ضرور حاصل کرے کیوں کہ یہ صرف شعر کہنے والی بات نہیں یہ تو محبوبِ ربِّ جلیل کی بارگاہ میں باریابی پانے کی جستجو کا مرحلہ ہے۔ محبتِ رسول کے میزان پر ایمان تولنے کا معاملہ ہے۔ ایمان و عقیدت کے قبلہ وکعبہ کی طرف جان ودل کرنے کا سلسلہ ہے۔ قطرے کو گہر کرنے، ذرّے کو

Marfat.com

رشکِ آفتاب کرنے کا وَل وَلہ ہے اور کیوں نہ ہو، نعت گوئی میرے معبودِ کریم کی سنّت ہے، یہ وہ وصف وسعادت ہے جو مشتِ خاک کو قربِ ایزدی عطا کرتی ہے۔''

فرماتے ہیں: ''رسولِ کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے الفاظ کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط لازم ہے۔ ہم خطا ونسیان سے مرکب انسان ہیں، اگر ہم سے کوئی خطا اس مبارک ذکر میں ہو جائے اور خود ہمیں اس کا احساس نہ ہو تو اس خطا کی نشان دہی پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم توبہ واستغفار اور غلطی سے رجوع ہی کی طرف مائل ہوں۔''

ناقدینِ نعت کو مشکلاتِ تنقید سے آگاہ کرتے ہوئے انہوں نے کتنا صائب مشورہ دیا ہے:

''نعت شریف ایسا موضوع نہیں کہ ہر کوئی محض خامہ فرسائی کے شوق میں کوئی مضمون لکھ دے، جس طرح شاعر کو نعت کہنے کے لئے عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ عقائد اور حقائق سے آگہی ہونا ضروری ہے اسی طرح نعت شریف پر تحقیق وتنقید میں کچھ لکھنے سے پہلے بہت جان کاری کی ضرورت ہے اور لکھتے ہوئے احتیاط اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اس تمام تر احتیاط کے باوجود یہ حوصلہ بھی رہنا چاہیے کہ فی الواقع غلطی پر صرف اس کا اعتراف ہی نہ کیا جائے بلکہ اس تصحیح و اصلاح کو مفید اور قابلِ قدر سمجھا جائے۔''

محترم قارئین! مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا اعتراف ہے لیکن مَیں نے یہ کتاب اس خواہش کے پیشِ نظر مرتّب کی ہے کہ خدا کرے حشر میں میرا بھی نام نعت کے خدمت گزاروں میں شمار ہو جائے۔

اس کتاب کو مرتّب کرنے کے بعد نعت رنگ کی ممتاز اہلِ قلم شخصیات سے ان کے تأثرات بھی حاصل کئے۔ میں جناب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی، جناب پروفیسر علی محسن صدیقی، جناب مشفق خواجہ، جناب ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، جناب عزیز احسن اور حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کا ممنون ہوں کہ انہوں نے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ اپنے تأثرات سے بھی نوازا، یہ تمام تحریریں اس کتاب میں شامل کی جارہی ہیں۔

کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ میں حتی الامکان احتیاط کے باوجود کوئی غلطی رہ گئی ہو تو

Marfat.com

معذرت خواہ ہوں۔

مَیں سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری گزارشات کا احترام کرتے ہوئے مکمل تعاون فرمایا اور مجھے جہاں کہیں رہ نمائی کی ضرورت ہوئی انہوں نے مہربانی فرمائی۔ مَیں خصوصیت کے ساتھ خطیبِ ملّت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے نعت کے موضوع پر نعت رنگ کے لیے یہ خطوط تحریر کر کے نعت کے شیدائیوں کے دل موہ لیے۔ ان خطوط کا مرتّب کرنا میرے لیے باعثِ سعادت و اعزاز ہے۔ اس عاجز و خطا کار کو یقین ہے کہ جوہرِ عشقِ رسول ﷺ کی بدولت علامہ اوکاڑوی کی تحریریں مقامِ قبولیت پر فائز ہوں گی تو اس احقر کا نام بھی ان کے نام کی نسبت سے معتبر ہو جائے گا۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت مارچ 2003ء میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی طرف سے ہوئی تھی اور اب تین (۳) مکتوبات اور کچھ مطبوعہ تبصروں کے اضافے کے ساتھ مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل) کی طرف سے کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ حق گو اور حوصلہ مند عالم حضرت علامہ اوکاڑوی کا سایہ تادیر اہلِ سنّت پر قائم رکھے، ان کی موجودی دلوں کی طمانینت اور حق پر استقامت کا باعث ہے۔

فدائے نعت

(صاحب زادہ) **ارشد جمال** نقش بندی

(سجادہ نشین) درگاہِ بدخشانی، نارتھ کراچی

فروری، 2003ء

Marfat.com

تأثرات

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

پروفیسر علی محسن صدیقی

مشفق خواجہ

پروفیسر محمد اسحاق قریشی

عزیز احسن

مولانا عبدالحکیم شرف قادری

Marfat.com

عزیزم مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی ،ان علماء میں ہیں جو خوش گفتار ہونے کے ساتھ ساتھ تحریر میں "خوش اسلوب" بھی ہیں۔ ان کی تحریروں میں علم کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور زندگی کی وہ لہر بھی ہے جو چھیڑ چھاڑ کے لطف سے باخبر ہے۔

مولانا نے نعت پر جو کچھ لکھا ہے اس میں ادیب کی نعت شناسی اور مفتی کی شرعی گرفت کا امتزاج ہے اور یوں وہ نعت کے ناقدین میں عجب انفرادیت کے مالک ہیں - اگرچہ راقم الحروف ان کے التفاتِ خاص سے نوازا گیا ہے مگر اس کے باوجود وہ مولانا کی تحریروں کے حُسن اور افادیت کا قائل ہے۔ دعا ہے کہ ان کے نقدِ ادب کا یہ سلسلہ جاری رہے اور وہ ہماری زبان کو قائم رہنے والی تحریریں دیتے رہیں۔

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

سابق صدر شعبہ اُردو، جامعہ کراچی

Marfat.com

کتاب حاضر کراچی کے ایک جواں سال اور جوان ہمت فاضل مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ دراصل یہ مکاتیب جریدہ "نعت رنگ" کے مدیر جناب سید صبیح الدین رحمانی کے نام لکھے گئے علمی شذرات ہیں جو مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے ان کے جریدے میں شائع ہونے والے مقالات پر تعقیباً وتنقیداً تحریر کیے ہیں۔

مولانا کوکب نورانی کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مرحوم ومغفور سے میری شناسائی تھی اور بعض محافل میں و نیز ریڈیو پاکستان کے مذہبی پروگراموں میں ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ مَیں ان کی مسحورکُن خطابت اور مزاج کے انکسار وسادگی کا مداح ومعترف تھا اور اب بھی ہوں۔ ان کے صاحب زادے مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی سے میری ملاقات نہیں مگر خیال یہی تھا کہ اپنے والد مرحوم کی طرح وہ بھی بے مثل عوامی خطیب ہوں گے اور شاید ہوں بھی لیکن ان کے معارضانہ مضامین دیکھ کر ان کے زورِ قلم، قوتِ استدلال اور وسیع مطالعہ کا اندازہ ہُوا۔ اس مادی ترقّہ کے دَور میں مطالعہ کا ذوق ختم ہوتا جارہا ہے جس سے قومی وعلمی زندگی میں مایوسی بڑھتی جارہی ہے، اس علمی کساد بازاری کے دَور میں مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی جیسے نوجوانوں کو دیکھ کر یہ اطمینان ہوتا ہے کہ ابھی ہماری علمی زندگی میں توانائی، برنائی اور نشاط انگیزی کے قوی عناصر موجود ہیں اور ہم کہ محفل دوشینہ کے بجھتے چراغ ہیں، جب نہ رہیں گے، تو عزیزم کوکب نورانی جیسے فاضل اخلاف اس محفل کی روشنی ورونق کو بحال رکھے ہوئے ہوں گے۔

نعت نگاری بہت نازک اور نہایت مشکل صنفِ ادب ہے۔ اس کا موضوع وسیع بھی ہے اور عمیق بھی۔ جناب سرورِ کائنات وفخرِ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ پاک، اس فن شریف کا موضوع ہے۔ اس سے کلّی واقفیت تو علمِ انسان کے بس سے باہر ہے کہ اس کا نکتہ شناس، صرف خالقِ محمد (ﷺ) ہے، مگر اس سے جزوی اور محدود آگہی جو طاقتِ بشری سے ممکن ہے، نعت نگار اور نعت شناس کے لیے ضروری ہے۔ نعت کے تنقید نگاروں کے لیے علومِ اسلامیہ سے کما حقّہ واقف و آگاہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے لیکن "نعت رنگ" میں شائع ہونے والے بعض

Marfat.com

مضامین اور کتابوں پر تبصروں کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس کے قلم کار یا تو ضروری علوم سے آگاہ نہیں ہیں یا محض ستائش بے احتیاط کے باعث قابلِ اعتراض جملے لکھ جاتے ہیں۔ مولانا کوکب نورانی نے ایسے مقالہ نگاروں کی صحیح گرفت کی ہے اور دلائل کے ساتھ ان کے موقف کی تغلیط کی ہے۔ ان کی تحریروں میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

''نعت رنگ'' کے ایک مقالہ نگار جناب ظہیر غازی پوری نے اپنے مضمون مشمولہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر 11 میں حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں عروضی اغلاط پر ایک غیر ضروری اور غیر علمی مضمون تحریر کیا۔ مولانا علیہ الرحمہ دورِ آخرین کے علماء اسلام میں اپنے تجرِ علمی اور کثرتِ تصانیف کے لیے مشہور ہیں۔ ان کی ذات ہمہ صفات بے نظیر و منفرد ہے اور ان کے علمی کمالات سے انکار ممکن نہیں ہے۔ مولانا کوکب نورانی نے ظہیر غازی پوری پر سخت تعقیب کی ہے اور ان کے الزامات کو ٹھوس علمی بنیاد پر پادر ہوا ثابت کر دیا ہے۔ اسی طرح ''نعت رنگ'' کے شمارہ 12 میں بھارت کے ایک قلم کار ڈاکٹر یحیٰی نشیط نے اپنے مضمون میں جس کا عنوان ہے ''عظمتِ رسول (ﷺ) خطوطِ غالب میں''۔ فخر الافاضل، رئیس المتکلمین مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر مسئلہ ''امتناع النظیر'' کے ضمن میں بے جا تنقید کی ہے۔ مولانا کوکب نورانی نے اس کی تردید کی ہے۔ ''مسئلہ امتناع النظیر'' دراصل علمِ کلام کا نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے اور اس کا تعلق عقیدۂ ختمِ رسالت (ﷺ) سے ہے۔ حضرت مولانا فضلِ حق خیر آبادی کے زمانہ میں مولوی محمد اسماعیل نے اس مسئلہ پر اپنی حسبِ عادت گفتگو کی تھی۔ مولانائے مرحوم نے مسئلہ کی سنگین نوعیت کے پیشِ نظر اس کی عالمانہ و متکلمانہ مقدمات قائم کر کے سخت تردید کر دی اور ان کے دوست غالب نے ان کی کتاب پر بطور تقریظ ایک مثنوی لکھ دی۔ مولانا حالی نے یادگار غالب میں اس کا سرسری ذکر کیا، چوں کہ یہ دقیق کلامی مسئلہ ان کی اور ان کے ممدوح استاد کی ذہنی و علمی سطح سے بہت بلند تھا، وہ اسے نہ سمجھ سکے اور جو کچھ انہوں نے لکھا وہ غیر علمی تھا۔ ڈاکٹر یحیٰی نشیط کی فہم سے مسئلہ امتناع النظیر بہت بلند تھا تو انہوں نے بھی حضرت مولانا خیر آبادی کی تردید کی غیر علمی کوشش کی ہے۔ حالی تو اب اس دنیا میں نہیں ہیں، مگر ان کی زندگی ہی میں مرزا غلام احمد قادیانی

Marfat.com

نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مولوی اسماعیل کے "انکار امتناع النظیر" سے شہ پا کر نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ سے بغاوت کی۔ مولانا خیر آبادی مرحوم نے علمی بصیرت، کلامی عبقریت اور ایمانی فراست سے کام لے کر امکان نظیر رسالت مآب ﷺ پر اپنی کتاب لکھ کر جو دینی خدمت انجام دی، وہ نہ غالب کی بادہ نوشی، نہ حالی کی نیچریت اور نہ ہی یحییٰ نشیط کی ناواقفیت سے کم ہو سکتی ہے۔

میں آخر میں مولانا کوکب نورانی کو ان کی دینی حمیت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

علی محسن صدیقی

سابق پروفیسر علومِ اسلامی و تاریخِ اسلام

کراچی یونی ورسٹی۔ کراچی

Marfat.com

مکتوب نگاری ہماری علمی و ادبی روایت کا حصہ ہے- اہلِ علم کا ہمارے ہاں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ کبھی کسی سوال کے جواب میں، کبھی کسی نکتے کی شرح میں اور کبھی کسی مسئلے کے بیان میں اس ذریعۂ اظہار و ابلاغ کو استعمال کرتے آئے ہیں- یہی نہیں بلکہ کتنے ہی علمی، ادبی، فکری اور نظری مباحث پر اہلِ علم و فن کے مابین مکتوباتی مناقشے چلتے رہے ہیں- چناں چہ علمی و ادبی سرمائے کی صورت میں ہمارے پاس مکاتیب کا بھی ایک معتد بہ ذخیرہ ریکارڈ پر موجود ہے اور یہ مکاتیب اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے دوسری علمی تخلیقات و نگارشات سے کسی طرح کم نہیں- اگر یہ کہا جائے کہ امتدادِ زمانہ کی دست برد سے جو کتابیں بچ رہی ہیں اور جن کی اہمیت و ضرورت ہمارے عہد تک باقی ہے، اُن میں مکاتیب کے بھی کئی ایک مجموعے شامل ہیں- مکاتیب کے ان مجموعوں کی اشاعت کا جواز بھی یقیناً یہی رہا ہوگا کہ انہیں افادۂ عوام و خواص کے لیے محفوظ کر لیا جائے-

آج یہ روایت گو کہ اس طرح مستحکم تو نہیں ہے جیسا کہ کبھی اہلِ علم و ادب کے ہاں تھی لیکن یہ سلسلہ یکسر منقطع اور معدوم بھی نہیں ہُوا ہے- ہمارے عہد میں بھی فکری اور نظری مباحث کے لیے یہ طریقہ رائج ہے- ذاتی اور شخصی خطوط نویسی کو چھوڑ کر علمی و ادبی رسائل و جرائد نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا ہے- رسائل و جرائد میں اب بھی ایسے خطوط شائع ہوتے رہتے ہیں جو فکر و فہم کے نہ صرف نئے گوشے سامنے لاتے ہیں بلکہ سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہیں- زیرِ نظر کتاب ''نعت اور آدابِ نعت'' ایسے ہی مکاتیب کا مجموعہ ہے-

ان مکاتیب کے مصنف مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی سے میری شناسائی گو کم کم سہی مگر خاصی پرانی ہے- اوّل اوّل میں انہیں محض مذہبی حوالے سے جانتا تھا لیکن بعد ازاں ان کے جوہر کھلے اور ان کی علمی جہت سے واقفیت ہوئی تو معلوم ہُوا کہ ان کا علمی ادبی ذوق بھی عمدہ ہے اور مطالعہ خاصا وسیع ہے- شریعت، فقہ اور احادیثِ مبارکہ کی کتب کے ساتھ ساتھ وہ ادبی کتابیں بھی باقاعدگی اور اشتیاق کے ساتھ پڑھتے ہیں- جن لوگوں کو ان کی گفتگوئیں اور تقاریر سُننے کا موقع ملا، ان کا کہنا ہے کہ ان کے طرزِ بیاں اور سلیقۂ اظہار سے ان کے مطالعے کے معمول کا صاف صاف

Marfat.com

اندازہ کیا جاسکتا ہے۔تقریر کے بعد تحریر سے بھی ان کے شغف کا حال کھلا تو مجھے ذاتی طور پر اور خوشی ہوئی کہ ایک زمانے میں ہمارے جید علماء اور مذہبی رہنما ہمہ جہت شخصیت کے حامل نظر آتے اور کسی در بند محسوس نہ ہوتے۔فی زمانہ یہ جوہر کم یاب ہوگیا۔سو اب مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کے ان اوصاف سے یک گونہ طمانینت ہوئی کہ اسلاف کے اطوار کا سلسلہ ٹوٹا نہیں، کم ہُوا ہے مگر جاری ہے۔

اس کتاب میں شامل سب مکاتیب اس سے قبل نعتیہ ادب کے اہم کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ظاہر ہے یہ مکاتیب اسی رسالے میں شائع ہونے والی تحریروں کے حوالے سے قلم بند کیے گئے ہیں اور ان مباحث و مسائل کا احاطہ کرتے ہیں جو'' نعت رنگ'' کے مطالعے کے دوران مولانا کوکب نورانی کے نزدیک توجہ کے طالب ،فکر انگیز اور بحث طلب رہے ہوں گے۔لہذا ان مکاتیب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوب نگار نے ہر بار کسی نہ کسی نکتے کی گرفت یا اس پر اپنے اختلاف کے اظہار کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ پھر یہ بھی ہُوا کہ مولانا کوکب نورانی کی رائے سے اختلاف اور اپنے مؤقف کے اظہار کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے دوسرے شخص نے جواب رسالے کو لکھ بھیجا۔مولانا کوکب نے اس جواب پر بھی سوالوں کی گنجائش محسوس کی اور مکتوباتی مکالمے کو آگے بڑھایا۔مقصد کہنے کا یہ ہے کہ خطوط کسی لگے بندھے انداز اور ایسی مخصوص طرز پر نہیں لکھے گئے ہیں جو پڑھنے والے کے لیے اپنی خشکی اور یکسانیت کے سبب عدم دلچسپی کا باعث ہوں۔اس کے برعکس یہ خطوط ایسی جیتی جاگتی کیفیت، برجستہ اظہار اور دلچسپ پیرایۂ بیاں کے حامل ہیں کہ اپنے موضوع کی تمام تر سنجیدگی اور متانت کے باوجود قاری کے لیے دلچسپی اور انہماک کا خاصا سامان رکھتے ہیں۔

ہمارے ہاں نعت گوئی کو محض عقیدے اور عقیدت کے اظہار کا معاملہ سمجھا جاتا ہے جو اپنی جگہ درست ہے لیکن اس وجہ سے یہ ہُوا کہ ہمیں نعتیہ ادب کے تنقیدی مطالعے میسر نہیں آئے۔حالیہ برسوں میں کچھ اس طرف توجہ کی جانے لگی ہے اور کچھ ثقہ ادیب اور سنجیدہ نقاد اس موضوع کی طرف آئے ہیں۔اس کام کا کریڈٹ ''نعت رنگ'' کو جاتا ہے جس نے اس شعبے میں کام کی

Marfat.com

ضرورت کو محسوس کیا اور لکھنے والوں کو اس طرف مائل کیا۔ مکاتیب کا زیرِ نظر مجموعہ بھی ایسے ہی مساعیِ جمیلہ میں شمار ہوتا ہے۔ گو کہ یہ مجموعۂ مکاتیب ہے لیکن اس میں جو سوالات اٹھائے اور جو مباحث پیش کیے گئے ہیں، وہ اپنی نہاد میں نعت کے حوالے سے نقد و نظر ہی کی توسیع کا مزاج رکھتے ہیں۔ امید کی جا سکتی ہے کہ ان خطوط کے نکات اور مباحث نعتیہ ادب کے تنقیدی مطالعے میں نہ صرف خود اہم کردار ادا کریں گے بلکہ اس نوع کے تنقیدی مطالعات کی راہ بھی ہموار کریں گے۔

ان خطوط کا بنیادی موضوع یوں تو نعتیہ ادب اور اس کے اظہار و ابلاغ کے مسائل ہیں لیکن اپنے مطالعے کی خوبی اور استحضار کی بدولت مولانا کوکب نورانی نے ان کے مباحث کا دائرہ خاصا وسیع کر لیا ہے۔ ان خطوط میں کئی باتیں ایسی بھی آ گئی ہیں جو خود تنقید کے لیے بھی مفید مطلب ہیں یا پھر یہ کہ ان سے محض اس موضوع کے لکھنے والے ہی نہیں بلکہ پڑھنے والے بھی بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

چناں چہ ان خطوط کا کتابی صورت میں مرتب ہو کر سامنے آنا یوں بھی درست اور مفید ہے کہ یہ تحریریں یکجا ہو کر آئندہ کے قارئین و ناقدین کے استفادے کے لیے محفوظ ہو گئی ہیں۔ مجھے تو اس کتاب کی اشاعت سے یوں بھی خوشی ہے کہ میں مولانا کوکب نورانی کو ان کے اوصاف کی وجہ سے دل سے پسند کرتا ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت ان کے لیے اپنے موضوعات پر جم کر مبسوط کام کی تحریک پیدا کرے گی۔

مشفق خواجہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نعت رنگ'' کا اجراء خوش گوار حیرت کا سبب بنا، خوش گوار اس لیے کہ ''نعت'' کے حوالے سے گفتگو جذباتِ محبت کی عکاس تھی، حیرت اس لیے کہ صدیوں کا قرض ایک جوان کی ہمت وعزم سے ادا ہونے لگا، ہر شمارہ تحریک بنا اور ہر نگارش توجہ کا مرکز بنی، یوں نعت، لمحۂ موجود کی ادبی سرگرمیوں کا محور قرار پائی۔

نعت ایک مشکل صنفِ سخن ہے کہ اس میں صداقت شعاری کی سطوت قائم ہے، یہ اعتقاد وایمان کا مسئلہ بھی ہے اور ادبی روایات کی پاس داری کا بھی، ذاتِ ممدوح ﷺ کے اوصاف وخصائل کی کثرت اور شمائل ومحامد کے تنوع نے شاعر کو سہولت فراہم کی ہے کہ وہ ان گنت مضامین میں سے اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کرے مگر یہ کثرت وتنوع اسے حزم واحتیاط کا پابند بھی بناتا ہے کہ اس کی سلیقہ مندی کا امتحان ہے۔ انتخاب سے پیش کش تک کا ہر مرحلہ نازک ہے، جذبہ، لفظ، معنی اور ادائی سب کی استواری وشائستگی درکار ہے، آدابِ آشنائی کا یہ طویل دورانیہ ایک آزمائش ہے اور یہی وہ مقامات ہیں جہاں بڑے بڑوں کے قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، لغزشِ قدم کی اصلاح اور راست روی کی ترغیب مستحسن بھی ہے اور ضروری بھی، 'نعت رنگ' نے اسی نقد وجائزہ کی سہولت فراہم کی ہے تاکہ 'جہانِ نعت' کو تقدس کا سایہ حاصل رہے، 'نعت' جذباتِ محبت کی امین بھی رہے اور ادبی وقار وعظمت کی حامل بھی، یہ سہولت ہی قلم کاری کی محرک بنی اور مختصر دورانیے میں اہم پیش رفت ہوئی، ایسے ایسے مقالات زینتِ قرطاس بنے جن سے شوق فراواں ہُوا، دینی حلقوں میں ادبی رجحانات کی نمود ہوئی تو ادبی حلقوں میں دینی تقاضوں سے مانوسیت ہویدا ہوئی، اصلاح کی خواہش نے ترجیحات کے تعین میں راہ نمائی کی جس سے ادبی ذوق بھی نکھرنے لگا۔

پیش رفت تیز ہو اور رُکے ہوئے جذبات کو اظہار کے مواقع فراہم ہوں تو لغزشوں کا خطرہ بھی ہوتا ہے، اس لیے تہذیب آشنا رکھنے کی کوششیں بھی ضروری ہوتی ہیں، ''نعت رنگ''

Marfat.com

کے معاونین نے یہ مرحلہ بھی پورے وقار کے ساتھ طے کیا ہے، مضامین کی صورت میں آراء کی تقویم کا سلسلہ شروع ہُوا جس سے 'ماله و ما علیه' کا ہرانداز سامنے آیا، بعض قارئین نے 'خطوط' کا سہارا لیا اور ان کے ذریعے اپنے خیالات کو 'نعت رنگ' میں شامل کیا، عموماً 'خط' تحسین وتشکر کے غماز ہوتے ہیں یا کبھی کسی ایک نکتے یا پہلو کی وضاحت پر مشتمل ہوتے ہیں مگر جناب مولانا کوکب نورانی نے اپنے خطوط کو علمی مباحث اور تحقیقی کاوش کا مرقع بنا دیا جس کا انتظار ہونے لگا، مکتوبات سے اصلاح کی خواہش ماضی میں بھی ہوتی رہی حتیٰ کہ بعض مکتوبات تو سنجیدہ فکری تحریک کے حامل ٹھہرے، مولانا کا ارادہ بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے مگر ایک مشکل ضرور ہے کہ ان خطوط میں ''نعت رنگ'' میں شامل تمام مضامین کا احاطہ مقصود بنا ہے، اس سے موضوع پر گفتگو میں تشنگی کا احساس بھی ابھرتا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا مولانا کوکب نورانی مقالہ نگاری پر توجہ دیتے اس لیے کہ ان کے ہاں علمی پختگی بھی ہے اور ادبی ہوش مندی بھی، اس خواہش کے باوجود مجھے اعتراف ہے کہ مولانا کے خطوط قاری کی توجہ جذب کرتے ہیں اور ان طویل خطوں سے قاری لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور علمی طور پر بہرہ مند بھی۔

مولانا نے 'نعت رنگ' کے دوسرے شمارے میں اپنے تأثرات کا پہلا اظہار یوں کیا تھا :

''آپ نے تأثرات چاہے ہیں، خوش بو پہنچانے والے کو دعا دی جاتی ہے، پھول سجانا اور ان کی مہک عام کرنا ہر کسی کا حصہ نہیں۔ اللہ کریم آپ کی اس سعادت میں برکت فرمائے۔''

اس پہلے تأثر کے بعد مولانا کا اشہبِ قلم سرپٹ دوڑا ہے، تقریباً ہر شمارہ ''ان کی آراء سے آراستہ ہے، مولانا بات کہنے میں بھرپور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کا ذوق، تعریف و توصیف کے دورانیہ میں بھی ناپسندیدہ بات پر گرفت کرنے سے خائف نہیں رہتا، ترجمہ میں سَتم ہو یا اصطلاح میں کوتاہی کا احساس، مولانا برملا اظہار کرتے ہیں، استدلال ہمہ جہتی مگر پُرجوش ہوتا ہے، ہر وہ لفظ یا جملہ جو قرینے کا حامل نہ ہو یا جس سے عظمتِ رسول ﷺ میں کسی تخفیف کا اشارہ بھی ملتا ہو، مولانا کی باریک بینی سے اوجھل نہیں رہتا، محاسبہ کرنے میں دلیر ہیں اور (دلائل سے

Marfat.com

مسلح بھی، محاسبہ میں جدلیت کا رنگ بھی ہے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جدلیت مقصود بالذات نہیں، عقائد ونظریات کی ترسیخ مطلوب ہے۔ اصولی مباحث کے ماہرانہ حوالوں سے خط کو علمی نگارش بناتے ہیں، مولانا کی طبیعت میں عقیدت ومحبت کی پُر جوش فراوانی ہے، ذوق پُرسپاس گزاری' کی چھاپ گہری ہے، عظمتِ رسالت کے حوالے سے ہر ہر لفظ پر نظر رکھتے ہیں اور اگر کبھی رفعت شان کا احساس، مکمل سپر اندازی کا مظہر نہ ہو تو مولانا کے وجود پر لرزش طاری ہو جاتی ہے، پھر وہ بے تکان لکھتے ہیں اور اپنے ایمانی جذبوں کی تسکین تک رواں رہتے ہیں، یہ بلاشبہ مولانا کے صدقِ یقین اور غیرتِ ایمانی کا مرحلہ ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اس دورِ رحمت پر آزادئ فکر نہیں پابندئ فکر ضروری ہے۔

مولانا کوکب نورانی نے اپنے خطوط میں بڑے نازک مباحث کا ذکر بھی کیا ہے، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے حوالے سے مولانا کی رائے اور تبصرہ بڑا متوازن ہے۔ قصیدہ بُردہ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی تحریر پر مولانا کا تبصرہ خوب صورت ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللّٰہ عنہا کے ذکر پر مولانا کا قلم جس طرح سراپا سپاس ہے اس سے ان کے دل کی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگرچہ مولانا نے اپنی جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ مجھے دست یاب نہ ہو سکی مگر خط کی ہر سطر مہک رہی ہے۔ مولانا کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنی بات کہنے کا سلیقہ حاصل ہے، 'اختیارِ کلمات' کا حسن ان کی تحریروں کو مہکا رہا ہے۔ مولانا جب استدلال کی قوت بروئے کار لاتے ہیں تو ان کا جلال دیدنی ہوتا ہے۔ دینی ادب پر ان کی نظر بڑی مستقیم ہے، معاصر ادب سے بھی آگہی آشکارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'نعت رنگ' کے اصحابِ علم و دانش ان کے حوالے دینے لگے ہیں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک خط مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا چھپا ہے، خط کیا ہے؟ ایک مضمون ہے، ایک انشائیہ ہے، ایک اعترافیہ ہے، ایک مستقل مقالہ ہے، پھر ناقدانہ مرقع ہے۔" (نعت رنگ، شمارہ ۱۲، ص ۴۲۷)

حافظ عبدالغفار حافظ کے خط میں ظہیر غازی پوری کے بعض اعتراضات کا جواب لکھا

Marfat.com

گیا، آخر میں کہتے ہیں:

''اب رہا معنوی اعتبار سے اعلیٰ حضرت کے ان اشعار کے قابلِ گرفت ہونے اور حصارِ نعت میں آنے کا معاملہ تو میں عرض کردوں کہ مَیں عالمِ دِین نہیں اس لیے اس کا جواب نہیں دے سکتا، تاہم مجھے قوی امید ہے کہ حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب اس پر ضرور خامہ فرسائی کریں گے اور ظہیر غازی پوری صاحب کے افلاسِ علم کو ظاہر کردیں گے۔'' (نعت رنگ، شمارہ ۱۲، ص ۴۳۷)

یہ اعترافِ عظمت ہے کہ نظریں مولانا کوکب نورانی کی طرف اٹھنے لگی ہیں۔ یہ مولانا کی اس خودسپردگی کا فیض ہے جو انہیں دربارِ گہربار میں باادب حاضر ہونے کی تحریک دیتا ہے۔ نقد وتبصرہ میں قلم کیسا ہی مشاق ہو جب نگاہ بارگاہِ ادب کی طرف اٹھتی ہے تو مولانا سراپا سپاس، ہمہ تن ژلہ رُبا ہوتے ہیں، ان کی اس حالت کا منظر انہیں کی زبان سے سنئے:

''نعت گو ہوں یا نعت خواں ان کے حوالے سے لکھنے والے یہ یاد رکھیں کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ذخیرۂ الفاظ اور مبلغِ علم وآگہی سے رسولِ پاک ﷺ کی شان نہیں بڑھاتا بلکہ کما حقہ کوئی بھی شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بیان بھی نہیں کرپاتا، نہ ہی کرسکتا ہے، نہ ہی کسی سے بیان ہوسکتی ہے، محدث ہو یا فقیہ، مجتہد ہو یا مفتی، مدرس ہو یا معلم، خطیب ہو یا ادیب، مقرر ہو یا واعظ، نعت گو ہو یا نعت خوان، سب کے سب مدح وثنائے رسولِ کریم ﷺ سے خود اپنا قد بڑھاتے اور عزت پاتے ہیں۔ ہر خاص وعام کو جو صلاحیت وتوانائی ودیعت ہوئی ہے اسے حبیبِ ربّ العالمین ﷺ کا ذکرِ مبارک کرنے اور ان کی خدمت میں لگا دینے اور خود کو ان کے لیے وقف کردینے ہی میں کامیابی اور دارین کی بھلائی ملتی ہے، اپنی ہی جھولی سعادت ورحمت سے بھر جاتی ہے، علم وہی اچھا جو ان کا ادب سکھائے، سمع وبصر وہی اچھی جو ان کی باتیں سُنے اور جلوہ کرے، گویائی وہی مبارک جو ان کی باتیں کرے، اس ممدوحِ کائنات ﷺ اور اس کی بارگاہ کے آداب خود میرے ربِّ کریم، ذی الکبریا و ذی العظمۃ نے تعلیم فرمائے ہیں، جتنا ارادہ واختیار بندے کو ملا ہے اس سے وہ محبوبِ ربّ العالمین ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں ادب ہی نہیں حُسنِ ادب سے باریابی

Marfat.com

پالے، اس سے بڑھ کر سعادت و کامیابی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔'' (نعت رنگ شمارہ ۱۲، ص ۴۰۸)

یہی وہ جذبے ہیں جو محبتِ سرکار ابد قرار ﷺ میں وارفتگی عطا فرماتے ہیں، یہ جذبے ایمان کا حاصل اور عقیدتوں کا محور ہیں، مولانا کوکب نورانی ان ایمانی جذبوں سے سرشار ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ یہ سرشاری کبھی کبھی اس قدر شدید ہو جاتی ہے کہ دائیں بائیں رستاخیز کا ہنگام بپا کر دیتی ہے۔ ''نعت رنگ'' ایسی رزم آرائیوں کا متحمل ہو سکے گا؟ یہ سب کے لیے سوچنے کا مقام ہے، مجھے تسلیم ہے کہ بعض مقالہ نگار بلا جواز ایک خاص کمین گاہ میں بیٹھ کر نشانہ لگاتے ہیں جس پر 'محافظ ناموس' مضطرب ہو جاتے ہیں۔ مولانا عشق و محبت کے نقیب ہیں اور محبت کرنے والوں میں غیرت بھی ہوتی ہے اور یک سوئی بھی کہ محبت شراکت برداشت نہیں کرتی، یہ خواہش ضرور ہے کہ خط، نامۂ محبت رہیں تا کہ زیادہ اثر آفریں رہیں، اپنا یقین و ثبات کسی دوسرے کے بارے میں شک کی آبیاری نہ کرے، اصلاح کی کوشش افتراق کا سبب نہ بنے کہ یہی اہلِ محبت کا امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے صدقے، محبتیں تقسیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مَیں مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کے صدقِ مقال کو سلام پیش کرتا ہوں اور مستقبل میں ان سے علمی و تحقیقی میدان میں بیش بہا کارناموں کی امید رکھتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
سابق وائس چانسلر
محی الدین اسلامی یونی ورسٹی، نیریاں شریف
وائس چانسلر
انڈیپنڈنٹ یونی ورسٹی، فیصل آباد

Marfat.com

علمائے دین زیادہ تر تدریس یا خطابت کے مردِ میدان ہوتے ہیں اور اکثر عرصۂ قرطاس وقلم میں داخلے سے گریزاں نظر آتے ہیں۔لیکن جو علماء یہ سرحد عبور کر لیتے ہیں ان میں سے بیش تر اپنی موجودگی محسوس کروائے بغیر نہیں رہتے۔علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) سے حضرت مولانا احمد رضا بریلوی صاحب (م ۱۳۴۰ھ) تک دنیائے ادب کو فتح کر لینے والے بہت سے نام ہیں۔

''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مضامین، تنقیدی نہج اور اظہاری زاویوں کے لحاظ سے دنیائے نعت میں بالکل الگ رنگ ڈھنگ اور جُدا ذائقے (Taste) کے مضامین تھے تب ہی تو وہ علامہ کوکب نورانی کی خاص توجہ کے مستحق ٹھہرے!......مولانائے موصوف نے ان مضامین کا باعماقِ نظر مطالعہ فرمایا اور اپنے مبلغِ علم، ادبی ذوق اور مطالعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مضامین کے مافیہ (Content) کا شرعی اور لسانی محاکمہ کیا۔اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے انہوں نے خطوط نویسی کا میڈیم اختیار فرمایا۔علامہ نے خطوط نویسی غالباً اس لیے اختیار فرمائی کہ انہیں ایک ہی تحریر میں مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال میں آسانی رہے اور اس مقصد میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔''نعت رنگ'' میں مولانا کے خطوط کی مسلسل اشاعت سے یہ تأثر خاصی حد تک کم ہُوا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کو شعروسخن اور نقدِ ادب سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔حالاں کہ مولانائے محترم کے تنقیدی اہداف میں میری چند باتیں بھی شامل تھیں تاہم مولانا کا اندازِ بیان مجھے بھلا لگتا تھا۔پھر مجھے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ نقدِ نعت کے وظیفے سے اس اقلیم کے اہلِ الرّائے میں بیداری کی لہر دوڑ رہی ہے، بقول سحر انصاری ؎

یاں تو ردِّ عمل ہی تھا ناپید
کم سے کم لوگ کچھ خفا تو ہوئے

مولانا کوکب نورانی کے خطوط سے ان کا تبحر علمی، ان کی لسانی بصیرت، ان کا اندازِ تفہیم اور ان کا شائستہ اُسلوبِ نگارش نمایاں سے نمایاں تر ہوئے اور بلاشبہ نعت رنگ کے قارئین کو ہر

Marfat.com

شمارے میں مولانا کے خط کا انتظار رہنے لگا - ان مکتوبات کے مندرجات سے تو اختلاف کی گنجائش ہے - لیکن مولانا کوکب کے اخلاصِ نیت پر شبہ کی گنجائش قطعی نہیں ہے - انہوں نے جو محسوس کیا بلا کم وکاست حوالۂ قرطاس کر دیا -

ادبی تحریروں میں عموماً اظہار کی خوب صورتی اور بیان کی لطافتوں کا خیال رکھا جاتا ہے ...... اس لیے ادب کے قارئین کو تو وہ تحریریں مسحور کر لیتی ہیں لیکن مذہبی مزاج کے لوگوں اور علمائے دِین کے لیے بعض جملوں کو ہضم کرنا مشکل ہو جاتا ہے - وہ حسن بیان اور لطافتِ احساس کو سراہتے تو ہیں لیکن الفاظ کے دروبست اور جملوں کی ساخت میں کہیں شرعی و فقہی اعتبار سے کوئی رعایت رَوا نہیں رکھتے - ان خطوط سے ادباء و نقادانِ فن ادب اور ایک عالمِ دِین کے زاویہ ہائے نگاہ کا فرق بھی واضح ہوتا ہے -

ان خطوط سے نعت گو شعراء بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور ان کے اصل مخاطب، نقادانِ سخن بھی - کیوں کہ مقامِ رسالت، مقصدِ بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام اور جذبۂ محبتِ رسول ﷺ کے اظہار کے آداب کے شرعی پہلوؤں سے جتنے علمائے دِین واقف ہوتے ہیں اتنے ادب کے عام قاری اور لکھاری ہو ہی نہیں سکتے ! مولانا کی خوبی یہ ہے کہ وہ مطالعے کے دوران میں کسی تحریر کے متن (Text) کے بین السطور مفہوم تک جلد رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور لفظ کے مختلف لَونی عکس (Shades) دیکھ لیتے ہیں - نعتِ رسولِ مقبول ﷺ چوں کہ بڑا نازک موضوع ہے اس لیے اس موضوع کی نزاکتوں کے حوالے سے قلم بند ہونے والے احساسات، جذبات اور خیالات بھی تطہیری عمل کے محتاج ٹھہرتے ہیں ...... اس لیے مولانا ان اظہاریوں پر بھی محاکمہ فرماتے ہیں اور بسا اوقات اتنی دور کی کوڑی لاتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے -

کسی ادبی تحریر پر جناب کوکب نورانی کی گرفت دیکھ کر محسوس ہوتا ہے وہ فکری جست سے لفظوں کی بلند معنویت کو بھی چھو لیتے ہیں اور اپنی غواص طبیعت کے ذریعے الفاظ کے دلوں میں بھی اُتر جاتے ہیں - اتنی ریاضت کے بعد وہ ادیبوں اور نقادوں کو ان کے تسامحات سے آگاہ

Marfat.com

فرماتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے اپنے قاری کو معنیاتی نگار خانے میں پہنچا دیا ہو جہاں عرفی کے ایک شعر کے مختلف النوع عکس مُصوَّر نظر آنے لگتے ہیں۔

عرفی مشاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

خطوط کے اس مجموعے کے لیے کسی علمی سند یا توصیفی تقریظ کی ضرورت تو قطعی نہیں ہے تاہم میری یہ چند سطور مولانا کوکب نورانی کے حوالے سے میرے دل میں موجزن راست جذبات کی عکاسی کرنے کے لیے ہیں۔

"جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے"

اور یہ مولانا کی تحریر کا سحر حلال ہی تو ہے جس نے مجھے مسحور کر لیا۔ اصل تاثیر تو تپشِ عشق نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ہے۔ میری اس تحریر سے یہ بھی متبادر ہو گا کہ نیک نیتی سے اظہار میں آنے والے علمی اختلافات سے دلوں میں کشادگی پیدا ہوتی ...... تنگ نظری نہیں!

عزیز احسن

یکم ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

اتوار- 5 جنوری 2003ء

Marfat.com

فاضل نوجوان مولانا کوکب نورانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے عظیم والد خطیبِ عالم اسلام مولانا علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح نسبی اور علمی وارث اور مسند نشین ہیں، علمی وسعت ، باقاعدہ مطالعہ کی عادت ، اخلاق جمیلہ اور مسلکِ اہلِ سنّت و جماعت پر پورے تصلب کے ساتھ قائم رہنا یہ وہ اوصاف جلیلہ ہیں جو انہیں اپنے والد گرامی سے ورثہ میں ملے ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر ورثہ نہیں دے سکتا، اپنے والد گرامی کی طرح انہوں نے پوری دنیا کو تبلیغی جولانی گاہ بنایا ہوا ہے۔

تصنیف و تالیف کے ساتھ ان کا لگاؤ بھی قابلِ قدر ہے، اسی سلسلے کی کڑی وہ خطوط ہیں جو انہوں نے ''نعت رنگ'' کے ایڈیٹر جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی زید لطفہ کے نام ارسال کئے اور نعت رنگ میں شائع ہونے والے مقالات پر علمی اور اعتقادی حوالے سے معقول اور مدلل تنقید کی۔ سید صبیح رحمانی نے وہ خطوط اگرچہ آئندہ شماروں میں شائع کر دیئے لیکن ان خطوط کی اہمیت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ انہیں الگ سے شائع کیا جائے۔ تنقید کا مقصد کسی پر کیچڑ اچھالنا نہیں ہوتا، صحیح تنقید کا مقصد اصلاح ہوتا ہے، علامہ کوکب نورانی کی تنقید بھی اسی زمرے میں آتی ہے، اس لئے ان کے مکاتیب کی اشاعت دل آزاری کا باعث نہیں بلکہ سامانِ راہ نمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ کوکب نورانی اور سید صبیح رحمانی کو اس عمل صالح پر جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

دارالعلوم نظامیہ۔ لاہور

۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

مکاتیب

مکتوبِ اوّل (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 2)

مکتوبِ دوم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 4)

مکتوبِ سوم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 5)

مکتوبِ چہارم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 6)

مکتوبِ پنجم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 8)

مکتوبِ ششم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 9)

مکتوبِ ہفتم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 11)

مکتوبِ ہشتم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 12)

مکتوبِ نہم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 13)

مکتوبِ دہم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 15)

مکتوبِ یازدہم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 16)

مکتوبِ دوازدہم (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 17)

Marfat.com

مکتوبِ اوّل، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 2)

بسم اللہ الرحمن الرحیم – والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

محبّ محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زیدمجدہٗ –سلام مسنون

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

''نعت رنگ'' (تنقید نمبر) مجھے ملا، بہت شکریہ۔ورق گردانی کرتے ہوئے اندازہ ہُوا کہ صرف اسے دیکھنا کافی نہیں، حرف حرف پڑھنا ہوگا......اس میں اعلیٰ مضامین اور تاریخی حقائق نظر آئے اور نعت نگاری میں ذم کے پہلو کے عنوان سے تنقید کا سلسلہ اچھا لگا، حالاں کہ اسے پوری طرح دیکھا نہیں......غوث میاں نے میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی مرتبہ ''نغمۂ حبیب'' کا ذِکر کیا، جسے ''نعت کائنات'' وغیرہ والے جانے کیوں نظر انداز کر گئے......اس میں صرف یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ ''نغمۂ حبیب'' 1960ء سے قبل طبع ہوئی تھی، غالباً غوث میاں نے اس کا تیسرا اڈیشن دیکھا ہوگا اور ''نغمۂ حبیب'' نے ایک مقتدر عالمِ دِین کی طرف سے نہ صرف ایک جامع انتخاب کی ضرورت کو پورا کیا بلکہ نغمۂ حبیب نے نعت خوانی کے فروغ میں جو کلیدی کردار ادا کیا اسے تسلیم نہ کرنا بلاشبہ حقائق سے چشم پوشی شمار ہوگا......نعت خوانی کے فروغ اور خواص وعوام میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کی علمی فقہی مرتبت اور ان کے کلام وشخصیت سے متعارف کروانے میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمات ناقابلِ تردید حقیقت ہیں......''نغمۂ حبیب'' میں عمدہ اضافہ کے ساتھ طباعت کی خوبیوں سمیت اشاعت کا سودا سر میں سمایا ہُوا ہے، متعدد احباب سے تعاون کی درخواست کی لیکن، وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا والا معاملہ ہے۔

مجھے صرف عمدہ و منتخب مجموعے مطلوب تھے اس سے زیادہ تعاون چاہا ہی نہیں......

Marfat.com

وعدے سبھی نے کیے اور کبھی نے پورے نہیں کیے، آپ کے اس مجلّے سے کچھ مجامیع کی آگہی ہوئی ہے شاید وہ مجموعے مجھے میسر ہو جائیں اور میں اپنے ذوق کی تکمیل کر سکوں۔

محترم سید آلِ احمد رضوی کا مضمون سرسری دیکھا، انہوں نے واقعی محنت کی ہے۔ آپ کو اس قدر عمدہ مجلّے کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم آپ کی اس محنت اور محبت کو قبول فرمائے اور محبانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لئے بار آور بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

آپ نے تأثرات چاہے ہیں، خوش بو پہنچانے والے کو دعا دی جاتی ہے، پھول سجانا اور ان کی مہک عام کرنا ہر کسی کا حصہ نہیں، اللہ کریم آپ کی اس سعادت میں برکت فرمائے، آمین

والسلام

فقیر: **کوکب نورانی اوکاڑوی** غفرلہ

المرقوم: یکم رجب ۱۴۱۶ھ

Marfat.com

مکتوبِ دوم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 4) .

بسم اللہ الرحمن الرحیم – والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

محب محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید مجدہٗ – سلام مسنون

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین ۔

ایک مدت کے بعد آپ سے گرامی قدر سید نسیم احمد صاحب زیدی قادری کے ہاں سالانہ گیارہویں شریف کی محفل میں ملاقات ہوئی – آپ نے اپنے مجلّے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے عطا کیے – شکریہ، جزاکم اللہ – ایک مجلّہ میں آپ نے اپنے نام میرے پہلے خط کو اشاعت میں شامل کیا – مہربانی – اس میں کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی وجہ سے املا وغیرہ کی کچھ غلطیاں تھیں، آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایسی غلطیاں مخالفین کے لئے بہت ''اہمیت'' رکھتی ہیں، حالاں کہ اہلِ فہم جان لیتے ہیں کہ کون سی غلطی تحریر کی ہے اور کون سی طباعت و کتابت کی ہے – آپ اتنے بڑے کام کو سر انجام دے رہے ہیں اور تنہا ہر کسی شعبے کی پوری طرح نگرانی کوئی کھیل نہیں، یقیناً آپ کوشش کرتے ہوں گے کہ ہر طرح خیال رکھیں اور یہ فقیر اپنی تصانیف اور تقاریر میں اس بات کو دُہراتا رہا ہے کہ دانستہ یا نادانستہ کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس پر طالبِ عفو ہوں – مجھے غلط کو صحیح ثابت کرنے کی مذموم سعی سے کوئی شغف نہیں، اللہ کریم سے یہی دُعا ہے کہ وہ راہِ حق پر مستقیم رکھے اور ہر غلطی اور غلط سے بچائے، آمین –

آپ نے فرمایا کہ یہ فقیر آپ کے مجلّے کے مندرجات کے بارے میں شرعی و مسلکی نقطۂ نگاہ کے حوالے سے آپ کا معاون ہو – آپ کی اس خواہش پر خوشی ہوئی لیکن خود کو اس قابل نہیں پاتا اور سچ یہ بھی ہے کہ خود اتنا گھِرا ہوا ہوں کہ وعدہ بھی نہیں کر سکتا، تاہم آپ سے جو تعاون

Marfat.com

کر سکا اسے اپنے لئے نیکی سمجھوں گا۔

سرسری طور پر دونوں شمارے دیکھتے ہوئے نعت رنگ سوم میں ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاحِ احوال و متعلقات'' کے عنوان سے پروفیسر افضال احمد انور کی تحریر پڑھی، اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ یہ عمدہ کاوش ہے جس کی بہت ضرورت تھی، حالاں کہ اس تحریر کی کچھ باتوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ کچھ عبارات کے ترجے محلِ نظر ہیں اور کچھ احباب کے بیانات ان کے اپنے عمل سے متضاد ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا احمد رضا خان کو مجذوبانِ رسول ﷺ کی حیثیت دی گئی، جانے یہ ''رعایت کس سوچ کی وجہ سے ہے؟ اور لفظ تُو تم، تیرا کو نادرست قرار دینے کی بنیاد کیا ہے؟ اُردو میں آپ کا لفظ ہے مگر اللہ کریم کے لئے استعمال نہیں ہوتا اور تو تم تیرا کو اللہ کے لئے نادرست کیوں نہیں مانا جاتا؟ سگریٹ اور پان کو ایک ہی درجے میں کیوں شمار کیا گیا؟ ما دعا للّٰہ داع کا ترجمہ درست نہیں کیا گیا۔ نوٹ نچھاور کرنے کو مجرے کے انداز سے مشابہت دینا درست نہیں۔ بایں ہمہ یہ مضمون اچھا ہے اور اس شعبے سے وابستہ ہر شخص کو بہت تحمل سے اسے پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس ایک شخص کے ادارے میں سالانہ محفلِ نعت کے انداز کو کیوں قابلِ تقلید قرار دیا گیا؟ جب کہ اسی تحریر میں ہے کہ آقائے نام دار ﷺ اپنے ثناء خواں کے لئے اندھیرے میں نہیں، اُجالے میں مسند لگواتے تھے اور اپنے ثناء خواں کو انعام سے بھی نوازتے تھے وہ بھی سب کے سامنے......

نعت گو اور نعت خواں ہر دو کے بارے میں تحریریں خوب ہیں۔ آپ نے انفاس العارفین میں درج وہ واقعہ نہیں دیکھا جو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے بیان کیا ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے، اس فقیر نے اسے اپنی کتاب ''مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات'' میں نقل کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ''سماع'' کے بارے میں کیا احوال رکھتے تھے......علاوہ ازیں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ وقت آ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے مگر وہ وقت نہیں آ سکتا کہ رسولِ کریم ﷺ کی تعریف کرنے اور دُرود وسلام ان پر بھیجنے والا کوئی نہ رہے......اس لئے کہ مخلوق کو فنا ہے مگر خالق کو نہیں اور اللہ کا فعل

Marfat.com

اس کے ساتھ ہے۔ اللہ کی کوئی ابتداء وانتہا نہیں۔ اللہ کی عبادت صرف مخلوق کرتی ہے اور حبیب کریم ﷺ پر دُرود خود اللہ بھیجتا ہے، اس لئے نبی کی نعت اور دُرود وسلام کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا...... آپ اس تحریر میں ص ۷۰ پر درج جناب منظور الکونین کے الفاظ شائع نہ کرتے تو بہتر تھا، اگر کہیں اور سے نقل کیے گئے ہیں تو بھی قابلِ اصلاح ہیں ...... باقی تحریروں کے بارے میں مطالعے کے بعد کچھ عرض کروں گا۔ آپ کے لئے دل سے دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو صدق و خلوص سے اس نصب العین پر قائم رکھے اور آپ کی ہر طرح مدد فرمائے، آمین

Marfat.com

مکتوبِ سوم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 5)

بسم اللہ الرحمن الرحیم – والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید لطفہ – سلام مسنون

اللّٰہ کریم جلّ شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین۔

گرامی قدر حضرت شکیل عادل زادہ نے مہینا بھر پہلے بتایا تھا کہ انہوں نے نعت رنگ نمبر ۴ میں میرا خط پڑھا، مجھے اس وقت تک اس کی اشاعت کی خبر نہ تھی – آپ نے انہیں یہ تازہ شمارہ مہینا بھر پہلے پہنچایا ہوگا مگر آپ نے مجھے نعت رنگ کا شمارہ دو روز قبل بھجوایا، بہت شکریہ – نور کی بہار کے مقدس مہینے میں محافلِ میلاد کی کثرت ہے اور اس ذکر سے میرے شغف کا احوال آپ پر عیاں ہے – ایسے میں سطر سطر آپ کا یہ شمارہ تو نہ پڑھ سکا مگر یہ میرے سرہانے رہا اور مَیں نے ہر اس لمحے میں اسے دیکھا جو مجھے میسر ہُوا – رشید وارثی صاحب نے اس تحریر پر خوب لکھا جس کے بارے میں میرے مطبوعہ خط میں صرف کچھ اشارے تھے – جناب ابوالخیر کشفی کی تحریر میں "شبِ اسرا کے دولہا" کے الفاظ ص ۴۶ پر ہیں جو انہوں نے شاید (نعت میں) معترضہ بتائے ہیں، کیا مَیں ایسا سمجھا ہوں یا کشفی صاحب نے واقعی معترضہ بتائے ہیں؟ اگر ان کے نزدیک معترضہ ہیں تو کیوں ہیں؟ جاننا چاہوں گا – ص ۵۰ پر ہے کہ "اس لئے بہت سے صاحبان "اللّٰہ" کے لفظ پر اصرار کرتے ہیں اور خدا کے لفظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں کیوں کہ خدا کی جمع خداؤں استعمال ہوتی ہے –" اس حوالے سے عرض ہے کہ لفظ "خدا" اللّٰہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے، خدا حافظ (وغیرہ) کہنا جائز ہے مگر "اللّٰہ" کہنے پر ثواب ہوتا ہے، چالیس نیکیاں ملتی ہیں اور مومن کو ثواب کی طلب و خواہش بدیہی بات ہے – ص ۴۸ پر اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے دو اشعار لکھے

Marfat.com

ہیں، ان کے بارے میں بھی سمجھ نہیں سکا کہ کشفی صاحب کا اعتراض کیا ہے؟ علاوہ ازیں جسمانی یک جائی اور شبِ اسراء کے حوالے سے کس نے کہا ہے؟ راجا رشید محمود کا جو شعر ہے اس میں بھی غالباً یہ بات نہیں ہے (یہ شعر اسی صفحے پر ہے) ص ۱۳۳ پر راجا رشید محمود صاحب مدیر ماہ نامہ نعت لاہور کے ایک اداریے کے کچھ جملے ہیں اور ان میں کچھ الفاظ ضرور قابلِ اصلاح ہیں، ہوسکتا ہے انہوں نے کسی کیفیت کے اثر میں یہ اداریہ لکھا ہو، میرے نزدیک ہمارا ایمانی تشخص بہت اہم اور عظیم ہے۔ غیر مسلم، میرے محبوب کریم ﷺ کی مدح میں کیسا اور کتنا ہی رطب اللسان کیوں نہ ہو، وہ کسی مومن کے برابر نہیں ہوسکتا، بڑا یا بہت بڑا ہونا تو دُور کی بات ہے۔ اور یہ الفاظ بھی مجھے تو کسی غیر مسلم یا بدمذہب کے لئے گوارا نہیں کہ "میرا سر تو ہر اس شخص کے آگے مستقلاً خم سمجھیں جو اپنا سر میرے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں جھکاتا ہے، وہ کوئی بھی ہو۔" پروفیسر محمد اقبال جاوید کی دو تحریریں اس شمارے میں ہیں۔ فرماتے ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ جس نے حضور ﷺ کے بارے میں مبالغے سے کام لیا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔" (ص ۱۷۹) پروفیسر صاحب نے اپنے جملے کو واضح نہیں کیا، انہیں یہ فرمانا چاہیے کہ ایسا مبالغہ جو غلط ہو (یعنی شرعی حدود سے باہر ہو) ورنہ شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی کوئی حد ہی نہیں۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ حدٌّ فیعرب عنہ ناطق بفم

ص ۱۸۱ پر پروفیسر اقبال جاوید صاحب لکھتے ہیں:۔ مَیں بعد توبہ و استغفار لکھتا ہوں کہ قرآنِ مجید میں موسیقیت کی جو شان ...... "یہ الفاظ بعد توبہ واستغفار کے بھی یوں صحیح نہیں بلکہ یوں ہوسکتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت پر موسیقیت کی ہر شان بھی قربان۔ پروفیسر صاحب نے ۱۸۲ پر لکھا ہے کہ: "خیال رہے کہ نعت ذرا سی بے احتیاطی (بزعم خویش عقیدت) سے حمد بن جاتی ہے......" عرض کرنا چاہوں گا کہ حمد کا لفظ رسولِ پاک ﷺ کے لئے منع تو نہیں ہے ان کا تو اسمِ گرامی ہی "محمد" (ﷺ) ہے جس کا مادّہ ہی حمد ہے۔ وہ شاید مروّج اصطلاح میں مراد لیتے ہوئے فرما رہے ہیں البتہ انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "حقیقت یہ ہے کہ حضور (ﷺ) کو ان کے مرتبے سے گرا دینا، اپنے ایمان کو ختم کر لینا ہے اور مرتبے سے بڑھا دینا شرک ہے، (مرتبے سے

Marfat.com

بڑھا دینا، یعنی خدا کا شریک یا اس کے مثل یا ہمسر قرار دینا)۔ص ۱۸۵ پر رشید وارثی صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا ایک شعر لکھ کر لفظ ''یار'' کے بارے میں جو وجہ لکھی ہے اس پر تعجب ہُوا ۔پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے غالب کی نعتیہ غزل کے عنوان سے ص ۲۱۲ پر غلام احمد پرویز کے ساتھ ''مرحوم'' کا لفظ جانے کیسے لکھ دیا؟ اور حیرت و افسوس کہ ان کا حوالہ نعت کے حوالے سے ان کی تعریف کے ساتھ پیش کیا۔ آں جہانی پرویز نے رسولِ اکرم ﷺ کی جو گستاخیاں کی ہیں اور علمائے دیوبند نے بھی اس شخص کے بارے میں تکفیر کے فتاویٰ شائع کیے اس کے بعد اس شخص کی ایسی تعریف اور حوالے کا بیان قابلِ گرفت ہے۔

ص ۳۱۳ پر احمد صغیر صدیقی صاحب نے اپنے مکتوب میں ''مولائے کل، آقائے دو جہاں۔ سرکارِ دو عالم'' کے القاب رسولِ کریم ﷺ کے لئے تسلیم نہیں کیے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ: ''تمام القاب مجھے ربِ رحمان و رحیم کے محسوس ہوتے رہے ہیں۔''

احمد صغیر صاحب سے عرض ہے کہ زبان سے کہنا اور قلم سے لکھنا دونوں احتیاط سے مشروط ہیں اور قلم اٹھانے سے پہلے کچھ زیادہ احتیاط لازم ہے۔علم کے مطابق فہم اور فہم و علم میں توازن و مطابقت نہ ہو تو اعتراض پیدا ہوتا ہے۔علم و فہم میں کسی ایک کی کمی ہی اعتراض و اختلاف کی بنیاد بنتی ہے یا پھر حقائق سے چشم پوشی پر اعتراض و اختلاف ہوتا ہے۔ احمد صغیر صاحب آیاتِ قرآنی میں یہ القاب رسولِ کریم ﷺ کے لئے ملاحظہ فرما سکتے ہیں، وہ اعتراض کی بجائے استفسار کر لیتے۔ نبی پاک ﷺ کی تو شان بہت ہی بلند ہے۔سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ''وانا شیخ الکل ''۔احمد صغیر صاحب شاید یہاں بھی کچھ اور ہی محسوس کریں گے۔ انہیں چاہیے کہ وہ مولا، سرکار اور آقا کے معانی و مفاہیم کو جانیں اور سمجھیں اور لفظ ''کُل'' کے بارے میں محض اپنے فہم کو سب کچھ نہ سمجھیں۔دیوبند کے علماء کے ساتھ ''مطاع العالم اور مطاع الکل '' کے القاب لکھے گئے ہیں حالاں کہ ان کے لئے کسی طرح یہ القاب درست نہیں، خواہ وہ کتنی تاویلیں کیوں نہ کریں......

احمد صغیر صاحب کی تسلی کے لئے آیات و احادیث پیش کر سکتا ہوں، ضرورت ہو تو وہ

Marfat.com

رابطہ فرمائیں- وہ لفظ ''مولانا'' پر بھی غور فرمائیں، قرآنِ کریم میں انت مولانا اور ھو مولانا کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، پھر ہر داڑھی والے کو مولانا کیوں کہہ دیا جاتا ہے؟ سورۂ تحریم میں ہے:فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین ،قرآن میں ''کُل '' کا لفظ ۳۲۵ سے زائد مرتبہ آیا ہے- کلاً ۱۵ مرتبہ- کلّہ ۷ مرتبہ- کلّھا ۵ مرتبہ- کلّھم ۴ مرتبہ......وہ ذرا دیکھیں اور بتائیں ہر جگہ کیا معنی ہیں؟ انہیں شاید نہیں معلوم کہ ''العالمین'' ماسوی اللہ کو کہتے ہیں،اس کے آقا و مولیٰ اور سردار و سرکار نبی پاک ﷺ ہی ہیں-

صبیح رحمانی صاحب! جس قدر مطالعہ ہو سکا اس کے حوالے سے فوری تحریر پیش کر رہا ہوں، تفصیلاً لکھنے کا یارا نہیں اور محافل و مشاغل کی اس کثرت سے جلد فراغت نہیں ہوگی- اگر کچھ لمحے میسر آئے تو مزید خامہ فرسائی کروں گا - اللہ کریم آپ کے شوق اور جذبے میں برکت فرمائے اور آپ کی کاوشیں مقبول و نافع بنائے ، آمین- کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معذرت خواہ ہوں- اگست کے آخر میں بیرونِ ملک روانگی ہے، حرمین شریفین حاضری کے بعد وطن واپسی ہوگی...... اِن شاءاللہ

Marfat.com

مکتوبِ چہارم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 6)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زیدت محاسنہ - سلام مسنون

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

اس مرتبہ آپ نے خصوصی مہربانی فرمائی کہ سید لائق علی صاحب کے توسط سے نعت رنگ کا نیا شمارہ جاری ہوتے ہی عطا فرمایا - یہی نہیں بلکہ اپنے مجموعۂ کلام اور اوج کے خصوصی نمبر سے بھی نوازا - جزاکم اللہ تعالیٰ - بہت بہت شکریہ -

تادمِ تحریر صرف چند صفحات دیکھ سکا ہوں، قلم یوں تھام لیا کہ آپ کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے میں مزید تاخیر کا کوئی عذر نہیں تھا -

عبارت و املا کے حوالے سے کچھ غلطیاں ناگوار گزرتی ہیں جو ہر چند دانستہ نہیں ہوتیں، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں رہ جاتی ہیں، تاہم قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ اتنا بہت سا کام ایک شخص تنہا انجام دے تو ایسی کمی رہ جانا بعید نہیں - آپ کی کاوش کو املا و طباعت کی ایسی خامیوں کی وجہ سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، آپ کی محنت اور محبت قابلِ قدر ہے - اللہ کریم قبول فرمائے اور اس میں برکت فرمائے، آمین -

جناب احمد صغیر صدیقی نے اپنے مکتوب میں مجھے یاد فرمایا، ان کا شکریہ - خودنمائی و خود ستائی کے کسی شائبے کی بھی گنجائش نہ رکھتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ جو کچھ گزرتی ہے اور جس طرح گزرتی ہے اس کی تفصیل جان کر احمد صغیر صدیقی صاحب بھی تسلیم کریں گے کہ احوال اور میرے بیان میں تضاد نہیں، یقین مانیے کہ کتنے مسودے تیار ہیں، پروف ریڈنگ یا نظر ثانی کی مہلت نہیں

Marfat.com

مل رہی، ایسے میں کسی مزید ذمہ داری کو قبول کرنا یقیناً درست نہیں ہوگا- بایں ہمہ مدح ونعتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اپنی وابستگی ودلچسپی کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتا ہوں- اللہ کریم مجھے ہمت وتوفیق عطا فرمائے اور اہلیت وصلاحیت بھی-

احمد صغیر صاحب کہاں تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے آقا ومولیٰ اور ایسے ہی القاب پر تذبذب کا شکار تھے اور تازہ شمارے میں لفظ ''خالق'' پر کشادہ دلی کا مظاہرہ فرما رہے ہیں یعنی جس لفظ میں گنجائش ہے اعتراض کی بلکہ واضح ہے اس میں وہ تحقیق بھی نہیں چاہتے- علاوہ ازیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے وجودِ اقدس کے ''بے سایہ'' نہ ہونے کے بارے میں جناب سلیمان ندوی کی تحریر اور دلائل کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ ندوی صاحب کے دلائل درست ہیں- عرض ہے کہ جناب شبلی نعمانی اور ندوی صاحب کے بارے میں خود ان کے ہم مسلک جناب اشرف علی تھانوی نے جا بہ جا تنقید کی ہے بلکہ سخت اختلاف کیا ہے جو احمد صغیر صاحب کے علم میں شاید نہیں- نبی پاک ﷺ کے وجودِ نوری ومقدس کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں علمائے حق کی تحریریں یادگار ہیں جن کا مطالعہ کافی ہوگا، اِن شاءَ اللہ- اسی شمارے میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کے مقالے میں بھی نورِ مجسم شفیعِ معظم حضورِ اکرم ﷺ کے نور ہونے کے بارے میں 'نورناموں' کے تذکرے میں منفی تأثر پایا جاتا ہے- اس موضوع پر انہوں نے متعدد نورناموں اور اسی طرح معراج ناموں کا تذکرہ کیا ہے لیکن اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ معراجیہ اور ''نور'' کے حوالے سے نعتیہ شاعری کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ڈاکٹر یحییٰ صاحب تو میلاد ناموں کے تذکرے میں علمائے اسلام پر اسرائیلی اساطیر کے تتبع کا الزام بھی لگاتے ہیں اور عقیدت کا غلو اس بات کو فرما رہے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کی والدہ محترمہ کو ایامِ حمل میں (خواب میں) انبیائے کرام نے بشارت دی، وہ بھی جناب شبلی نعمانی کو معتبر جانتے ہیں، وہ تو پروفیسر نجیب اشرف کی یہ ہرزہ سرائی لکھتے ہوئے نہیں جھجکے کہ: ''تولد نامہ'' میں نبی پاک ﷺ کی ولادت کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ بڑی حد تک کرشن جی کی ولادت کے حالات کا آئینہ معلوم ہوتے ہیں-'' ڈاکٹر یحییٰ اپنے مضمون ''اُردو نعت گوئی کے موضوعات''

Marfat.com

میں ''میلاد نامے'' کے عنوان سے جو کچھ لکھ پائے ہیں وہ یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ عید میلاد النبی ﷺ منانے کو دل سے قبول نہیں کرتے چناں چہ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''نفس ذکر میلاد النبی کو بعض علمائے اسلام صرف باعثِ خیر و ثواب ہی نہیں بلکہ مستحب وسنّت قرار دیتے ہیں۔''

اس حوالے سے عرض ہے کہ اس فقیر نے ایک کتاب ''اسلام کی پہلی عید'' کے نام سے اب سے دس برس پہلے لکھی تھی جو اُردو اور انگریزی میں، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا گنج بخش روڈ، لاہور نے شائع کی، اسے ملاحظہ فرمالیا جائے۔ ڈاکٹر یحیٰی صاحب سے عرض ہے کہ ترمذی شریف میں پورا باب ''میلاد النبی (ﷺ)'' کے عنوان سے موجود ہے اور یحیٰی صاحب شاید نہیں جانتے کہ بعض علمائے اسلام نہیں، تمام علمائے حق، علمائے اسلام، نفس ذکر میلاد رسول ﷺ اور محفلِ میلاد کو نہایت مبارک اور بڑی سعادت سمجھتے مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے وہ علمائے اسلام کہاں ہوسکتے ہیں؟

نعت رنگ کے اس شمارے میں ص ۵۹ پر ڈاکٹر صاحب نے نہایت شدّت سے یہ جسارت بھی کی، ان کے الفاظ ہیں:

''ہمارے نعت گوشعراء نے اس تصور کو بڑی حد تک قبول کیا ہے، اور اسی کے مطابق عقائدِ اسلامیہ کو بالائے طاق رکھ کر نعتِ نبی ﷺ کو جزوِ ایمان سمجھ لیا ہے، افسوس کہ علماء و فضلاء بھی اس بدعتِ قبیحہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔''

اس کے جواب میں عرض ہے کہ نعت جزوِ ایمان نہیں بلکہ جانِ ایمان ہے اور عقائدِ اسلامیہ کو بالائے طاق رکھنے والا مومن نہیں رہتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی صفحے پر تین اشعار لکھے ہیں، انہوں نے ان اشعار کے بارے میں علماء و فضلاء کے بیان اور فتاویٰ ملاحظہ نہیں فرمائے، کیا یہ سب اشعار کسی صحیح العقیدہ و قابل شخص کے ہیں؟ جب علمائے حق کی طرف سے ایسے اشعار کی سخت مذمت کی گئی، اس کے بعد، ڈاکٹر یحیٰی کا صرف انہی اشعار کو پیش کرتے ہوئے یوں غیر تحقیقی انداز میں تمام علماء و فضلاء اور اہلِ علم پر زبانِ اعتراض دراز کرنا ہرگز درست نہیں۔ مجھے افسوس ہے

Marfat.com

کہ ڈاکٹر یحییٰ صاحب نے انتہائی غیر محققانہ تحریر پیش کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر میں تمام حوالے صرف ایک مکتبِ فکر کے علماء کے پیش کیے ہیں۔ ص ۵۷ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''رسالہ برہان دہلی کے سابق ایڈیٹر جناب سعید اکبر آبادی نے بھی لکھا تھا: ''معراج سے متعلق احادیثِ صحیحہ میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔''

یحییٰ صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ سعید اکبر آبادی صاحب کا محققین میں کیا درجہ ہے، وہ کس درجہ کے محدث ہیں؟ کیا اس بارے میں کوئی متفقہ واجماعی رائے اہلِ علم کی وہ پیش کر سکتے ہیں؟ کچھ رواج ہو گیا ہے کہ قرآن و حدیث کے بارے میں اپنی رائے کو اہمیت دی جا رہی ہے حالاں کہ اس بارے میں سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ محدثین و محققین نے جن احادیث کو ضعیف کہا ہے ان کے ضعف کی وجہ بیان کی ہے اور مسائل و فضائل کے بارے میں اصول و قواعد مختلف ہیں۔ اگر حدیث فی الواقع ضعیف ہو تو وجوب ثابت نہ ہو گا، استحباب تو ثابت ہو گا اور فضائل میں تو سبھی ضعیف روایات کو بھی قبول کرتے ہیں۔

کسی حکم، عمل یا بات کے وجوب و استحباب کے اثبات میں محدثین جو حدیث پیش کرتے ہیں، اس حدیث کا اصطلاحی درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ حدیث سے ناواقف یا حدیث کو کم تر سمجھنے والے جہلاء وغیرہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ضعیف حدیث سے مراد غلط حدیثِ نبوی ہے جب کہ حدیثِ ضعیف کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا۔ امام ابن ہمام فتح القدیر میں واضح فرماتے ہیں کہ ضعیف کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ حدیث باطل ہوتی ہے، بلکہ حدیثِ ضعیف دراصل محدثین کی مقرر کردہ چند شرائط میں سے کچھ پر پوری نہ اترنے والی حدیث کو کہتے ہیں۔ اسناد میں روایت کے ضعف کے باوجود وہ احادیث صحیح ہی ہوتی ہیں۔ علمائے دیوبند میں مشہور جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ:

حدیث جعلی نہ ہو ضعیف ہو تو بھی استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم)

اور غیر مقلد اہلِ حدیث میں مشہور جناب نذیر حسین محدث فرماتے ہیں: حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو، استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ (فتاوٰی ثنائیہ بحوالہ فتاوٰی نذیریہ ج ۱)

Marfat.com

ص ۳۱۵)۔

نیل الاوطار میں جناب شوکانی بھی فرماتے ہیں کہ ضعیف روایات مل کر بلند مرتبہ ہو جاتی ہیں اور مستحب اعمال میں کام دیتی ہیں۔

یہ وضاحت یوں کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو حدیث کو ضعیف قرار دے کر تضحیک و توہین کرتے ہیں وہ حقائق سے واقف ہوں اور محتاط رہیں۔

صفحہ ۵۹ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''ثنائے محمدی ﷺ کو ''حمد'' کی شکل میں پیش کرنے کا فن کس قدر مذموم اور ناروا ہے لیکن اُردو کی نعتیہ شاعری کی بڑی مقدار میں یہی اصنامی تصور چھایا ہُوا ہے۔'' ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ ثنائے نبی (ﷺ) کو حمد کی شکل میں نہیں تو کیا ''ذم'' کی شکل میں پیش کیا جانا چاہیے؟ اور ''اصنامی تصور'' کے الفاظ تو دریدہ دہنی شمار ہوں گے، وہ بتائیں کہ بڑی مقدار میں کیا وہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ بلاشبہ نعت، حمدِ رسول ﷺ ہے اور نعت و مدح کہنا آسان نہیں لیکن ''بڑی مقدار'' کے الفاظ، ڈاکٹر صاحب کا مبالغہ ہی نہیں مغالطہ بھی ہیں۔ اگر توصیفِ رسول ﷺ کو ''اصنامی تصور'' کہا گیا ہے تو یہ شقاوت اور گستاخی ہے جس پر توبہ واجب ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ صاحب ملاحظہ فرمائیں کہ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب ص ۲۲ پر لکھتے ہیں: ''یہ شاعرانہ تخیل کا اعجاز ہے......'' لفظ اعجاز کا استعمال انہوں نے شاعرانہ تخیل کے ساتھ کیا ہے، وہ شاعر کو کیا درجہ دیتے ہیں، ان کی تحریر اسے واضح کرتی ہے۔ شاعری اور ایک شاعر کے کرشمہ و کمال کے لئے تو تعریف و توصیف کی حد نہ ہو لیکن وصفِ رسالت ﷺ اور توصیفِ رسول ﷺ کے بیان میں نامناسب لفظ استعمال کئے جائیں!!! وہ ہستی جس کی شان کی حد ہی نہیں، جس کی مدح میں پورا قرآن ہے، خالقِ کائنات خود جس کی تعریف فرماتا ہے، جس کی جان، جس کی خاکِ پا، جس کے زمانے کی قسمیں یاد فرماتا ہے، جس کی تعظیم و توقیر کا حکم دیتا ہے، اس ہستی کے بیان میں کون انسان دعوٰی کر سکتا ہے کہ وہ اس کی شان بیان کر سکا ہے؟ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ليس كلامي يفي بنعت كماله ......'' اور مرزا غالب بھی لکھ گئے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم ۔۔۔ کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است (ﷺ)

Marfat.com

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم　　　　وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

مزید ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

معنی حرفم کنی تحقیق اگر　　　　بنگری با دیدۂ صدیق اگر

قوتِ قلب وجگر گردد نبی　　　　از خدا محبوب تر گردد نبی (ﷺ)

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ میں ایسی تحریروں کو جگہ نہ ہی دی جائے تو بہتر ہوگا، ڈاکٹر یحییٰ صاحب اور تمام اہلِ قلم کو پابند کیجئے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں کوئی ایسا لب ولہجہ اور الفاظ وانداز اختیار نہ کریں جو گستاخی واہانت کے زُمرے میں آتا ہو۔ میرے نبی پاک ﷺ کا اسمِ گرامی میرے ربِّ کریم نے ''محمد'' ﷺ رکھا ہے جو اس امر کا واضح اعلان ہے کہ یہ ہستی ہی تعریف کے لئے تخلیق ہوئی ہے۔ وہ بے مثل و بے مثال ہستی ہے۔ ص ۳۴ پر سورۂ کہف کی آیت کا ترجمہ اپنے مضمون کی ابتداء میں ڈاکٹر یحییٰ یوں کرتے ہیں ''اے محمد! کہو کہ میں تو تم جیسا ایک انسان ہوں......'' اس ترجمے ہی سے ڈاکٹر صاحب کا باطن خوب جھلکتا ہے۔ یہ فقیر اسی آیت پر ٹی وی کے پروگرام ''فہم القرآن'' میں جو بیان کر چکا ہے اس کی ریکارڈنگ محفوظ ہے، ڈاکٹر صاحب دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں۔ ان پر حقائق واضح ہو جائیں گے۔ ص ۳۵ پر آیت دُرود و سلام کے ترجمہ میں ڈاکٹر صاحب ''وسلموا تسلیما'' کا ترجمہ ہی اڑا گئے...... (معاذ اللہ)

صبیح رحمانی صاحب! یہ مراسلہ کچھ طویل ہوگیا ہے قبل اس کے کہ یہ رسالہ ہو جائے، بہتر ہے کہ قلم روکوں، سچ ہے کہ ڈاکٹر یحییٰ صاحب کی اس دل آزار تحریر کو آپ کے نعت رنگ میں شامل پا کر افسوس ہوا۔ اللہ کریم ہمیں ادب کی توفیق دے، آمین

Marfat.com

مکتوبِ پنجم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 8)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید مجدہٗ - سلام مسنون

اللّٰہ کریم جلّ شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

نعت رنگ کے چھٹے شمارے کی اشاعت میں شاید کچھ تاخیر ہوئی، لاہور سے محترم پیر زادہ اقبال احمد صاحب فاروقی نے اپنے مکتوب میں مجھے تحریر فرمایا کہ آپ سے دریافت کروں اور انہیں آپ کے جواب سے آگاہ کروں، یوں یہ واضح ہو گیا کہ اہلِ محبت آپ کے ''نعت رنگ'' کا انتظار کرنے لگے ہیں - یہ آپ کی محبتوں اور محنتوں کی کامیابی ہے - اللّٰہ کریم جلّ شانہ آپ کے صدق و اخلاص میں برکت فرمائے اور ہر تصنع و ریا سے بچائے رکھے، آمین

ان دنوں یہ فقیر اپنے والدِ گرامی حضرت مجدّدِ مسلکِ اہلِ سنّت، عاشقِ رسول، محبِّ صحابہ و آلِ بتول، خطیبِ اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری کے پندرہویں سالانہ عرس مبارک کے انتظامات میں مشغول ہے - اس لئے آپ کا نعت رنگ تمام تر نہیں دیکھ سکا اور آپ نے خود اس مرتبہ شمارہ بھجوایا بھی نہیں - اخبار میں اس کی اشاعت کی خبر دیکھی، آپ نے بروشر بھیجا تو خیال ہُوا کہ پانچ شمارے مفت ملے، چھٹا شمارہ مجھے خریدنا چاہیے، چناں چہ فضلی سنز سے حاصل کر لیا - ہو سکتا ہے کہ آپ بھجوانا چاہتے ہوں تاہم مجھے کچھ رقم دے کر آپ کی یہ کاوش حاصل کرنا گراں نہیں گزرا - سرورق عمدہ ہے - پہلی نثری تحریر جناب سید ابوالخیر کشفی کی ہے جس کا عنوان'' نعت کے موضوعات'' ہے - پہلا جملہ ص ۱۳ پر اس تحریر میں جو کشفی صاحب کے ایک خیال کی تقویت کا باعث ہُوا، اچھی فکر کی بنیاد میں معاون ہے - جملہ یوں ہے کہ ''جب کوئی شعر، اپنے موضوع اور

Marfat.com

مخاطب سے بڑا ہو تو اس کا مصداق سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بن جاتے ہیں۔'' دوسرا جملہ ص ۱۴ پر ہے: ''کوئی لفظ ان (ﷺ) کی ذات و صفات کا بار اٹھانے کے قابل معلوم نہیں ہوتا۔'' ص ۱۵ پر حرم کو شاید کتابت/کمپوزنگ کی غلطی سے ''حرام'' لکھ دیا گیا (مسلم شریف کی روایت کے حوالے سے)۔ مثبت اور ادب والی سوچ کے حوالے سے اسی صفحے پر یہ جملہ بھی شمار کیا کہ: ''انہوں نے گرمی کی شدت کا علاقہ مدینے کی کھجوروں کی شیرینی سے قائم کیا ہے۔'' ص ۱۷ پر جبلِ اُحد کا تذکرہ ہے۔ مجھے یاد آیا کہ مکہ مکرمہ میں الحاج فاروق احمد چشتی صاحب سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی، آٹھ نو برس پہلے کی بات ہے، وہ ان دنوں بینک الجزیرہ میں تھے۔ سُنا ہے کہ اب ملتان میں نیشنل بینک سے وابستہ ہیں۔ جبلِ اُحد کے حوالے سے ان کی بات اچھی لگی تھی اس لئے تذکرہ کر رہا ہوں۔ ''رحمت للعالمین آقا ﷺ نے جبلِ اُحد پر قدم رنجہ فرمایا، اسے اپنی محبت کی سند عطا فرمائی تو یہ جبلِ اُحد سینہ تانے اور بازو پھیلائے کھڑا ہے کہ دجال کو مَیں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کے شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔'' محبت والے یوں بھی سوچتے ہیں۔ ص ۱۸ پر حدیثِ قدسی ان الفاظ میں ہے: ''لولاک لما خلقت الربوبیہ۔'' یہ حدیثِ قدسی مجھے یاد ہے، یوں ہے: ''لولاک لما اظهرت الربوبية۔'' تفسیر عزیزی (فتح العزیز) میں مَیں نے یہ حدیث قدسی پڑھی تھی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کریم کی صفات ہرگز مخلوق نہیں۔ رب ہونا اس کی صفت ہے اس لئے کشفی صاحب کا یہ جملہ صحیح نہیں کہ ''آپ کی خاطر یہ ربوبیت پیدا کی گئی'' (ص ۱۸)، یہ جملہ یوں صحیح ہوگا کہ آپ (ﷺ) کی خاطر ربوبیت ظاہر ہوئی۔ ص ۱۹ پر کشفی صاحب لکھتے ہیں: ''الفاظ کے معانی اپنے ماحول اور محلِ استعمال سے بدل جاتے ہیں'' اور اسی صفحے پر انہوں نے امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کہی ہوئی نعت شریف کے ایک شعر کا پہلا مصرع لکھا: ''مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب'' اس حوالے سے کشفی صاحب لکھتے ہیں: ''جب مالک کا لفظ لغوی طور پر استعمال کیا جائے جیسے اس مصرع میں (ہے) تو بات اپنی حدود سے نکل جائے گی، شاعر اس غلو سے اسی وقت بچ سکتا ہے جب اسے آقائے جان و دل کی حقیقی عظمتوں کا دھیان رہے اور ان عظمتوں کا علم قرآنِ پاک و

Marfat.com

احادیثِ ختم الرسل (ﷺ) سے ہوتا ہے''۔کشفی صاحب نے خود فرمایا کہ الفاظ کے معانی اپنے ماحول اور محلِ استعمال سے بدل جاتے ہیں اور پھر اس مصرع میں اپنی ہی رائے فراموش کرتے ہوئے اعتراض فرمایا، اگر لفظ''مالک''بعینہ اسی معنی میں اور حقیقی مراد لیا جائے جیسا کہ اللہ کریم کے لئے لیا جاتا ہے تو بلاشبہ اعتراض درست ہوگا مگر کون ہے جو اللہ کریم کے برابر یا اس کے مثل کسی کو گردانتا ہے؟

اسی صفحہ ۱۹ پر پہلی سطر میں کشفی صاحب فرماتے ہیں:''رسول اللہ ﷺ مالک کے حبیب ہیں مگر مالک نہیں ہے (ہیں) حکم اور امر صرف اللہ کا ہے اور اللہ کے لئے ہے۔''کشفی صاحب کے پیشِ نظر شاید یہ قرآنی آیت ہوگی ان الحکم الا للّٰہ -کشفی صاحب ذرا ماضی کے اس دور پر نظر فرمائیں جب خوارج یہی آیت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے رُوبرو پڑھتے تھے تو مولائے غم گسار حیدرِ کرار فرماتے:''کلمة حق ارید بھا باطل''جو بات کہہ رہے ہو وہ حق سچ ہے مگر اس سے جو ثابت کرنا چاہ رہے ہو وہ باطل ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا ہر کمال ذاتی، حقیقی، لامتناہی اور غیر فانی یعنی ناقابلِ فنا ہے اور مخلوق کا ہر کمال اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا (عطائی) ہے حقیقی نہیں، لامتناہی نہیں۔حکم اور امر، حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور قرآنِ کریم ہی کے مطابق یہ مخلوق کو بھی عطا ہوا۔آیاتِ قرآنی شاہد ہیں: آتینا حکما و علما (القصص:۱۴) - فوھب لی ربی حکما (الشعراء ۲۱) - رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین (الشعراء:۸۳)- ولو طااتینه حکما وعلما (الانبیاء:۷۴) - ولما بلغ اشده اتینهٗ حکما و علما (یوسف:۲۲) - وکلا اتینا حکما و علما (الانبیاء:۷۹) - فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم (النساء : ۶۵) - واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء:۵۸) - وتدلوا بھا الی الحکام (البقرہ:۱۸۸) - الیس اللّٰه باحکم الحاکمین (التین : ۸) - تلک عشرة کاملة ......اور امر کے حوالے سے اگر :ان الامر کله لله (آل عمران:۱۵۴) بل لله الامر جمیعا (الرعد:۳۱) قرآن میں ہے، تو:

Marfat.com

یامرون بالمعروف (آل عمران ۱۰۴)، تامرون بالمعروف (آل عمران ۱۱۰)، وامر بالعرف (الاعراف:۱۹۹)، وامر بالمعروف (لقمان:۱۷)، اتامرون الناس (البقرہ:۴۴)، اولی الامر (النساء:۵۹)، اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرا (الاحزاب:۳۶)، وامرھم شوری بینھم (الشوری:۳۸)، ویسرلی امری (طٰہٰ:۲۶)، ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ (الانبیاء:۱۸) کے الفاظ بھی قرآن میں ہیں۔

ان آیات سے نتیجہ واضح ہے۔ مزید ملاحظہ ہو قرآنِ کریم میں ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک (الملک:۱) ۔ ولم یکن لہ شریک فی الملک (الفرقان:۲)۔ اور یہ بھی آیاتِ قرآنی ہیں: توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء (آل عمران:۲۶)۔ الم ترا الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ ان آتاہ اللّٰہ الملک (البقرہ:۲۵۸)۔ مزید ملاحظہ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان العزۃ للّٰہ جمیعا (یونس:۶۵)۔ اور یہ بھی فرمودۂ قرآن ہے: وتعز من تشاء وتذل من تشاء (آل عمران:۲۶)۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون (المنافقون:۸)۔ لفظ خالق پر ملاحظہ ہو: قرآن کریم میں ہے: ھل من خالق غیر اللّٰہ ؟ (فاطر:۳) اور یہ بھی قرآن کریم میں ہے: فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین (المومنون:۱۴) ۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر (آل عمران:۴۹)۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر (المائدہ:۱۱۰)۔ مزید ملاحظہ ہو: الذی یحی ویمیت (البقرہ:۲۵۸) اور یہ بھی ہے واحی الموتی باذن اللّٰہ (آل عمران : ۴۹) ۔ ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدہ: ۳۲)۔

ان آیاتِ قرآنی سے نسبتِ حقیقی اور نسبتِ مجازی واضح ہے۔ کشفی صاحب ہی کا فرمانا ہے کہ قرآن پاک اور احادیثِ نبوی سے علم ہوتا ہے، اس کے باوجود انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں اس ہستی کے کہے ہوئے شعر پر اعتراض کیا جس کے کلامِ بلاغت نظام پر قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے والے کسی ثقہ وجید عالم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ فاضلِ بریلوی علیہ

Marfat.com

الرحمہ کا پورا شعر ملاحظہ ہو:

مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

جیسا کہ ص ۱۴ پر ہے کہ کشفی صاحب نے یہ تحریر عجلت میں لکھی، وہ اگلے دن زیارت وعمرہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے، ہوسکتا ہے انہوں نے توجہ نہ فرمائی ہو، تاہم مَیں نے اس لئے یہ مختصر وضاحت تحریر کردی تاکہ نعت رنگ کے قارئین اور ناقدین ملاحظہ فرمالیں - اپنی یادداشت کے حوالے سے مختصراً لکھ رہا ہوں اگر خط کی بجائے کتاب یا مقالے کے طور پر لکھتا تو احادیث ہی نہیں بلکہ اہلِ سنت و جماعت سے اختلاف رکھنے والے مکاتبِ فکر کے علماء کی تحریروں سے بھی اپنے موقف کی تائید پیش کرتا اور مزید تحقیق بھی-

ص ۲۰ پر کشفی صاحب نے سیدنا جبریلِ امین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''دربانی تو جبریل کا کام نہیں تھا...... تفصیل سے دامن بچاتے ہوئے یہی عرض کروں گا کہ حضرت جبریل بہتر سلوک کے مستحق ہیں کہ یہ ایمان کا تقاضا ہے-''

کشفی صاحب سے عرض ہے کہ جس ہستی کی برکت سے حضرت جبریلِ امین رُوح القدس، رُوح الامین اور رسول فرشتے ہوئے بلکہ جس کی برکت سے انہیں وجود ملا، اس آقا کی بارگاہ کی دربانی کا اعزاز سیدنا جبریلِ امین (علیہ السلام) کی تحقیر یا استخفاف نہیں، البتہ شاعروں نے یا لکھنے والوں نے نامناسب لہجے میں کہیں حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کا ذکر کیا ہو تو اس کی تائید نہیں کی جاسکتی-

ص ۲۱ پر کشفی صاحب نے ان شاعروں کو صحیح تنبیہ کی ہے جو خود کو حسان اور کعب قرار دیتے ہیں- کوئی غیر صحابی ہرگز کسی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا - فاضلِ بریلوی (علیہ الرحمہ) نے خود کو ''سگِ حسانِ عرب'' فرماکر یہی واضح کیا ہے، تاہم کشفی صاحب نے ''بوصیری، سعدی اور جامی وقدسی اور اقبال وظفر علی خاں'' کے نام تو لکھے (حالاں کہ جناب ظفر علی خاں کے متعدد اشعار واقوال متنازع ومعترضہ ہیں) مگر ان ہستیوں کے نام سے اجتناب کیا جو نعت گوئی کے (غیر متنازع

Marfat.com

)امام شمار ہوتے ہیں- کسی صحیح برگزیدہ شخصیت کی عظمت اور صلاحیت و مرتبت کا اقرار و اعتراف خود قدر دان کے قد و قامت اور سعادت کا اظہار سمجھا جاتا ہے- مَیں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ جو مسلّمہ اصول و قواعد کے مطابق نادہند قرار پاتے ہیں اور ان کی تحریریں موجود ہیں کہ شانِ رسالت مآب ﷺ میں وہ گستاخانہ اور اہانت آمیز شمار ہوئی ہیں، اس کے بعد ان لوگوں کی مدح و تعریف یا تعظیم کیوں رَوا سمجھی جاتی ہے؟ کیا حقائق سے چشم پوشی کرنا اور حقائق کو جھٹلانا سُود مند ہو سکتا ہے؟ کیا اس طرح حقائق بدل سکتے ہیں؟ جب یہ طے ہے کہ مخلوق میں رسولِ کریم ﷺ سا کوئی نہیں وہ ہر طرح افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بارگاہ کے آداب خود ان کے خالقِ کریم جلّ شانہ نے تعلیم فرمائے ہیں اور ان کی تعظیم ہر مسلمان پر لازمی ہے، پھر کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ ان کے کسی طرح گستاخ و بے ادب سے کوئی رعایت سوچی جائے خواہ وہ کوئی ہو؟ اس موضوع پر اپنی کتاب ”سفید و سیاہ“ میں خاصی تفصیل پیش کر چکا ہوں- نعت رنگ کو مَیں متنازع تحریروں کا مرقع نہیں دیکھنا چاہتا اور نہ گنجائش بہت ہے- آپ سے یہی گزارش ہے کہ اسے خالص علمی و ادبی مرقع رکھئے اور ان تنقیدی مباحث کو بھی راہ نہ دیجئے جو دل آزاری اور ایمانی غیرت کو للکارنے کا باعث ہوں- آزادیٔ فکر و خیال کا وہ مفہوم جو مغربی مفکروں نے متعارف کروایا ہے وہ عقلِ سلیم کو اور بندۂ مومن کے ایمان کے لئے قابلِ قبول نہیں- اگر کوئی محض اپنی بنیاد پر اپنے علم و فہم کو حجت سمجھتا ہے اور اپنی بات اور رائے کو ہر طرح وقیع سمجھتا ہے تو اہلِ ایمان بھی حقائق کے مطابق اپنے نظریات کے منافی و متضاد قول و فعل کو کسی خاطر میں نہ لانے کا پورا حق رکھتے ہیں اور اس باطل کے ردّ میں حق بجانب ہیں- پورے وثوق سے وہی بات کہی لکھی جانی چاہیے جو درست اور قطعی دلائل سے ثابت ہے- میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ بیش تر تحریریں تعصب سے خالی نہیں ہوتیں مگر کسی سے وہ تعصب جو الحب للہ وللرسول والبغض للہ وللرسول کی بنیاد پر ہو، روا مانا سمجھا جاتا ہے، جو محض سچائی اور حقائق کی بنیاد پر ہو وہ گوارا ہوتا ہے- ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں خود ساختہ عقیدے نہیں رکھتے نہ ہی رکھ سکتے ہیں، انہیں ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کہنے سے پہلے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ”لا یمکن الثناء کما کان حقہ“ ان کے بارے میں آزادیٔ فکر نہیں، پابندیٔ فکر ضروری

Marfat.com

ہے اور پابندی بھی قرآن واحادیث کے مطابق ضروری ہے اور قرآن واحادیث کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے یا شرح وتفسیر کرتے ہوئے محض اپنی رائے سے کام نہیں لیا جا سکتا۔

ص ۱۶، نعت رنگ شمارہ ۶ پر جناب سید ابوالخیر کشفی کی تحریر میں ہے کہ:

''مدینہ سے اپنے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے اُردو نعت گو نے یہ بات بھی اپنے اوپر واجب کرلی ہے کہ مدینہ کا تقابل جنت سے کیا جائے اور جنت کا ذکر تحقیر سے کیا جائے اور حشر سے پہلے اور حشر کے بعد جنت کی جگہ مدینہ میں قیام پر زور دیا جائے۔ ان اللہ کے بندوں سے پوچھئے کہ جب جنتیوں کے سردار محمد عربی ﷺ جنت میں ہوں گے مدینہ ہمارے لئے کیا ہوگا۔ جنت کا یہ استخفاف قرآن ناشناسی بلکہ اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ اور سستی جذباتیت ہے۔''

کشفی صاحب نے ''سستی جذباتیت'' کے الفاظ استعمال فرمائے جو ''پھبتی'' لگے۔ جو شعراء تقابل کرتے ہیں ان کی بات نہیں کرتا۔ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اُردو شعراء ہی نہیں عربی اور فارسی کے شعراء نے بھی مدینہ منورہ کو دیارِ حبیب کی وجہ سے بہت عقیدت سے منظوم کیا ہے۔ ہمیں مکہ مکرمہ بھی پیارا ہے کہ: وانت حل بھذا البلد (سورۃ البلد) فرما کر اللہ کریم نے نسبتِ محبوب ہی کی وجہ سے اس کی قسم یاد فرمائی اور ہمارے محبوبِ کریم ﷺ کو بھی مکہ مکرمہ محبوب تھا، جہاں تک بات ہے جنت اور مدینہ منورہ کی تو برہان پور، بھارت کے جناب عبدالباقی اشرفی نے کیپ ٹاؤن جنوبی افریقا میں یہ شعر سُنایا تھا، اچھا لگا ؎

''مدینہ جس نے دیکھا ہے وہ جب جائے گا جنت میں
کہے گا یہ جگہ دیکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے''

جنت کی فضیلت میں شُبہ نہیں اور اس کا استخفاف درست نہیں، اس بارے میں اہلِ علم کوئی اور رائے نہیں رکھتے مگر اس میں بھی شُبہ نہیں کہ اِس سرزمین پر مدینہ طیبہ اہلِ ایمان کے لئے جنت ہے جیسا کہ فارسی مشہور شعر ہے ؎

اگر فردوس بر رُوئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

Marfat.com

وادئ کشمیر کو جنت نظیر کہتے ہوئے اگر یہ شعر اس کے لئے ہے تو یہاں کشفی صاحب ہی کا بیان کیا ہوا وہ جملہ دُہراؤں گا کہ:''جب کوئی شعر اپنے موضوع اور مخاطب سے بڑا ہو تو......''

کشفی صاحب نے فضائلِ مدینہ کے موضوع پر کتب دیکھی ہوں گی اور یہ دعا بھی کتبِ احادیث کے حوالے سے دیکھی ہوگی: اللھم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشدّ حبّا - اس لئے محبتِ مدینہ کے حوالے سے جذباتیت کو سَستی (گھٹیا یا کم تر) کہنا درست نہیں البتہ جنت کا استخفاف روا نہیں - حدیث شریف میں شہید کے حوالے سے ذکر ہے کہ وہ جنت میں اس مزے اور لذت کے نہ ہونے پر جو اسے راہِ خدا میں سر کٹاتے، جان دیتے ہوئے دنیا میں ملی تھی، دنیا میں واپس جانے کی خواہش بیان کرے گا - اسے جنت کا استخفاف نہیں سمجھا جا سکتا، اسی طرح ایک مومن عاشقِ رسول (ﷺ) کو دنیا میں جو راحت مدینہ منورہ میں میسر ہے اس کے باعث وہ (اَن دیکھی جنت کے بجائے نظر آتی جنت نگاہ)، مدینہ منورہ سے محبت ظاہر کرتا ہے تو اسے سَستی جذباتیت نہ کہا جائے بلکہ اسے اچھے پیرائے میں یہ سمجھایا جائے کہ مدینہ منورہ کی محبت دراصل رسول کریم ﷺ کی وجہ سے ہے اور محشر میں رسولِ کریم ﷺ، مدینہ منورہ کے اہلِ ایمان کے ساتھ جنت ہی میں ہوں گے اور آقا کا مدینہ طیبہ جنت میں شامل ہوگا - یوں بات بھی ہو جائے گی اور سمجھ بھی آ جائے گی اور نامناسب الفاظ و لہجے کی گنجائش نہیں رہے گی -

اسی طرح کشفی صاحب ص ۷۱ پر کملی کا تذکرہ کرتے ہوئے نعت گو شاعر کو سمجھا رہے ہیں کہ مزمل و مدثر کے الفاظ کو ان کی وسعت اور معنویت کے ساتھ دیکھو مگر خود یہ الفاظ بھی لکھتے ہیں کہ

:''یہ (کملی) مدثر اور مزمل کے مرتبہ عالی کی ہندی شکل ہے...... وہ چادر جو وحی کے بارِ گراں کو سہل بنانے کے لئے تھی اس کو بھگتی کا رنگ دے کر یہ عاشقانہ روپ دیا گیا ہے -'' آگے مزید لکھتے ہیں:''معاذ اللہ یہ چادرِ رسالت کو صوفی کی گلیم یا سادھو کی کملی سمجھتے ہیں -''

کشفی صاحب کو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے جانے کیوں یہ خیال نہیں آیا کہ صوفی اور سادھو میں مناسبت بیان کرنا اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی مبارک کملی کا بیان اس تناظر میں

Marfat.com

یوں کرنا بھی تو ادب و تعظیم کے منافی ہے۔ انہیں دوسروں کو ادب سکھاتے ہوئے خود بھی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ وہ اپنے اسی درشت لہجے میں گنبدِ خضرا کا ذکر بھی کر گئے۔ کشفی صاحب صرف وہی معانی و مفاہیم ہی کیوں معتبر جانتے ہیں جو ان کے علم و مطالعہ میں ہیں؟'' اکرام مانسب بہ'' کے تحت انہیں رسولِ کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شئے کے بیان میں احتیاط کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے اس بارے میں علمائے اسلام کے ارشادات ملاحظہ نہیں فرمائے اور شاید وہ خود کو ان پابندیوں سے مستثنیٰ خیال فرماتے ہیں جو دوسروں کے لئے ضروری گردانتے ہیں۔

ص ۶۸ پر جناب رشید وارثی نے رسولِ کریم ﷺ کے لئے ''بے ہوشی'' کے الفاظ ترجمہ میں بیان فرمائے، ص ۶۷ پر ''مرض میں مبتلا ہوئے'' کے الفاظ تحریر کیے۔ ص ۷۰ پر فرمایا کہ ''آپ (ﷺ) کو پسینہ بہت زیادہ آتا تھا۔'' ان الفاظ پر وہ توجہ فرمائیں، کیا یہ درست ہیں؟ اسی طرح ہونے چاہئیں یا......؟

اپنی با مقصد تحریر کے آخر میں وہ فرماتے ہیں: ''اگرچہ اس مقالے پر اعتراضات کا بھی احتمال ہے لیکن اس بندۂ ناتواں نے اللہ تبارک و تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے پوری حق گوئی اور خلوصِ نیت کے ساتھ حقائق کا جرأت مندانہ اظہار کیا ہے۔''

مجھے بہت خوشی ہے کہ نعت شریف کے حوالے سے عمدہ اصلاحی تنقید ہو رہی ہے اور مقصد بھی خوب ہے کہ شرعی تقاضے پورے ہوں۔ ادب کے منافی کچھ نہ ہو، غلطی و کوتاہی کو جان کر ان کا اعادہ نہ کیا جائے اور جو کچھ غلط ہو گیا اس سے توبہ کی جائے۔ مگر محترم وارثی صاحب ان لوگوں کے نام، القاب و آداب سے کیوں لیتے ہیں جو اپنی تحریروں کے حوالے سے گستاخی کا سنگین جرم کر چکے یا گستاخوں کی حمایت کا جرم کر رہے ہیں یا گستاخوں کے لیے شرعی احکام صرف اس لئے نہیں مان رہے کہ شخصی و گروہی مفاد و لحاظ اہم ہے؟ وارثی صاحب نے تلمیحات کے حوالے سے بہت سے اشعار نقل فرمائے اور بجا اعتراض کیے لیکن آیات و احادیث کے ترجمے نقل کرتے ہوئے انہوں نے اس بنیاد کو ترجیح نہیں دی جو اشعار نقل کرتے ہوئے ان کے پیشِ نظر رہی۔ ص ۵۵ پر انہوں نے وحی اور الہام کا بیان کرتے ہوئے اس آیت ''ان الشیاطین لیوحون الی

Marfat.com

اولیائھم ''(الانعام :۱۲۱) کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

جناب جمال پانی پتی کا مضمون بعنوان ''نعت گوئی کا تصورِ انسان'' ص۲۲ سے ص۴۶ تک نعت رنگ کے شمارہ ۶ میں ہے۔ اس میں ''روایتی اسلام، مذہب کے دُم چھلے، کٹھ ملاؤں، مُلّائے مکتبی یا چلتے پھرتے علامۂ دَہر'' کے الفاظ و تراکیب محلِ نظر ہیں۔ ان کی تحریر میں بہت عمدہ باتیں بھی نظر آئیں اور ایسی بھی دیکھیں کہ تعجب ہُوا اور ملال بھی۔ اس حوالے سے ضرور لکھتا مگر مجھے پہلے ہی یہ احساس ہو رہا ہے کہ میرا یہ مکتوب خاصا طویل ہو گیا ہے۔ صورت و حقیقت کی بحث بہت ہو چکی ''انا احمد بلا میم'' کے حوالے سے صرف اتنی عرض ہے کہ اگر یہ قول حضرت خواجہ رضی الدین محمد الباقی المعروف حضرت خواجہ باقی باللّٰہ نقش بندی (رحمۃ اللّٰہ علیہ) سے سند اور صحت کے ساتھ ثابت ہے تو بھی وہ معنی نہیں ہو سکتے جو صاحبِ مضمون نے ذات اور حقیقت کے حوالے سے نقل فرمائے ہیں۔ اس کی تاویل اگر کی جائے گی تو لفظ ''احد'' کی بنیاد پر ہوگی۔ حضورِ اکرم ﷺ مخلوق ہیں اور مخلوق میں احد ہیں یعنی بے مثل و بے مثال، یکتا و یگانہ۔ وہ خود فرماتے ہیں '' ایکم مثلی '' کون ہے تم میں میری طرح؟ دوسرے مقام پر فرمایا'' لست مثلکم ''مَیں تمہاری طرح، تم جیسا نہیں ہوں۔ سمجھنے کے لئے یہ مثال پی ٹی وی سے بعنوان'' بے مثل بشر'' فہم القرآن پروگرام میں برسوں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ چائے، پانی اور پتّی سے بنتی ہے۔ پانی کی مقدار زیادہ اور پتّی کی مقدار کم ہوتی ہے مگر پانی میں تھوڑی سی پتّی ملا دیں تو سب سے پہلے نام بدل جاتا ہے پھر رنگ، ذائقہ، مہک، اثر، حیثیت وغیرہ وغیرہ۔ تھوڑی سی پتّی ملا دی تو اب اسے پانی نہیں کہتے، چائے کہتے ہیں۔ بلا تشبیہ۔ جس بشر میں اللّٰہ تعالیٰ نے نبوت رکھی، اسے اب بشر نہیں، رسول اللّٰہ (ﷺ) کہیں گے۔ جمال صاحب نے بعض جملے بہت خوب ارشاد فرمائے۔ یہ آیت بھی ملاحظہ فرمائیں: وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم (الانعام :۳۸) اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔ مثلیت کا دعویٰ کرنے والے یہ آیت بھی پیشِ نظر رکھیں، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ افتو منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (البقرہ:۸۵)۔ پورا قرآن ماننا ہوگا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جانوروں

Marfat.com

اور پرندوں کو انسانوں جیسی امتیں فرمایا- جو کوئی رسولِ کریم ﷺ کو قرآن کی آیت پڑھ کر بشروں کے مثل یا خود کو بشر مان کر اپنی مثل کہنے پر مُصر ہے وہ خود کس کی مثل ہے؟ یہ نہ بھولے- رسولِ کریم ﷺ کی بشریت کا کون انکار کرتا ہے؟ مگر یاد رہے کہ وہ بے مثل و بے مثال بشر ہیں- یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جانور ہماری طرح ہیں تو ہم حضورِ اکرم ﷺ کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟ قرآن ہی میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: مثل نوره كمشكوة فيها مصباح (النور:۳۵)- اس آیت کے الفاظ کو بنیاد بنا کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللّٰہ کا نور چراغ کی طرح ہے؟ اسی لئے قرآنِ کریم کے خود سے معنی کرنا یا تفسیر بالرّائے کرنا سخت منع ہے اور ایسے کے لئے سخت وعید ہے- آج قرآن کا محض عام لغت کی بنیاد پر ہر کسی کے لئے ترجمہ کی راہ کھولنا ایسا سانحہ ہے جس کے نتائج نہایت سنگین ہیں اور تمسخر و تضحیک اور توہین تک بات پہنچ گئی ہے- نعت رنگ کی صرف تین تحریروں پر ایک ہی نشست میں، مَیں اتنا لکھ گیا ہوں، مجھ سے کوئی سہو ہُوا یا کوئی بات غلط لکھ گیا ہوں تو اللّٰہ کریم سے طالبِ عفوو مغفرت ہوں-

نعت رنگ کے آخر میں خطوط ہیں- پانچواں خط میرا ہے جس میں املا و عبارت کی غلطیاں کمپوزنگ میں ہوگئی ہیں- وہ کا لفظ اور لکھا گیا، جھجکے کا لفظ جھجکتے لکھا گیا- ص۴۲۲ کی سطر پر جملہ صحیح یوں ہوگا ''اور اہلِ علم پر زبانِ اعتراض دراز کرنا ہرگز درست نہیں'' مطبوعہ یوں ہے ''اور اہلِ علم پر زبانِ اعتراض دراز نہیں کرنا ہرگز درست نہیں-'' ص۴۲۳ پر اصنامی کو ''اضافی'' کمپوز کر دیا گیا اور جہاں جہاں یہ لفظ آیا وہاں ''می'' کو ''فی'' کمپوز کر دیا گیا ہے- تصحیح کے لئے تذکرہ کر دیا ہے- (قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کی کمپوزنگ میں ان حروف کو درست کر دیا گیا ہے-)

جناب احمد صغیر صدیقی نے میری اسی مذکورہ تحریر میں وہ آیات ملاحظہ نہیں فرمائیں جو مَیں نے درج کر دی تھیں- اگر مزید تفصیل درکار ہو تو اِن شاء اللّٰہ پیش کروں گا- ان سے عرض ہے کہ صحیح مبالغہ سے مراد جائز مبالغہ ہے- جناب سہیل احمد صدیقی نے اپنے مکتوب میں میری بابت تحریر فرمایا کہ انہیں مجھ سے اس قدر نامکمل جواب کی توقع نہیں تھی- انہوں نے توجہ نہیں فرمائی -مَیں نے جواب نہیں لکھا تھا، کسی تحریر کے حوالے سے اشارہ کرتے ہوئے مختصر وضاحت کی تھی-

Marfat.com

انہوں نے میرے الفاظ پر توجہ نہیں فرمائی۔ میں نے ''خدا'' کہنے لکھنے کو غلط یا ناجائز نہیں کہا۔ علاوہ ازیں وہ اسماء حسنٰی ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کیا ''خدا'' اللّٰہ تعالیٰ کا نام ہے؟ لفظ ''خدا'' کے استعمال پر وہ ثواب نہیں ہو سکتا جو ''اللّٰہ'' (تعالیٰ) کہنے پر ہوگا۔ ص ۴۳۸ پر ''بنام خداوند بخشائندہ و مہربان'' لکھنے کے بعد سہیل صاحب نے قوسین یعنی بریکٹ میں خود لکھا ہے ''(بسم اللّٰہ کا ترجمہ) ''ان سے یہی عرض ہے کہ ''خدا'' کے لفظ کو اللّٰہ کا نام نہیں بلکہ کسی نام کا ترجمہ یا فارسی میں اللّٰہ تعالیٰ کے لئے پکارا جانے والا لفظ کہیں گے، تاہم اپنے مکتوب کے آخر میں وہ الجواب کے تحت تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امید ہے انہیں مجھ سے شکایت نہیں رہی ہوگی۔ (قارئین الجواب کے اس حصے کی تفصیل اس مکتوب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)۔

اپنے مکتوب کے آخر میں عرض کروں کہ یہ فقیر نہایت گناہ گار ہے اور اپنی ہر تحریر و تقریر میں اپنی تمام کوتاہیوں، غلطیوں کے لئے اللّٰہ کریم سے طالبِ عفو مغفرت رہتا ہے۔ وہ دوست جو میری کسی تحریر و تقریر میں کوئی غلطی و کوتاہی دیکھیں مجھے ضرور آگاہ فرمائیں۔ فی الواقع غلطی پر یہ فقیر توبہ و استغفار اختیار کرے گا۔ غلطی کو غلطی نہ ماننے کی غلطی ان شاء اللّٰہ نہیں کرے گا۔

''یہ فقیر اپنا خط مکمل کر چکا تھا، نعت رنگ کی مزید سرسری ورق گردانی کرتے ہوئے جناب عزیز احسن کی تحریر ''اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش'' میں ص ۱۰۰ پر کچھ جملے نظروں میں اٹک گئے تو یہ اضافہ ضروری ہو گیا، وہ لکھتے ہیں:

''لفظوں پر انتقاد کے علاوہ خیال کی اصلاح کا بھی حضور نبی کریم علیہ السلام نے ہمیشہ خیال رکھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک جگہ کچھ لڑکیاں دَف بجا کر بدر کے کچھ شہداء کی شجاعت بیان کر رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے کہا ''ہم میں ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔'' رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا ''یہ بات مت کہو اور جو تو پہلے کہتی تھی وہی کہہ۔''

عزیز احسن صاحب تین سطروں کے بعد مزید فرماتے ہیں: ''ان نظائر کی روشنی میں اس خیال کا تو ابطال از خود ہو جاتا ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے جن الفاظ و خیالات کو نسبت ہو جائے وہ تنقید مروّجہ سے بلند و بالا ہو جاتے ہیں۔''

Marfat.com

محترم صبیح رحمانی صاحب! آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کے ذریعہ نعتیہ شاعری پر تنقید کے لئے کیا آپ نے کوئی معیار، اسلوب اور شرائط وغیرہ بھی رکھی ہیں یا ہر کوئی اپنی فہم پر انحصار کر کے اپنی بات کو ''قولِ فیصل'' ٹھہرائے گا؟ جناب عزیز احسن کو بخاری شریف میں موجود مذکورہ روایت کے نہ جانے کس لفظ سے ''خیال کی اصلاح'' کا خیال آیا ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے نکیر فرمائی کہ وہ کل کو ہونے والی بات کی خبر نہیں دیتے؟ گیت گانے والی لڑکی کو ایک بات نہ کہنے کے لئے فرمانے کی وجہ ''خیال کی اصلاح'' کیسے سمجھ لی گئی؟ اپنی فہم کو خاطر میں لاتے ہوئے مقام و شانِ رسول (ﷺ) کا خیال کیوں نہ رہا؟ عزیز احسن صاحب بخاری شریف ہی سے یہ حدیث شریف بھی ملاحظہ فرمائیں:

''قام فینا رسول اللّٰہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظ ونسیہ من نسیہ ''

اور مسلم شریف میں موجود اس روایت کو بھی ملاحظہ فرمائیں: ''قام فینا رسول اللّٰہ ﷺ مقاما ماترک شیایکون فی مقامہ ذالک الیٰ قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ ۔ ''

بخاری شریف میں موجود حدیث شریف حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ اور مسلم شریف والی حضرت حذیفہ رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے۔ دونوں روایتوں میں واضح ہے کہ اللّٰہ کی عطا سے جاننے والے نبی پاک ﷺ نے کائنات کی ابتداء سے انتہا تک سب خبریں دیں اور جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا۔

مصباح اللغات علمائے دیوبند نے مرتب کی ہے۔ اس میں لفظ ''نبی'' کے معنی: النبی، المخبر عن الغیب ہی درج ہیں۔ علمائے دیوبند میں مشہور جناب شبیر احمد عثمانی، آیہ قرآنی :وماھو علی الغیب بضنین (التکویر:۲۴) کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔''

نعتیہ شاعری پر تنقید ضروری کی جائے مگر علم وفہم میں توازن ضروری ہے اور واضح رہے

Marfat.com

کہ نبی پاک ﷺ کی ذات وصفات، محامد ومحاسن اور ان کے جمال وکمال کے بیان میں قلم و زبان کو حد درجہ احتیاط لازم ہے بلکہ فکر و خیال کو بھی۔ کوشش کی جائے کہ جو بات ہو وہ محض خامہ فرسائی کے شوق کی تکمیل نہ ہو۔ اللہ کریم ہمیں علمِ نافع اور ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ عزیز احسن صاحب اس بارے میں تفصیل جاننا چاہیں تو میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی تصنیفِ لطیف ''ذکرِ جمیل'' ملاحظہ فرمالیں۔

☆☆☆

ادارہ نعت رنگ کی طرف سے شائع کردہ **''الجواب''** (لفظِ ''خدا'' کے بارے میں تحقیق:)

''اُردو اور فارسی میں لفظ خدا کی جمع کے علاوہ اس کے دیگر مشتقات، اس کی تانیث اور مختلف لاحقوں کے ساتھ اس کا لسانی برتاؤ بھی ہے جس کی کچھ مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

۱:۔ **خدائے سخن** : فنِ شعر و شاعری میں باکمال، میر تقی میر کو اُردو غزل کے حوالے سے خدائے سخن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ولی دکنی کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

ولی سے ہوئی ابتدائے سخن　　　　کہ مشہور ہے وہ خدائے سخن

۲:۔ **خدائے خیر**: ایزد (آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق خیر کا خدا۔)

۳:۔ **خدائے شر (بدی کا خدا)** : آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق بدی کا خدا۔

۴:۔ **خدائے مجازی** : بادشاہ وقت، حاکم وقت، خاوند۔

۵:۔ **خدا فروش** : مکّار صوفی۔

۶:۔ **خدا تراشنا** : (محاورہ) اپنے خیالات کے مطابق کسی کو اعلیٰ درجہ دینا

''تراشیں تخیل میں اپنے خدا''

۷:۔ **خدانی** : مالک کی تانیث۔ سردانی، دیوی (خدا+نی) لاحقۂ تانیث

Marfat.com

استعمال: مرتبہ پاؤ گی خدائی کہلاؤ گی)

طلسم نوخیز جمشیدی

۸:- **خدائی** : آقا-مالک کی تانیث (لغت-انجمن ترقی اُردو) ملکہ

۹:- **خداوند** : مالک، خدا، حاکم عہدیدار، حاکم

بحر کاہل کے جزیروں کے اُفیمی باسی قسمت مشرق اقصیٰ کے خداوند ہے (ابنِ انشا)

۱۰:- **خداوند** : (کنایۃً) محبوب، معشوق

اے بوسے کا سائل ہوں خداوند سے اے مہر شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

۱۱:- **خداوند** : بادشاہ کو مخاطب کرنے کے لئے بولا جاتا ہے-(لاحقہ صفت)

''بادشاہ کے سامنے زمین بوس ہو کے عرض کرنے لگا-خداوند! میری عمر پچیاسی برس کی ہے-'' (مضامین شرر)

۱۲:- **خداوندزادہ/خداوندزاد** : (کنایۃً امیر یا رئیس کا بیٹا)

۱۳:- **خداوندطبع** : آقا منش، مقدورانہ طبعیت کا مالک-

''اُردو نے تھوڑی سے عمر میں وہ شوخی دکھائی کہ اچھے اچھے خداوندطبع لوگ اس کی محبت کا دم بھرنے لگے-'' (مقالات ناصری)

۱۴:- **خداوندمجاز** : دنیاوی اور ظاہری خداوند، پیرومرشد، صاحبِ کرامات

(خداوند+مجاز = لاحقہ صفت)

تجھے منظور ہو دنیا تو یہ کیا روک سکتا ہے ذریعہ ہے حقیقت میں خداوندمجاز اپنا (دیوان حبیب)

۱۵:- **خداوندنعمت**: بادشاہوں اور رئیسوں کو مخاطب کرنے کا کلمہ-

جگر کو مرے عشق خونابہ مشرب لکھے ہیں خداوندنعمت سلامت (غالب)

۱۶:- **خداوندان وقت**: وہ لوگ (صوفیا) جو زمانے کی قید سے آزاد ہوتے ہیں-(ترجمہ

Marfat.com

۱۷:- **خداوندی** : اللہ کی قدرت، حکم الٰہی، خدائی (اور اس کے ساتھ)

۱۸:- **خداوندی** : امیری، بادشاہت

متاعِ بے بہا ہے دردِ سوزِ آرزو مندی مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی (اقبال)

۱۹:- **خدائی**: الوہیت، خدا سے منسوب، بندگی کی ضد۔

"خدا کی خدائی میں کون شریک ہے۔" (اس کے ساتھ یوں بھی مستعمل ہے)

۲۰:- **خدائی** : راج، حکمرانی

رہیں گے اب خدائی میں بتوں کی بہت گزری ہے دورِ آسمان میں

۲۱:- **خدائی** : خدا بنانے کا عمل، ایسا کام جس سے کسی کو خدا ٹھہرا دیا جائے۔ (فرہنگ اقبال)

"گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ" (اقبال)

۲۲:- **خدایان** : خدا+ی (اتصال)+ان (لاحقہ جمع) جو لوگ مالک ہیں۔

(فرہنگ اقبال)

۲۳:- **خدایانِ بحر و بر** : سمندر اور روئے زمین کا علم رکھنے والے۔ قضا و قدر کے کارکن فرشتے۔

"خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے" (بال جبریل)

۲۴:- **خدایانِ ہمالہ** : ہمالیہ کی وادیوں میں رہنے والے ہندو سادھو۔ ہندو دھرم کے فلسفی۔

"دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ" (ارمغان حجاز)

لفظ خدا کے مشتقات اور لاحقوں کے ساتھ استعمال کی یہ وہ صورتیں ہیں جن کی بناء پر ذات باری تعالیٰ کے لئے لفظ خدا کے استعمال سے بعض احتیاط پسند حضرات اجتناب کرتے ہیں۔ تاہم اولیائے کرام اور فقہائے عظام نے لفظ خدا اس کے اصل معنی میں کثرت سے استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لئے خدا کا استعمال جائز ہے۔ لیکن افضل و اولیٰ

Marfat.com

یہی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کو اس کے اسم ذات یا اسمائے حسنیٰ ہی سے پکارا جائے''۔ (ص، ۲۴۱ تا ۲۴۳، نعت رنگ شمارہ نمبر ۶)

Marfat.com

مکتوبِ ششم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 9)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

برادرِ محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید مجدہٗ - سلام مسنون

اللہ کریم جلّ شانہٗ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہمیں مسلکِ حق پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

سب سے پہلے اکٹھے دو شمارے شائع کرنے پر ڈھیر ساری داد اور مبارک باد- مجھے یاد ہے کہ گزشتہ شمارہ آیا تھا تو ان دنوں بھی اپنے والدِ گرامی حضرت مجدد مسلکِ اہلِ سنّت، خطیبِ اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری کے سالانہ عرس کی تیاریوں میں مصروف تھا اور یہ تازہ دونوں شمارے بھی ٹھیک سال بھر بعد انہی دنوں آئے کہ عرس شریف کا مرحلہ تھا- دونوں شمارے فضلی سنز، اُردو بازار کراچی سے منگوائے، آپ نے اس بار شماروں کی اشاعت کی خبر تک نہیں کی- آپ نے سال بھر وقفہ کیا، اس وقفے نے مجھے سُست کر دیا کہ فوری طور پر کچھ لکھنا ضروری نہیں، نتیجہ یہ ہُوا کہ مجھے میرے مشاغل نے گھیرے رکھا اور مَیں دونوں شماروں سے استفادہ تو کرتا رہا لیکن لکھنے کو قلم نہ اٹھایا- آپ کے عدیل قاسمی صاحب دو مرتبہ میرے پاس تشریف لائے اور آپ کا یہ پیام پہنچایا کہ اتنا طویل خط لکھ سکتے ہیں تو مستقل مضمون کیوں نہیں لکھتے؟ ان سے عرض کی کہ صبیح رحمانی سے ابتداء میں یہی وعدہ (مشروط) ہُوا تھا کہ مندرجات کے حوالے سے دینی و علمی اور اعتقادی اصلاح میں ممکنہ معاونت کروں گا- عرصہ ہُوا کہ شعر و ادب کو وہ وقت نہیں دے پاتا جو پہلے کبھی دیا کرتا تھا، روزانہ کی ڈاک کا جواب دینے کے لئے کچھ وقت نکالتا ہوں، اسی میں نعت رنگ کا حصہ ہو گیا- اگر کبھی کچھ لکھا تو نعت رنگ ہی کے لئے ہوگا- ان کی جذباتی مدلل جرح بھی کسی مستقل تحریر کا باعث نہیں ہوئی- ایک موضوع پر انہوں نے کچھ فرمایا تو ''فنون'' کے دو شمارے

Marfat.com

ان کو مستعار دیئے کہ وہ اس میں ضروری صفحات کا عکس لے کر واپس پہنچا دیں لیکن تا ایں دم وہ نہیں آئے، آپ نے ایک شب فون میں میرے مطبوعہ خط پر احباب کے تاثرات بتائے تھے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی گفتگو بھی کی، میرے محترم! حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اپنے زمانے میں گویا، نابغہ عصر تھے، اس حوالے سے ان کا ایک شعر کہہ کر بات سمیٹ دیتا ہوں وہ فرمایا کرتے تھے۔

ہم نہیں جانتے ہیں وجود و شہود
یہ باتیں ہیں دو، اور خدا ایک ہے

الفتوحات المکیہ اور مکتوبات شریف کا مطالعہ (کسی قدر) مَیں نے ضرور کیا ہے۔ قلبی طور پر مَیں حضرت ابن عربی اور حضرت مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہما، دونوں کا عقیدت مند ہوں اور حضرت ابن عربی کے مزار شریف پر جب حاضر ہُوا تھا تو کیفیات و واردات نے رُوح کو معطر کیا، جو لوگ (اہلِ علم و اہلِ محبت) اس بحرِ عمیق کے غواص ہیں، ان ہر دو کے گہر پارے نظر سے گزرتے ہیں لیکن مَیں نے اس موضوع کو طبیعت میں راہ نہیں دی، مَیں شاید اہل ہی نہیں۔ محبت کا ہر پھول جو مہکے اس کی مہک سے خوش ہوتا ہوں کچھ وہی حال کہ 'نظرے خوش گزرے' اس سے زیادہ کی تاب ہے نہ مجال۔

آپ کے دونوں شمارے طباعت میں عمدہ ہیں، آپ کا سفرِ ذوق ترقی پذیر ہے۔ حمد نمبر اپنے موضوع کے لحاظ سے آپ کی پہلی مگر عمدہ کاوش ہے۔ آپ نے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو شاید نئے شمارے نہیں بھجوائے، انہوں نے تین بار شکوہ دُہرایا ہے، وہ آپ کے بھائی عاطف معین قاسمی سے مدینہ منورہ میں ملے وہاں بھی تذکرہ رہا۔

مجھے اس برس ایک موضوع پر تحقیق میں خاصا وقت لگا۔ رسولِ کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ نادہند لوگوں نے ہرزہ سرائی کی تھی، پاک و ہند میں اس موضوع پر کچھ مطبوعات منظرِ عام پر آئیں۔ اس فقیر نے بھی ہدیۂ عقیدت پیش کیا، چند صفحات لکھنے کا ارادہ کیا تھا، کمپوزنگ ہوئی تو ضخیم کتاب تیار ہوگئی۔ پبلشر نے دوسرا پروف

Marfat.com

نہیں دکھایا، کتاب میں املا کی کچھ غلطیاں رہ گئیں، تاہم وہ طبع ہو گئی، اللہ کرے کہ شرفِ قبول پائے، آمین۔ معترضین بلاشبہ ستم کرتے ہیں لیکن اہلِ محبت کرم کرتے ہیں کہ معترضہ موضوع پر تحقیق جمع ہو جاتی ہے اور نسلوں تک کام آتی ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر پہلی مرتبہ مَیں نے والدینِ کریمین کے مزارات کی فوٹو بھی شائع کر دی کہ اہلِ ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ ماہِ رجب سے ذی الحج کا مرحلہ آ گیا، مجھے ماہِ محرم الحرام میں اِن شاء اللہ بیرونِ ملک جانا ہے اور اندازہ ہے کہ سانس کی ڈور کے ساتھ مشاغل کی کثرت ہے، اس لئے آج آپ کے نام یہ سطور تحریر کر رہا ہوں۔ وقفے کے باعث یہ تحریر شاید قدرے مختلف ہو تاہم محض خانہ پُری کے لئے نہیں۔

آپ اپنے نام کے ساتھ ''سید'' کا لفظ خود نہیں لکھتے جب کہ شمارے میں کچھ مقامات پر ہوتا ہے۔ ساداتِ کے حوالے سے اکثر کہا کرتا ہوں کہ سید یا تو خاندانی ہوتے ہیں یا پھر جاپانی۔ خاندانی سادات کو اپنے نام کے ساتھ ''سید'' لکھتے رہنا چاہیے، تاکہ کہیں اچانک تذکرہ ہو تو دوسروں کو شُبہ کرنے کی گنجائش نہ رہے اور کوئی انہیں جاپانی یعنی خود ساختہ سید گمان نہ کرے۔ ضروری نہیں کہ آپ بہر طور اس بات سے اتفاق کریں احتیاطاً عرض کی ہے۔

''شعر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی رائے'' کے عنوان سے نعت رنگ شمارہ ۸ میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کا پچیس چھبیس صفحات پر مشتمل مقالہ ہے۔ املا کی چند غلطیوں سے قطع نظر، اسے وقیع اور تحقیقی پایا، مجموعی طور پر اختلاف کی گنجائش نہیں ملی، ڈاکٹر صاحب کی محنت کی قدر کرتے ہوئے جزوی اختلاف کا تذکرہ بھی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ صفحہ ۵۲ سے جناب ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی کی تحریر شروع ہوتی ہے، لفظ ''عاصی'' بطور نام مختلف فیہ اور غیر مانوس ہے، ان کی تحریر میں کچھ جملے نئے لگے اور اچھا تاثر ملا، ان کے اس جملے پر کوئی دلیل یا سند مذکور نہیں، فرماتے ہیں: ''عموماً دنیا کی ہر زبان میں نثر سے پہلے شاعری وجود میں آتی ہے۔'' جاننا چاہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہے یا خیال؟ ص ۵۳ پر وہ لکھتے ہیں: ''مختلف مذاہب و عقائدِ عالم کے مقابلے میں دینِ اسلام ایک انقلابی عقیدے کے ساتھ سامنے آیا......'' اس بارے میں پروفیسر صاحب کی توجہ میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ حضرت آدم علیہ السلام، انسانِ اوّل سے ہمارے نبی پاک ﷺ

Marfat.com

انسانِ کامل کی بعثت تک توحید کے حوالے سے عقیدہ واضح اور ایک ہی رہا ہے اور باقی عقائد و مذاہب لوگوں نے وضع کیے اور انہیں وہ اسلام کے مقابلے میں لانے کے مرتکب ہوئے۔ اسلام تو ان کے مقابلے میں نہیں آیا یعنی اسلام شروع سے ہے، ہاں یہ جملہ وہ شاید یوں کہنا چاہتے ہوں کہ ''مختلف مذاہب و عقائدِ عالَم، دِینِ اسلام کے ایک یقینی و انقلابی عقیدے کے سامنے لائے گئے اور مقابل ہوتے رہے۔'' ان کے اس جملے میں لفظوں کی نشست کی تبدیلی سے بھی بات درست ہوجاتی کہ ''دِینِ اسلام کے ایک انقلابی عقیدے کے مقابلے میں مذاہب و عقائدِ عالَم سامنے آئے یعنی لائے گئے'' ہوسکتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے صرف رسولِ کریم ﷺ کی بعثت سے اسلام کو شمار کیا ہو تاہم مجھے ان کا جملہ درست نہیں لگا اس لئے وضاحت کردی، چناں چہ اسی صفحے پر وہ خود لکھتے ہیں: ''اور آپ ہی دِینِ اسلام کے پیغمبرِ آخرالزماں کے طور پر تشریف لائے۔'' اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: ''اللّٰہ، ملائکہ، جن وانس، ہمہ مخلوقات، تمام ارض وسماء، دنیا اور مافیہا آپ پر دُرود وسلام پڑھتی ہے اور آپ کی مدح وثناء میں مشغول ہے۔'' پروفیسر صاحب کا یہ بیانِ محبت و عقیدت ایسا بھی نہیں کہ اسے یکسر مسترد کردیا جائے اور ایسا بھی نہیں کہ یہ تمام وکمال مان لیا جائے۔ جنات میں غیر مسلم اور بدعقیدہ بھی ہیں اور یہ تو درست ہے کہ میرے مدنی تاج دار ﷺ تمام کائنات کے رسول ہیں اور اس میں بھی شُبہ نہیں کہ کائنات ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے معمور ہے اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بلاشُبہ ذکرِ خدا ہے، اللّٰہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ دُرود شریف ہمہ وقت بھیج رہے ہیں، مگر سب مخلوق کا میرے رؤف ورحیم رسولِ کریم ﷺ پر دُرود وسلام بھیجنا اور مدح وثناء میں مشغول ہونا یعنی ہمہ مخلومات کے حوالے سے یہ میرے علم میں کسی قطعی دلیل کے ساتھ مستحضر نہیں، یوں مَیں اسے عقیدہ کی بجائے عقیدت ہی کہوں گا تاآں کہ مجھے کوئی روایت اس حوالے سے معلوم ہوجائے۔ صفحہ ۵۵ پر فارسی کا تفوق عربی پر پروفیسر صاحب نے بیان کیا ہے اسے بھی بالکلیہ مانا نہیں جاسکتا اور پروفیسر صاحب نے شعری اصناف کے اکثر الفاظ جو تحریر فرمائے ہیں وہ سب عربی زبان کے ہیں۔

صفحہ ۵٦ پر ڈاکٹر یحیٰی نشیط کی تحریر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قصیدہ بردہ شریف کے اُردو

Marfat.com

منظوم تراجم پر اپنی معلومات پیش کی ہیں۔ وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ بخاری شریف کی پہلی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں: **انما الاعمال بالنیات** ، بے شک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اس واضح ارشاد کے باوجود کسی فعل کے قصد و ارادے سے خالی ہونے کا انکار محلِ نظر ہے۔ قصیدہ گو کے کلام میں اس کا جذبہ و ارادہ ہی بنیاد ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ قصیدے کا ممدوح بزرگ و محترم ہوتا ہے اور وہ لفظ قصیدہ کو قصد سے مشتق ماننے میں تامل فرماتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ایسی مہتم بالشان صنف (قصیدہ) کو ارادے اور قصد کے تابع کرنے سے اس میں آورد کا عیب پیدا ہو جاتا ہے جو خالص ہونے پر ملمع سازی کے مصداق ٹھہرے گا۔ نعتیہ قصائد کے سوا باقی قصیدوں کو ڈاکٹر صاحب نے فراموش کر دیا ورنہ وہ سب قصائد پر یہی رائے ظاہر نہ فرماتے۔ ص ۵۷ پر وہ لکھتے ہیں:

"اگرچہ نعتیہ قصائد میں بھی بعض اوقات غلو کی وجہ سے حفظِ مراتب کا خیال نہیں رکھا جاتا اور عبد و معبود کے فرق کو مٹانے کی دانستہ کوششیں ہوتی ہیں لیکن عربی قصائد اس عیب سے یکسر پاک نظر آتے ہیں، وہاں رسالت اور ربوبیت میں حدِ فاصل قائم رکھنے کے لئے جتن کیے گئے ہیں، خود حضور ﷺ نے بعض قصائد میں اس حد کو قائم رکھنے کے لئے اصلاح فرمائی ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے ایسی "دانستہ کوششیں" بیان نہیں فرمائیں، وہ یقیناً ایسے افراد سے اتنے واقف ہوں گے کہ ان کی کوششوں کے دانستہ یا نادانستہ ہونے کا بھی علم رکھتے ہیں، انہیں مثالیں، نمونے اسی وثوق سے پیش کرتے ہوئے اپنی رائے کو ثابت کرنا چاہیے تھا اور نبی کریم ﷺ نے جن بعض قصائد میں اس حد کو قائم رکھنے کے لئے اصلاح فرمائی، وہ بھی بیان کرنی چاہیے تھی تاکہ ان کے دعویٰ پر دلیل قائم ہوتی۔ وہ فرمودۂ قرآن: "**وفوق کل ذی علم علیم** (یوسف: ۸۶)" کے منکر نہیں ہوں گے، اپنی رائے کو قانون یا فیصلہ یا قطعی ٹھہرانے سے پہلے وہ حقائق واضح فرمائیں ورنہ ان کے یہ جملے دوسروں کو ناحق ثابت کرنے کی دانستہ کوشش قرار پائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب قصیدہ بُردہ شریف ہی کو بغور ملاحظہ فرمالیں تو انہیں بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں "**لیس لہ حد**" کے واضح الفاظ میرے محبوب کریم ﷺ کی رفعت شان کے لئے

Marfat.com

موجود ہیں۔کون ہے اس جہاں میں جو میرے آقا و مولیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حد بیان کر سکے؟ ڈاکٹر صاحب اگر اعتقادی طور پر دیو بندی مکتب فکر سے وابستہ ہیں تو وہ دارالعلوم دیو بند کے بانی کہلانے والے محمد قاسم صاحب نانوتوی کا منظوم کلام ہی ملاحظہ فرمالیں ، انہیں میرے موقف کی تائیدان کے اشعار سے بھی واضح ملے گی۔

ڈاکٹر صاحب اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: ''اس قصیدے کو شہرت ''قصیدہ بُردہ'' کے نام سے ملی ، جہاں اس کی ادبیت کو تسلیم کیا گیا وہاں تعویذ ، گنڈے میں اس کے اشعار استعمال کر کے اس کی فضیلت کو بھی منوالیا گیا ہے......''

جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے یہ جملے یہی واضح کرتے ہیں کہ وہ اپنے قلب وذہن میں کوئی گرہ رکھتے ہیں ورنہ اس مبارک قصیدہ شریفہ کی فضیلت کا بیان اس طرح نہ کرتے۔قریب ترین حوالے کے لئے وہ جناب اشرف علی تھانوی کی نشر الطیب ہی ملاحظہ فرمالیں کہ اس قصیدہ بُردہ کی فضیلت کی وجہ کیا ہے اور اس کی فضیلت کس قدر ہے؟ وہ عطر الوردہ سے بھی شاید واقف نہیں ،قصیدہ بُردہ سیکڑوں برس سے اکابر اولیاء وعلماء کا وظیفہ ہے کیوں کہ یہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں نہایت مقبول ہے اور تعویذ گنڈے کی تحقیر وتضحیک کیوں کر روا ہو سکتی ہے ، کلامِ الٰہی اور پاک ومبارک دعائیں والفاظ ہی تعویذات میں درج کیے جاتے ہیں ، ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب اور ایسے تمام دوستوں سے یہی عرض ہے کہ وہ لوگ دینی باتوں پر زبان وقلم کا استعمال کرتے ہوئے محتاط رہیں اگر انہیں کسی موضوع یا مسئلے پر شرحِ صدر حاصل نہیں تو وہ جاننے اور سمجھنے کی جستجو کریں لیکن اپنی ناواقفی سے دینی باتوں کی تضحیک وتوہین نہ کریں کیوں کہ اس کا وبال سنگین اور شدید ہوتا ہے۔

صفحہ ۵۸ پر ڈاکٹر صاحب نے علماء کے نام لکھے اور حضرت مولانا فضل رسول بدایونی کے نام کے ساتھ ''مولوی'' کا لفظ بھی گوارا نہ فرمایا جب کہ باقی سب کے نام کے ساتھ انہوں نے یہ لکھا ، یوں وہ خود کو گروہی وابستگی کے حوالے سے متعارف کرواتے ہیں جب کہ اس وابستگی کا واضح اعلان نہیں کرتے۔نعت رنگ کے اسی شمارے میں صفحہ ۱۴۸ پر ڈاکٹر صاحب کی ایک تحریر اور ہے ، سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت کا تجزیہ کے عنوان سے ، اس تحریر میں صفحہ ۱۵۴ پر وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''قرآنِ حکیم میں آپ ﷺ کی ایک صفت نور بھی بتائی گئی ہے چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قد جاء کم من اللّٰہ نور (المائدہ، آیت نمبر ۱۹) یعنی بے شک اللّٰہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا، دوسری جگہ آپ کو سراجا منیرا کہا گیا ہے......''

ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت صفحہ ۱۵۵ کے دامن تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے اسے پورا نقل نہیں کر رہا۔ مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے جو روایت تحریر فرمائی وہ شاید اصل کتاب سے نقل نہیں کی اسی لئے وہ اس کا صحیح ترجمہ درج نہیں کر سکے۔ اس بارے میں ان کے الفاظ ضرور نقل کروں گا وہ لکھتے ہیں: ''لیکن بعض عربی شعراء نے آپ کے چہرہ انور کی مدحت سرائی کچھ اس انداز سے کی ہے گویا آپ (ﷺ) سراپا نور ہیں۔''

جناب سید صبیح رحمانی! آپ کا نعت رنگ اب تک جن احباب میں اپنی منزلت بنا سکا ہے، وہ آپ کے اس جریدے کو محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے سراہ رہے ہیں لیکن ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب یا کچھ اور دوست دبے لفظوں یا کھلے لفظوں اعتقادات کی بحث میں اُلجھ رہے ہیں۔ عقیدہ ایسی چیز نہیں کہ اس میں شک کو راہ ملے، پختہ یقین عقیدہ کے باب میں لازمی ہے اور عقائد کی بنیاد لوگوں کے اقوال نہیں، قرآن و حدیث ہیں۔ ڈاکٹر یحییٰ صاحب کو اگر میرے نبی پاک ﷺ کے نور ہونے میں شبہ ہے تو وہ اپنے شبہ کو دُور کر لیں، نبی پاک ﷺ بلاشبہ سراپا نور ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر چاہیں تو انہیں علمائے دیوبند ہی سے اس کی تائید یہ فقیر پیش کر دے گا۔ وہ میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی کتاب الذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین ﷺ ملاحظہ فرمالیں، ان کی تسلی ہو جائے گی۔ جن شعراء نے نور نامے لکھے ہیں انہوں نے اپنی طرف سے طبع آزمائی کر کے یہ خیال وضع نہیں کیا۔ فاضلِ بریلوی اعلیٰ حضرت کا قصیدہ نوریہ قرآن و حدیث کی ترجمانی ہے۔

جناب مبین مرزا کی تحریر میں بھی کچھ باتیں نظر آئیں، کہاں تک لکھوں۔ جناب سلطان جمیل نسیم نے علامہ اقبال مرحوم کے حوالے سے لکھا کہ: ''اب رہی بات علامہ اقبال کی، انہوں نے واقعی حمد اور نعت کو ایک نیا رُخ دیا ہے اور کشفی صاحب کے مطالعے پر پوری اُترتی ہے۔ یعنی اقبال کے یہاں قرآن و حدیث کا مطالعہ اور کائنات کا مشاہدہ نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑوں

Marfat.com

سے نسبت ہی بڑا بناتی ہے- علامہ اقبال کی شاعری اسی وجہ سے بلند تر ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے اکتسابِ نور کرتے ہیں-'' (ص ۲۶۹) جناب سلطان جمیل نسیم سے عرض ہے کہ علامہ اقبال علامہ ہونے کے باوجود قرآن و حدیث سے بکمال واقف نہیں تھے اس لئے ان کے بعض اشعار میں شدید اعتراض و اختلاف ہے- کشفی صاحب نے نعتیہ شاعری کے لئے علوم و دِین سے گہری واقفیت ضروری بتائی ہے اس کے مطابق اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا کلام تو ہے لیکن علامہ اقبال کا تمام کلام اس واقفیت کی عکاسی نہیں کرتا، اگر علامہ اقبال مسیحا و خضر سے اونچا مقام ایک ولی اللہ کا بتائیں تو کشفی صاحب یا سلطان جمیل نسیم صاحب اسے کیا کہیں گے؟ مجھے پھر شرمندگی ہے کہ میرا یہ خط طویل ہو گیا، حمد نمبر ابھی باقی ہے- انہی جملوں پر اکتفا کرتا ہوں، میرے مطبوعہ خط میں املاء کی جو غلطیاں ہو گئی ہیں ان کا ذکر بھی نہیں کر رہا- کوئی غلطی اس تحریر میں ہو گئی ہو اس کے لئے بھی طالبِ عفو و درگزر رہوں- اللہ بس باقی ہوس!

Marfat.com

مکتوبِ ہفتم ، (مطبوعہ درنعت رنگ، شمارہ 11)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

برادرِ محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید مجدہٗ - سلام مسنون

اللہ کریم جلّ شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہمیں مسلکِ حق پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

یہ فقیر بیرونِ ملک دورے سے آپس آیا تو نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۹ شائع نہیں ہُوا تھا حالاں کہ آپ نے ماہِ محرم سے قبل ملاقات میں یہی بتایا تھا کہ چند دن میں شائع ہونے والا ہے۔ پھر معلوم ہُوا کہ آپ کناڈا تشریف لے گئے ہیں اور ماہِ ربیع النور کے آخر میں واپسی ہوگی۔

۲۸ جون کو نعت رنگ کے دو شمارے باصرہ نواز ہوئے - ماشاء اللہ، مبارک - آپ نے عمدگی و خوبی سے کم وقت میں اتنا سفر مکمل کر لیا - آپ نے ایک مرتبہ پھر دو شمارے اکٹھے شائع کیے جب کہ دونوں کا یک بار شائع کرنا بلا جواز تھا - گزشتہ مرتبہ حمد نمبر کی رعایت اور سال بھر کا التوا معقول عذر تھا - یوں آپ نے نعت رنگ کے قارئین پر نہ صرف مالی بوجھ ڈالا بلکہ باریک پوائنٹ کی کمپوزنگ میں بہت سے مواد کے مطالعے کا بھی انہیں پابند کرنے کی کوشش کی - کسی مجلّے کے حوالے سے یہ بات مناسب نہیں، اب ظاہری بات ہے کہ اسے سُست روی ہی سے پڑھا جائے گا، ایک شمارہ ہوتا تو پذیرائی زیادہ ہوتی اور آپ کم وقفے سے دوسرا شمارہ لے آتے - تاہم آپ نے جو مناسب سمجھا وہ کیا - میری اس تنقید کو آپ منفی شمار نہ کیجئے گا، آپ کی محنت اور جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن قارئین اور آپ کے متاثرین کی سہولت بھی پیشِ نظر ہے۔

ابتداء ہی میں میری اس تنقید سے اعتراض کا حق محفوظ رکھنے والے متعجب نہیں ہوں گے، انہیں تنقید ہی کے حوالے سے ان دونوں شماروں میں مجھ گناہ گار کا تذکرہ کچھ زیادہ دیکھنے کو ملا

Marfat.com

ہے- آپ نے مجھے نعت رنگ کے لیے لکھنے پر اصرار کر کے جانے کتنوں کو ناخوش کیا ہے- مجھے ہر گز دعویٔ علم نہیں، گود سے گور تک سیکھتے رہنے کا فرمانِ نبوی ﷺ نہ صرف یاد ہے بلکہ اس کی تعمیل ہی سے شغف ہے اور اہلِ علم و فضل سے اپنی خامیوں، کوتاہیوں کی اصلاح کا بھی طالب رہتا ہوں اور فی الواقع غلطی کا صرف اعتراف ہی نہیں کرتا بلکہ نشان دہی کرنے والے کا شکر گزار اور اس کے لئے دعا گزار بھی ہوتا ہوں-

محترم صبیح رحمانی صاحب! ماہِ ربیع النور سے محافلِ میلا د شریف کا تسلسل اب تک ہے، مجھے ملک بھر اور بیرونِ ملک کے اسفار بھی درپیش رہتے ہیں لیکن مَیں نے دونوں شماروں کا مطالعہ فرصت کے ہر اس لمحے میں کیا جو مجھے میسر آیا- آپ سے فون پر بات بھی ہوئی- مَیں نے شکوہ بھی کیا کہ آپ میری تحریر میں تصرف نہ فرمایا کریں، ایسا کریں گے تو نعت رنگ میں میری کوئی تحریر نظر نہیں آئے گی- روز نامہ جنگ کراچی میں میرے ساتھ یہ معاملہ میری ہر تحریر میں رکھا جانے لگا تو مَیں نے ان کو پھر کوئی تحریر نہیں بھجوائی، وہ میرا یہ شکوہ بھی شائع کر چکے ہیں- آپ شاید اس بارے میں یہی فرمائیں کہ نقصان ان کا نہیں ہُوا، تو جواب میں یہی عرض کروں گا کہ مَیں اپنے قارئین کو اپنا ایسا کوئی تأثر نہیں دینا چاہتا جو میرے موقف کے منافی ہو، جب میری بات ہی نہیں پہنچی تو مجھے صرف نام سے غرض نہیں-

جنابِ مقصود حسین اویسی اور عدیل قاسمی نے ملاقاتوں میں نعت رنگ کے دونوں شماروں کے حوالے سے کئی استفسار کیے، پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی نے اپنے ایک خط میں خوب تذکرہ کیا، احباب نے آپ کے ''نعت رنگ'' کا مدیر شاید مجھے گمان کر لیا ہے...... مجھے پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری کا مکتوب نعت رنگ میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی- مَیں نثر ہی زیادہ دیکھتا ہوں، انہوں نے نظم بھی دیکھی اور بہت بجا اعتراض فرمایا- ایک قابلِ قدر علمی دِینی شخصیت کا نعت رنگ کے قلم کاروں میں اضافہ خوش آئند ہے-

سہ سرام، بھارت سے شائع ہونے والے سہ ماہی جریدے ''الکوثر'' کا جنوری تا جون ۲۰۰۰ء کا شمارہ آپ ہی نے مجھے بھجوایا، اس میں نعت رنگ کے شمارہ ۸ پر تبصرے میں بھی میرا ذکر

Marfat.com

ہے۔ص ۶۰ پر ''الکوثر'' میں ہے کہ ''ڈاکٹر خورشید رضوی نے حجرۂ نبویہ پر نعتیہ اشعار کی بازیافت فرما کر ایک اہم گوشے سے رُوشناس کروایا ہے۔'' اس بارے میں عالم حجاز سید محمد علوی مالکی نے ہی ''شفاء الفواد'' کتاب طبع کروا کے حجرۂ نبویہ پر کندہ اشعار سے ہمیں آگاہ کیا، ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب نے بھی اپنی تحریر میں اس کتاب کا تذکرہ فرمایا ہے۔حضرت علوی مالکی کی اس کتاب سے قبل ان تمام اشعار کو جاننے کی سعادت ہمیں حاصل نہیں تھی تاہم ڈاکٹر خورشید رضوی نے مزید تحقیق سے جن کتابوں کا تذکرہ کیا اس سے ان کی تحریر وقیع ہوئی - میری نظر سے ''شفاء الفواد'' سے پہلے کوئی اور کتاب ایسی نہیں گزری جس میں یہ تمام اشعار درج ہوں۔ڈاکٹر خورشید رضوی اگر عربی سے واقف ہیں تو ''کشف الظنون'' اور ایضاح المکنون'' اور ''ہدیۃ المؤلفین'' وغیرہ سے محنت کر کے نعت رنگ کے لئے ایسی فہرست مرتب کر سکتے ہیں جس میں سیکڑوں کتابوں کے نام (مصنفین ومؤلفین کے نام، سنینِ وفات سمیت) جمع ہوں جو کہ نظم ونثر میں میلا دو سیرت اور مدائح وغیرہ کے حوالے سے یادگار بنائی گئی ہیں، یوں اُردو دان اہلِ تحقیق اس فہرست سے استفادہ کرلیں گے۔قصیدہ بُردہ کے حوالے سے مجھے خیال آیا تھا کہ اس کی شروح جو عربی میں ہیں، ان کا تذکرہ جمع کردوں لیکن مجھے اتنی فرصت مل جائے تو جانے اور کتنے کام نمٹالوں۔محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے ''جہانِ رضا'' کے شمارہ نمبر ۸۷ جون ۲۰۰۰ء میں ملک شیر باز کھلان کا ایک مضمون شائع کیا ہے ''اجرامِ فلکی حضور پاک ﷺ پر مسلسل دُرود وسلام پڑھ رہے ہیں۔'' ایک محبت والے کی اچھی سوچ کے حوالے سے اس مضمون میں سے کچھ، نعت رنگ کے قارئین تک پہنچانے کے لیے نقل کر رہا ہوں، وہ لکھتے ہیں:

''شمس کا عدد ۴۰۰ ہے، سورج ساکن نہیں ہے، یہ ۴۰۰ سالہ دور میں ۹۷ دن لیپ کے بناتا ہے۔۹۷ کعبہ کا عدد ہے، گویا اس عرصے میں کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید کے ٹوٹل اعداد ۲۲۲۱ ہیں۔

اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم

Marfat.com

و علی آل ابراھیم انک حمید مجید کے اعداد ۲۴۱۷ ہیں۔کُل میزان ۲۲۲۱ + ۲۴۱۷ = ۴۶۳۸ ہے۔

الہ کا عدد ۳۶ ہے، کعبہ کا ۹۷ ہے، محمد (ﷺ) کا عدد ۹۲ ہے۔اب کلیہ ہے کہ الہ x (کعبہ+محمد) x دُرود شریف۔

پس ۳۶ x (۹۷+۹۲) x ۴۶۳۸ = (۳۶ x ۱۸۹ x ۴۶۳۸) = ۳۱۵۵۶۹۵۲۔

سورج اپنے مدار پر ۳۱۵۵۶۹۵۲ سیکنڈ میں ایک گردش پوری کر رہا ہے بالفاظِ دیگر ایک سال میں ۳۱۵۵۶۹۵۲ سیکنڈ ہیں۔اس سے بڑا معجزہ اگر کسی مذہب کے پاس ہے تو سامنے لائے۔یعنی سورج سال بھر میں ۶۸۰۴ بار دُرود شریف پڑھ رہا ہے۔(۶۸۰۴ x ۴۶۳۸) = ۳۱۵۵۶۹۵۲ ہے۔

عرش کا قطر 0.00454 نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔محمد رسول اللہ (ﷺ) کا عدد ۴۵۴ ہے۔سورج سے زمین کا فاصلہ 0.000158 نوری سال ہے۔(اللہ + محمد) = ۱۵۸ ہے (۶۶ + ۹۲)......'' وہ لکھتے ہیں: ''منکرینِ قرآن کے لئے یہ امر ایک چیلنج ہے کہ قرآنی تعلیمات کا فلکیات سے جو اعدادی ربط ہے کیا اس قسم کا کوئی کرشماتی ربط ان کے پاس جو کتب ہیں، ان میں ہے؟''

مجھے یہ مضمون پڑھ کر محسوس ہُوا کہ اس انداز سے بھی اگر دیکھا جائے تو اسلام کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی عظمتِ شان کے بہت سے حیرت انگیز پہلو اُجاگر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے آخری اور پیارے رسولِ کریم ﷺ کے فضائل و خصائص میں شُبہ کرنے والے اپنے فہم و ادراک اور حواس میں کوئی نقص رکھتے ہیں ورنہ وہ ہستی جو باعثِ تخلیقِ کائنات اور مقصودِ کائنات ہے، جس کی تعریف خود ہمارا ربِّ جلیل عزّ وجل فرماتا ہے، اس پر دُرود وسلام بھیجتا ہے، اس کی عظمتِ شان کا کیا ٹھکانہ! اپنی ناقص عقل و فہم کی بنیاد پر اعتراض اور تنقیص کرنے والوں کو حضرت علامہ بدرالدین عینی (صاحبِ عمدۃ القاری شرح بخاری) کی زبان میں یہی جواب دینے کو جی چاہتا ہے: من قال فی غیر ذلک فاذنی عنه اصم۔جس

Marfat.com

کسی نے (نبی کے خصائص نہ مانے اور) اس کے سوا کچھ کہا تو اس کے سُننے سے میرے کان بہرے ہیں- کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جو قدرت کی طرف سے عطا ہونے والی ہر صلاحیت اور توانائی کو ربِّ قدیر کے محبوبِ کریم ﷺ کی مدح وثنا اور فرماں برداری و پیروی میں لگا دیتے ہیں-

محترم صبیح رحمانی صاحب! آپ کو نعت رنگ نے کتنی عزت وشہرت دی ہے- اندازہ کیجئے کہ میرے رسولِ کریم ﷺ کی نسبتوں کا فیضان کس قدر ہے- مجھے رشک ہوتا ہے کہ اس نوجوانی میں آپ کو یہ سعادت حاصل ہے- میرے عزیز! آپ سے پہلے بھی عرض کی تھی آپ ایسی تحریریں شائع نہ کیجئے جو نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مہکتے گلستان میں کسی طرح شامل ہونے کے لائق نہیں بلکہ کانٹوں سے زیادہ کھٹکتی ہیں- آپ ہی سوچئے کہ جن قارئین تک ان غلط تحریروں کے جواب نہ پہنچے اور انہوں نے غلط تحریروں پر یقین کرلیا، ان کا وبال کس پر ہوگا؟ وہ لوگ جو ناسخ ومنسوخ آیات واحکام، اقسامِ حدیث، اصولِ حدیث، نقدِ رجال، استخراج واستنباط وغیرہ سے واقف نہیں، خود محدث ومفتی نہیں، انہیں ان حوالوں سے زبان وقلم دراز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اپنے عقیدہ ومسلک کے حوالے سے کسی علمی شخصیت پر اعتبار کرتے ہوں اور اس کو حجت سمجھتے ہوں تو اس کی تحریروں سے اقتباس نقل کر دیں تا کہ خود ناقل ذمہ دار نہ ٹھہرے اور نعت رنگ کو اعتقادی اختلافات کے مباحث کا ملغوبہ بنانے کا مرتکب نہ ہو- اس طرح جواب دینے والے کو بھی سہولت ہو اور قارئین پر بھی واضح رہے کہ کون سی بات صرف مسلکی وابستگی کے حوالے سے ہے اور کون سی تنقید وتحقیق کے حوالے سے ہے؟ نعت رنگ اگر چہ کسی مسلک کا ترجمان نہیں لیکن یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ مسلکِ حق صرف اہلِ سنت وجماعت ہی ہے اور ''اہلِ سنت وجماعت'' اصحابِ نبوی (ﷺ) کا لقب تھا- اس کی گواہی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''القول البدیع'' سے ''فضائلِ دُرود شریف'' کتاب میں جناب محمد زکریا کاندھلوی نے نقل کی: وروی ابو القاسم التیمی فی الترغیب له عن طریق علی (زین العابدین) بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) قال علامة اھل السنة کثرة الصلاة علی رسول اللہ ﷺ -

Marfat.com

بہت زیادہ دُرود وسلام پڑھنا نشانی ہے اہلِ سنّت کی اور یہ بات سیدنا علی اوسط امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے، یوں واضح طور پر ثابت ہُوا کہ یہ لقب اہلِ سنّت و جماعت، اصحابِ نبوی (ﷺ) کے عہدِ مبارک سے اہلِ حق کے لئے استعمال ہوتا آ رہا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اہلِ سنّت کے ائمہ اربعہ سے یہ نام شروع ہُوا، لیکن تحقیق سے واضح ہے کہ یہ نام قرنِ اول اور قرنِ ثانی ہی سے مکرر اور مستعمل چلا آ رہا ہے۔ نعت اور دُرود وسلام سے شغف اہلِ سنّت کی نمایاں علامت رہی ہے۔ اہلِ سنّت کے مخالفین کے مشہور علامہ ابن تیمیہ بھی قرآنی آیت: یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ (آل عمران:۱۰۶) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قال ابن عباس وغیرہ تبیض وجوہ اھل السنۃ والجماعۃ ...... (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۴، ص ۲۷۸- اور جلد ۳ کے ص ۱۴۱ پر ہے: فان الفرقۃ الناجیۃ اھل السنۃ والجماعۃ ...... "تفسیر ابنِ کثیر"، تفسیر مظہری اور ابن ابی حاتم نے اور ابونصر نے 'ابانہ' میں، خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ میں روشن چہروں والے، اہلِ سنّت و جماعت ہی کو لکھا ہے۔ برصغیر میں دیوبند کے وابستگان نے جب اپنی راہیں جدا کیں اور اپنے دیوبندی نئے مسلک کو متعارف کروایا تو یہاں اہلِ سنّت و جماعت صحیح العقیدہ کے لئے "بریلوی" کا لفظ پہچان کے لئے دیوبندی کے مقابل بپا ہُوا، ورنہ "بریلوی" نہ کسی مذہب کا نام ہے نہ ہی کسی فرقے کا۔

مجھے یہ باتیں لکھنے کا موقع نعت رنگ کے مقالہ نگاروں ہی میں سے کچھ افراد نے خود فراہم کیا ہے مثلاً جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری نے شمارہ ۹ کے ص ۱۱۵ میں "ربیع الاول کے جشن" کے عنوان کے تحت لکھا ہے: "اگرچہ اسلام نے حضرت رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یومِ ولادت ووِصال کو منانے کا نہ حکم دیا ہے، نہ ترغیب!" جناب شاہ جہان پوری نے اپنا یہ دعویٰ جس قطعیت کے ساتھ "اسلام" کے حوالے سے لکھا ہے اس پر کسی قطعی شرعی دلیل کا ذکر تک نہیں کیا اور بیانیہ اس طرح ہے جیسے ان کا یہ دعویٰ ناقابلِ تردید ہو۔ جناب شاہ جہاں پوری "مکمل اسلام" سے کیا پورے پورے واقف بھی ہیں؟ عربی صَرف ونحو تک سے وہ نابلد ہیں، انہیں "مفتی" ہونے کا اعزاز بھی حاصل نہیں، محدث وفقیہ ہونے کے وہ خود بھی دعوے دار نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

قرآنی آیات اوراحادیثِ نبوی ﷺ کے ترجمے بھی وہ مطبوعہ تراجم دیکھ کرنقل و بیان کرتے ہوں گے- وہ ابوالکلام آزاد یا شورش کاشمیری کے لئے مبالغہ انداز تحریریں شوق سے لکھیں مگر دینی علمی باب میں مغالطہ انداز خامہ فرسائی نہ کریں- کیا وہ اسلام سے یومِ ولادت و وصال منانے کی ممانعت، ثابت و بیان فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے؟ وہ تحقیق فرمالیں کیوں کہ دلیل حرمت ہی کے لئے ہوتی ہے، حلّت کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، فی اصل الاشیاء اباحة- وہ یومِ ولادت ووِصال کی بابت ''وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ''(مریم:۱۵) کے قرآنی الفاظ سے آگاہ نہیں ورنہ مقبولانِ الٰہی کے بارے میں مغالطہ نہ کھاتے-وذکرهم بایام الله (ابرھیم:۵) کے قرآنی الفاظ کے تحت وہ دیوبندی علماہی کی تحریریں دیکھ لیتے کہ اللّٰہ کے دن کن ایام کو کہا گیا اور ان کو یاد دلانے کا ارشادِ قرآنی ہوتے ہوئے بھی کتنی ''جرأت'' شاہ جہان پوری صاحب نے اپنے مذکورہ دعوے میں دکھا رہے ہیں- جرأت کا لفظ انہیں پریشان کرے تو ''ڈھٹائی'' زیادہ موزوں ہوگا-

اسلام سے دن منانے کے حکم اور ترغیب کے حوالے سے اتنے دلائل پیش کروں کہ شاہ جہان پوری صاحب حیران ہوجائیں- اس بارے میں انہیں اور ان تمام افراد سے، جو یومِ میلاد کا جشن منانے کو رَوا نہیں جانتے، یہی کہنا چاہوں گا کہ یہ لوگ اس دن یا اس کے جشن منانے پر مجبور نہیں کیے جاتے نہ ہی ان سے تقاضا کیا جاتا ہے تو پھر ان لوگوں کو بھی عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں یا سلسلہ ہائے جشنِ میلاد شریف کے بارے میں مخالف ومنفی باتیں لکھنے، کہنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے- مجھے حیرت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن منانے، دارالعلوم کراچی کے پچاس سالہ جشن منانے، ابوالکلام آزاد اور شورش کاشمیری کے دن منانے پر اسلام کے حکم یا ترغیب کا جنہیں خیال تک نہ آئے وہ لوگ کائنات کی سب سے بڑی اور اہم عید، عید میلاد النبی ﷺ منانے کے ثبوت اور ترغیب کے باوجود انکار اور مخالفت کریں تو اسے عناد یا ضد ہی کہا جاسکتا ہے-

عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے مَیں اپنی کتاب ''اسلام کی پہلی عید'' میں علمائے دیوبند ہی کی کتب سے دلائل پیش کرچکا ہوں بلکہ ہفت روزہ تکبیر نے جب عید میلاد النبی ﷺ

Marfat.com

کے خلاف لکھا تھا تو انہیں اس فقیر نے اپنی یہی کتاب بھجوائی تھی لیکن انہوں نے راہِ فرار اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔

صبیح رحمانی صاحب! میلاد شریف اور عظمتِ شانِ رسولِ کریم ﷺ کے منافی باتوں کی اشاعت نعت رنگ میں نہ ہوئی ہوتی تو یہ جواب بھی نہ دیے جاتے۔ میں ہر اعتراض کسی معقول وجہ اور دلیل کی بنیاد ہی پر کرنے کی ہمت کرتا ہوں، وہ احمد صغیر صاحب صدیقی یا کسی اور کی سمجھ میں نہ آئے تو بھی جناب ابوالخیر کشفی صاحب کی طرح محض خاموشی اختیار نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف سے پوری دیانت داری سے وضاحت کرتا ہوں۔

ابوسلمان شاہ جہان پوری ص ۱۰۹ شمارہ ۹ میں ''عشقِ نبی ﷺ اور اس کا تقاضہ'' کے تحت لکھتے ہیں: ''نعت کے نام پر عشق و محبتِ رسالت مآب ﷺ کے واسطے جو ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے وہ نہ صرف روایت و درایت کے نقطۂ نظر سے نا قابلِ اعتنا ہے بلکہ اس کا ایک حصہ تو مشرکانہ و مبتدعانہ افکار کا مجموعہ اور رطب و یابس کا ڈھیر ہے۔''

شاہ جہاں پوری صاحب کو شورش کاشمیری کی مدح کرتے ہوئے اس کے کلیات میں کوئی خامی یا برائی دیکھنے کی فرصت نہیں ملی مگر انہوں نے نعت کے نام پر جمع ہونے والا ''تمام ذخیرہ'' خوب دیکھا اور اسے بہ یک جنبشِ قلم، روایت و درایت کے نقطۂ نظر سے نا قابلِ اعتنا بھی قرار دے دیا اور اس کے ایک حصے پر شرک و بدعت کا فتویٰ بھی صادر فرما دیا اور اسے ''رطب و یابس کا ڈھیر'' یوں کہہ دیا جیسے کوڑا کرکٹ ہو۔ نعت کے تمام ذخیرہ کے اشعار لاکھوں سے متجاوز ہوں گے اور ان کا ایک حصہ بھی کئی ہزار اشعار پر مشتمل ہوگا اگر جناب شاہ جہان پوری سے اس کو پیش کرنے کا مطالبہ کر دیا جائے اور شرعی دلائل کے مطابق اس میں ''مشرکانہ و مبتدعانہ افکار'' اور ''رطب و یابس'' کا ثبوت ظاہر کرنے کو کہا جائے تو وہ ذمہ داری سے یہ خدمت انجام دیں تا کہ آئندہ نسلوں کو اس مشرکانہ و مبتدعانہ افکار کے مجموعے اور رطب و یابس کے ڈھیر کا علم ہو جائے اور وہ اس سے بچ سکیں۔ جناب شاہ جہان پوری یہ بھی زحمت فرمائیں کہ ''شرک و بدعت'' کی جامع و مانع تعریف بھی پہلے بیان فرما دیں اور اس پر ثابت قدم رہیں تا کہ اہلِ تحقیق اس کے مطابق جناب شاہ جہان

Marfat.com

پوری اور ان کے مدحین اور ان کے ہم مسلک افراد کی تحریروں کا جائزہ بھی پیش کرسکیں اور حقائق واضح ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اپنے ممدوح کے لیے مبالغے و مغالطے سے بھرپور ''رطب ویابس'' کے ڈھیر کو ''شاہ کار'' قرار دینے والے لوگ میرے نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا کے باب میں تنگ نظر کیوں ہو جاتے ہیں؟ ''شورش کی یاد کو زندگی کا سرمایہ، شورش کی شخصیت کے بے شمار محاسن اور اس کی فکر و سیرت کے بے شمار خصائص اور اس کے تذکرے کو اپنی زبان و قلم کے لیے حکایتِ لذیذ'' قرار دیتے ہوئے جو لہجہ و بیان ہے اور جو شیفتگی و وارفتگی ہے وہ ذکرِ نبی (ﷺ) کرتے ہوئے مفقود ہوگئی اسی لئے رطب و یابس کو حکایتِ لذیذ اور مدائح نبوی (ﷺ) کو رطب و یابس لکھا گیا۔

جناب شاہ جہان پوری نے اسی صفحے پر لکھا ہے: ''یہ عشقِ رسالت مآب ﷺ اسلام کے نام پر ایک نئے اسلام کی دعوت و تذکیر ہے، شورش نے اس پر ماتم کیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس ایجاد و اضافہ اور ابداع و بدعہ پر کوئی ٹوکنے والا بھی نہیں!'' (ص ۱۰۹، شمارہ ۹)

محترم صبیح رحمانی صاحب! آپ کے نعت رنگ کے قارئین کی اکثریت مسلمان کہلاتی ہوگی۔ جناب شاہ جہان پوری کے وہ یہ الفاظ ذرا توجہ سے ملاحظہ فرمائیں: ''یہ عشقِ رسالت مآب ﷺ'' لکھ کر اس کو اسلام کے نام پر ایک نئے اسلام کی دعوت و تذکیر کہنا کیسی دریدہ دہنی ہے۔ جناب شاہ جہان پوری کو بعض شعرا کے سطحی کلام پر یا شانِ رسالت کے منافی الفاظ کے استعمال پر لازمی اعتراض کرنا چاہیے اور نبی کریم ﷺ سے عشق و محبت کے آداب و انداز کے حوالے سے ضروری تلقین و تعلیم کرنی چاہیے لیکن خود ان شعراء سے زیادہ رکیک انداز میں (صرف اپنے ممدوح شورش کی تائید کے لیے) ایسی بات کر جانا بھی سنگین جرم ہے، نہ جانے انہیں شورش کیوں اتنا محبوب ہے کہ وہ اس کی محبت میں اپنے ذہن و قلم کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ جناب شاہ جہان پوری ایک عرصہ تدریس سے وابستہ رہے ہیں اور تعلیم و تربیت سے شغف رکھنے والے تو دوسروں کے لیے مثال اور نمونہ ہوتے ہیں، انہیں بہت احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے، انہیں شاید اندازہ نہیں کہ ان کے ممدوح شورش نے اپنی نظم و نثر سے اہلِ ایمان کی بہت دل آزاری بھی کی ہے، شورش ان کے نزدیک کتنا ہی اچھا ادیب و شاعر یا نقاد وغیرہ کیوں نہ ہو، وہ خالی از معائب انسان نہیں تھا اور اس

Marfat.com

سے اختلاف رکھنے والے بہت سے لوگ اس شورش سے بڑھ کر علمی، ادبی خوبیاں رکھتے تھے اور رکھتے ہیں، یہی نہیں بلکہ ایجاد و اضافہ اور ابداع و بدعہ کے حوالے سے خود شورش یا ظفر علی خاں کی تحریروں میں بھی تضاد اور تعارض و تناقض موجود ہے۔ افسوس کہ اس کا ماتم نہیں کیا جاتا اور اس کے متاثرین کے حلقے میں کوئی ان غلطیوں کوتاہیوں پر ٹوکنے والا بھی نہیں!

جناب شاہ جہان پوری مزید لکھتے ہیں، عنوان ہے: ''نعت میں اسراف وتبذیر'' اس کے تحت وہ رقم طراز ہیں: ''اسراف وتبذیر اگرچہ اسلامی معاشیات کی اصطلات ہیں، لیکن اگر مال کا کسی غیر محل میں بے جا صرف کرنا غلط ہے تو الفاظ کا بے جا و بے محل استعمال اور فکر وعقائد میں کسی نئی بات کا اضافہ ضروری قرار دینا اور اسلام کے اساسی عقائد میں کسی نئے ایمان کا لازم کر لینا اور کسی بات کا ضروری ٹھہرا لینا بھی اتنا ہی غلط اور ابداع ہے اور جس طرح صرف مال میں فضول'' اسراف'' ہے اسی طرح افکار وعقائد میں بھی کسی چیز کا فضول اور زائد اختیار کر لینا اور تسلیم ورضا میں لازم ٹھہرا لینا اسرافِ فکر وعقیدہ ہے۔ اور عقیدہ چوں کہ کسی عمل کی بنیاد بنتا ہے، اس لیے عمل میں ٹھوکر کے مقابلے میں فکر وعقیدہ کی گم راہی زیادہ الم ناک اور سنگین ہوتی ہے۔

نعت میں عشق ومحبت کے الفاظ کا اس درجہ بے جا استعمال اور ''اسراف'' کیا گیا ہے کہ بعض نعت گو شعراء اور علماء ومشائخ کی سیرتوں میں اس کا سراغ دُور دُور تک نہیں ملتا۔ یہ فسق کی بڑی سنگین قسم ہے۔'' (ص ۱۰۹، شمارہ ۹)

جناب شاہ جہان پوری کے اس پورے اقتباس کے ساتھ کوئی مثال اور نمونہ درج نہیں۔ وہ زحمت فرمائیں اور بتائیں کہ فکر وعقائد میں کون سی نئی بات کا اضافہ ضروری قرار دے لیا گیا ہے؟ اسلام کے اساسی عقائد میں کس نئے ایمان کو لازم کیا گیا ہے؟ کس بات کو ضروری ٹھہرایا گیا ہے؟ جسے وہ ابداع وغلط فرما رہے ہیں۔ کس چیز کا فضول اور زائد استعمال کیا گیا ہے؟ وہ جب تک واضح نہیں کرتے اور نمونہ ومثال پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا یا شورش کا اس بارے میں نرم وسخت الفاظ میں ماتم چہ معنی دارد؟

جناب شاہ جہان پوری کو عشق ومحبت کے الفاظ کا بے جا استعمال بھی ظاہر کرنا چاہیے۔

Marfat.com

ہر دعویٰ اپنی دلیل سے ثابت ہوتا اور وقعت پاتا ہے، وہ جسے ''قلبی قساوت'' اور ''فسق کی بڑی سنگین قسم'' قرار دے رہے ہیں اس بارے میں انہیں بغیر کوئی شرعی دلیل پیش کیے اور مثال دیے بغیر اپنی بات کی صحت پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر شاعر کی کہی ہوئی ہر نعت، حمد، منقبت وغیرہ کو صرف یہ کہہ کر قبول نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حمد و نعت و منقبت بالائے تنقید ہے بلکہ اسے حقیقت اور عقیدہ و عقیدت کے صحیح تقاضوں سے متصادم یا متضاد پا کر ہی نقد و جرح کا ہدف بنایا جاسکتا ہے اور ایسا ہونا چاہیے کیوں کہ حمد و نعت میں احتیاط کا ہر تقاضا ملحوظ رکھنا ضروری ہے لیکن عشق کو شرک اور محبت کو بدعت کہنے والے لوگوں کے پیمانے پر نہیں بلکہ ادلّہ شرعیہ کے مطابق تصحیح و تنقید ہو اور ایسا کرنے والا بھی دیانت و صداقت کا پاس دار ہو اور علم و فہم میں توازن رکھتا ہو۔

وہ خود لکھتے ہیں: ''جو دل عشقِ رسالت مآب ﷺ کا آشیانہ ہوگا اس میں غیر از حق کوئی چیز کیوں کر سما سکتی ہے اور جس زبان سے عشقِ نبی ﷺ کا دعویٰ کیا جائے اس زبان سے غیر از حق کوئی کلمہ کیسے نکل سکتا ہے۔'' (نعت رنگ شمارہ، ص:۱۱۳)

خود شورش کا شعر جناب شاہ جہان پوری نے لکھا ہے کہ:

''جس کے پہلو میں ہو دل، دل میں پیمبر کی لگن

اس کا ہر بول صداقت کی زباں ہوتا ہے''

شورش کاشمیری کے کلام سے ''ظہورِ قدسی'' کے عنوان والی ایک نظم یا نعت کو جناب شاہ جہان پوری نے متعدد خوبیاں بتا کر لاجواب نظم قرار دیا ہے۔ اس کا ایک شعر ہے:

''طاعتِ غیر ہے اللہ کے بندوں پہ حرام

اس حقیقت کو سجھانے کے لئے آپ آئے'' (ص ۱۱۴، شمارہ ۹)

جناب شاہ جہان پوری شاید جانتے ہوں، قرآنِ کریم میں ہے: **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (النساء:۵۹)۔ لفظ غیر کے حوالے سے دیوبندی وہابی گروہ کے وابستگان، نبی ولی کو بہت تحقیر کے ساتھ غیر اللّٰہ لکھتے کہتے ہیں، ان کی تحریریں، تقریریں اس کی گواہ ہیں، اس آیتِ قرآنی کے مطابق شورش کے اس شعر کو جناب شاہ جہان پوری

Marfat.com

کیا کہیں گے؟ کوئی جواب تحریر فرمانے سے پہلے وہ میرا اعتراض خوب غور سے سمجھ لیں وہ صرف غیر اللہ کہنے کے حوالے سے ہے کہ کیوں اور کس طرح کہا جاتا ہے۔ اسی صفحے پر ''نور'' کے حوالے سے بھی شورش کا شعر انہوں نے لکھا ہے:

''دونوں جہاں نثار رسالت مآب پر

پھیلا ہوا ہے مشرق و مغرب میں ان کا نور''

جس ہستی پر دونوں جہاں نثار ہیں اور جس کا نور شرق و غرب میں پھیلا ہے، اس کو اپنے جیسا بشر کیسے کہا جا سکتا ہے؟ وہ یقیناً بے مثل و بے مثال بشر ہے اور اس ہستی کے نور ہونے کا انکار کرنے والے بھی اپنے ہی شورش کی خبر لیں۔

جناب اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیروکار تو شہنشاہ کا لفظ، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے ماننے کے روادار نہیں اور شورش کا یہ شعر جناب شاہ جہان پوری بے شمار خوبیاں شمار کر کے لکھ رہے ہیں:

''شورش یہ سب حضور (ﷺ) کی چوکھٹ کا فیض ہے

رکھتا ہوں ٹھوکروں میں شہنشاہ کا غرور''

جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری نے لکھا ہے: ''شورش ایک شاعر سعید ازلی تھا۔'' (ص ۱۲۴، شمارہ ۹) اسی شاعر کے حوالے سے ص ۱۱۵ اور ۱۱۶ پر شمارہ ۹ میں جناب شاہ جہان پوری نے عید میلاد النبی ﷺ کے خلاف جس طرح اظہارِ خیال کیا ہے وہ اس شاعر کی ازلی سعادت کی کسی طرح بھی غمازی نہیں کرتا۔ جناب شاہ جہان پوری اپنے شورش کی تعریف کرتے ہوئے عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے اس کی اور اپنی نظریاتی و اعتقادی زہر افشانی نہ کرتے تو بہتر تھا۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ گانوں کی طرز میں نعت خوانی یا بھنگڑے، لُڈی اور غلط عادتوں حرکتوں وغیرہ کے انفرادی مظاہرے پسندیدہ ہو سکتے ہیں۔ اہلِ سنّت و جماعت کی طرف سے جشنِ میلاد النبی ﷺ نہایت پاکیزگی اور عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے اور جشنِ عید میلاد النبی ﷺ منانا سنتِ الٰہیہ ہے۔ اِن شاءاللہ یہ عید منائی جاتی رہے گی۔ مخالفین اور معترضین بھی اب منانے لگے

Marfat.com

ہیں اور یہ غلط حرکتیں اور رسمیں بھی ان کی ہی سازش ہو سکتی ہیں، ان غلط رسموں یا حرکتوں کی تائید اہلِ سنّت و جماعت نہ کرتے ہیں نہ کریں گے اور ان کی وجہ سے عید میلاد النبی ﷺ کے مقدس اسلامی تیوہار کے خلاف لاف زنی بھی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

جناب شاہ جہان پوری نے اپنی اس تحریر میں اپنے ممدوحین کی کسی طرح کوئی خامی و کوتاہی یا ان کے کلام وغیرہ کے کسی نقص کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ ظفر علی خاں، ابوالکلام آزاد، عطاء اللّٰہ بخاری کی مبالغہ سے تعریف و توصیف جس لہجے اور الفاظ میں کی اور جوشِ جذبات سے شورش کے کلام کی جو خوبیاں شمار کروائی ہیں ان سے کچھ یہی تأثر ملا کہ ان کی پسندیدہ یہ شخصیات تو تنقید و تنقیص سے بالا ہیں خواہ بامبالغہ ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اسلام کی اساسی عقائد کتنے ہی متأثر کیوں نہ ہوتے ہوں۔ الا ناء یترشح بما فیہ - نعت گوئی شورش نے ضرور کی لیکن وہ اس صنفِ سخن میں نعت گوئی کرنے والوں کے لئے قابلِ تقلید نہیں ٹھہرے۔

جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری یا شورش وغیرہ سے مجھے کوئی ذاتی اختلاف نہیں، مجھے حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ اپنے عقائد و نظریات اور افکار و خیالات کو صحیح سمجھنے والے یہ افراد اپنے کسی ''ممدوح'' کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ تمام باتیں فراموش کر دیتے ہیں جن کی بنیاد پر یہ لوگ ہم اہلِ سنّت و جماعت کو ہدف بناتے ہیں، اس لئے ان کی تحریروں کے تضاد ہمیں بیان کرنے پڑتے ہیں۔

شمارہ ۹ میں ص ۵۱ سے ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کی تحریر بعنوان ''اُردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی (ﷺ)'' شروع ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اُردو کے قدیم سرمایہ میں نعتوں کا وافر ذخیرہ ہے لیکن ہمارے شعراء نے تکمیلِ ذوق اور عقیدے کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے اخلاقِ تخیل سے جامہ کوثر حاصل کرنے کے جتن منظوم شمائل لکھ کر کئے ہیں۔ آپ ﷺ کے شمائل کے بیان میں ان کی عقیدت اور ایمان و یقین کا یہ حال ہے کہ بعض شعراء نے دعویٰ تک کر دیا ہے کہ اگر کوئی انہیں اتنے بار پڑھے گا تو فلاں فائدے سے ہم کنار ہوگا اور یوں پڑھے گا تو ایسا ہو جائے گا۔ جہاں ان شمائل کو پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے وہاں ان پر یقین نہ کرنے والوں کو ڈرایا بھی گیا

Marfat.com

ہے۔''

ڈاکٹر صاحب اور ان جیسے تمام اہلِ قلم سے پھر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کسی سچے مسلمان کے عشقِ رسول ﷺ پر اس طرح کی منفی اور سطحی گفتگو اور تحریر سے اس کی اصلاح تو نہیں کر پاتے البتہ اپنی غلط اعتقادی وفکری حیثیت اور عنادی مزاج کا واضح اظہار کرتے ہیں۔

اس نعت رنگ میں بھی لکھنے والے ذکرِ رسول ﷺ کو سرمایۂ ایمان، ذریعہ نجات، عبادت، بہترین سعادت اور موجبِ خیر وفلاح لکھ رہے ہیں۔ اگر جامِ کوثر حاصل کرنے کا جتن کوئی مسلمان ذکرِ رسول ﷺ لکھ کر کرتا ہے تو اسے منفی یا ناروا کہا یا سمجھا نہیں جا سکتا، البتہ اس کی تحریر میں کوئی غیر معتبر یا تحقیق کے لحاظ سے غیر مستند بات ہو تو یہ واضح ضرور کیا جائے کہ کس شخصیت نے کس کتاب میں اسے موضوع یا غلط روایت بتایا ہے تاکہ اہلِ علم وتحقیق اس معترض وناقد کے اعتراض وتنقید کی وقعت اور اصلیت جان سکیں۔ موضوع (لوگوں کی خود بنائی ہوئی) احادیث کے حوالے سے محدثین نے جو مجموعے تیار کئے ہیں ان میں درج تمام روایات کو اہلِ علم نے موضوع نہیں مانا۔ ابنِ جوزی نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوع لکھا تو اہلِ علم بالخصوص امام جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کا تعاقب کیا۔ میری ذاتی لائبریری میں موضوعات کے حوالے سے کئی کتابیں ہیں ان میں علمائے احادیث نے واضح لکھا ہے کہ ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور کسی کو موضوع کہنا، ان دونوں میں بڑا بل ہے کیوں کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ثابت کرتا ہے اور غیر صحیح کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ اس کا حاصل تو سلبِ ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ص ۱۸، جلد اول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ) امام ملا علی قاری، علامہ طاہر فتنی، امام ابنِ حجر عسقلانی نے بھی واضح لکھا ہے کہ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح سند کا منقطع ہونا بھی موضوع ہونے کو لازم نہیں کرتا۔ اسی طرح ''التعقبات علی الموضوعات'' میں ہے کہ حدیثِ ضعیف کی ایک قسم مضطرب اور ایک قسم منکر ہے اسے بھی موضوع کہا یا مانا نہیں جاتا اور فضائل میں اس سے

Marfat.com

استدلال کیا جاتا ہے۔ جہالت راوی، یا صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بھی حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا۔ اس موضوع پر تمام تفصیل یکجا دیکھنی ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث و فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین'' یا ''فتاوی رضویہ'' کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ذکرِ رسول ﷺ ایسا مبارک وظیفہ ہے جس پر دوسرے رشک کرتے ہیں، وہ لوگ جو ایمان و محبت سے اس ذکر کو سرمایہ آخرت بناتے ہیں وہ خیر ہی سے شغف رکھتے ہیں اور ذکرِ رسول اللہ ﷺ سے بلاؤں، آفتوں کا دُور ہونا تو خود جناب اشرف علی تھانوی کی تحریروں میں مذکور ہے، چناں چہ طاعون کی وباء سے بچنے کے لئے وہ نبی کریم ﷺ کے روزانہ ذکر کو نافع و مفید لکھتے ہیں۔ کچھ برس پہلے بھارت کے ایک صوبے میں یہ وباء پھیلی تھی، ان دنوں روزنامہ جنگ کراچی میں میرا مضمون شائع ہُوا تھا اس میں بھی تھانوی صاحب کا یہ اقتباس مَیں نے لکھا تھا۔ جناب اسمٰعیل دہلوی کی تحریر میں بھی یہ ہے کہ: ''ہردم نام محمد کا لے۔'' اسے مَیں نے اپنی کتاب سفید و سیاہ میں نقل کیا۔ ڈاکٹر یحیٰی نشیط صاحب نے اگر یہ سمجھا ہے کہ شمائلِ رسول (ﷺ) پڑھنے سے فائدہ نہیں ہوگا تو یہ ان کی غلط فہمی ہے البتہ فی الواقع موضوع یا غلط روایت کی اشاعت ہی غلط ہے، ان کے پڑھنے پر فائدہ و ثواب کا دعویٰ بھی غلط ٹھہرے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے ہرنی کا مشہور واقعہ من گھڑت اور غیر مستند قرار دیا ہے، لیکن اس کے من گھڑت اور غیر مستند ہونے کی تحقیق بیان نہیں کی، ان سے گزارش ہے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ سے منسوب مشہور واقعات کو از خود من گھڑت اور غیر مستند قرار دینے کی بجائے پوری ذمہ داری سے تحقیق و براہین پیش کیا کریں اور ذکرِ میلاد شریف کرنے والوں کو ''میلاد خوانوں'' کہہ کر تحقیر و تضحیک سے اجتناب کریں کیوں کہ اکابر اہلِ علم بھی ذکر میلاد شریف کرتے آئے ہیں اور ترمذی شریف میں پورا باب میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے موجود ہے۔

ڈاکٹر یحیٰی نشیط صاحب نے شمارہ ۹ کے ص ۵۹ پر اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت بیان کی اور پھر یہ لکھا: ''ہمیں حدیث اور اس کی روایت کی

Marfat.com

صحت سے کوئی سروکار نہیں- دیکھنا یہ ہے کہ آگاہ نے مناسب موقع پر مناسب حدیث کا استعمال کیا ہے-"

ڈاکٹر صاحب اپنی افتادِ طبع یا زلۂ قلم کے سبب سے ایسا لکھ گئے- انہیں احتیاط سے کوئی سروکار نہیں معلوم ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب و احتیاط کی توفیق عطا فرمائے- وہ یہ جملے یوں لکھ دیتے کہ ہمیں یہاں اس حدیث اور اس کی روایت کی صحت کا تذکرہ نہیں کرنا بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ شاعر نے اس حدیث شریف کا بیان برمحل کیا ہے-

ڈاکٹر یحییٰ نشیط لکھتے ہیں: "جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اس میں نصوص و احادیث سے یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکا کہ فرشتوں کا نزول کبھی حیوانوں کی شکل میں ہُوا ہو...... کسی حیوان یا پرندے کی شکل میں آنے کی ایک بھی مثال نہیں ملتی......" (ص۵۴، شمارہ۹)

عقائد اسلام و قواعد ملت بر طریق سنیہ اہلِ سنّت و جماعت پر مشتمل "تکمیل الایمان" (فارسی) شیخِ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہے- ۱۲۸۹ھ میں مطبع ہاشمی مدراس سے مطبوعہ میرے پاس موجود ہے، اس کے ص۱۲ پر ہے: "واعتقاد باید کرد کہ خدائے تعالیٰ را فرشتگان اند و فرشتگان اجسام لطیفۂ نورانیہ اند کہ بہر شکل کہ خواہند برآیند-"

تفسیر فتح العزیز، پارہ الم، ص۲۰۳ (مطبوعہ مطبع فتح الکریم، بمبئی) میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"درحقیقت فرشتہ کہ آن را در لغت عربی ملک نامند مردم را باوجود اتفاق بر ثبوت آن حقیقت اختلاف بسیار است اکثر مسلمین و یہود و نصاریٰ بآن رفتہ اند کہ ملائکہ اجسام لطیفۂ نورانیہ اند و حق تعالیٰ آن ہا را قدرتی بخشیدہ است کہ بسبب آں می توانند کہ خود را باشکال مختلفہ و صورت ہائے متفاوتہ ظاہر نمایند و اصحاب مجاہدات از جہت مکاشفہ بر آن صورت ہا مطلع می شوند و بعضی اوقات اصحاب حاجات و ضرورات را نیز صور غریبہ و آثار عجیبہ آن ہا برائے حل مشکلات و کفایت مہمات نمودار می گردد-"

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، جلد اول، ص۳۴۸ (مطبوعہ دارا

Marfat.com

الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ) میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واختلف الناس فی حقیقتها بعد اتفاقهم علی انها موجودة سمعا او عقلا، فذهب اکثر المسلمین الی انها اجسام نورانیة، وقیل، هوائیة قادرة علی التشکل والظهور باشکال مختلفة باذن اللّٰه تعالٰی۔"

مذکورہ تینوں اقتباسات میں فرشتوں کا مختلف شکلوں میں آنے کی باذن اللہ قدرت رکھنا ثابت ہے۔ مجھے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی نقل کی ہوئی ان وضعی روایات کو صحیح ثابت کرنے سے کوئی شغف نہیں جو حضرت جبرائیل و میکائیل علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ الحمدللہ یہ فقیر موضوع روایات کو قبول نہیں کرتا لیکن فرشتوں کا اشکال مختلفہ میں آنا مانتا ہے، اس بارے میں مجھے ضرور تردد ہے کہ نورانی پرندوں کی شکل میں فرشتوں کا نزول ناقابلِ یقین ہے۔ مجھے مہلت ملی تو تحقیق و تسلی کے بعد روایات پیش کروں گا۔

نعت رنگ شمارہ ۹ کے ص ۶۰ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب نے قرآنی آیت کے الفاظ رحمۃ للعالمین سے "ال" کو ہٹانے پر شاعر کے عجز کا بیان کرتے ہوئے "ال" کے بغیر ان الفاظ کی ترکیب کو بھونڈی، بدنما اور قاعدے کے مطابق غلط قرار دیا ہے۔ کیا (بزعم خویش) صرف قاعدے کے مطابق غلط قرار دینا کافی نہ تھا کہ بھونڈی اور بدنما کے الفاظ انہیں لکھنے ضروری لگے؟ وہ اس حوالے سے اپنے قلم کو احتیاط کا پابند بنائیں تو خود ان کے لئے ہی مفید ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب قاعدے کے مطابق ہونے کے حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں: "نظم و نثر میں قرآنِ کریم یا حدیث پاک کو اس طرح نقل کیا جائے جس سے ظاہر ہو کہ یہ قرآن یا حدیث سے ماخوذ ہے، مثلاً قال اللّٰه تعالٰی یا قال النبی ﷺ یا کذا فی القرآن یا کذا فی الحدیث، تو اس صورت میں قرآن و حدیث کے الفاظ میں تبدیلی و ترمیم درست نہیں اور اگر کلامِ الٰہی یا حدیثِ رسالت پناہی کو شعر یا نثر میں اس طرح ذکر کیا جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ناظم و ناثر کا اپنا کلام ہے اور اس ذکر و نقل سے مقصد قرآنِ کریم یا حدیث شریف کی طرف اشارہ یا اس کا اس سے بہ طور استعارہ کوئی دوسرا معنی مراد ہو تو یہ جائز ہے اور علم بلاغت میں اسے اقتباس کہا جاتا ہے۔ "مختصر معانی"، "مطول

Marfat.com

''اور'' جواہر بلاغت'' وغیرہ میں اس کا بیان وضاحت سے موجود ہے: ''اما الاقتباس فهو ان یضمن الکلام نظما کان او نثرا شیأ من القرآن او الحدیث لاعلی انه منه (مختصر معانی) لیکن اقتباس پس وہ ہے کہ اسے اپنے کلام میں نظم یا نثر، کلام الٰہی یا حدیث کا کوئی حصہ اس طرح ملا دے کہ یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ یہ قرآن یا حدیث کا حصہ ہے۔ ''مطول'' اور ''مختصر'' میں اقتباس کے ماتحت یہ بھی واضح طور پر ذکر کر دیا گیا ہے کہ وزن وتقفیہ کی غرض سے اگر لفظ مقتبس میں معمولی سا تغیر کر لیا جائے تو حرج نہیں: ولا باس بتغییر یسیر فی اللفظ المقتبس للوزن او غیرہ - جیسا کہ بعض مغاربہ کا کسی دوست کے مرنے پر یہ قول ہے: وقد کان ما خفت ان یکونا ، انا الی اللّٰه راجعونا (اور بلا شبہ جس کا ہونے کا مجھے ڈر تھا وہ ہو کر رہا۔ تحقیق ہم سب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں) یہاں پر شاعر نے لفظ مقتبس میں معمولی سا تغیر ضرورتِ شعری کی وجہ سے کر لیا ہے حالاں کہ قرآن کریم میں انا للّٰه وانا الیه راجعون (البقرہ:۱۵۶) ہے۔ اگر ہم بغور دیکھیں تو ذمہ دار، مستند علما وعرفا کے کلام میں اس کی بے شمار امثلہ ہیں۔ حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم کی ''مثنوی شریف'' کے دفتر اول سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں:

کرد وصف مکر شان راذوالجلال
لتزول منه اقلال الجبال

قرآن میں الفاظ یوں ہیں: وان کان مکرهم لتزول منه الجبال (ابراہیم:۴۶)

فرماتے ہیں:

لاجرم ابصارنا لا تدرکه
وهو یدرک بین تو از موسی وکه

قرآنی الفاظ یوں ہیں: لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار (الانعام:۱۰۳)

فرماتے ہیں:

Marfat.com

مرضیعفاں راتوبی خصمی بداں

ازنبی اذ جاءنصراللہ بخواں

قرآن میں اذاجاء نصر الله (النصر:۱) ہے۔

فرماتے ہیں:

عشق جان طورآ مد عاشقا

طورمست وخرموسی صاعقا

قرآنِ کریم میں ''صعقا'' ہے اور مولانا روم ضرورتِ شعری کے لیے ''صاعقا'' لائے ہیں۔مزید ملاحظہ ہو:

اطلب المعنی من القرقان وقل

لانفرق بین احد من رسل

قرآن کریم میں ''رسلہ'' ہے اور مولانا، وزن وقافیہ کی تصحیح کے لئے رسل فرماتے ہیں۔

کچھ مصرعے ملاحظہ ہوں:

☆ باز خوان من آیة او ننسها ☆ تستطیعوا تنفذوا را باز دان

☆ تا درخت استغلظ آمد فاستوی ☆ گفت غضوا عن هوا ابصارکم

☆ گفت اوزانسوی واستغشوا ثیاب ☆ حق نزائید ست اولم یولدست

☆ گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا ☆ ذکر تزاور کذا عن کھفھم

☆ خذتموا سخریة اهل السمو

انہوں نے آیات واحادیث کو کہیں بعینہ اور کہیں بہ طور اقتباس معمولی تغیر سے ذکر فرمایا ہے۔مثنوی مولانا روم کا مطالعہ کرنے والے اہلِ علم پر یہ امر ہرگز مخفی نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ رحمۃ القوی کی فضیلت علمی میں کسے شبہ ہے؟ وہ فرماتے ہیں:

ان پر کتاب اتری بیانا لکل شئ

Marfat.com

تفصیل جس میں ماعبر وما غبر کی ہے

قرآن کریم میں تبیانا لکل شئی (النحل:۸۹) ہے ،اعلیٰ حضرت نے اس سے اقتباس کر کے شعر میں اپنی طرف سے بیانا لکل شئی فرمایا۔مثنوی ردامثالیہ میں فرماتے ہیں:

نیست فضلش بہر قوم بے ادب
یخطف ابصارھم برق الغضب

☆

سنگ ریزہ می زند دست از جناب
مارمیت از رمیت آید خطاب

☆

وصف اہل بیعت آمد اے رشید
فوق ایدیھم ید اللہ المجید

☆

ربنا سبحنک لیس لنا
علم شئ غیر ما علمتنا

(اس شعر میں سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا (البقرہ:۳۲) سے اقتباس ہے)

مثنوی مولانا روم میں بھی ہے:

چوں ملائک گو کہ لاعلم لنا
یا الٰھی غیر ما علمتنا

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے دیوان میں ہے:

علام تدعی سلیم ، وھی نازحۃ
امام قوم ھم آووا ، وھم نصروا

(ص ۱۰۵، دیوانِ حسان، مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

لک الخلق والنعماء ، والامر کله

فایاک نستهدی ، وایاک نعبد (ص۴۷)

والثانی اثنین فی الغار المنیف ، وقد

طاف العدو به از صعد الجبلا (ص۱۶۱)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے دیوان میں ہے:

وفی الروضة الغراء سم غذائه

وصاحبها بالمومنین رحیم (ص۳۰)

☆

فیتهز غصن العدل بعد سکونه

ویحیی نبات الارض وهو هشیم (ص۳۰)

ان سیرت صم الجبال سرابا

وتفتحت افلاکها ابوابا (ص۱۵۹)

ان الذین یبایعونک انهم

لیبایعون اللّٰه دونک فاعتبر (ص۵۰)

ولا تک فیه موسویا فانه

مع القول بالتعدیل لم یستطع صبرا (ص۱۵۴)

اذا شمس النفوس ارت ضحاها

تزیدات القلوب بما تلاها (ص۱۶۳)

ویقسم ایضا فی ثمان و عینهم

هو العرش للرحمن فی قوله استوی (ص۶۴)

فهذی عبادات المراد تخلصت

وان لیس للانسان غیر الذی سعی (ص۶۴)

Marfat.com

اذا جاء ت الاذکار للعدل تبتغی

مفاضلة یاتین رجلا و رکبانا (ص۱۰۲)

لقد جئتکم بالامر من عند ربکم

کماجاء ت الارسال من عنده تتری (ص۴۷)

فمن یتق اللّٰہ العلیم بحاله

سیجعل له الرحمن من امره یسرا (ص۱۵۵)

وذلک من صدع یکون بعینه

یقیم به وزنی فیخسر میزانا (ص۱۱۴)

(مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

دیوان خواجہ شمس الدین محمد بن محمد حافظ شیرازی، مطبوعہ مؤسسہ انتشارات باقر العلوم، تہران کے ص۱۹۴ پر یہ شعر ہے:

شب وصل است وطی شد نامہ ہجر

سلام فیه حتی مطلع الفجر

یہ نسخہ ڈاکٹر غنی وقروینی کا تصحیح شدہ ہے- اس شعر میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت کے اصل الفاظ بیان کرنے میں وزن کا بھی مسئلہ نہیں- حافظ شیرازی کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

لمع البرق من الطور وآنست بہ

فلعلی لک آت بشهاب قبس (ص۳۵۴)

اگر میں ذمہ دار اہلِ علم کے دواوین سے ایسی تمام مثالیں نقل کروں تو ذخیرہ جمع ہو جائے گا- جو لوگ فی الواقع اہلِ علم ہیں یہ انہی کا حصہ ہے اور جو نہیں جانتے وہ اپنی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے معترض ہوتے ہیں-

ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب نے شمارہ ۹ کے ص ۶۳ پر عبدالحق کان پوری کا خط بنام محسن کاکوروی نقل کرنے سے قبل لکھا ہے: ''اس طرح یہ مسدس جنت گوش بھی ہے اور فردوسِ نظر بھی-

Marfat.com

اس کی دل آویزی ایک طرف اس کی اہمیت بڑھائی ہے تو دوسری طرف خود حضور ﷺ کی حسنِ قبولیت اس کی عظمت کی ضمانت ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے شمائلِ محمد ﷺ کے حوالے سے بعض شعراء کے ایمان وعقیدت پر کلام کیا تھا اور محسن کاکوروی کے لکھے ہوئے سراپا شریف کو خود جنت گوش اور فردوسِ نظر ہی قرار نہیں دیا بلکہ رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس کی قبولیت کی سند بھی فراہم کی۔ وہ خود ہی فرمائیں کہ اس طرح جامِ کوثر کا حصول یقینی ہُوا یا نہیں؟ اور جو کلام خود نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں سنا جائے اس پر ثواب و فائدہ ہوگا یا نہیں؟ نعت شریف صرف کہنے پڑھنے والے ہی نہیں بلکہ سُننے والے بھی اسے عبادت اور ذریعۂ نجات جانتے ہیں اور کتنے اشعار ہیں جو وظیفہ ہو گئے ہیں اور صدیوں سے اہلِ محبت کا معمول ہیں۔

شمارہ ۹ کے ص ۱۳۶ سے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ جس کا عنوان "شعراء الرسول۔ ایک تعارف" ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جن دنوں نعت رنگ کا یہ شمارہ مارکیٹ میں آیا تھا، ان دنوں ڈاکٹر ابوسفیان صاحب بھی کراچی آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مضمون میں علمائے دیوبند کے ساتھ اپنی وابستگی کو برملا بیان کرتے ہیں اور اپنے علماء کے نام لکھتے ہوئے وسیع القاب نہیں بھولتے جب کہ شعراء الرسول اور اصحابِ نبوی کے اسمائے مبارکہ لکھتے ہوئے یہ اہتمام انہوں نے نہیں رکھا۔ عربی اشعار اور ان کے تراجم کے حوالے سے میرا جی یہی چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ دُہراؤں تاکہ ڈاکٹر یحیٰی نشیط صاحب اور خود ابوسفیان صاحب ملاحظہ فرمالیں کہ اصحابِ نبوی علیہم الرضوان کے عقائد کیا تھے؟ آج ہم صحیح العقیدہ اہلِ سنّت و جماعت (بریلوی) کو جن باتوں پر شدید فتووں کا ہدف بنایا جاتا ہے وہ سب باتیں اصحابِ نبوی سے بھی ثابت ہیں اور ان کو بیان بھی وہی کررہے ہیں جو انہی باتوں پر معترض ہوتے ہیں۔

نعت رنگ کے اس شمارے میں "حاصلِ مطالعہ" کا باب مَیں نے پہلی مرتبہ توجہ سے دیکھا۔ جناب عزیز احسن صاحب نے بھی "رحمت العالمین" کے استعمال کو ناجائز لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں: "جیسا قرآن میں آیا ہے ویسا ہی لکھنا ضروری ہے۔" اس بارے میں وہ بھی میری

Marfat.com

اس تحریر کا وہ حصہ ضرور ملاحظہ فرمائیں جو ڈاکٹر یحیٰی نشیط کے جواب میں ہے اور اپنی علمی تحقیقی رائے سے نوازیں۔ محترم عزیز احسن صاحب کے اکثر تبصروں کو عمدہ پایا، بعض مقامات پر ان کا بیانیہ بہت بھایا۔ ص ۱۹۱ شمارہ ۹ پر وہ لکھتے ہیں: ''شاعری خود ایک مقدس چیز ہے، کیوں کہ شعراء براہ راست مبدءِ فیاض سے کسب کرتے ہیں۔ الشعراء تلامیذ الرحمن اسی لئے کہا گیا ہے۔'' محترم عزیز احسن صاحب کے یہ جملے بغیر کسی حوالے اور دلیل و سند کے بیان ہوئے ہیں اور میرے نزدیک محلِ نظر ہیں۔ شاعری کی تمام اصناف اور ان میں پایا جانے والا سب کلام اگر واقعی ''مقدس چیز'' ہے تو میں اپنا اعتراض واپس لینے کو تیار ہوں۔ چناں چہ ص ۱۹۹ پر عزیز احسن صاحب خود لکھتے ہیں: ''دنیائے ادب میں مقدس اصنافِ سخن صرف دو ہیں، حمد باری تعالی اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ۔'' علاوہ ازیں براہ راست مبدءِ فیاض سے کسبِ فیض بھی قرآن میں شعراء کے بارے میں موجود آیات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اسی صفحے پر جناب عزیز احسن رقم طراز ہیں: ''لیکن ان دنوں کتابوں پر رائے دینے والوں نے شاعر کو طباعتِ کتب کے ضمن میں عجلت پسندی کے رویے سے باز رہنے کی نصیحت کیوں نہیں کی؟ یہ بات میرے لیے ایک معمہ ہے۔''

اس حوالے سے جناب عزیز احسن کے علم میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ کچھ دوست اور عقیدت مند ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی تحریروں پر رائے لینے کے لئے نہایت مبالغہ آمیز تعریفی خطوط لکھتے ہیں اور چند سطور لکھنے پر اصرار کرتے ہیں اگر ان کے موافق نہ لکھا جائے تو وہ ان تحریروں کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتے۔ یہ آپ بیتی لکھ رہا ہوں۔ اول تو میں کتابوں پر رائے لکھتا نہیں، لکھوں تو صرف مصنف کے بارے میں لکھ دیتا ہوں لیکن تحریر یا شاعری کو بغیر پڑھے رائے ہرگز نہیں دیتا۔ کچھ لوگ رائے لکھوانے کے بعد کتاب کے متن میں تبدیلی یا ترمیم و اضافہ کر لیتے ہیں، وہ دکھائے بغیر پہلی لکھی ہوئی رائے جوں کی توں رہنے دیتے ہیں۔ بعد کی کسی غلطی پر قارئین و ناقدین میں تقریظ لکھنے والے بھی ہدفِ ملامت ہو جاتے ہیں۔ دو شاعروں نے مجھ سے رائے لکھوائی لیکن کتاب میں شامل نہیں کی اور ایک صاحب نے پہلے جتنی مبالغے سے میری تعریف کی تھی بعد میں اسی شدت سے ناراضی بھی ظاہر کی۔ صرف اس لئے کہ ان کے اشعار میں

Marfat.com

شرعی لحاظ سے سنگین غلطیاں تھیں جن کی اس فقیر نے نشان دہی کر دی تھی- یہ فقیر نہایت گناہ گار ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ دینی شرعی امور میں یہی کوشش رہتی ہے کہ غلطی نہ ہو- اپنی ہر تحریر میں اللّٰہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم سے اپنی تمام خطاؤں پر توبہ واستغفار کرتا رہتا ہوں اور اس بات پر اللّٰہ جلّ شانہ کا شکر کرتا ہوں کہ تا ایں دم مجھ سے غلطی کو غلطی نہ ماننے کی غلطی نہیں ہوئی - اللّٰہ کریم عزّ وجل سے یہی دعا ہے کہ مجھے ہر طرح شریعت وسنّت کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر ہو، آمین

جناب عزیز احسن نے ص ۱۹۳ پر ''حبیبی یارسول اللّٰہ ﷺ'' پر تبصرہ فرماتے ہوئے دوسرا پیراگراف بہت خوب لکھا ہے- وہ اسی شمارے میں ص ۱۵۸ اور ص ۱۶۲ پر شعراء الرسول کے کلام میں موجود ''یا'' کا لفظ سند کے طور پر پیش کر سکتے ہیں- مزید برآں مؤسسۃ الجریسی للتوزیع والاعلان، ص- ب ۱۴۰۵، الریاض ۱۱۴۳۱، سعودی عرب سے ۱۴۲۰ھ میں ۷۹۶ صفحات کی ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ''امام العصر'' ہے- یہ مشہور سعودی مفتی عبدالعزیز بن عبداللّٰہ بن باز کی وفات کے بعد ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی نے مرتب کی ہے جو خود ایک ذمہ دار شخص ہیں - اس کتاب میں وفات پانے والے مفتی کے بارے میں صرف وہ منظومات ص ۴۹۳ سے ص ۷۲۸ تک ہیں جو اس کی وفات کے بعد شعراء اور اہلِ علم نے کہی ہیں- ان میں ڈھائی سو کے لگ بھگ اشعار میں اس مفتی کو ''یا'' کے لفظ سے ندا کی گئی ہے: مثلاً یاقبلة الارض ، یا ابا عبداللّٰہ ،یاشیخنا ، یا مفتی الامہ وغیرہ-

نعت رنگ شمارہ ۹ میں پہلی تحریر جناب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی ہے، ان کا پورا نام، نعت رنگ میں شاید پہلی بار طبع ہُوا ہے- کشفی صاحب کی تحریر میں کچھ جملے تو ایسے ہوتے ہیں جو دل میں ترازو ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی جو جانے وہ کیوں لکھ جاتے ہیں کہ کشفی صاحب پر شبہ ہونے لگتا ہے- شش ماہی عالمی ''السیرہ'' کے شمارہ ۳ میں ''مقامِ محمد ﷺ'' کے عنوان سے کشفی صاحب کی تحریر بھی نظر سے گزری، اس کے کچھ جملے دیکھیے، لکھتے ہیں: ''آیت ۱۰۴ (سورۂ بقرہ) سے ان آداب کا باب ہمارے لیے وا ہوتا ہے جن کا تعلق رسول ﷺ سے ہے- حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی نہیں بلکہ لاپروائی اور ادب کی ادنیٰ سی کمی کا نتیجہ حبطِ اعمال ہو سکتا

Marfat.com

ہے۔'' (ص ۴۹)

ص ۴۱ پر لکھتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے علوئے مرتبہ کا یہ پہلو کتنا اہم ہے کہ آپ کے ذکر میں حد درجہ احتیاط مسلمانوں کے اندازِ زیست کا حصہ ہے۔'' ...... ''آپ کے حضور آوازیں پست رہیں۔ یہ ایک دائمی حکم ہے۔'' ص ۵۱ پر عزت بخاری کا شعر نقل کر کے لکھتے ہیں: ''یہاں اہلِ ایمان کو فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں کے اندازِ پرواز میں بھی ادب کے قرینے نظر آتے ہیں اور فضا بھی سانس روکے ہوئے دست بستہ کھڑی دکھائی دیتی ہے۔''

ص ٦٦ پر لکھتے ہیں: ''انبیائے کرام کے علم کا منبع اور مصدر اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ انبیاء کسی انسان کے شاگرد نہیں ہوتے ، وہ تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں۔ بدنصیبی سے الشعراء تلامیذ الرحمٰن کا محاورہ ہمارے ہاں یوں استعمال ہوتا ہے کہ اس سے نبوت کی عظمت کو مجروح کیا جاتا ہے جب کہ صرف یہ کہنا مقصود ہوتا ہے کہ شاعری ایک وہبی چیز ہے اور شاعر پیدائشی ہوتا ہے۔'' یہی کشفی صاحب جب کبھی خود کوئی ایسی بات لکھ جائیں جو قابلِ گرفت ہو تو نہ پوچھئے کہ طبیعت پر کیا گزرتی ہے۔

''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' کے عنوان سے نعت رنگ شمارہ ۹ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں:
''غزل کو حیات وکائنات کا ہمہ گیر اور کُل شناس آئینہ'' قرار دیا گیا ہے۔ ذرا سا تامل کیجیے تو اندازہ ہوگا کہ غزل کی تفہیم کے لئے نہایت تربیت یافتہ اور مہذب ذہن درکار ہے اور دوسری طرف غزل اپنی پہلی اور اولین سطح پر ہر پڑھنے والے کے لیے کچھ نہ کچھ معانی اور مفہوم رکھتی ہے۔ یہ وہ در ہے جہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔''

اس اقتباس کو شرعی آئینے میں دیکھوں تو وہ لفظ جو خود کشفی صاحب نے غالبًا کسی کے نقل کیے ہیں، محلِ نظر ہیں: ''حیات وکائنات کا ہمہ گیر اور کُل شناس آئینہ۔'' غزل کی تفہیم کے لیے کشفی صاحب جس ذہن کے درکار ہونے کا بیان کر رہے ہیں مجھ سا شخص اسے صرف غزل کے حوالے سے قبول کرنے میں ضرور معترض ہوگا۔ قرآن وحدیث اور حمد ونعت کے حوالے سے یہ بات کشفی صاحب نے نہیں فرمائی۔ جس طرح وہ شعراء کے تلامیذ الرحمٰن ہونے کے محاورے پر معترض ہیں

Marfat.com

اور اسے نبوت کی عظمت کو مجروح کرنے والا قرار دے رہے ہیں، اسی طرح غزل کے حوالے سے یہ تقدس بیان کر کے وہ قرآن و حدیث اور حمد و نعت سے کچھ وہی سلوک خود کرتے نظر آ رہے ہیں۔ مجھے شعر و ادب کی نزاکت اور اس میں بیان کی جانے والی حیات و کائنات کی باتوں سے انکار نہیں لیکن حیات و کائنات کی ہمہ گیری اور کُل شناسی کا آئینہ تو بڑی باتیں ہیں اور پھر اس در (غزل) سے کسی کے بھی خالی ہاتھ نہ لوٹنے کی بات تو ہضم کرنا آسان نہیں۔ خود کشفی صاحب ہی لفظوں سے انصاف کی بات یوں لکھتے ہیں: ''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سادگی بڑی دھوکا دینے والی چیز ہے۔ سیدھے سادھے الفاظ کے ذریعے جو سچے جذبات و خیالات پیش کیے جاتے ہیں، کتنے ہیں جو ان کے ساتھ انصاف کر سکیں؟ بڑے شاعروں سے مرعوب ہو کر واہ واہ کرنا تو آسان ہے ۔مگر ان کے ایسے اشعار کی گہرائیوں میں کتنے لوگ اتر کر سانس لے سکتے ہیں۔'' (ص ۳۷)

مجھے بھی کشفی صاحب انہی لوگوں میں شمار کر لیں جو ان کی ایسی باتوں کی گہرائی میں اتر کر سانس نہیں لے پاتے! یہ اور بات ہے کہ ان سے مرعوب ہو کر ہر بات پر واہ واہ بھی نہیں کرتے ۔خود کشفی صاحب فرماتے ہیں: ''انسان کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ وہ اپنا اور اپنی صلاحیتوں کا اظہار خود کرتا ہے۔ اللہ نے اسے قوتِ تمیز، قوتِ ارادہ اور عقل کے ساتھ پیدا کیا اس کے سامنے راستے کھول دیئے گئے اور راہ کے انتخاب کا حق اسے دے دیا گیا۔'' (ص ۲۲) اسی صفحے پر وہ خود لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ کے راستے کو اپنا راستہ بنانا اور اس راستے کی خاک کو اپنے لیے اندازِ نظر بنانا ہی صاحبِ نظر ہونے کی دلیل ہے۔''

جناب ابوالخیر کشفی نے ص ۱۲ پر جناب فیض احمد فیض کی ناراضی دُور کرنے کی بات کی، وہ ان کے حوالے سے ٹی وی پر کچھ کہہ گئے تھے۔ مجھے نعت رنگ کے شمارہ اول سے نہم تک کشفی صاحب کی کوئی تحریر ایسی نظر نہیں آئی جس میں انہوں نے اپنی دینی کسی غلطی کا بھی اعتراف کر کے رجوع کیا ہو۔ شاید یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ ان کی خاموشی ہی اعتراف ہے یا وہ معترض کے جواب میں کچھ کہنا ہی نہیں چاہتے لیکن شرعی تقاضوں کے مطابق وہ حدیثِ قدسی غلط بیان کرنے سے رجوع کے پابند ہیں اس لیے نہیں کہ کسی نشان دہی کرنے والے کی تسلی یا خوشی کے لیے ایسا ضروری

Marfat.com

ہے بلکہ یہ ایمانی تقاضا ہے۔

کشفی صاحب لکھتے ہیں: ''غزل ساغر و مینا کے اشاروں کے سہارے مشاہدۂ حق کی گفتگو کا نام ہے۔ غزل کا کمال یہ ہے کہ اس کے شعر ہماری روزمرہ کی گفتگو کا جزو بن جاتے ہیں اور یوں گفتگو کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ غزل ہماری زندگی کا زندہ حصہ اور عنصر ہے۔ غزل ہمارے جذبات کی تہذیب اور ترفع کا وسیلہ ہے۔ یوں صنفِ غزل ہی آپ (ﷺ) کے ذکر کو ہمارے لیے وِرد اور وظیفہ بنانے کا فریضہ ادا کر سکتی ہے اور کسی صنف میں یہ توانائی اور امکانات نہیں۔ ایسی صنف ہی نعت کے بارِ امانت کو اٹھا سکتی ہے۔'' (ص ۱۸)

کشفی صاحب نے صنفِ سخن ''غزل'' کے حوالے سے جو خوبیاں بیان کیں، چوں کہ وہ نعت شریف کو اس صنف میں بیان کرنے کی ترغیب کے لئے تحریر کی گئی ہیں اس لیے مبالغہ آمیزی بھی گوارا لیکن یہ کہنا کہ یہی صنف، نعت شریف کے بارِ امانت کو اُٹھا سکتی ہے، یہ اگر آزاد نظم یا جدید اسالیب وغیرہ کے مقابلے میں ہے تو قبول کیا جا سکتا ہے ورنہ پابند شاعری کی تمام قدیم اصناف میں بھی نعت شریف نے ہر صنف کو عزت دی ہے جس میں وہ بیان ہوئی اور زبان زدِ عام ہوئی۔ اختلاف برائے اختلاف سے مجھے بحمداللہ کوئی علاقہ نہیں اور اصنافِ سخن پر مجھے اس آگہی کا دعویٰ بھی نہیں جو کشفی صاحب کو حاصل ہے۔ مَیں تو نعت شریف میں محاسنِ نعت کا جویاں ہوں، فن کارانہ خوبیوں کا نہیں۔ مجھے میرے محبوبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ایمانی محبت و تعظیم سے کیا جانے والا ہر صحیح تذکرہ کسی صنفِ سخن میں بھی ہو، اچھا لگتا ہے اور ہر نعت گو سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ نعت کہنے سے پہلے آدابِ نعت سے واقفیت ضرور حاصل کرے کیوں کہ یہ صرف شعر کہنے والی بات نہیں، یہ تو محبوبِ ربِّ جلیل کی بارگاہ میں باریابی پانے کی جستجو کا مرحلہ ہے۔ محبتِ رسول کے میزان پر ایمان تولنے کا معاملہ ہے۔ ایمان و عقیدت کے قبلہ و کعبہ کی طرف جان و دل کرنے کا سلسلہ ہے۔ قطرے کو گُہر کرنے، ذرّے کو رشکِ آفتاب کرنے کا وَل وَلہ ہے اور کیوں نہ ہو، نعت گوئی میرے معبودِ کریم کی سنّت ہے، یہ وہ وصف وسعادت ہے جو مشتِ خاک کو قربِ ایزدی عطا کرتی ہے۔ روایت ہے کہ سجدے میں بندہ اپنے ربِّ کریم کے بہت قریب ہوتا ہے، اسے

Marfat.com

بہت پیارا لگتا ہے، شاید یہ وجہ بھی ہو کہ سجدے میں بندے کا جسم ربِ کریم کے محبوبِ کریم ﷺ کے مبارک نام ''محمد'' ﷺ کی مکتوبی ساخت کا نقشِ جمیل بن جاتا ہے۔

دنیا گول ہونے اور سب علاقوں میں طلوع وغروبِ شمس کی ساعتوں کا فرق بھی شاید اسی لئے ہے کہ ہر لمحے کہیں نہ کہیں اذان ونماز کی صورت میں بھی ذکرِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء ہوتا رہے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر غفران علی صدیقی نے نیوجرسی میں مجھے یہ بات بتائی کہ سورج کی پہلی کرن میرے نبی کریم ﷺ کی قدم بوسی کرتی ہے پھر کائنات کو سورج اس آفتابِ نبوت ہی کا فیضان پہنچاتا ہے۔ خود کشفی صاحب ص ۳۴ پر علامہ اقبال کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''ان کے دل کی دھڑکن انہیں یہی پیام دیتی تھی کہ سورج اسی روضۂ اطہر کو سلام کرنے کے لیے ابھرتا ہے اور اسی کے مکین کو سلام کرتے ہوئے واپسی کا سفر اختیار کرتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔'' کعبے پر نصب میزابِ رحمت کا رُخ جانبِ مدینہ ہے اور وہ اس طرف جھکا ہُوا ہے۔ مَیں ان اہلِ محبت کے قربان جن کے ذہن وفکر کا محور ہی ذاتِ محبوبِ ربِّ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہے۔ فاضلِ بریلوی کے فرزندِ ارجمند کے تین اشعار اہلِ محبت کے لئے لکھ رہا ہوں:

وسطِ مسبّحہ پہ سر رکھیے انگوٹھے کا اگر
نام اللہ ہے لکھا ہ اور الف ہے لام دو
نام خدا ہے ہاتھ میں نامِ نبی ہے ذات میں
مہر غلامی ہے پڑی لکھے ہوئے ہیں نام دو
نامِ حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نامِ محمد (ﷺ) ہی بنے جسم کو یہ نظام دو

میرے والدِ گرامی مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت عاشقِ رسول محبِّ صحابہ وآلِ بتول حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے بستر پر دائیں کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھ دائیں رخسار تلے رکھ کر ٹانگیں سمیٹ لیا کرو، چشمِ فلک کو تمہارا جسم نامِ نبی کی صورت نظر آئے گا، یوں نیند بھی بابرکت ہوگی اور تم پر کرم بھی ہوگا۔

Marfat.com

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے ص ۱۸ پر جناب ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''نقوشِ اقبال'' پر جناب رشید احمد صدیقی کے مقدمے کا اقتباس نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''نعت گوئی اتنا ہی مشکل اور معظم فن اور عبادت ہے جتنی عظیم و مکرم وہ شخصیت ہے جس کے طفیل یہ وجود میں آئی ...... یہ وہ عظیم شاعری ہے جو صحف سماوی کی مانند لازوال ہوتی ہے، اس لیے کہ انھی صحائف کی دی ہوئی اور انہی کی ترجمان ہوتی ہے ......'' اس اقتباس پر کشفی صاحب لکھتے ہیں: ''رشید صاحب ہمارے نثری ادب کی آبرو ہیں، مگر اس بیان میں قدرے اور احتیاط کی ضرورت تھی۔ نعت اس عظیم و مکرم شخصیت کے ذکر اور مرتبہ کا پرتو ہے اور صحفِ سماوی کی جھلک نعت میں ملتی ہے اور اس کی یہ ''لازوالیت'' اسی ذکر مکرم کا صدقہ ہے، لیکن نعت کو صحفِ سماوی کی مانند لازوال کہنا نیت کی صداقت کے باوجود زیادتی ہے۔'' (ص ۱۹، نعت رنگ، شمارہ ۹)

غزل کے حوالے سے اگر مَیں نے کشفی صاحب کے جملوں کو ہضم نہیں کیا تو دیکھئے کہ خود کشفی صاحب بھی اپنی فہم و دانست کے مطابق نثری ادب کی آبرو کے الفاظ کو زیادتی کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ خود ابوالحسن علی ندوی صاحب نے ان لفظوں پر اعتراض کیوں نہیں کیا؟ توجہ نہیں دی یا انہیں درست جانا؟ یہ کشفی صاحب یا علی میاں کے مداحِ خاص ابوسفیان اصلاحی صاحب ہی بتا سکیں گے۔

ص ۲۲ پر کشفی صاحب نے علامہ اقبال مرحوم کا شعر نقل کیا ہے:

''خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف''

اس کے بعد وہ میر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ہاں میر صاحب شرک فی النبوت کے مرتکب نہیں ہوئے۔'' اس سے واضح تأثر یہی ملا کہ اس شعر میں علامہ اقبال شرک فی النبوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اگر مَیں نے غلط سمجھا ہے تو کشفی صاحب تصحیح فرما دیں ورنہ شرک فی النبوت اس شعر میں مجھے سمجھا دیں۔

کہیں تو کشفی صاحب کا یہ انداز ہے کہ: ''کار جہاں کے سلسلہ میں اللّٰہ اور رسول کی

Marfat.com

قربت اور ہم کاری دوسرے استعاروں کی مدد سے بھی قرآنِ حکیم میں پیش کی گئی ہے''، کہیں یہ کہ:

''چاروں طرف گونجتے ہوئے شور میں اس کی ذات کی خانقاہِ سکوت اور چپ کدہ گونجتا ہے کیوں کہ وہ ہمہ وقت اسمِ محمد ﷺ کی تسبیح خوانی میں مصروف ہے۔'' (ص ۴۸) ''تا کہ اس نام کی تسبیح خوانی کرسکوں۔'' (ص ۴۹) اور کہیں اچھے بھلے شعر کو معترضہ بنا دینے کی زحمت فرماتے ہیں حالاں کہ علامہ اقبال کے بارے میں خود رقم طراز ہیں: ''اقبال کی پوری شاعری اور اس کا فلسفہ خودی، عشق و عمل، تعلق بالرسول سے عبادت ہے۔'' (ص ۳۱) (لفظ عبادت کمپوزنگ کی غلطی ہے یا اصل یوں ہی ہے؟)

وہ فرماتے ہیں: ''اقبال کی فکر کی اساس ذاتِ محمدی ﷺ ہے۔'' (ص ۳۱)

کشفی صاحب نے اپنے اس مضمون میں کچھ باتیں بہت خوب بھی لکھی ہیں لیکن وہ ص ۴۲ پر جنت کے مقابلے میں مدینہ کو ترجیح دینے کی شکایت دُہراتے ہوئے لکھتے ہیں، ''مَیں اس پر گزشتہ مضمون میں تفصیلاً لکھ چکا ہوں۔'' انہوں نے اس حوالے سے بھی میرے جواب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

مجھے شدت سے احساس ہے کہ میرا یہ خط بہت طویل ہو گیا ہے اور ابھی صرف ایک شمارے کے مندرجات کے حوالے سے بھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔ مجھے ابھی جناب جمال پانی پتی، رشید وارثی اور احمد صغیر صدیقی کی ان باتوں کا جواب دینا ہے جن کا انہوں نے میرے حوالے سے ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط اور کشفی صاحب کی تحریریں شمارہ ۱۰ میں بھی ہیں۔ کہاں تک لکھوں، اور مَیں نے یہ خط بھی ایک نشست میں نہیں لکھا، کتنے اور کام جمع ہوتے رہے اور مَیں ٹالتا رہا۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی کا اس دوران خط آیا، وہ مجھے فرماتے ہیں کہ ان تحریروں کی اہمیت اپنی جگہ، تم نے مستقل کتابیں جو شروع کر رکھی ہیں ان پر زیادہ توجہ کرو۔ اس کا جواب انہیں آپ (صبیح رحمانی) ہی لکھیں، آپ پہلے ہی شاکی ہیں کہ مَیں آپ کو صرف خط لکھتا ہوں، کوئی مضمون نہیں لکھتا۔

بھائی صبیح رحمانی! آپ مجھے نعت رنگ میں لکھنے سے آزاد کیوں نہیں کر دیتے؟ محترم

Marfat.com

اقبال فاروقی صاحب کا مشورہ و نصیحت صائب ہے- دس شماروں تک آپ سے بات نباہی ہے اور یہ خط تو مضمون سے زیادہ طویل لکھ دیا ہے- اگر آئندہ نہ لکھ سکا تو محسوس نہ کیجئے گا- آپ کو نعت شریف کے حوالے سے لکھنے والے عمدہ افراد میسر ہیں اور روز بروز حلقہ بڑھ رہا ہے، ماشاءاللہ-

نعت رنگ شمارہ ۹ کے ص ۸۷ پر حضرت جمال صاحب پانی پتی کی تحریر ہے جس کا عنوان ہے: ''نعت گوئی کا تصورِ انسانی اور مولانا کوکبؔ نورانی-''

محترم جمال صاحب نے شمارہ ۸ میں شائع ہونے والے میرے خط میں درج میرے لفظوں سے اگر یہ تأثر لیا ہے کہ مَیں نے خود ان کے بارے میں یہ بدگمانی کی ہے کہ وہ تفسیر بالرائے یا مثلیث کا دعوٰی کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں، تو واضح کر دوں کہ ان کے بارے میں یہ بدگمانی اس فقیر نے نہیں کی، شاید مَیں اپنی مختصر تحریر میں اپنی بات واضح نہیں کرسکا- پانی اور پتّی کی مثال بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ نبی پاک ﷺ کو محض بشر یا اپنے جیسا بشر کہہ کے پکارنا اور سمجھنا میرے نزدیک شدید بے ادبی ہے- مَیں نے ایسا پکارنے سے منع کرنے کے حوالے سے یہ بات کی تھی کہ پانی میں پتّی شامل ہو جائے تو چائے پکاری جاتی ہے، اسے پانی نہیں کہتے- اس سے زیادہ میرا مقصد نہیں تھا، علاوہ ازیں میری عادت ہے کہ کوئی حوالہ پیش کر کے ان تمام لوگوں کو جواب دیتا ہوں جو ایسی سوچ رکھتے ہیں جو کہ قابلِ اعتراض ہوتی ہے- چوں کہ مثلیث کی بات آئی تھی، میرا رُوئے سخن اس بات میں حضرت جمال صاحب کی ذات نہیں تھی- امید ہے میری اس مختصر وضاحت کے بعد باقی تفصیل کے جواب کی گنجائش نہیں رہی ہو گی-

علاوہ ازیں ''انا احمد بلا میم'' کے بارے میں میرا موقف اب بھی یہی ہے کہ اس روایت سے اگر کوئی یہ ثابت کرتا ہے کہ نبی پاک ﷺ مخلوق نہیں تو مجھے کوئی بیان اس حوالے سے قبول نہیں- ہاں میم مظہریت کا ہو یا سرکارِ دوعالم ﷺ کو اللہ کی ذات وصفات کا آئینہ کہنے کی بات ہو تو دل وجان سے قبول ہے بلکہ ایمان ہے-

حضرت سید محمد سعید المعروف میراں بھیکھ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الف اللہ کو یاد کر جو گھٹ گھٹ ہے بھرپور

Marfat.com

احمد کارن احد نے اپنا کیا ظہور

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

میم احد مون آئے لے پنڈت پوتھی بہو

سود پنتھ بتائے نستار سبھ جگت کو

☆

میم رلے مورت بھے احدا یکتا مول

احد محمد ہور جوا بھے صورت نہ بھول

جمال صاحب کے ذوق کے لئے یہ اشعار لکھ کر بھی یہی عرض ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کو واحدِ حقیقی مانتا ہوں اور نبی کریم ﷺ کو مخلوق مانتا ہوں لیکن مخلوق میں بے مثل و بے مثال مانتا ہوں اور فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق یقین رکھتا ہوں کہ میرے آقا ﷺ کی حقیقت کو میرے ربِ کریم کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں- جناب محمد قاسم نانوتوی کا کہا ہوا شعر ملاحظہ ہو:

"رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت

نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار"

وہ بلاشبہ سرّ وحدت ہیں اور میری سمجھ کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بھی یہی فرمایا ہے- پھر واضح کردوں کہ وہ یا کوئی بھی میرے نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہ مانے تو یہ قبول نہیں ہوسکتا اور حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرّہ الرّبانی نے حضور کو ہرگز غیر مخلوق نہیں کہا، مجھے صرف یہی کہنا تھا- اگر محترم جمال صاحب نے یہ نکتہ نہیں پایا تو مَیں نے پھر واضح کرنے کی کوشش کی ہے- وہ اب بھی میرے الفاظ سے مطمئن نہ ہوں تو مجھ سے فون یا ملاقات پر میری بات خوب سمجھ لیں اور پھر مجھے بتادیں کہ مَیں کہاں غلطی کر رہا ہوں؟ اس مہربانی پر مَیں ان کا شکر گزار ہوں گا- اپنی تحریر کے آخر میں انہوں نے غفلت یا سہو سے سرزد ہوجانے والی اپنی جس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی نشان دہی کے لیے مجھ نالائق کا شکریہ ادا کیا، اس پر دعا گو ہوں کہ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو راہِ حق پر استقامت عطا فرمائے،

Marfat.com

آمین-

ص ۲۵۵ شمارہ ۹ پر جناب احمد صغیر صدیقی کا مکتوب ہے- انہوں نے مجھ بے بضاعت کو دینی معاملات پر اٹھائے گئے سوالوں کے جواب دینے پر قابلِ تعریف قرار دیا اور ساتھ ہی فرمایا ہے، کہ مَیں نے متعدد لکھنے والوں کو روکا ٹوکا ہے- فرماتے ہیں کہ کوکب نورانی بہت معمولی معمولی باتوں پر معترض ہُوا ہے مثلاً سستی جذباتیت، کٹھ ملاؤں، مرض میں مبتلا ہوئے جیسے الفاظ پر بھی ناخوش ہُوا-

محترم احمد صغیر صاحب سے عرض ہے کہ متعدد لکھنے والوں کی جن باتوں کو مَیں نے دینی شرعی اور تعظیمِ نبوی کی مد میں نامناسب خیال کیا، ان پر اپنی دانست کے مطابق انہیں ضرور روکا ٹوکا ہے اور جن الفاظ پر ناخوشی ظاہر کی ہے وہ بھی بلاوجہ نہیں-

جناب رشید وارثی، نعت رنگ شمارہ ۱۰ کے ص ۱۰ پر رقم طراز ہیں: ''فقہی اعتبار سے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں کسی شخص کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرنے کی بجائے ان کی نشان دہی ہر صاحبِ علم پر واجب ہو جاتی ہے تاکہ لاعلمی یا ناواقفیت کی بنا پر ان غلطیوں کو دُہرائے جانے کا سدّ باب کیا جاسکے-''

رسولِ کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے الفاظ کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط لازم ہے - ہم خطا و نسیان سے مرکب انسان ہیں، اگر ہم سے کوئی خطا اس مبارک ذکر میں ہو جائے اور خود ہمیں اس کا احساس نہ ہو تو اس خطا کی نشان دہی پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم توبہ و استغفار اور غلطی سے رجوع ہی کی طرف مائل ہوں- احمد صغیر صاحب سے اور تمام قارئین سے عرض ہے کہ وہ میری تحریر میں بھی کوئی غلطی وکوتاہی پائیں تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں، مَیں ان کا شکرگزار ہوں گا-

احمد صغیر صاحب صدیقی لکھتے ہیں: ''میرے اس سوال کے جواب میں کہ ''صحیح مبالغے'' سے کیا مراد ہے انہوں نے لکھا ہے ''اس سے مراد ہے جائز مبالغہ'' مجھے حیرت ہے کہ کیسا جواب ہے- یہ تو وہی بات ہوئی جیسے کوئی کہے ''جائز بدکاری'' یا ''مستحسن بے ایمانی''- (ص ۲۵۶، شمارہ ۹

Marfat.com

احمد صغیر صاحب نے مبالغے کو بدکاری اور بے ایمانی جانے کیوں سمجھ لیا؟ مَیں اس کا جواب نہ بھی دیتا تو قارئین سمجھ جاتے کہ احمد صغیر صاحب صدیقی ''جائز مبالغے'' کو سمجھ نہیں سکے۔ زیادہ کہنا اور غلط کہنا دو الگ باتیں ہیں۔ بعض باتیں یا کام بہ ظاہر مبالغے لگتے ہیں لیکن حقیقت وہ مبالغہ نہیں ہوتے یعنی حد سے متجاوز یا غلط نہیں ہوتے انھی کو جائز مبالغہ کہا ہے۔ ایک روایت ہے کہ ایک مقدس خاتون نے غسل میں مبالغہ کیا، مراد یہ ہے کہ بدن کی نظافت وطہارت میں تسلی کے لیے پانی، معمول سے کچھ زیادہ استعمال کیا۔ محترم احمد صغیر صاحب، فرمائیں کہ کیا وہ اس مبالغے کو بھی بدکاری اور بے ایمانی شمار کریں گے؟ تحفظِ صوم کے لیے روزہ دار کو کلّی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، ایسی کتنی ہی مثالیں ہیں۔ میرے بیان میں یا لفظوں میں شاید نقص تھا کہ احمد صغیر صاحب اصل مفہوم اخذ نہ کر سکے یا پھر انہوں نے توجہ ہی نہیں فرمائی۔ اگر اب بھی مَیں اپنی اس بات کو سمجھا نہیں سکا ہوں تو اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت خواہ ہوں۔

محترم احمد صغیر صاحب صدیقی لکھتے ہیں: ''ایک بات ضرور پوچھوں گا کہ کیا یہ القاب (مولائے کل، سرکارِ دو عالم وغیرہ) حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے بھی رائج تھے اور کیا صحابہ ان کا استعمال کرتے تھے؟'' (ص ۲۵۶)

اول تو وہ یہ جان لیں کہ شریعتِ مطہرہ کے قوانین میں کوئی ایسا قانون نہیں کہ جو کام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا وہ کام اُمتِ مسلمہ کو کرنا جائز ہی نہیں، دوم یہ کہ احمد صغیر صدیقی صاحب نے یہ بات محترم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے پوچھی ہے، چوں کہ اس حوالے سے انہوں نے میرے جواب کا ذکر بھی کیا ہے اس لیے ان سے پھر عرض کروں گا کہ ''سید العالمین'' کا اُردو یا فارسی میں ترجمہ وہ خود ارشاد فرمائیں اور باقی القاب کے لیے عربی کے الفاظ وہ نظم ونثر میں دیکھنا چاہیں تو یہ فقیر انہیں اپنی ذاتی لائب ریری میں مدعو کرتا ہے، علاوہ ازیں وہ اسی نعت رنگ شمارہ ۹ اور ۱۰ میں عربی کے اشعار ''شعراء الرسول'' کے کلام میں بھی ان القاب کے ہم معنی عربی الفاظ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

Marfat.com

محترم جناب رشید وارثی نے نعت رنگ کے لیے بہت لکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ محنت کے خوگر ہیں۔ شمارہ ۱۰ نعت رنگ میں ان کا عمدہ مقالہ بہ عنوان ''اُردو نعت میں ادبِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں'' خاصا وقیع ہے۔ ادبِ رسالت کے حوالے سے انہوں نے بہت عمدہ جملے لکھے، دل سے انہیں ان جملوں پر دعائیں دیں۔ اپنے مقالے کے آخر میں انہوں نے بہ عنوان ''بعض شبہات کا ازالہ'' شمارہ ۶ میں شائع ہونے والے اپنے مضمون کے حوالے سے میرے کچھ اعتراضات کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ انہی کی تازہ تحریر ہی سے ان کو جواب پیش کردوں۔ وہ شمارہ ۱۰ کے ص ۲۲ پر عنوان قائم کرتے ہیں ''کسرِ شان مضمون آفرینی۔'' اس کے تحت انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مندرجات میرے ان تمام اعتراضات کی خود رشید وارثی صاحب کے اپنے قلم سے تائید و توثیق کرتے ہیں۔ جناب عبدالدائم جلالی ہوں یا کوئی اور، اگر وارثی صاحب متعدد شعراء کے اشعار میں کسرِ شان الفاظ کی گرفت کرتے ہوئے ان الفاظ کو ادب رسالت کے منافی قرار دے رہے ہیں تو نثر میں تسامح یا عدم توجہ کی وجہ سے سرزد ہو جانے والے الفاظ کی گرفت پر بھی اسی طرح وہ مستعد ہوں۔ رسولِ کریم ﷺ کے لیے ''بے ہوشی'' کے الفاظ میرے ایمان کے ذوقِ لطیف کو کسی طرح بھی گوارا نہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی شریف میں یہ بیان فرمایا کہ وہ ہستی جو رب تعالیٰ کو دیکھ کر آنکھ نہیں جھپکتی وہ جبریلِ امین علیہ السلام کو دیکھ کر کیسے اپنے ہوش کھو سکتی ہے! انہوں نے بڑی پیاری بات فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے جبریل کو اپنی اصل صورت دکھانے کو فرمایا تو چوں کہ جبریل نوری فرشتہ ہے تو سرکار ﷺ بھی شانِ بشری سے اپنی نوری شان میں جلوہ گر ہوئے۔ دیکھنے والوں کو جسمِ اقدس کی جو کیفیت نظر آئی اسے انہوں نے خالی از ہوش سمجھ لیا، اگر بے ہوشی گمان کی جائے تو قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے جبریلِ امین کی تمام کیفیت کیسے دیکھ لی، وہ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں یعنی وہ اپنی اس شان میں جلوہ گر ہو کر جبریلِ امین کا مشاہدہ کر رہے تھے، جسمِ اقدس جن کے سامنے تھا انہوں نے اپنے دیکھنے کے مطابق گمان کر لیا۔ احادیث میں ہے کہ میرے آقا کریم ﷺ کی نیند ان کا وضو باقی رکھتی تھی کیوں کہ ان کی آنکھیں تو سوتی تھیں لیکن قلبِ اقدس

Marfat.com

بے دار رہتا تھا، ایسے آقا کے بارے میں بے ہوشی کا لفظ مَیں کیسے گوارا کرلوں؟ دنیا سے رحلت کے وقت بھی ظاہری طور پر جن کو جسمِ اقدس کی ظاہری صورت جیسی دکھائی دی اس کو لکھنے والوں نے بے ہوشی، غشی یا مدہوشی لکھ دیا لیکن مَیں اور میرا ذوق ہرگز راضی نہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کے لیے یہ الفاظ یوں ہی لکھے جائیں- ابوالخیر کشفی صاحب نے کسی تحریر میں مدینہ منورہ کی گرمی کا تعلق کھجوروں کی شیرینی سے قائم کرنا نقل کیا تھا- کیا رشید وارثی کے عشقِ رسول کو اس مقام پر ادب و محبت کا کوئی اور پیرایہ گوارا نہ ہُوا؟ نامناسب یا کسی منفی پیرایۂ بیان کے لیے دلیل ڈھونڈنا اور بیان کرنا تو کمال نہیں- اس طرح ''مرض میں مبتلا'' ہونے کے الفاظ ہیں- مَیں تو یوں کہوں گا کہ مرض، دامنِ اقدس کو چھونے آیا تا کہ ہم گناہ گاروں کے لیے کفارۂ سیئات بنے- یوں ہی مجھے لفظ پسینہ پر اعتراض نہیں نہ ہی کثیر العرق والی روایت مجھ سے مخفی ہے، بات وہی ہے کہ پیرایہ بیان ایسا ہو جو رشید صاحب کی محبت بھری تحریروں کی خوبی بنے-

محترم رشید صاحب نے گستاخی کا سنگین جرم کرنے والوں اور ان کی حمایتی افراد کے نام کے ساتھ بھی القاب و آداب لکھنے پر میرے اعتراض کے جواب میں لکھا ہے: ''البتہ علمائے کرام خواہ کسی مکتبِ فکر کے ہوں ان کو بُرا کہنے سے احتیاط برتنا چاہیے کیوں کہ اس طرح بعض مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے-'' (ص ۳۷) انہوں نے بیہقی کی ایک روایت نقل کرنے کے ساتھ سورۃ الانعام کی دو آیات کا بھی ذکر کیا ہے، حالاں کہ بیہقی کی روایت میرے اعتراض سے غیر متعلق ہے اور مذکورہ قرآنی آیات کو اکثر مفسرین نے منسوخ فرمایا ہے- رشید وارثی صاحب کے نزدیک بعض مسلمانوں کی دل آزاری نامناسب فعل ہے- میرے نزدیک کسی کی بھی ذاتی دل آزاری رَوا نہیں البتہ کوئی میرے بے عیب نبی پاک ﷺ کی گستاخی بے ادبی کرے تو ایسے گستاخ اور اس کے حامیوں کی دل آزاری کو مَیں کارِ ثواب سمجھتا ہوں اور اپنا ایمانی فریضہ بھی- رشید وارثی صاحب کو مَیں نے شائستگی یا متانت کا دامن چھوڑنے کو نہیں کہا مگر وہ مسلمان اسے تسلیم کریں جس کو شریعت و سنت مومن و مسلم ثابت کرے- مَیں نے نعت رنگ میں اسی لیے ایسی تحریروں کی مخالفت کی جن میں عقائد کی بحث چھڑے اور بات تلخی میں ہو- اس عمدہ پرچے میں

Marfat.com

آدابِ رسالت کے تقاضوں کی بات رہے اور اہلِ محبت تک پھول ہی مہکائے جائیں۔ جو کوئی میرے محبوب نبی کریم ﷺ کا مبارک نام چومنے کو ناجائز کہے اور میلاد شریف منانے کو کنہیا کا جنم دن منانے جیسا کہے اس کی تکریم یا رعایت تو خود کو ایمانی طور پر تباہ کرنے والی بات ہے، حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

می بلرزد عرش از مدحِ شقی

وارثی صاحب سے عرض کروں گا کہ مجھ سراپا آلودۂ عصیاں کی فردِ عمل میں یہی تو ایک نیکی ہے کہ میں کائنات میں سب سے افضل، سب سے اجمل، سب سے اکمل، سب سے اولیٰ، سب سے بالا و والا، فخرِ آدم و بنی آدم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم، درّ اللہ المکنون، عالمِ ما کان و ما یکون، امام الانبیاء، جانِ مسیحا، مولائے کُل، ختم الرسل، رحمۃ للعلمین، محبوبِ ربّ العلمین، سیاحِ لامکاں، مالکِ جناں، النبی الامی القرشی الہاشمی والمطلبی، رؤف و رحیم رسولِ کریم ﷺ کے کسی بے ادب، گستاخ یا اس گستاخ کے حامی کے لیے قلب وذہن میں کوئی تکریم یا رعایت نہیں رکھتا۔ اپنے معبودِ کریم جلّ مجدہ سے یہی دعا ہے کہ وہ مجھے اس نیکی پر ثابت و قائم رکھے، اسے میرے لیے سرمایۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین و مخالفت یا فاسق و فاجر، ظالم و جابر یزید پلید علیہ مایستحقہ کی تعریف و حمایت کرنے والے پرغم و غصہ اسی کو ہوگا جو نبی پاک ﷺ کی سچی محبت رکھتا ہوگا اور ان کی نسبتوں کا احترام کرتا ہوگا، جو علمِ نافع اور تعظیم و ادب نہیں رکھتا وہ میرے نزدیک ابلیسِ لعین سے کسی طرح کم نہیں۔ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ علمائے حق اور اہلِ محبت کا میں ادنیٰ غلام ہوں اور گستاخانِ رسول اور ان کے حامیوں کے لیے شمشیرِ بے نیام ہوں۔ دل آزاری کے حوالے سے اس حکایت پر اپنی اس تحریر کا اختتام کرتا ہوں:

ایک ایرانی شخص کسی شاعر کا دوست ہوگیا، جب اس اپنے دوست سے ملنے گیا تو وہ مسلمان شاعر اپنی داڑھی مونڈ رہا تھا۔ ایرانی نے کہا، آغا ریش می تراشی؟ شاعر نے کہا، بلے! موئے می تراشم ولے دل کسے نمی خراشم۔ ایرانی نے جواب دیا، آرے، دل رسول اللہ ﷺ می

Marfat.com

خراشی۔ (کیاتم داڑھی مونڈ رہے ہو؟ ہاں! داڑھی مونڈ رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا۔ ہاں ہاں! تم رسول اللہ ﷺ کا دل تو چھیل رہے ہو) شاعر نے یہ سُنا تو غش کھا کے گر پڑا۔ ہوش آیا تو کہا:

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی

مرا با جانِ جاں ہم راز کردی

(اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے کہ تُو نے میری آنکھیں کھول دِیں اور مجھے جانِ جاناں کا راز دار بنادیا یعنی ان کی بارگاہ کے لائق بنادیا)۔

رشید وراثی صاحب ایسے لوگوں کے بارے میں شرعی احکام سے شاید پوری طرح آگاہ نہیں جو تکریم تو کیا مدارات کے بھی کسی طرح ہرگز اہل نہیں۔ میری اس تحریر سے رشید وارثی صاحب یا کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو یا مجھ سے کوئی سہو ہُوا ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

Marfat.com

مکتوبِ ہشتم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 12)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم - بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

محترم جناب سید صبیح رحمانی، مدیر نعت رنگ، کراچی - سلام مسنون!

اللّٰہ کریم جلّت عظمتہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہمیں مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور اس کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

ماہِ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کے آغاز میں ''نعت رنگ'' کا گیارھواں شمارہ ملا، بہت شکریہ و جزاکم اللّٰہ تعالیٰ - اسے ربِّ کریم کا فضل اور نعت شریف کی برکت ہی کہوں گا کہ آپ کا یہ سفر نہ صرف جاری ہے بلکہ ترقی پذیر بھی ہے - یہ کامیابی نعت شریف سے آپ کے خصوصی لگاؤ اور اس باب میں آپ کے صدق و اخلاص کو ظاہر و ثابت کرتی ہے - اللّٰہ کریم جلّ شانہ آپ کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے اور مزید ہمت و استعداد سے نوازے، آمین -

میرے استاذِ مکرم شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی صاحب اشرفی قادری اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا پہلا سالانہ عرس مبارک دس، گیارہ صفر کو اوکاڑا میں منعقد ہُوا، اس میں شرکت کے لئے گیا تو نعت رنگ کا شمارہ میرا ہم سفر رہا، اوکاڑا پہنچنے تک دو سو سے زائد صفحات مَیں نے دیکھے اور ''اعترافی و اعتراضی'' جملوں کو نشان زد کرتا رہا - مطالعے کا دوسرا مرحلہ ماہِ ربیع النور کی دو تاریخ کو اپنے والدِ گرامی کے پیر خانے، شرق پور شریف میں حضرت شیرِ ربانی میاں شیر محمد صاحب نقش بندی شرق پوری رحمۃ اللّٰہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک میں شرکت کے لئے سفر کرتے ہوئے پورا کیا - آپ کے علم میں ہے کہ ماہِ ربیع النور سے ربیع الآخر تک محافل و مجالسِ میلاد شریف اور اسفار کی کثرت رہتی ہے، علاوہ ازیں جرائد و رسائل اور تحقیق و تصنیف کے مشاغل کا تسلسل بھی رہتا ہے - درونِ ملک اور بیرونِ ملک وقوع پذیر ہونے والے وہ واقعات و

Marfat.com

حوادث جو دینی و مذہبی امور اور شخصیات سے وابستہ ہوتے ہیں، وہ بھی اپنی اہمیت کی وجہ سے توجہ اور وقت کا مصرف بنتے ہیں۔ شہرت کی تمنا کبھی نہیں کی مگر گم نام بھی نہیں رہا۔ کتابوں میں گم یا کبھی لکھنے میں مگن ہوں اور فون یا ملاقاتی آ جائیں تو پتا چلتا ہے کہ شہرت کے "فوائد" کتنے اور کیسے ہیں۔ اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس گہما گہمی میں بھی میری جستجو اور محنت، مطالعہ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے حوالے سے کسی قدر برقرار ہے، جنہیں کتاب و قلم سے شغف ہے، کچھ انہی سے پوچھئے کہ یہ کیسا نشہ ہے!

نعت رنگ کے اس شمارے نے جلوہ گر ہونے میں خاصا وقت لیا۔ مجھے اپنے یارِ طرح دار محترم شکیل عادل زادہ کے سب رنگ کا احوال خوب معلوم ہے، رنگ کا لفظ آپ کے دھیان میں شاید انہی سے آیا ہوگا، تو کچھ اثرات کا آ جانا بھی بعید نہیں۔ وہ تاخیر گوارا کرتے ہیں مگر معیار کے دھنی ہیں، آپ کا معاملہ بھی کچھ انہی جیسا لگتا ہے۔

آپ نے اس دوران نعت رنگ کے گیارہ شماروں کے مشمولات کے حوالے سے ایک تعارفی پمفلٹ (اشاریہ) بھی شائع فرمایا، یقیناً اسے اکثر اہلِ علم تک بھجوایا ہوگا، امید ہے آپ سے قلمی تعاون میں وہ کارآمد رہا ہوگا۔

نعت شریف ایسا موضوع نہیں کہ ہر کوئی محض خامہ فرسائی کے شوق میں کوئی مضمون لکھ دے، جس طرح شاعر کو نعت کہنے کے لئے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ عقائد اور حقائق سے آگہی ہونا ضروری ہے اسی طرح نعت شریف پر تحقیق و تنقید میں کچھ لکھنے سے پہلے بہت جان کاری کی ضرورت ہے اور لکھتے ہوئے احتیاط اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اس تمام تر احتیاط کے باوجود یہ حوصلہ بھی رہنا چاہیے کہ فی الواقع غلطی پر صرف اس کا اعتراف ہی نہ کیا جائے بلکہ اس تصحیح و اصلاح کو مفید اور قابلِ قدر سمجھا جائے۔

بھارت کے شہر ممبئی سے سہ ماہی "افکارِ رضا" کے مدیر جناب محمد زبیر قادری انہی دنوں کراچی آئے ہوئے تھے، میرا تعارف ان سے پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی، مدیر ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور، کے توسط سے ہوا، اس فقیر نے محمد زبیر قادری صاحب سے آپ کا ذکر کیا

Marfat.com

تھا، آپ سے ان کی ملاقات خوب رہی ہوگی۔

سہسرام، بھارت سے ماہ نامہ ''الکوثر'' کے مدیر مولانا ملک الظفر صاحب نے آپ کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا، وہ ''الکوثر'' کا ''نعت نمبر'' شائع کر رہے ہیں، ایک قلم برداشتہ تحریر ('' نعت اور آدابِ نعت'') انہیں بھجوادی تھی جس کا عکس آپ کو بھی بھجوا رہا ہوں۔

نعت رنگ کے گیارہویں شمارے میں میرے مفصل خط کی طباعت پر مجھ تک جو تحریریں اور احباب کے زبانی جو تأثرات پہنچے ان سب کا یہ تقاضا بلکہ شدید مطالبہ تھا کہ نعت رنگ میں تحقیق وتنقید پر مشتمل اپنا خط ضرور لکھتا رہوں جب کہ میرے پیشِ نظر جناب امین راحت چغتائی کا وہ جملہ بھی ہے جو اُن کے مطبوعہ مکتوب کے آخر میں ہے اور اسے کیا کہوں کہ ان کے اسی جملے کے فوراً بعد میرا خط شائع ہُوا ہے۔ راول پنڈی میں برسوں پہلے مولانا حافظ مظہر الدین صاحب مرحوم کے مکان پر حضرت صاحب زادہ پیر سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی کے ساتھ دو تین مرتبہ جانا ہُوا، وہاں چغتائی صاحب سے بھی ملاقات رہی۔ چغتائی صاحب مسلکی اختلاف کے باوجود اگر کسی حوالے سے ظاہر کرتے کہ کون سی بات حقائق یا شرعی تعلیمات کے خلاف مطبوعہ خطوط میں ہے تو اچھا ہوتا۔ جس مقدس ومطہر ہستی کی شان میں نعت کہی جاتی ہے خود اس رسولِ کریم ﷺ نے جس فرقے کو ناجیہ فرمادیا، حقائق کے مطابق اس مسلک سے متضاد ومخالف باتوں کا بیان تو چغتائی صاحب کو یا کسی کو ناگوار نہیں گزرنا چاہیے، اس بات کو یوں بھی کہوں کہ محض اپنے ناقص علم و فہم یا نادرست مسلک ومزاج کی رعایت کرتے ہوئے ''حقائق'' کو قبول نہ کرنا تو روا نہیں ہوسکتا۔ حقائق کے خلاف مضمون لکھنے والوں پر چغتائی صاحب برہم نہیں ہوئے، ایسے مضامین میں حقائق کے خلاف بیان کے تعاقب پر ان کی ناگواری کا اظہار جانے کیوں انہوں نے ضروری جانا؟ اب چغتائی صاحب اپنی عمرِ عزیز کی سات دہائیاں پوری کرنے کے باوجود، نعت رنگ کے گیارہویں شمارے کے ص ۹ پر شائع ہونے والی حمدِ باری تعالیٰ کے اس شعر کو صرف کسی مسلک کے تناظر میں دیکھیں گے یا شرعی حقائق کے حوالے سے؟ جناب مظفر وارثی کہتے ہیں:

''نسب اگر جاننا ہو خلاقِ دو جہاں کا

Marfat.com

تو اس کی تفسیر منصفانہ ہے قل ھو اللہ‘‘

لیس کمثلہ شیء (الشوریٰ:۱۱) ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں ’’نسب‘‘ کے حوالے سے اس شعر پر حقائق واضح کرنا اور شعر کو نادرست ثابت کرنا، چغتائی صاحب کے نزدیک کیا صرف مسلکی اجارہ داری کا بیان ہوگا؟

مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت ہی ہے، اس کے سوا دوسرے مسالک متنازع فیہ اور باطل ہیں، چغتائی صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ مطبوعہ منظوم کلام دیکھیں تو وہ لوگ جو نثر میں اپنے مسلک کی وجہ سے میرے بے مثل و بے مثال رسولِ کریم ﷺ کی شانِ اقدس کے بیان میں جو باتیں یا الفاظ رَوا نہیں جانتے، نظم میں وہی باتیں اور الفاظ وہی لوگ بھی بلا جھجک کہتے ہیں اور بلا خوفِ تردید کہتے ہیں تو مَیں یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوں کہ مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت ہی کے مطابق صحیح نعت کہی جا سکتی ہے۔ نعت رنگ شمارہ ۶ کے ص ۴۳۰ پر جناب سعید بدر نے بھی اپنے مکتوب میں لکھا تھا: ’’بریلویوں کے مقابلے میں ایسے گروہ اور افراد پیدا ہو رہے ہیں جو بزعمِ خویش توحید پرست بنتے ہیں اور نعت کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر، اس لئے نعت گو شاعر بریلویوں کے قریب ہو جاتا ہے۔‘‘ یہ تائید ان کی زبان سے بھی پیش کر کے یہی بتانا چاہتا ہوں کہ صحیح العقیدہ اہلِ سنّت و جماعت (جنہیں بریلوی بھی کہا جاتا ہے) ہی اہلِ علمِ نافع ہیں اور نعت گوئی کسی مسلک سے بھی وابستہ کوئی شخص کرے وہ بریلویوں ہی کی تائید کرتا ہے۔

چغتائی صاحب لکھتے ہیں: ’’آپ کے ہاں ایک اور صاحب ہیں رشید وارثی۔ انہوں نے بھی اس اکہتر سالہ بوڑھے کو مار رکھا ہے۔ ان کا مضمون مَیں لپک کر پڑھتا ہوں اور اپنے مالک کے حضور اس کے بے پایاں لطف و کرم پر سجدہ کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے عہد میں زندہ رکھا ہے، جس میں رشید وارثی مضمون لکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے نعتیہ ادب کے نہایت متوازن فکر اور گہری بصیرت رکھنے والے ناقد ہیں، ان کا مضمون ’’اُردو نعت میں ادبِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں‘‘ بار بار پڑھنا چاہیے، اللہ انہیں قائم و دائم رکھے۔‘‘ (ص ۲۷۲، نعت رنگ شمارہ ۱۱)

انہی وارثی صاحب کی اسی تحریر میں یہ ہے: ’’فقہی اعتبار سے یہ ایک ایسا مقام ہے

Marfat.com

جہاں کسی شخص کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرنے کی بجائے ان کی نشان دہی ہر صاحبِ علم پر واجب ہو جاتی ہے تا کہ لاعلمی یا ناواقفیت کی بنا پر ان غلطیوں کو دُہرائے جانے کا سدِ باب کیا جا سکے۔'' (ص۱۰ شمارہ ۱۰)

چغتائی صاحب جن وارثی صاحب کی مضمون نگاری کے عہد میں زندہ رہنے پر سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں، وہی وارثی صاحب جس کام کو واجب فرما رہے ہیں، چغتائی صاحب اسے مسلکی اجارہ داری بتا رہے ہیں۔ چغتائی صاحب یہ گمان نہ کریں کہ مَیں دعویٔ علم میں بے باک ہو رہا ہوں۔ یہ فقیر تو سراپا آلودۂ عصیاں ہے اور حرف و لفظ کی جس قدر پہچان رکھتا ہے اس کے مطابق بھی دِینی حوالوں سے بات کرتے ہوئے اکابر اہلِ علم اہلِ حق کی تحریر و تقریر سے تائید نہ پائے تو زبان و قلم دراز نہیں کرتا، اس کے باوجود مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہر وہ قول اور فعل جو مجھ سے سرزد ہُوا، اگر عنداللہ وہ حق نہیں تو اس سے توبہ و رجوع کرتا ہوں اور اللہ کریم سے معافی چاہتا ہوں۔ الحمدللہ مجھے مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت کے بارے میں کوئی بے یقینی یا شک شُبہ نہیں، اس مسلک کو حق جانتا مانتا ہوں اور اسی پر خاتمہ بالخیر چاہتا ہوں۔ تعظیم و توقیرِ رسول ﷺ کے باب میں کسی کی رعایت نہ کرنا اگر مسلکی اجارہ داری شمار ہوتا ہے تو چغتائی صاحب ضرور مجھے اس مبارک فعل کا مجرم ٹھہرائیں، مَیں اسے اپنے لیے سعادت جانوں گا۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ابتدائیہ میں ص۱۲ پر ہے: ''تاہم ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کیا ''نعت'' نے خود کو ایک صنفِ ادب کے طور پر تسلیم کروالیا ہے۔'' اور ص۱۳ پر ہے: ''ادب اگر انسانی اقدار کی سربلندی کا نام ہے تو نعت ہمارے عقیدے کی اساس ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی اقدار کی نقیب بھی ہے، اس لیے نعت کو ادب میں وہ جگہ ملنی چاہیے جس کی یہ مستحق ہے۔ ادبی صنف کے اعتبار سے بھی اور ہماری ملّی اور قومی شناخت کے وسیلے کے لحاظ سے بھی۔''

اور اسی سے اگلے ص۱۴ پر جناب رشید وارثی صاحب کے تحریر کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: ''اُردو زبان کے اسلامی ادب میں......'' اور نعت رنگ کی لوح پر بھی درج ہے: ''نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ۔''

Marfat.com

محترم صبیح رحمانی صاحب! آپ اُردو ادب اور اسلامی ادب کی تقسیم اور تفریق کو تسلیم کرتے ہیں، پھر نعت کا خود کو صنفِ ادب کے طور پر تسلیم کروا لینے پر مسرت بھی ظاہر کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ جگہ بھی ادب میں چاہتے ہیں جس کی وہ مستحق ہے۔

آپ بہ خوبی جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں دِینی عالم یا دِین سے دل چسپی رکھنے والے شخص کو مذہبی کہا جاتا ہے۔ "مذہبی شخصیات" کے الفاظ جب بھی کہے جاتے ہیں ان سے مراد ہر کلمہ گو نہیں بلکہ وہی خاص افراد ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی نسبت دِین سے زیادہ وابستہ بتائے یا شمار کیے جاتے ہیں۔ بلکہ "فیشن زدہ" لوگوں میں جو دِینی معلومات نہ رکھنے کے باوجود نمازی ہو یا ٹوپی اوڑھ لے، داڑھی رکھ لے اور جو عورت دوپٹا اوڑھے رکھے، انہیں بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ "مذہبی" ہوگئے ہیں۔ اس طرح ان کے سوا دوسرے "غیر مذہبی" شمار ہونے اور کہلانے چاہئیں مگر ایسا بھی نہیں ہے یعنی انہیں غیر مذہبی کہا نہیں جاتا، جب کہ یہی لوگ دِین کے پابند یا دِین سے دل چسپی رکھنے والوں کو مذہبی کہتے اور شمار کرتے ہیں۔ پڑھے لکھے سند یافتہ کو صرف "اسکالر" کہا جاتا ہے اور عالمِ دِین کو "دِینی اسکالر"...... اسی طرح زبان کے ادب اور دِین کے ادب کی تفریق رَوا رکھی گئی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو زبان کے جو تحریری ذخائر دِینی مذہبی شخصیات نے یادگار بنائے ہیں وہ مقدار اور معیار میں بے شمار ہیں۔ مجھے عہدِ آفریں مزاح نگار محترم مشتاق احمد صاحب یوسفی نے بتایا تھا کہ بائبل کا اولین ترجمہ بھی (اُردو میں) کسی عالم دِین ہی سے کروایا گیا تھا۔ جسے زبان کا ادب شمار کیا جاتا ہے اس سے مذہبی شخصیات کی تحریر و تقریر خالی نہیں۔ عربی ادب کے حوالے سے کہوں تو عربی زبان میں صَرف و نحو کی متعدد کتب عیسائیوں کی بھی لکھی ہوئی ہیں اور عربی ادب میں غیر مسلم عربی داں طبقے کی بھی تحریریں نمایاں ہیں۔ وہاں بھی زبان کے ادب اور اسلامی ادب کی تفریق و تقسیم پائی جاتی ہے اور یہ لفظ "ادب" بھی تو عربی ہی کا ہے۔

میری دانست میں یہ ہے کہ شاعری تو ادب میں لامحالہ شامل ہے بلکہ نمایاں ہے لیکن دِینی موضوعات کے حوالے سے نظم و نثر کو زبان کے تحت نہیں رکھا گیا بلکہ اسے عام لوگوں کی تنقید سے بچانے کے لئے یا ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کی بجائے الگ شمار کیا گیا۔ واضح رہے کہ اس

Marfat.com

بارے میں، میں کوئی تحقیق بیان نہیں کر رہا ہوں۔

ادب میں شعبے ہیں، جیسے فکاہی ادب الگ شمار ہوتا ہے۔ ادب العالیہ درجہ بندی میں ہے۔ کلاسیکی ادب الگ شمار ہوا، اسی طرح اسلامی ادب بھی الگ شمار کیا گیا۔ یہ ضرور ہوا کہ مرثیے اور قصیدے کو شعری اصناف ہی کے طور پر ادب بلکہ تعلیمی نصاب تک میں شامل رکھا گیا البتہ نعت کو اسلامی ادب میں رکھا گیا ہے۔

شاعری کو ادب سے خارج نہیں کیا جا سکتا تو منظوم نعت کیسے ادب سے الگ کی جا سکتی ہے؟ آپ اسے اسلامی ادب کی بجائے محض ادب کی الگ صنف شمار کروانے کی بات کر رہے ہیں تو پھر اُردو ادب اور اسلامی ادب کی تفریق و تقسیم ختم کرنے کی بات کیجئے؟ مجھے رشید وارثی صاحب کے الفاظ نہایت موزوں لگے کہ ''اُردو کے اسلامی ادب'' ......اور ہر زبان کے اسلامی ادب میں نعت شریف کا مقام کوئی ہلکا یا کم نہیں کر سکتا اور اس کے مضامین پر ہر کس و ناکس کو کلام کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ نعت شریف کی عزت و توقیر ''ادب'' سے نہیں، البتہ ''ادب'' ضرور نعت شریف کی برکت سے مزید سرفراز ہوگا۔

نعت رنگ کے شمارے کی ابتداء میں کہیں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کا کلمہ نہیں دیکھا، ابتدائی صفحات میں اس کا التزام ہونا چاہیے۔ قرآنی آیات کی کمپوزنگ میں متعدد اغلاط ہوتی ہیں، اس حوالے سے غفلت نہیں برتی جانی چاہیے۔ محترم عبدالعزیز خالد صاحب نے ص ۳۶۸ پر املائی حرکات، اِعراب کی جو بات کی ہے وہ بھی کم اہم نہیں، اس پر بھی توجہ کی جائے۔ سال بھر کی مدت کے بعد آپ نعت رنگ شائع کرتے ہیں۔ تمام تحریروں کی بہ یک وقت کمپوزنگ نہیں ہوتی ہوگی، اِعراب لگانے کے لئے بہت سا وقت بھی درکار نہیں ہوتا۔ قرآنی آیات میں کمپوزنگ کی غلطی و اعتذار کی اشاعت آپ خود پر لازم کر لیں، اگر مسودے میں مضمون نگار نے غلطی کی ہو تب بھی وہ غلط شائع نہیں ہونی چاہیے، اگر نادانستہ طور پر ہو جائے تو بھی اللّٰہ تعالیٰ سے معافی اور قارئین سے معذرت چاہنے ہی میں عافیت ہے۔ ورنہ یہ تأثر لیا جا سکتا ہے کہ اس غلطی کو غلطی نہیں جانا اور یہ احساس سنگین غلطی ہوگا۔ ابتدائی صفحات میں ایک منتخب نعت شریف بھی ہو کیوں کہ یہ نعت ہی کے

Marfat.com

حوالے سے کتابی سلسلہ ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۴ سے جناب رشید وارثی کی تحریر شروع ہوتی ہے۔ اس تحریر میں رسولِ کریم ﷺ کے اسم یا ذکرِ مبارک کے ساتھ پورا دُرود وسلام لکھنے کی بجائے صرف "صلعم" اور "ؐ" کے اشارے لکھنے پر وارثی صاحب نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ وہ "ؐ" کو دُرود شریف کی علامت بتا کر درست ثابت کرنے کے لئے اس علامت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کیوں کہ "ؐ" کی حیثیت قرآنِ کریم کے رموزِ اوقاف کی علامتوں کی طرح ایک حرفِ علامت کی ہے جب کہ "صلعم" کی حیثیت (املا و تلفظ کے اعتبار سے) ایک لفظ کی ہے اور اس مہمل لفظ کی ادائیگی (ادائی) سے ایک عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اس نے حضورِ اکرم ﷺ کے نامِ اقدس کے ساتھ دُرود شریف ادا کیا ہے اور اس طرح وہ دُرود شریف کی سعادت و برکات سے محروم رہ کر ترکِ واجب کا مرتکب ہو جاتا ہے۔"

اس فقیر نے "اذان اور دُرود شریف" کے عنوان سے برسوں پہلے ایک کتابچہ تحریر کیا تھا اس میں اس حوالے سے روایات نقل کی تھیں۔ دیوبندی مذہب کی تبلیغی جماعت کا تبلیغی نصاب مرتب کرنے والے جناب محمد زکریا کاندھلوی نے حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کتاب "القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع (ﷺ)" سے استفادہ کرتے ہوئے "فضائلِ دُرود شریف" نامی رسالہ لکھا، جسے بعد میں "فضائلِ اعمال" نامی کتاب سے الگ کر دیا گیا۔ اس رسالے میں محمد زکریا صاحب، جناب اشرف علی تھانوی کے رسالے زاد السعید کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: "جب اسمِ مبارک لکھے صلوۃ وسلام بھی لکھے یعنی ﷺ پورا لکھے اس میں کوتاہی نہ کرے صرف "ؐ" یا صلعم پر اکتفا نہ کرے۔" (ص ۸۱، فضائلِ دُرود شریف، مطبوعہ مکتبہ عارفین، پاکستان چوک، کراچی)

محترم رشید وارثی صاحب نے "ؐ" کو دُرود شریف کی علامت بتا کر جائز رکھا اور صلعم کو نہیں رکھا جب کہ محمد زکریا صاحب نے اشرف علی صاحب تھانوی کا حوالہ دیا کہ یہ دونوں

Marfat.com

ناکافی ہیں، حالاں کہ ان دونوں کی تحریروں میں یہی ناکافی اشارے جا بجا ہیں، بلکہ اسی کتاب فضائلِ دُرودشریف میں بھی متعدد جگہ انہی علامتوں کو درج کیا گیا ہے۔

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القول البدیع، مطبوعہ مطبعۃ الانصاف، بیروت، ۱۳۸۳ھ کے ص ۲۵۰ میں ہے:

"واما الصلاة عليه عند كتابة اسمه صلى الله عليه وسلم ومافيه من الثواب و ذم من اغفله فاعلم انه كما تصلى عليه بلسانك فكذلك خط الصلاة عليه ببنانك مهما كتبت اسمه الشريف في كتاب فان لك به اعظم الثواب وهذه فضيلة يفوز بها تباع الآثار ورواة الاخبار وحملة السنة فيها لها من منة وقد استحب اهل العلم ان يكرر الكاتب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم كلما كتبه قالوا ولا ينبغي ان يرمز بالصلاة كما يفعله الكسالى والجهلة و عوام الطلبة فيكتبون صورة (صلعم) بدلا من صلى الله عليه وسلم ......"

اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب محمد معظم الحق نے اُردو میں کچھ اس طرح کیا ہے:

جب نبی کریم ﷺ کے اسمِ گرامی لکھنے کے وقت دُرود شریف پڑھنا ثواب ہے تو اس کا چھوڑنا بہت بُرا ہُوا۔ لہذا، جان لو! کہ جب تم اپنی زبان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر دُرود شریف پڑھتے ہو تو ایسے ہی اپنی انگلیوں سے آں حضرت ﷺ پر دُرود شریف لکھنا چاہیے یہ بہت بڑا اجر و ثواب کا کام ہے۔ سنّت پر عمل کرنے والے اور احادیث کو روایت کرنے والے اور آثار (صحابہ و تابعین) کی اتباع کرنے والے اس فضیلت کو حاصل کر کے کام یاب ہو گئے۔ کاش کہ اس احسان (خداوندی) کا ہمیں احساس ہوتا۔ اہلِ علم نے اس کو مستحب (پسندیدہ) قرار دیا ہے کہ جب بھی لکھنے والا حضور ﷺ کا اسمِ گرامی لکھے تو ہر مرتبہ دُرود شریف لکھے اور فرمایا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی (دُرود کی) علامت لکھ کر چھوڑ دے جیسا کہ سُستی کرنے والے اور جہالت کرنے والے اور عام طالبین حضورِ اقدس ﷺ کے نامِ مبارک اور دُرود شریف مکمل لکھنے

Marfat.com

کے بجائے ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ (اُردو ترجمہ ''القول البدیع''، مطبوعہ ادارۃ القرآن، گارڈن ایسٹ، کراچی، ص ۱۳۷)

وارثی صاحب ''م'' کو دُرود شریف پڑھنے کے علامت بتا کر جائز رکھنا چاہتے ہیں، جب کہ ان کی تائید میں کوئی دلیل تو کیا کوئی قول بھی نظر نہیں آتا۔ وارثی صاحب ازخود اسے رموز اوقاف کی علامتوں کی طرح لکھتے ہیں جب کہ قرآنِ کریم میں وقف کی علامتوں کا معنی و مفہوم ہر قاری یہی جانتا ہے کہ وقف کی علامت کچھ پڑھنے کے لئے نہیں، بلکہ اس علامت کے مطابق وقف کے لئے ہے یعنی اس جگہ پڑھنے کا تسلسل روکنے کے لئے ہے اور آیاتِ سجدہ میں ''س'' کی علامت نہیں بلکہ ''سجدہ'' کا لفظ لکھا جاتا ہے یعنی سجدہ۔ کہ ایک لفظ کو علامت کے کسی حرف کے ساتھ نہیں لکھا جاتا وہ ایک لفظ بھی پورا لکھا جاتا ہے اور قرآنِ کریم میں دُرود شریف پڑھنے کے لئے کسی مقام پر بھی اس علامت ''م'' کا درج نہ کیا جانا بھی یہی واضح کرتا ہے کہ اسے دُرود شریف کی علامت شمار نہیں کیا گیا، شاید یہ کہا جائے کہ تلاوتِ قرآن کے دوران دُرود شریف نہیں پڑھا جاتا، اس لئے یہ علامت نہیں لگائی گئی تو حدیث شریف کی کتابوں میں بھی یہ علامت کہیں مذکور یا درج نہیں، بلکہ یہی کہا گیا کہ جس طرح پورا دُرود و سلام نہ پڑھنا بخل شمار ہُوا، اسی طرح پورا دُرود و سلام نہ لکھنا بھی بخل اور سعادت سے محرومی شمار ہوگا، چناں چہ زادالسعید میں بھی صلعم کے ساتھ ہی ''م'' کی علامت کو نہ لکھنے کا ذکر ہُوا۔

مزید ملاحظہ ہو:

ص ۷۹، فضائلِ دُرود شریف مؤلفہ جناب محمد زکریا کاندھلوی میں ہے: ''علماء نے اس بات کو مستحب بتایا ہے کہ اگر تحریر میں بار بار نبی کریم ﷺ کا پاک نام آئے تو بار بار دُرود شریف لکھے اور پورا دُرود لکھے اور کاہلوں اور جاہلوں کی طرح سے صلعم وغیرہ الفاظ کے ساتھ اشارہ پر قناعت نہ کرے۔'' (مطبوعہ مکتبہ عارفین، کراچی)

محمد زکریا صاحب کے اس اقتباس سے بھی یہی واضح ہے کہ دُرود شریف کے لئے کسی

Marfat.com

اشارے پر قناعت نہیں کرنی چاہیے بلکہ پورا دُرود شریف لکھنا چاہیے، چناں چہ اسی صفحے کے حاشیے میں ہے: '' لکھنے والوں کو چاہیے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے نامِ مبارک کے ساتھ صرف صاد یا صلعم نہ لکھیں بلکہ پورا دُرود یعنی ﷺ لکھا کریں۔''

جناب محمد زکریا کاندھلوی اسی صفحے پر علامہ سخاوی کے حوالے سے لکھتے ہیں: '' علامہ سخاوی نے متعدد روایات سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن علماء حدیث حاضر ہوں گے اور ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوں گی (جن سے وہ حدیث لکھتے ہیں) اللّٰہ جلّ شانہ حضرت جبریل سے فرمائیں گے کہ ان سے پوچھو یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم حدیث لکھنے پڑھنے والے ہیں، وہاں سے ارشاد ہوگا، جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، تم میرے نبی (ﷺ) پر کثرت سے دُرود بھیجتے تھے۔ علامہ نووی تقریب میں اور علامہ سیوطی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ دُرود شریف کی کتابت کا (یعنی دُرود شریف کے لکھنے کا) بھی اہتمام کیا جائے۔ جب بھی حضورِ اقدس ﷺ کا پاک نام گزرے اور اس کے بار بار لکھنے سے اکتاوے نہیں اس واسطے کہ اس میں بہت ہی زیادہ فوائد ہیں اور جس نے اس میں تساہل کیا بہت بڑی خیر سے محروم رہ گیا۔''

محترم وارثی صاحب بھی، امید ہے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ صرف ''ؐ'' کی علامت لکھنے لگانے سے یہی ظاہر ہوگا کہ ایسا کرنے والا پورا دُرود شریف نہیں لکھنا چاہتا، اگر وہ اپنی تحریر میں پورا دُرود شریف لکھنا کاغذ اور وقت کی بچت سمجھتا ہے تو یہ بچت اس کے حق میں کسی خیر کی نشان دہی نہیں کرتی بلکہ یہ تو اس کو سخت وعیدوں کا مستحق ٹھہراتی ہے اور جب خود وہ پورا دُرود نہیں لکھے گا تو تحریر پڑھنے والے سے یہ توقع بھی کیوں کرتا ہے کہ اس کے لئے صرف علامت ''ؐ'' ہی پورا دُرود شریف پڑھنے کی تحریک ثابت ہوگی! علاوہ ازیں وارثی صاحب نے اس ''ؐ'' کو دُرود شریف پڑھنے کی علامت کسی دلیل سے ثابت بھی نہیں کیا اور میری معلومات کے مطابق اس پر کوئی دلیل ہے بھی نہیں، اس لئے اس علامت ''ؐ'' کو بھی صلعم کی طرح درست نہیں مانا جا سکتا۔

Marfat.com

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۵ پر خود رشید وارثی صاحب لکھتے ہیں: ''ہر مسلمان کو چاہیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے نامِ اقدس کے ساتھ پورا دُرود شریف پڑھے اور لکھے اور یہی ہمارے ائمہ سلف کی سنت رہی ہے۔''

جب وارثی صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ پورا دُرود شریف ہر مسلمان کو لکھنا اور پڑھنا چاہیے پھر کسی علامت کا لگانا یا لکھنا وہ کیسے رَوا بتا رہے ہیں؟ زاد السعید کے حوالے سے جناب اشرف علی تھانوی کا وہ جملہ بھی وارثی صاحب نے ص ۱۶ پر نقل کیا ہے جس میں صرف ''ص'' یا ''صلعم'' پر اکتفانہ کرنے کا ذکر ہے، یوں اس ''ص'' کی علامت کی بھی تائید انہیں نہیں ملی، پھر جانے کیوں وہ اس کو علامت مان کر اسے درست قرار دے رہے ہیں؟

ص ۱۸ پر جناب رشید وارثی کی تحریر میں عنوان ہے ''دُرود شریف کا حکم۔'' وہ اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''سورہ الاحزاب کی ۵۶ ویں آیت میں نبی کریم ﷺ پر دُرود وسلام بھیجنے کا حکم آیا ہے۔'' محترم رشید وارثی صاحب خود فرما رہے ہیں کہ دُرود وسلام کا حکم ہے تو عنوان میں بھی وہ یہی لکھتے ہیں کہ: ''دُرود وسلام کا حکم'' تاکہ پورے حکم کا بیان ہوتا۔

وہ لکھتے ہیں: ''۲ ھ میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ) آپ ہمیں تعلیم فرمادیں کہ ہم آپ پر کس طرح دُرود پڑھا کریں اور کس طرح سے سلام بھیجا کریں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم یوں کہا کرو (دُرودِ ابراہیم تعلیم فرمایا جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔) (بخاری شریف)''

صحیح البخاری (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی ۱۳۵۷ھ) جلد دوم کے ص ۷۰۸ پر اس روایت کے اصل الفاظ یوں ہیں: ''عن کعب بن عجرۃ قیل یارسول اللہ (ﷺ)! اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف الصلوۃ؟ قال قولوا: اللھم صلی علی محمد وال محمد کما صلیت علی ال ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وال محمد کما بارکت علی ال

Marfat.com

ابراھیم انک حمید مجید -''

رشید وارثی صاحب نے جو ترجمہ فرمایا وہ درست نہیں، اگر رشید وارثی صاحب نے یہ حدیث اپنی یادداشت کے مطابق نقل کی ہے تو ایسے مرحلے پر یوں لکھ دیا یا کہہ دیا جاتا ہے: ''او کما قال'' (یا جیسا کہ فرمایا) یعنی حدیث کا بلفظہٖ ترجمہ کیا جائے تو اس میں اپنی طرف سے مضمون یا الفاظ کی تبدیلی رَوا نہیں- اگر رشید وارثی صاحب نے فضائلِ دُرود شریف کتاب ہی دیکھ لی ہوتی تو اس کے شروع ہی میں ص ۸ پر یہ حدیث درج ہے- ترجمہ یوں درست ہوگا- ''کہ آپ پر سلام کیسے بھیجنا ہے، یہ تو ہم نے جان لیا پھر دُرود کیسے بھیجیں؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے دُرود کے الفاظ تعلیم فرمائے جو مذکور ہیں- اس دُرود شریف کو دُرودِ ابراہیمی کہا جاتا ہے اور یہ نماز میں پڑھا جاتا ہے- وارثی صاحب سے عرض کروں گا کہ آیت میں دُرود وسلام کا حکم ہے اور نمازی التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته** کے الفاظ سے سلام پیش کرتا ہے چوں کہ ان الفاظ میں دُرود شریف شامل نہیں اس لئے تشہد کے بعد دُرودِ ابراہیمی کے الفاظ سے ہدیۂ دُرود پیش کرتا ہے اور اس طرح نماز میں دُرود وسلام کے حکم کی تعمیل پوری ہوتی ہے-

وہ لوگ جو ہر جگہ صرف دُرودِ ابراہیمی ہی پڑھنے کو دُرود شریف شمار کرتے ہیں اور دیگر صحیح دُرودوں کو نادرست قرار دیتے ہیں، ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ اگر صرف دُرودِ ابراہیمی ہی ہر جگہ پڑھنا چاہیے تو ''**وسلموا تسليما**'' کے الفاظ کی تعمیل اس دُرودِ ابراہیمی کے پڑھنے سے کس طرح ہوگی؟ اگر ان لوگوں کے نزدیک دُرودِ ابراہیمی کے سوا کوئی دُرود ہرگز درست نہیں تو ''صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کہنے لکھنے کے بارے میں وہ لوگ کیا فرمائیں گے؟ کیا یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا ذکرِ مبارک کرتے لکھتے وقت صرف دُرودِ ابراہیمی ہی پڑھتے لکھتے ہیں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صرف دُرود شریف کا ذکر ہو تو دُرودِ ابراہیمی افضل ہے لیکن ارشادِ ربانی میں دُرود کے ساتھ سلام کا حکم تو تاکید کے ساتھ بیان ہُوا ہے اور نماز میں چوں کہ نمازی سلام کا ہدیہ (انشاء وارادے کے ساتھ) پیش کر چکا ہوتا ہے تو اس کے بعد دُرودِ ابراہیمی پڑھتا ہے- نماز کے سوا جب کبھی نبی پاک ﷺ پر دُرود وسلام بھیجا جائے تو اس میں ارشادِ

Marfat.com

ربانی کے مطابق پورا عمل ہونا چاہیے۔

گزشتہ صدی عیسوی کی چھٹی دہائی کے شروع میں کراچی شہر میں ایک گروہ نے یہ مشہور کیا تھا کہ ایک ''دُرودِ ابراہیمی'' ہے اور ایک ''دُرودِ اوکاڑوی'' ہے۔ میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ہر فرض نماز کے بعد، اذان سے قبل اور بعد اور اپنی تقریر کے شروع میں خطبۂ مسنونہ کے بعد ان الفاظ سے دُرود و سلام کا ہدیہ پیش فرمایا کرتے تھے: الصلوة والسلام علیک یارسول اللّٰہ، وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللّٰہ - اس دُرود وسلام کو دُرودِ اوکاڑوی کا نام دیا گیا۔ اس کو میں اپنے ابّا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے لئے اعزاز جانتا ہوں کہ اس دُرود شریف پر ان کے نام اور نسبت کو پکارا گیا۔

اعتراض کرنے والوں اور معترضین کے حامیوں کو بڑی مشکل پیش آئی جب محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی کتاب ''فضائلِ دُرود شریف'' شائع ہوئی اور اس میں انہوں نے لکھا: ''بندے کے خیال میں اگر ہر جگہ دُرود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یارسول اللّٰہ، السلام علیک یا نبی اللّٰہ وغیرہ کے الصلوة والسلام علیک یارسول اللّٰہ، الصلوة والسلام علیک یانبی اللّٰہ اسی طرح اخیر تک السلام کے ساتھ الصلوة کا لفظ بھی بڑھادے تو زیادہ اچھا ہے۔'' (ص ۲۲، فضائلِ دُرود شریف، مطبوعہ مکتبہ عارفین، پاکستان چوک، کراچی)

محترم وارثی صاحب مزید ملاحظہ فرمائیں۔ القول البدیع میں ص ۳۵ پر امام سخاوی رحمۃ اللّٰہ علیہ لکھتے ہیں: اقبل رجل حتی جلس بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونحن عندہ فقال یارسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیک وسلم) اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلاتنا صلی اللّٰہ علیک قال فصمت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی احببنا ان الرجل لم یسئالہ فقال اذا انتم صلیتم فقولوا اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارک علی محمد النبی

Marfat.com

الامی وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ..... ''(مطبوعہ مطبعۃ الانصاف، بیروت، ۱۳۸۳ھ)

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن کراچی والوں نے ''القول البدیع'' کا اُردو ترجمہ کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے اس میں اس روایت کا ترجمہ مکمل شائع نہیں کیا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری کتاب کے ترجمے کے نام پر صرف خلاصہ شائع کیا گیا ہے۔

اس روایت کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''ہم رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آ کر رسولِ پاک ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، پھر (اس شخص نے) کہا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ پر سلام بھیجنے کا (طریقہ) تو ہمیں معلوم ہو چکا، پھر ہم کیسے دُرود بھیجیں آپ پر جب کہ ہم اپنی نمازیں ادا کر رہے ہوتے ہیں یعنی نماز میں آپ پر کس طرح دُرود بھیجیں؟ کہا کہ رسولِ کریم ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے چاہا کاش یہ شخص، رسولِ پاک ﷺ سے سوال ہی نہ کرتا۔ پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب تم دُرود بھیجنا چاہو تو کہا کرو (اس کے بعد وہ الفاظ ہیں دُرودِ ابراہیمی کے جو رسولِ پاک ﷺ نے تعلیم فرمائے) اس کو ترمذی نے صحیح کہا۔ ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا۔ امام احمد نے، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، دارقطنی اور بیہقی نے اپنے سنن میں روایت کیا۔ دارقطنی نے کہا اس کی سند حسن متصل ہے۔ بیہقی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

اس روایت سے بھی ثابت ہُوا کہ دُرودِ ابراہیمی نماز میں پڑھنے کے لئے خاص ہے۔

جی تو چاہتا ہے کہ دُرود وسلام ہی کے موضوع پر بہت کچھ لکھوں، یہ میرے محبوب کریم ﷺ کی وہ خصوصیت ہے جس سے ان کی عظمت و رفعت واضح ہے اور یہ وہ ربانی وظیفہ ہے جس کا وِرد اہلِ ایمان کو محبوب ہے۔ زندگی اور مقدرت نے وفا کی تو ان شاء اللہ ایک کتاب اس موضوع پر ہدیہ کروں گا۔

وارثی صاحب کی تحریر کے حوالے سے یہ بات ضرور لکھنا چاہتا ہوں، وہ نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۲۰ پر فرماتے ہیں: ''تو جب نماز اور دعا جیسی عبادت بغیر دُرود وسلام کے قبول نہیں ہوتی

Marfat.com

تو توصیفِ محبوبِ کردگار جیسے اعمال جن کا مدار ہی حضورِ اکرم ﷺ کے ادب و تعظیم اور عشق و محبت پر ہے، کیسے شرفِ ایجاب کو پہنچ سکتے ہیں۔''

اس جملے پر میری فہم رسا نہیں ہوئی یا وارثی صاحب اپنے بانی الضمیر کے بیان میں اس سقم کو محسوس نہیں کر سکے جو میری فہم کے لئے مسئلہ ہو گیا۔ شاید وارثی صاحب یہ کہنا چاہتے تھے کہ نعت نگاروں کو بھی دُرود وسلام لکھے اور پڑھے بغیر شرفِ ایجاب حاصل نہیں ہو سکتا لیکن وہ یہ بات اپنے بیانیے میں واضح نہ کر سکے یعنی کچھ الفاظ رہ گئے جن کی وجہ سے مفہوم واضح نہیں ہوا۔ جملہ یوں ہونا چاہیے تھا: جب نماز اور دعا جیسی عبادت بغیر دُرود وسلام کے قبول نہیں ہوتی تو توصیفِ محبوبِ کردگار جیسے اعمال جن کا مدار ہی حضورِ اکرم ﷺ کے ادب و تعظیم اور عشق و محبت پر ہے، بغیر دُرود وسلام کے کیسے شرفِ ایجاب کو پہنچ سکتے ہیں۔

ص ۲۱ پر وارثی صاحب لکھتے ہیں: ''لیکن **حسنات الابرار سیئات المقربین** کے مصداق جن خوش نصیبوں کو مقامِ قرب پر فائز کیا گیا ہے، ان کے لئے اس حکمِ استحباب پر اکتفا کرنا مناسب نہیں ان کو ذوق وشوق کے ساتھ ہر بار دُرود شریف پڑھنا اور لکھنا چاہیے۔'' اس بیان میں یہ جملہ بھی مجھے محلِ نظر لگا۔ ''لیکن **حسنات الابراز سیئات المقربین** کے مصداق جن خوش نصیبوں کو مقامِ قرب پر فائز کیا گیا ہے۔'' میری دانست میں اس جملے کی لفظی نشست و ترتیب بدل جائے تو مفہوم واضح ہوگا۔ وہ لوگ جنہیں مدحِ رسول ﷺ کی بہ دولت مقامِ قرب نصیب ہُوا ہے، ان خوش نصیبوں کو کچھ زیادہ ذوق وشوق سے دُرود وسلام لکھنا پڑھنا چاہیے کیوں کہ مقربین کا معاملہ زیادہ نازک ہے، ایسے ہی مرحلے پر کہا جاتا ہے: **حسنات الابرار سیئات المقرّبین**۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱ میں ص ۲۲ سے جناب پروفیسر محمد اکرم رضا کی تحریر بہ عنوان ''نعت اور احترام بارگاہِ رسالت مآب ﷺ'' شروع ہوتی ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے بڑی محنت کی، ان کی تحریر ص ۲۲ سے ص ۱۰۰ تک پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے حُبِ رسول (ﷺ) اور احترامِ رسول (ﷺ) کے بیان میں اپنے جذبات

Marfat.com

واحساسات کا خوب اظہار کیا ہے لیکن ان کی تحریر میں کچھ جملے معترضہ ہیں اور کچھ قابلِ اصلاح ہیں
-وہ لکھتے ہیں: ''جس کا زمانہ پانے کی تمام انبیاء آرزو کرتے رہے ہوں-'' (ص ۲۳)

میری معلومات کے مطابق تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی اور تذکار کسی کتاب میں ہمیں نہیں ملتے-اس لیے یہ بیان ''تمام انبیاء'' کے حوالے سے نہیں کیا جانا چاہیے ،جن انبیائے کرام علیہم السلام نے رسولِ کریم ﷺ کے امتی ہونے کی تمنا ظاہر کی انہی کے حوالے سے بات کی جاتی-

وہ لکھتے ہیں: ''فرشتے خدا کی تقلید میں جس پر ہر آن سلام کہنا اپنا اعزاز جانتے ہیں-''
اس جملے میں تقلید اور سلام کے الفاظ محلِ نظر ہیں-آیت قرآنی ہے: ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی - (ﷺ)

وہ لکھتے ہیں: ''جس کے اطوارِ حیات اور اندازِ گفتار سے قرآن ترتیب پاتا ہو-'' یہ جملہ یوں درست ہوتا: قرآن کی ترتیب جس کے اطوارِ حیات اور اندازِ گفتار کو بیان کرتی ہو-ص ۲۴ پر وہ ''شاہد'' کا ترجمہ احوال بتانے والا، لکھتے ہیں، یہ لفظی ترجمہ نہیں ہے-

ص ۲۸ پر انہوں نے لکھا ہے کہ: ''غرض یہ کہ کہاں تک بیان کیا جائے، قرآنِ حکیم مکمل طور پر نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا درجہ رکھتا ہے-'' اس جملے میں ''درجہ رکھتا'' کے الفاظ زائد اور نادرست ہیں-اسی صفحے کی آخری سطر میں وہ لکھتے ہیں: ''اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ورفعنا لک ذکرک کے مصداق ہیں-'' (ص ۲۸) اس جملے میں لفظ ''مصداق'' اور معنی بھی دیتا ہے-یہ جملہ یوں بیان ہوتا کہ ''اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ہے: ورفعنا لک ذکرک-''

ص ۲۹ پر ہے: ''حیاتِ ظاہری ہو یا حیاتِ باطنی......'' اور اسی صفحے پر نبی کریم ﷺ کے لیے ''آسودۂ لحد'' کے الفاظ بھی ہیں-حیاتِ باطنی سے مراد کوئی قاری کہیں برزخی حیات نہ لے لے، رسولِ کریم ﷺ جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، باطنی سے مراد صرف ہماری نگاہوں سے چھپ جانا ہے اور ان کی لحد مبارک یعنی زمین کا وہ ٹکڑا جو رسولِ کریم ﷺ کے مقدس

Marfat.com

ومطہر جسدِ مبارک سے لگا ہُوا ہے وہ عرشِ اعلیٰ سے بھی افضل ہے- جناب محمد قاسم نانوتوی اور جناب اشرف علی تھانوی کی تحریروں میں بھی اس کی تائید موجود ہے، چناں چہ ملاحظہ ہو: ''مرقدِ انور کا وہ حصہ جسے نبوتِ کبریٰ کی خواب گاہ ہونے کا شرف حاصل ہُوا، امام مالک رحمۃ اللّٰہ علیہ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ العرش العظیم سے اس کو افضل قرار دیتے تھے، تفصیلات کے لئے شروح مؤطا وغیرہ-'' (حاشیہ ص ۵۳/۱، سوانح قاسمی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور) -

جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''وہ بقعہ جس سے جسمِ مبارک خصوص مع الروح مَس کیے ہوئے ہے، عرش سے بھی افضل ہے کیوں کہ عرش پر معاذ اللّٰہ حق تعالیٰ شانہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو بے شک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی مگر خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہیں اس لئے عرش کو مستقرِ خداوندی نہیں کہا جا سکتا...... تو عرش کو محلِ استقرارِ حق کی وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ بقعہ شریفہ سے وہ افضل ہوتا بلکہ اس کو صرف اس وجہ سے اماکن پر فضیلت ہے کہ وہ ایک تجلی گاہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے زیادہ کون تجلی گاہ الٰہی ہوگا- پس اس حیثیت کے اثر سے بھی بقعہ شریفہ خالی نہ رہا- اس لیے ہر طرح وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں سب سے زیادہ اشرف ہوئی کیوں کہ تجلیاتِ حق بواسطہ رسول اللّٰہ ﷺ اس جگہ تمام اماکن سے زیادہ فائض ہوتے ہیں- بہر حال اس مسئلے میں تمام علما کا اتفاق ہے- یہ تو ایک مقدمہ تھا کہ بقعہ شریفہ وقبر شریف تمام اماکن سے افضل ہے-'' (ص ۴۰۵، مواعظ میلاد النبی ﷺ، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور)

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے ص ۳۰ پر ''دُرّے'' کا لفظ لکھا ہے اور اس پر اعراب لگے ہوئے ہیں یعنی ''د'' پر پیش اور ''ر'' پر تشدید ہے- اس بارے میں خود مجھ پر بھی یہ انکشاف کچھ برس پہلے ہی ہُوا کہ اس لفظ میں ''د'' پر پیش نہیں بلکہ ''د'' کے نیچے زیر ہے- چناں چہ لغات سے تصدیق ہوئی- اسے ''دِرّے'' پڑھا لکھا جائے-

ص ۳۱ پر پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''ان صوفیا کا محبوب یا تو ذاتِ باری تعالیٰ تھی یا ذاتِ مصطفیٰ ﷺ'' پروفیسر صاحب نے توجہ نہیں فرمائی، میرے نبی پاک ﷺ کی محبت بھی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ہی کی محبت ہے- رسولِ کریم ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی وجہ سے ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے محبوبِ کریم، رسولِ کریم اور عبدِ مقدس ﷺ ہیں- قرآنِ کریم میں اللہ کریم جلّت عظمتہ نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت، ان کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا ہے بلکہ ان کی غلامی اور پیروی کرنے والے کے لئے محبوبِ الٰہی ہو جانے کی نوید بیان کی ہے- اس محبت میں غیریّت نہیں ہے-

ص ۳۲ پر پروفیسر محمد اکرم رضا نے لکھا ہے: ''تُو، تیرا اور تجھ سے تکرار بھی معمول بن رہی ہے- اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں متقدمین کی بعض نعتوں کے حوالے دیتے ہیں- جن متقدمین کی بعض نعتوں کی آڑ لی جاتی ہے وہ تو عشقِ مصطفوی ﷺ کی روشن تصویر تھے...... لیکن ان کے مقابلے میں ہم کہاں کھڑے ہوئے ہیں؟...... نعت کہتے ہوئے جب شاعر اپنے ممدوح کی آفاقی و ابدی عظمت و سربلندی کا تصور کرتا ہے تو اس کے لیے، تو، تیرا، تجھ جیسے الفاظ کا استعمال ممکن ہی نہیں رہتا-''

اس اقتباس کے کچھ جملے مَیں نے نہیں لکھے، وہ اِن شاء اللہ بعد میں نقل کروں گا پہلے اس باب میں عرض کروں کہ مجھے ان تمام اہلِ علم و قلم کی (جو تو، تیرا، تجھ جیسے الفاظ رسولِ کریم ﷺ کے لیے استعمال کرنا پسند نہیں کرتے) یہ سوچ بھلی لگتی ہے کیوں کہ وہ اسے عظمتِ رسول ﷺ کا خیال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں، مگر اسے کیا کہوں کہ ان الفاظ کے سِوا وہ باقی الفاظ اور خیالات میں زبان کا وہی استعمال روا جانتے ہیں جو رائج ہے- ''آپ'' کا لفظ صرف اُردو واں طبقے میں مستعمل ہے حالاں کہ افریکانز اور ڈچ زبان میں یہی لفظ'' آپ'' ایک جان وَر کے لئے ہے- عربی میں ''اَنـــت'' فارسی میں تُو، ترا، شُما اور انگریزی میں You ہے، صرف بیان کا قرینہ، سلیقہ اور انداز واضح کرتا ہے کہ بات تکریم سے کی جا رہی ہے یا توہین و تحقیر سے- اُردو زبان میں اس ایک لفظ کا استعمال صرف تخاطب تک محدود نہیں، اُردو کی لُغات میں اس لفظ کے آگے کئی معانی و مفاہیم درج ہیں- اہلِ زبان اور اہلِ علم ہی بتائیں کہ اس مرحلے پر کیا کِیا جائے؟ بلاشبہ کوئی مومن نہیں چاہے گا کہ اس سے کوئی ایسا لفظ سرزد ہو، جو بارگاہِ رسالت (ﷺ) کے

Marfat.com

آداب اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے منافی ہو۔ وہ متقدمین جو عشقِ مصطفوی (ﷺ) کی روشن تصویر تھے، کیا وہ اس بات کی اہمیت اور اس راہ کی کٹھنائیوں سے آگاہ نہیں تھے؟ ایک عام شخص پوچھتا ہے کہ تخاطب میں یہی لفظ، اللہ تعالیٰ کے لئے بلا خوف اور بلا جھجک کہے جارہے ہیں، کیا یہ بارگاہِ ایزدی کے لئے رَوا ہیں؟ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ تو قرب اور پیار ظاہر کرتے ہیں، ان میں توہین وتحقیر کا شائبہ بھی نہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ صرف اُردو ہی کا مسئلہ ہے، کسی اور زبان کا کیوں نہیں؟ ان زبانوں میں جو لفظ تخاطب کا ہے وہ سب کے لیے ایک ہی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ صرف تخاطب ہی نہیں، بیان میں بھی یہ مسئلہ ہے، صیغہ واحد کو وہ ادب وتعظیم کے خلاف بتاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اہلِ ایمان میں عربی کے سوا کوئی زبان مروّج ہی نہیں ہونی چاہیے تاکہ ایسی مشکلات کا تصور بھی نہ رہے......

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب اور وہ تمام لوگ جو "تُو، تیرا، تجھ" کے الفاظ کا استعمال ناممکن بتا رہے ہیں وہ اس کا حل بھی بتائیں اور صیغہ واحد کے حوالے سے اور بیانیے میں دیگر مشکلات کا جواب بھی دیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قرآن نے "راعنا" کہنے سے منع کیا تو "انظرنا" کا لفظ بیان کر کے حل بھی بتایا ہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: "جو شان ہم محبوبانِ مجازی کو غزل کے روپ میں عطا کرتے ہیں اور جس طرح انہیں مخاطب کرتے ہیں اگر یہ تخاطب نعت کہتے ہوئے بھی رَوا رکھا جائے تو یہ نعت کے اس پاکیزہ اسلوب سے بغاوت ہوگی جو صدیوں سے احترام وعقیدت کی خوش بو سے اصحابِ نظر کو نعت کہنے کا حوصلہ بخش رہا ہے۔" (ص ۳۲)

پروفیسر صاحب کے یہی وہ جملے ہیں جنہیں بعد میں لکھنے کا ذکر کر چکا ہوں۔ پروفیسر صاحب نے جنہیں محبوبانِ مجازی فرمایا، ان کے لئے واضح فرمادیا کہ انہیں شعراء ہی شان عطا کرتے ہیں ورنہ ان محبوبانِ مجازی میں خود وہ شان نہیں ہوتی۔ خیر، یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا مگر مجھے یہی واضح کرنا ہے کہ پروفیسر صاحب خود تسلیم کر رہے ہیں کہ متقدمین صدیوں سے جو نعت شریف کہتے آرہے ہیں وہ پاکیزہ اسلوب اور احترام وعقیدت کی خوش بو رکھتی ہے، پروفیسر صاحب سے

Marfat.com

یہی عرض کروں گا کہ وہ یہی تلقین فرمائیں کہ اسی احترام وعقیدت کی خوش بو سے مملو ہو کر اسی پاکیزہ اسلوب میں نعت گوئی جاری رکھی جائے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''اس لیے شاعر تمام تر خطرات و خدشات سے دامن بچاتے ہوئے ادب واحترام اور عجز و نیاز کو اپنا وسیلۂ اظہار بنائے رکھتا ہے کیوں کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کی خطائیں بھی رحمت طلبی کا بہانہ بن جائیں گی اور اس کی مستانہ وار لغزشیں بھی عشق و سرمستی کے نام پر مقبولِ بارگاہِ نبوت ٹھہریں گی۔'' (ص ۳۵)

اس اقتباس میں ''مستانہ وار لغزشوں'' کے حوالے سے میری فہم نے پروفیسر صاحب کے مدعا کو نہیں پایا۔ ''با مصطفیٰ (ﷺ) ہشیار باش'' کا فرمودہ ذہن میں ہے، پروفیسر صاحب وضاحت فرمائیں تو معلوم ہو کہ عشقِ رسول ﷺ کی سرشاری میں کسی لغزشِ مستانہ سے ان کی مراد کیا ہے اور اس کی کیا گنجائش ہے؟ جب کہ ص ۲۴ پر وہ خود ان آیاتِ قرآنی کو بیان کر چکے ہیں جن میں بارگاہِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آداب خود خالقِ مصطفیٰ جلّ وعلا نے تعلیم فرمائے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۰۱ سے جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کی تحریر شروع ہوتی ہے، جس کا عنوان ہے، ''نعت کے موضوعات''۔

ص ۱۰۳ پر وہ لکھتے ہیں: ''گلِ سرسبدِ کائنات، صاحبِ قابَ قوسین، شہِ لولاک لَما خلقت الافلاک، افضلِ خلائقِ خداوندی نبی رحمت ﷺ سے متعلق کہی گئی ہر بات نعت ہے، بشرطیکہ وہ شاعرانہ لباس میں پیش کی گئی ہو...... یہی وہ کارِ خیر ہے جس میں خالق ومخلوق، رب و مربوب اور عبد ومعبود باہم شریک وسہیم ہیں...... (''اس کے درود'' کے معنی تعریف وتوصیف کرنے کے لکھ کر وہ ص ۱۰۴ پر فرماتے ہیں) ان دونوں اقتباسات سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ علمائے سلف بھی ''الصلوٰۃ'' کو نعت کے معنی میں استعمال کرتے تھے...... (ص ۱۰۴ پر مزید لکھتے ہیں) معروضاتِ ماسبق سے یہ بات واضح ہے کہ سب سے پہلی نعت گو شخصیت اللّٰہ الباقی لم یزل ولایزال کی ہے...... یہاں پر اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ نعت وصفِ محمود کو کہتے ہیں...... (

Marfat.com

اور دیلمی کی مُسند الفردوس سے حدیث نقل کرتے ہوئے بھی انہوں نے الصلوٰۃ کے لفظ کا ترجمہ ''نعت'' کے لفظ سے کیا ہے)۔'' (ص ۱۰۵)

ڈاکٹر آزاد صاحب نے پہلے یہ لکھا کہ نبی کریم ﷺ سے متعلق کہی گئی ہر بات نعت ہے اور ساتھ ہی اس کے لئے شاعرانہ لباس کی شرط بھی بیان کر دی پھر فرمایا کہ علمائے سلف ''الصلوٰۃ'' کو نعت کے معنوں میں استعمال کرتے تھے اور خود بھی ایک حدیث شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے الصلوٰۃ کا ترجمہ نعت کیا، یوں وہ شاعرانہ لباس کی شرط کو خود ہی فراموش کر گئے گویا یہ تسلیم کر لیا کہ نعت کے لئے شاعرانہ لباس کی شرط درست نہیں۔

نعت میں انہوں نے عبد و معبود کو باہم شریک و سہیم بھی فرمایا اور اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ''شخصیت'' کا لفظ بھی ان سے سرزد ہُوا۔

ڈاکٹر آزاد صاحب ہی نہیں، فضائلِ دُرود شریف کتاب میں جناب محمد زکریا کاندھلوی بھی لکھتے ہیں: ''اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللّٰہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے...... یہ اعزاز و اکرام جو اللّٰہ جلَّ شانہ نے حضور (ﷺ) کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بہت بڑھا ہُوا ہے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا اس لیے کہ حضورِ اقدس ﷺ کے اس اعزاز و اکرام میں اللّٰہ جلَّ شانہ خود بھی شریک ہیں۔'' (ص ۶، ۷ فضائلِ دُرود شریف، مطبوعہ مکتبہ عارفین، کراچی)

جناب امین راحت چغتائی، جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط، جناب ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی وغیرھُم اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ اللّٰہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو شخصیت اور باہم شریک و سہیم کہنا لکھنا اور ماننا رَوا ہے یا نہیں؟ یہ فقیر ان لوگوں کی رائے آنے تک لب کشائی یا خامہ فرسائی اس بارے میں نہیں کرے گا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس فقیر کی تحریر پر محض مسلکی اجارہ داری کی چھاپ کا بیان کہاں تک درست ہے؟ بلاشبہ یہ فقیر مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت ہی کا پابند ہے اور اس کے سوا کسی مسلک کو حق نہیں جانتا اور عقائد کی بنیاد کسی کے قول پر نہیں، قرآن و حدیث پر ہے۔ مذکورہ لفظی و عملی یا لغوی و معنوی اشتراک واضح کرتے ہوئے اپنے عقائد سے متعلق تحریریں

Marfat.com

فراموش نہ کریں تاکہ حقائق واضح ہوں۔

جناب ڈاکٹر آزاد لکھتے ہیں: ''اسلام میں میلاد کا رواج چوتھی صدی ہجری سے ہوا۔''
(ص ۱۰۷)

ڈاکٹر آزاد صاحب نے اس بیان کے ساتھ کوئی حوالہ نقل نہیں کیا، جب کہ سات آٹھ سطریں پہلے وہ لکھ چکے ہیں کہ: ''محض میلاد، محفلِ ذکرِ ولادتِ رسول (ﷺ) وہ محفل جس میں نظماً یا نثراً رسولِ خدا (ﷺ) کے فضائل اور ان کا ذکرِ ولادت ہو۔'' (یہ بات انہوں نے مہذب لکھنوی کے حوالے سے لکھی ہے)۔ (ص ۱۰۷)

ڈاکٹر آزاد صاحب ملاحظہ فرمائیں: ''الدرّ المنظّم فی بیان حکم مولد النّبی الاعظم (ﷺ)'' شیخ الدلائل مولانا شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جو انہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے لکھی۔ چناں چہ حضرت حاجی صاحب لکھتے ہیں: ''مؤلف علامہ جامع الشریعہ والطریقہ نے جو کچھ رسالہ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم (ﷺ) میں تحریر کیا وہ عین صواب ہے۔ فقیر کا بھی یہی اعتقاد ہے۔'' (ص ۱۴۶، الدر المنظم) حضرت مولانا شاہ ابوالخیر فاروقی نقش بندی، جناب مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی، جناب سید حمزہ شاگرد جناب رشید احمد گنگوہی، جناب عبداللہ داماد جناب محمد قاسم نانوتوی کی اس پر تعریفی اور تائیدی تقاریظ موجود ہیں، جناب اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں اس کے اقتباس اور حوالے شامل کیے۔ ۱۳۰۷ ہجری میں یہ لکھی گئی تھی، اس کتاب کے ص ۹۵ پر وہ لکھتے ہیں: ''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنھما انہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ وقائع ولادت صلی اللّٰہ علیہ وسلم بقوم فیستبشر ویحمدون اللّٰہ ویصلون علیہ علیہ السلام فاذا جاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی ......''

حاشیہ میں ترجمہ یوں لکھا ہے: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بیان کررہے تھے اپنے گھر میں واقعاتِ ولادت باسعادت حضرت ﷺ کے اپنی قوم میں پس خوش

Marfat.com

ہوتے تھے وہ اپنی قوم میں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے اور دُرود شریف پڑھتے تھے، ناگاہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ اور فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی - دوسری روایت کا ترجمہ یوں درج ہے: ''اور ابودرداء سے روایت ہے کہ وہ ساتھ حضرت ﷺ کے عامر انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اولاد کو واقعاتِ ولادت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کررہے تھے اور کہتے تھے، آج کا دن ہے، آج کا دن ہے، حضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے کھولے ہیں دروازے رحمت کے اور کُل ملائکہ تیرے واسطے استغفار کرتے ہیں-'' (یہ کتاب الدرالمنظم عکسی، دوبارہ طبع ہوچکی ہے- مکتبہ حضرت میاں صاحب، شرق پور شریف، ضلع شیخوپورہ سے دست یاب ہے-)

اس کتاب میں علمائے عرب وعجم کی تحریریں شامل ہیں جو میلاد شریف منانے کے بارے میں ہیں اور ص ۱۰۵ پر جناب اسماعیل دہلوی کا فتویٰ بھی موجود ہے- شیخ الدلائل نے دو روایات نقل فرما کر بتادیا کہ اصحابِ نبوی علیہم الرضوان سے بھی محافلِ میلاد کا انعقاد ثابت ہے- مزید تفصیل کے لئے میری کتاب ''اسلام کی پہلی عید'' ملاحظہ فرمائیں-

ڈاکٹر آزاد لکھتے ہیں: ''مولود پر سب سے پہلی کتاب ابوالخطاب عمر ابن حسن بن دحیہ کلبی اندلسی کی ہے-'' (ص ۱۰۷) شیخ الدلائل مولانا عبدالحق محدث الہ آبادی نے مذکورہ روایات بھی اسی کتاب سے نقل کی ہیں- ڈاکٹر آزاد صاحب نے یہ کتاب شاید پڑھی دیکھی نہیں ہوگی ورنہ ان روایات کا وہ بھی تذکرہ کرتے- میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر پہلی مستقل کتاب امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی جاتی ہے جو دوسری صدی ہجری میں ہوئے، اس کا تذکرہ میں نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی کسی تحریر میں بھی دیکھا ہے، یہ کتاب بیروت سے طبع ہوئی تھی-

ڈاکٹر آزاد صاحب لکھتے ہیں: ''اُردو ادب میں ایسے شعراء کی تعداد اچھی خاصی ہے، جنہوں نے اپنی شعری کاوشات کا ہدف میلادِ نبی کو بنایا-'' (ص ۱۰۷)

''ہدف'' کا لفظ یہاں نادرست لگا، موضوعات کے حوالے سے بات کی جارہی تھی تو

Marfat.com

لفظ ''موضوع'' ہی یہاں مناسب تھا۔

ڈاکٹر آزاد صاحب نے ص ۱۰۸ اور ص ۱۰۹ پر نور ناموں اور معراج ناموں کے بیان میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا، مجھے شبہ ہُوا کہ انہوں نے نعت رنگ کے پانچویں شمارے میں مطبوعہ ڈاکٹر یحیٰی نشیط ہی کے جملے بلکہ پورے اقتباس نقل کیے ہیں۔ ڈاکٹر یحیٰی نشیط نے بھی نور ناموں اور معراج ناموں میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی منظومات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ان لوگوں کا تعصب اور عناد مترشح ہوتا ہے، یہی نہیں بلکہ آزاد صاحب نے ''سلام نگاری'' کے عنوان سے ص ۱۱۴ پر ہندو شاعر کا نام لکھنا تو گوارا کر لیا لیکن دنیا بھر کی محافلِ میلاد میں کثرت سے پڑھا جانے والا سلام لکھنے والی عاشقِ رسول ہستی اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا نام نہیں لکھا اور جناب اکبر وارثی کا ذکر بھی نہیں کیا۔ جن کے لکھے ہوئے سلام مقبول ہیں، ان کا ذکر تک نہیں اور جن لوگوں کے لکھے ہوئے سلام سے عوام واقف تک نہیں ان کا ذکر ضرور آزاد صاحب نے کیا ہے، اسے بددیانتی ہی کہا جائے گا۔

ص ۱۱۲ پر ''صلی علیہ الینا'' کا ترجمہ آزاد صاحب نے یوں کیا ہے: ''ہمارا خدا آپ پر دُرود بھیجے۔'' یہاں یہی عرض کروں گا کہ یا تو وہ ناقل ہیں یا پھر وہ اتنے ''فاضل'' ہیں کہ کیا کہنے۔

ص ۱۰۸ پر ایک عربی شعر کے ترجمے میں بھی ان کی عربی دانی کے ''جوہر'' واضح ہیں۔

ص ۱۱۴ پر وہ لکھتے ہیں: ''ہندوستان آ کر مذہبِ اسلام یہاں کی مقامی تہذیب او رمقامی رسوم ورواج سے کافی حد تک متاثر ہُوا۔'' پی ایچ ڈی کیا ہُوا شخص مذہب کے متاثر ہونے کی بات لکھے تو تعجب ہی نہیں تاسف کا مرحلہ ہے۔

ص ۱۱۵ پر جناب آزاد نے وہی معترضہ شعر پھر تحریر کیے ہیں جن کی ابتدا ہی سے تمام اہلِ علم تردید کرتے آئے ہیں اور اہلِ ایمان نے ایسی باتوں سے برأت بارہا بیان کی، اس کے باوجود انہی اشعار کو دُہرانا یہی واضح کرتا ہے معترضین کو تحقیق اور حقائق نگاری سے کوئی واسطہ نہیں۔ کوئی سچا مسلمان کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو کو پہلے جزو میں مدغم کر کے مخلوق کو خالق کہتا مانتا یا جانتا نہیں

Marfat.com

-خالق ومخلوق کو کسی کام میں باہم شریک وسہیم اور اللہ تعالیٰ کو ''شخصیت'' لکھنے والے خود ڈاکٹر آزاد صاحب پوری ذمے داری سے بتائیں کہ کسی عالم دین نے کیا ان معترضہ اشعار کی تائید کی ہے؟ کیا ڈاکٹر آزاد صاحب ان معترضہ اشعار کے بارے میں علمائے دین کی طرف سے تردید کے بارے میں واقعی بے خبر ہیں؟ اگر نہیں تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ یہ اشعار نقل کرتے ہوئے یہ حقیقت بھی بیان کرتے کہ اہلِ علم نے ایسی ہر معترضہ بات کا بروقت تعاقب کیا اور کتاب وسنت کے خلاف کسی نثر ونظم کے جواب میں علمائے حق نے کبھی تساہل یا تسامح سے کام نہیں لیا (واضح رہے کہ میں علمائے حق کی بات کر رہا ہوں)۔

نعت رنگ ہی کے شمارے میں یہ معترضہ اشعار اور ان کے جواب کی بات گزر چکی ہے، اگر ڈاکٹر آزاد صاحب نعت رنگ کے تمام شمارے دیکھ چکے ہیں تو انہیں ان معترضہ اشعار کا اعادہ نہیں کرنا چاہیے تھا، انہوں نے ان معترضہ اشعار کو دُہراتے ہوئے جو دریدہ دہنی کی ہے، وہ ان کے ان اشعار سے متلذذ ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ کسی نے انہیں قبول کیا ہوتا، یا فاسد تاویل کی ہوتی تو آزاد صاحب اس کا جواب دیتے، جب ان معترضہ اشعار کی تائید میں کسی عالمِ دین کا نام نہیں لیا جاسکتا تو انہی اشعار کو بار بار پیش کیا جانا کوئی سازش ہی ہوسکتی ہے۔ شخصیت یا قرابت وغیرہ کا لحاظ ایمانیات میں نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا لحاظ کرے گا وہ خود مجرم ہو کر اپنا ایمان ضایع کرے گا، بلکہ میں تو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اکثر ایسے اشعار بھی سازش ہیں جو اسلامی عقائد اور اہلِ ایمان کے خلاف غیروں نے وضع کیے ہیں۔ ڈاکٹر آزاد صاحب بھی جانتے ہوں گے کہ ہر مسلمان کہلانے والا شخص اسلامی تعلیمات سے مکمل واقف نہیں ہوتا اور شعراء میں سے بھی جانے کتنے ہوں گے جو دینی معلومات کس قدر رکھتے ہوں گے؟ اور اپنی دانست پر خاصا اعتماد رکھنے والے بھی خالی از خطا ہونے کے دعوے دار نہیں ہیں۔ نعت رنگ کے گیارہ شمارے شائع ہو چکے ہیں، مجھے ان گیارہ شماروں میں مطبوعہ منظومات کو دیکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی، صرف نثری حصہ جس قدر دیکھ پاتا ہوں اس حوالے سے کچھ عرض کرتا ہوں صرف اسی غرض سے کہ میرے معظم ومقدس ومطہر رسولِ کریم ﷺ کی نعت گوئی کرنے والے اور نعت کے موضوع پر مضامین تحریر کرنے والے یہ

Marfat.com

یاد رکھیں کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ذخیرۂ الفاظ اور مبلغِ علم و آگہی سے رسولِ پاک ﷺ کی شان نہیں بڑھاتا بلکہ کماحقہٗ کوئی بھی شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بیان بھی نہیں کر پاتا، نہ ہی کر سکتا ہے، نہ ہی کسی سے بیان ہو سکتی ہے۔ محدث ہو یا فقیہ، مجتہد ہو یا مفتی، مدرّس ہو یا معلّم، خطیب ہو یا ادیب، مقرر ہو یا واعظ، نعت گو ہو یا نعت خواں سب کے سب مدح وثنائے رسولِ کریم ﷺ سے خود اپنا قد بڑھاتے اور عزت پاتے ہیں، ہر خاص و عام کو جو صلاحیت و توانائی ودیعت ہوئی ہے، اسے حبیبِ ربّ العالمین ﷺ کا ذکرِ مبارک کرنے اور ان کی خدمت میں لگا دینے اور خود کو ان کے لیے وقف کر دینے ہی میں کامیابی اور دارین کی بھلائی ملتی ہے، اپنی ہی جھولی سعادت و رحمت سے بھر جاتی ہے۔ علم وہی اچھا جو ان کا ادب سکھائے، سمع و بصر وہی اچھی جو ان کی باتیں سنے اور ان کا جلوہ کرے، گویائی وہی مبارک جو ان کی باتیں کرے۔ اس ممدوحِ کائنات ﷺ اور اس کی بارگاہ کے آداب خود میرے ربِّ کریم، ذِی الکبریا وذِی العظمۃ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ جتنا ارادہ و [illegible] بلند کرلیا ہے اس سے وہ محبوبِ ربّ العالمین ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ادب ہی نہیں حُسنِ ادب سے باریابی ملے، اس سے بڑھ کر سعادت و کامیابی کوئی ہو ہی نہیں سکتی، جو ان کا غلام ہو جائے اسے اللہ کریم اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔ کہنے والوں نے کہا کہ انسانی جسم میں آنکھ وہ عضو ہے کہ معمولی سا ذرّہ بھی اس میں کھٹکتا ہے، باقی جسم مجروح بھی ہو جائے تو برداشت ہو جاتا ہے۔ کائنات بہ منزلہ جسم کے ہو تو انبیاء کا مقام سمجھنے کے لئے ایسا ہے جیسا جسم میں آنکھ کا ہے کہ ان کے بارے میں معمولی سی لغزش بھی کھٹکے گی۔ آنکھ سے تکلیف نہیں جاتی جب تک وہ شے دُور نہ کی جائے جو وجہِ تکلیف ہوئی، اسی طرح انبیائے کرام کے بارے میں لاپرواہی نہیں ہو سکتی، بہت احتیاط لازم ہے، اس بارگاہ میں ادب کا کلمہ بھی کہتے ہوئے آواز کا صرف اونچا ہو جانا، حبطِ اعمال کا باعث ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آزاد صاحب! وہ کوئی عقل و فہم سے بے بہرہ ہی ہوگا جو مخلوق کو خالق کہے گا اس اور اس پر اصرار کرے گا تو اپنی ہی تباہی و ہلاکت کا سامان کرے گا۔ میرے رسولِ کریم ﷺ کی حقیقت کو میرے ربِّ کریم جلّ شانہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں تو کوئی بیان کیسے کر سکتا ہے؟ انہیں

Marfat.com

خدا کہنا یا ماننا کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا اور کوئی مومن ہرگز دانستہ یہ بات نہیں کہہ سکتا، جس کسی نے نادانستہ بھی کوئی ایسی بات کہہ دی تو کسی نے بھی تائید نہیں کی بلکہ کہنے والے کو باور کروایا کہ اس پر توبہ لازم ہے- یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ بعض اشعار میں کہنے والے نے ایسی بات نہیں کہی ہو اور اس پر یہ الزام لگایا جائے یا اعتراض کیا جائے تو ایسے موقع پر دیانت اور حقائق کے مطابق بات کی جانی چاہیے-کوئی بے علمی، نافہمی و ناواقفی کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے تو اسے بھی چاہیے کہ وہ حقائق سے آگہی کے بعد اعتراف کرے مگر حقائق کے بیان کو مسلکی اجارہ داری کہا جائے تو یہ ظلم ہوگا اور ایسا کہنے والا سراسر ناانصافی کا مرتکب ہوگا- ڈاکٹر آزاد صاحب کو اندازہ ہوگا کہ اس دَور میں فتنوں کی کس قدر یلغار ہے، ہر وہ شخص گویا کسی نئے مکتبِ فکر کا موجد ہے جو محض اپنی دانست کو حرفِ آخر اور اپنی بات کو قولِ فیصل ٹھہراتا ہے-قرآن وسنّت کی بجائے اپنی رائے کو اہمیت دینے والے خود گم راہ ہیں اور دوسروں کی گم راہی کا باعث ہیں- توحید کا ایسا بیان جس سے انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین وتحقیر ہو، وہ کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے؟ قرآنِ کریم میں تو شعائر اللہ کی تعظیم کو دلوں کا تقوی فرمایا گیا ہے اور رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کا واضح حکم جا بجا ہے ،بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے آداب خود خالقِ مصطفیٰ جلّ وعلا نے تعلیم فرمائے ہیں- نبی پاک ﷺ کو رب تعالیٰ کا شریک کہنا ماننا تو کجا، مثل بھی نہیں مانا جاتا، نہ ہی مانا جا سکتا ہے-مگر بے جا اعتراض والزام لگایا جائے تو اسے ظلم ہی کہا جائے گا- جو اشعار غلط ہیں وہ درست قرار نہیں دیئے جاسکتے اور جو غلط نہیں ہیں، انہیں غلط قرار دینے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے-غلط اور صحیح کو جانچنے پرکھنے کے لئے قرآن وسنّت کی وسیع اور صحیح فہم ضروری ہے، وہ لوگ جو قرآن کی آیات کا خود ترجمہ تک نہ کرسکتے ہیں، وہ صرف اپنی رائے سے کیسے فیصلہ کرسکتے ہیں؟ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے قرآن کا ترجمہ وتفسیر بیان کرنے کے لئے کتنے علوم جاننے کی شرط ضروری قرار دی ہے، اس بات سے کتنے لوگ واقف ہیں؟ حدیث اور اصولِ حدیث سے ناواقفی کے باوجود حدیث کی شرح کرنا عام ہے، یوں معاشرے میں کتنے فتنے رُونما ہورہے ہیں- دینی و ایمانی بیان میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے-

Marfat.com

ڈاکٹر آزاد صاحب نے نعت کے "ثانوی موضوعات" کے عنوان سے ایک مختصر فہرست ص ۱۱۶ پر ترتیب دی ہے، اور اپنی تحریر کے آخر میں خود لکھتے ہیں: "اور ہر وہ موضوع، موضوعِ نعت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس کو آقائے دو عالم رحمتِ ہر دو جہاں محمد عربی ﷺ سے کسی نہ کسی قسم کا علاقہ، رشتہ یا نسبت ہو۔" (ص ۱۱۸)

اس حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ نعت گوئی اہلِ علم کے علاوہ ان افراد نے بھی کی ہے جو نہ علم و ادب کے شہ سوار ہیں نہ ہی زبان و بیان کے دعوے دار۔ بعض شعراء نے اصنافِ سخن میں جو کاوشیں کیں ان میں ایک دو نعتیں بھی کہہ دیں اور بعض نے "ضرورۃً" کہہ دیں۔ موضوعاتی نعتوں کے ساتھ کیفیاتی اور وارداتی منظومات بھی ہیں۔ میرے کریم رحمۃ للعالمین آقا ﷺ کی خصوصیات اور اوصاف کا کوئی شمار ہی نہیں تو موضوعات کی حد بندی کہاں ممکن ہے۔ مَیں تو یہ کہوں گا کہ اکابرِ سخن اہلِ علم کے کلام میں نعتیہ اشعار کا علم بھی انہیں سے ممکن ہے جن کی اس باب میں معلومات وسیع ہیں۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمتِ اوست......

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۲۰ سے بھارت کے جناب ظہیر غازی پوری کی تحریر بہ عنوان "نعتیہ شاعری کے لوازمات" کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی پہلی سطر ہے: "اس عالم آب و گل میں محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہی عربی زبان......" اسی صفحے پر گیارہویں سطر میں ہے: "اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد ﷺ......" "رسولِ کریم ﷺ کے مبارک و مقدس اور معظم نام سے پہلے "حضرت" یا "سیدنا" تک کا لفظ بھی غازی پوری صاحب نے گوارا نہیں کیا۔ یہ انداز ان کی تحریر میں یوں ہی بیش تر نظر آتا ہے۔ یوں یہ واضح ہوتا ہے کہ لکھنے والے رسولِ کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم و توقیر سے وہ علاقہ نہیں جو ایک سچے مومن و مسلم کو ہونا چاہیے، حالاں کہ غازی پوری صاحب نے اپنی اس تحریر میں دوسروں کو آداب ہی ملحوظ رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان کی تحریر واضح کرتی ہے کہ وہ زبان و بیان کے حوالے سے خاصی معلومات رکھتے ہیں لیکن مدعا بیان کرتے ہوئے احتیاط کا دامن تھامے نہیں رکھتے۔ انہوں نے کچھ وہی اعتراض دُہرائے ہیں جن کے جواب میں نعت رنگ کے شماروں میں بھی پیش کیے جا چکے ہیں اور دیگر تحریروں میں بھی علمائے حق نے محفوظ کیے ہیں،

Marfat.com

البتہ ظہیر صاحب غازی پوری نے کچھ معترضہ اشعار کا اضافہ کیا ہے اور رواروی میں وہ یہ لکھ گئے:

''نعتیہ شاعری کا ایک سرسری جائزہ بھی لیا جائے تو ایسے بے شمار اشعار پر نظر رُکتی ہے۔'' (ص ۱۳۲)

ظہیر صاحب نے ''کئی یا متعدد'' کی بجائے ''بے شمار'' کے الفاظ استعمال کیے جو قرینِ قیاس اور امرِ واقعہ نہیں۔ یہ فقیر بے توقیر پھر عرض گزار ہے کہ ہر وہ تحریر، نثر ہو یا نظم جس میں خلافِ واقعہ یا ناروا بات بیان ہوئی ہے یعنی شریعت وسنّت سے متصادم اور متضاد بیان جس میں ہے اس کی تائید نہ کی گئی ہے نہ کی جاسکتی ہے اور صریح لفظ و بیان میں تاویل بھی کارآمد نہیں ہوسکتی۔ ''اکفار الملحدین'' (مطبوعہ دارالکتب علمیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور) کے ص ۹۰ پر جناب محمد انور شاہ کشمیری، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: ''لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔'' وہ ص ۸۷ پر لکھتے ہیں ''فاسد تاویل، کفر کی طرح ہے۔'' اور اسی صفحے پر لکھتے ہیں: ''ضروریاتِ دین میں تاویل کرنا دافع کفر نہیں۔'' اسی طرح جناب اشرف علی تھانوی نے رسالہ الامداد، بابت ماہِ شوال ۱۳۳۶ھ کے ص ۲۳ پر لکھا ہے ''اگر مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ (کفر کے) قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکے گا۔'' ظہیر غازی پوری صاحب بھی شاید واقف ہوں کہ اس دَور میں ایمان اور حقائق کی بجائے شخصیت اور انا پرستی کی اہمیت زیادہ نظر آتی ہے، اس طرز اور روش نے وہ وہ فتنے اور مسائل اُٹھائے ہیں کہ کچھ نہ پوچھئے!

ظہیر صاحب نے اپنی تحریر میں کچھ جملے ایسے لکھے ہیں جو معترضہ ہیں، مثلاً: ص ۱۲۳ پر وہ لکھتے ہیں: ''شریعت ناک بھوں چڑھاتی رہ جاتی ہے لیکن فن کار کا کچھ نہیں کر پاتی۔'' یہ بات انہوں نے پروفیسر مسعود حسین کے حوالے سے میر کی شاعری کے جائزے سے نقل کی ہے، وہ خود اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''شریعت کے ناک بھوں چڑھانے کی بات خواہ مخواہ ہے۔ ہر شاعر اپنے اعمال کا ذمے دار خود ہوتا ہے، شریعت نہ تو ہر گھر میں (برائے اعتراض) جھانکتی ہے اور نہ ہر شاعر کے اشعار کا محاسبہ کرتی ہے.....'' (ص ۱۲۴)

پروفیسر مسعود حسین نے شریعت کے لئے نامناسب اندازِ بیان اپنایا تھا تو خود ظہیر صاحب غازی پوری نے بھی احتیاط نہ برتی۔ ص ۱۲۵ پر وہ لکھتے ہیں: ''کفر کا فتویٰ پہلے بھی بہت

Marfat.com

عام تھا اور اب بھی بات بات پر ایسے فتوے جاری ہوتے رہتے ہیں۔'' یہ جملے لکھتے ہوئے بھی ظہیر صاحب نے احتیاط کا دامن چھوڑ دیا۔

فتویٰ کسی بات یا فعل کے بارے میں شرعی رائے کو کہتے ہیں اور کفر و ایمان کے باب میں صحیح العقیدہ مفتیانِ کرام بہت احتیاط برتتے ہیں۔ کفر کا فتویٰ جاری کرنا کوئی کھیل نہیں اور بات بات پر ایسے فتوے جاری نہیں کیے جاتے۔ جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''فقہا (کسی) مسلمان کی طرف کفر کی نسبت کرنے کو اتنا بُرا سمجھتے ہیں کہ جب تک ان کو گنجائش ملتی ہے، اس وقت تک وہ کسی مسلمان کی طرف اس (کفر) کو منسوب نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کس قدر بُرا ہوگا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال بعید اور وہم بھی ہو، اس سے بھی نہایت درجہ احتراز کریں کیوں کہ کفر سے بڑھ کر حق سبحانہ کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے چناں چہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حق سبحانہ تمام جرموں کو معاف کر دیں گے مگر کفر کو معاف نہ کریں گے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کس قدر شدید جرم ہے اور اس سے بچنا کس قدر ضروری ہے۔''

دیوبندی مکتبِ فکر کے ایک اور عالم جناب مرتضیٰ حسن دربھنگی اپنی کتاب ''اشد العذاب'' (مطبوعہ لائل پور) میں لکھتے ہیں: ''نہ علمائے اسلام جلد باز ہیں، نہ فروعی اور ظنیات اور اجتہادی امور میں کوئی تکفیر کرتا ہے بلکہ جب تک آفتاب کی طرح (کسی کا) کفر ظاہر نہ ہوجائے یہ (علمائے اسلام کی) مقدس جماعت کبھی ایسی جرأت نہیں کرتی۔ علما حتی الوسع کلام میں تاویل کرکے صحیح معنی بیان کرتے ہیں، مگر جب کسی کا دل ہی جہنم میں جانے کو چاہے اور وہ خود ہی اسلام کے وسیع دائرے سے خارج ہوجائے تو علمائے اسلام (اس کو کافر کہنے پر) مجبور ہیں۔ جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔'' (ص ۳)

علمائے دیوبند خود ان باتوں پر کاربند ہیں یا نہیں؟ اس سے قطع نظر مجھے ظہیر صاحب غازی پوری کو یہی باور کرانا ہے کہ علمائے حق تو کسی کو کافر بتانے میں بہت محتاط ہیں وہ کسی کو کافر ''بناتے'' نہیں بلکہ جب کسی شخص سے صریحاً کفر کا ارتکاب ہوجائے تو اس کا کفر ''بتا دیتے'' ہیں۔

Marfat.com

یہی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی اپنی اسی کتاب ''اشد العذاب'' میں لکھتے ہیں: ''علماء نے کس قدر احتیاط کی مگر جب کلام میں تاویل کی گنجائش نہ رہے اور کفرِ آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تو پھر بجز تکفیر کے چارہ ہی کیا:

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ایسے وقت میں اگر علما سکوت کریں اور خلقت گم ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ آخر علماء کا کا کام کیا ہے؟ جب وہ کفر اور اسلام میں فرق بھی نہ بتائیں تو اور کیا کریں گے؟'' (ص ۳)

ظہیر صاحب غازی پوری کو شاید ایسے علماء کہلانے والوں سے واسطہ رہا ہوگا جو بات بات پر کفر و شرک کے فتوے جاری کرتے ہوں گے ورنہ علمائے حق کا یہ وتیرہ نہیں۔

لفظ خدا اور رسول کے غلط استعمال کے حوالے سے بھی علمائے اسلام نے اپنے فتاوی اور دیگر تحریروں میں حقائق واضح کیے ہیں۔ظہیر صاحب غازی پوری نے ص ۱۲۵، نعت رنگ شمارہ ۱۱ میں جو شعر اس حوالے سے نقل کیا ہے، اس بارے میں انہوں نے علمائے دین کے جوابات شاید ملاحظہ نہیں فرمائے۔علامہ اقبال کے شعر پر انہوں نے ڈاکٹر محمد حسن کے تحریر کردہ اعتراض کو نقل کیا ہے: ''ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں، ''علامہ اقبال کا یہ شعر:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حُسین، ابتداء ہے اسمٰعیل

ان کے بد عقیدہ ہونے کی کھلی علامت ہے کیوں کہ انہوں نے حسین ابن علی کا نام ایک پیغمبر کے ساتھ لیا ہے اور دونوں کو برابر کا مقام دیا ہے۔'' (بحوالہ ماہ نامہ ''شاعر''، اقبال نمبر، ص ۱۰۱)

ڈاکٹر محمد حسن صاحب کو خود اپنا نام یاد نہیں رہا، ان کے والد نے بھی لفظ ''حسن'' معنی نہیں نسبتہً ہی رکھا ہوگا، یوں ان کے اپنے نام میں بھی پیغمبر کے نام کے ساتھ ہی حضرت سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا نام موجود ہے۔اس بارے میں وہ کیا فرمائیں گے؟

Marfat.com

علامہ اقبال نے تو یہ بھی فرمایا ہے:

موسیٰ و فرعون وشبیرو یزید

ایں دوقوت از حیات آید پدید

اس بارے میں ڈاکٹر محمد حسن صاحب کیا فرمانا چاہیں گے؟ علم وفہم میں نقص یا عدم توازن ہوتو اعتراض ہوتا ہے۔ برابر کا مقام محض ڈاکٹر صاحب کی ذہنی اختراع ہے ورنہ وہ برابری واضح فرمائیں۔ خود ظہیر صاحب غازی پوری لکھتے ہیں اس شعر کے بارے میں کہ: '' کہنے کو تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ داستانِ حرم بھلا ''غریب'' اور ''رنگین'' کس طرح ہوسکتی ہے۔ یہ دونوں الفاظ اپنی لجاجت کا اظہار کررہے ہیں اور بے جواز بھی ہیں۔'' (ص ۱۲۶)

جناب ظہیر غازی پوری نے داستانِ حرم کے ''غریب ورنگین'' ہونے کو ناممکن کیسے فرمادیا؟ میں نہیں سمجھ سکا۔ وہ غریب اور رنگین کے کیا معنی سمجھ رہے ہیں؟ واضح فرمائیں تا کہ انہیں داستانِ حرم کے حوالے سے ان دونوں لفظوں کی لجاجت نہیں بلکہ بلاغت اور جواز بتایا جاسکے۔

ظہیر صاحب غازی پوری نعت گوئی کو بے حد مشکل فن قرار دینے کے بارے میں کچھ لوگوں کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میرا ذاتی خیال ہے کہ شعور پختہ ہو، مطالعہ وسیع ہو، نظر باریک بیں ہو اور زبان و اظہار پر خلاقانہ قدرت حاصل ہو تو شاعری کے لئے کوئی صنف شاعری اتنی مشکل نہیں ہوسکتی جتنی اکابرین نے (بغیر جواز) ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ بے شمار ادب پسند اور مذہب پرست محققین اور اہلِ رائے نے نعت نگاری کی راہ میں ہونے والی دینی اور شرعی لغزشوں کی جانب بھی اشارے کیے ہیں۔'' (ص ۱۲۸)

اس اقتباس میں غازی پوری صاحب نے صلاحیت و قابلیت کے حوالے سے خود ہی کچھ اوصاف کا ہونا ضروری بتایا پھر اس کے بعد ''بغیر جواز'' کے الفاظ بھی قوسین میں جانے کیوں جڑ دیے۔ حالاں کہ خود ہی اہلِ علم وتحقیق وغیرہ کی جانب سے دینی اور شرعی لغزشوں کا ذکر بھی انہوں نے کیا اور اپنی اسی تحریر میں وہ خود دوسروں کے ناروا اشعار بھی بیان کرچکے ہیں۔ ظہیر

Marfat.com

صاحب سے عرض ہے کہ وہ نعت رنگ کے گزشتہ شمارے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ انہیں اندازہ ہو جائے کہ نعت نگاری صرف شاعری ہی نہیں۔

قرآن کا ترجمہ کرنے کے لئے صرف عربی داں ہونا کافی نہیں، اسی طرح نعت کہنے کے لئے صرف شاعر ہونا کافی نہیں ورنہ خود ظہیر صاحب وہ اوصاف کیوں لکھ رہے ہیں جن کے بعد ان کے نزدیک مشکل نہیں ہوسکتی؟ نعت نگاری میں ان اوصاف کے باوجود بھی کوئی لغزش بعید از امکان نہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۲۹ پر جناب غازی پوری نے لکھا ہے: ''اس قسم کے اعتراضات کئی دہائیوں سے اربابِ فن اور عاشقانِ رسولِ اکرم ﷺ کرتے آرہے ہیں مگر اہلِ قلم حضرات بطورِ حوالہ اشعار پیش نہیں کرتے۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ پیشہ ور علمائے دین سے وہ ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف نہ صرف کوئی فتویٰ صادر ہوگا بلکہ معاشرے میں ان کا جینا مشکل ہو جائے گا کیوں کہ اس قسم کے نام نہاد اکابر دین و مذہب کے ساتھ ایک بڑی فوج یا جمعیت ہوتی ہے جو بہرحال ان کی حمایت کرتی ہے اور بعض اوقات شور و ہنگامہ بھی برپا کرتی ہے، دوسری یہ کہ ناقد خود تشکیک کا شکار ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کے اعتراضات غلط نہ قرار دیئے جائیں۔ دنیائے ادب میں تو تنقید کی تنقید لکھنے اور نقاد کے نظریۂ فکر سے اختلاف کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ مگر شرعی اور مذہبی معاملات میں تاویلات کے ذریعے غلط سے غلط بات کو بھی صحیح قرار دینے کا رواج عام ہے اور شاید اسی وجہ سے مسلمان مختلف جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں اور مسلک و عقائد کی بدعتوں نے نہ صرف انتشار پیدا کیا ہے بلکہ مذہب اور قوم کا چہرہ مسخ کر کے رکھ دیا ہے ...... مسلک و عقائد اور ذات برادری کی خلیجیں علمائے دین کی پیدا کردہ ہیں اور خواہ مخواہ ہیں......''

جناب ظہیر غازی پوری کے اس بیانیے میں یہ بات نمایاں محسوس ہوتی ہے کہ وہ علمائے دین اور مسلک و عقائد کے حوالے سے تلخیاں رکھتے ہیں، یہ تلخیاں مشاہدے یا تجربے کا نتیجہ ہیں یا پھر سُن سُنا کر قائم کردہ تاثرات ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ دین دار کہلانے والے ایسے لوگ بھی

Marfat.com

ہیں جو پیشہ وری اور کاروباری طور پر دِین و مذہب کو اپنائے ہوئے ہیں اور دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں، اپنے خود ساختہ مقف اور اپنے اکابر کے بارے میں یا اپنے طرزِ عمل کے حوالے سے وہ اختلاف گوارا نہیں کرتے اور دِین دار کہلانے والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی یا اپنے اکابر کی غلط اور ناروا باتوں کی فاسد تاویلیں کر کے انہیں صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن اس وجہ سے صرف انہی کو مطعون کرنا چاہیے نہ کہ پورے دِین دار طبقے کو ملامت کا ہدف بنالینا چاہیے۔ رہی بات مسلک و عقائد کی تو جنہوں نے صراطِ مستقیم اور راہِ حق سے خود کو الگ کیا ہے اور اپنے خود ساختہ نظریات و عقائد اپنائے ہیں انہوں نے بلاشبہ اُمتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کیا ہے اور فتنہ و فساد کی راہیں کھولی ہیں لیکن غازی پوری صاحب بہ یک جنبشِ قلم تمام علمائے دِین کو غلط کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ ذات برادری کی خلیجیں جہالت اور تعصب کی بنیاد پر ہیں نہ کہ علم کی بنیاد پر، اور وہ لوگ جو علمائے دِین کہلا کر شریعت و سنّت کے منافی قول و فعل اپنائیں وہ اپنے تشخص اور منصب کی خود ہی نفی کرتے ہیں اور اپنی ذات کو وجہ نزاع اور خود کو متنازع بناتے ہیں۔ اہلِ حق کا یہ شیوہ و شعار نہیں۔ اور صحیح العقیدہ اہلِ حق علمائے کرام کی توہین و تحقیر ہرگز روا نہیں بلکہ ایسا کرنے والا اپنا دِینی ایمانی نقصان کرتا ہے، چناں چہ جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''(رشید احمد) گنگوہی فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دِین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں ان کا منہ قبلے سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔'' (ص ۵۴) اور ص ۱۸۰ پر لکھتے ہیں: ''علماء کی تعظیم سے تو لوگوں کا نفع ہے کہ ان کی تعظیم درحقیقت دِین کی تعظیم ہے۔'' (کمالات اشرفیہ، مکتبہ تھانوی، ایم اے جناح روڈ، کراچی) اس حوالے سے اکثر علمائے دیوبند بہ شمول تھانوی صاحب نے سخت فتاوی بھی تحریر کیے ہیں۔ اپنی اس تحریر میں علمائے دیوبند کی عبارات یوں نقل کرتا ہوں کہ بھارت کے وہ قلم کار جو ''نعت رنگ'' میں اب تک لکھتے آئے ہیں وہ زیادہ تر انھی علمائے دیوبند کے متاثرین ہیں، اس لیے ان کو انہی کے حوالے قبول ہوں گے تاہم یہ بات اپنی جگہ ہے کہ علمائے دیوبند کی تحریروں اور قول و فعل میں تضاد بہت ہے۔

جناب ظہیر غازی پوری نے ''حدائق بخشش'' میں چند اشعار پر فنی و عروضی لحاظ سے جو

Marfat.com

اعتراض کیے ہیں، اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ شعر بھی لکھا ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

اس شعر کو لکھ کر وہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ لاشریک بھی ہے اور بے پیکر بھی۔ اس نے اپنی قدرت سے بے شمار مخلوقات، اشیاء اور بحر و بَر کو خلق کیا ہے، جن کا خمیر مختلف ہے۔ اپنے نور سے بھی اس نے ایک پیکر تراشا جو اس کے لئے محبوب ترین تھا۔ وہ نور ریکتا پیشانی آدم میں محفوظ ہُوا اور محمدِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا۔ اللہ ربّ العزّت چوں کہ بے جسم، بے پیکر اور بے بدن ہے اس لئے دنیاوی محبوب و محبّ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا ویسے بھی محبوب کے مالک کا درجہ عطا کرنے کا سیدھا اور صاف مطلب ہُوا کہ رسول کو خدا کہا یا تسلیم کیا......'' (ص ۱۳۱)

جناب ظہیر غازی پوری نے پہلے خود لکھا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے اپنے نور سے ایک پیکر تراشا جو اس کے لئے ''محبوب ترین'' تھا اور پھر محبّ و محبوب کے اطلاق کو اس کے لئے ناممکن بتایا، دنیاوی کے لفظ کو ظہیر صاحب غازی پوری نے محبّ و محبوب کے ساتھ لکھ کر اپنے اعتراض کی رعایت چاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں محبوبِ حقیقی ہے اور آیات و احادیث سے اور اقوالِ اکابر سے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ الفاظ ثابت ہیں، ظہیر صاحب کی شاید توجہ یا رسائی ان تک نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسولِ کریم ﷺ کو ہرگز ہرگز خدا کہا یا تسلیم نہیں کیا اور اس شعر کے بارے میں یہ فقیر اور جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نعت رنگ ہی کے شمارہ نمبر ۸ میں تفصیل سے اس کا جواب پیش کر چکے ہیں۔ جناب ظہیر غازی پوری وہ ملاحظہ فرمائیں، ان کی تسلی و تشفی ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے ''مالک کے حبیب'' فرمایا ہے جب کہ ظہیر صاحب ''محبوب کے مالک'' لکھ گئے ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کو مالک کے حبیب کا درجہ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے عطا نہیں کیا بلکہ خود ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ایک پیکر تراشا جو اس کے لئے محبوب ترین تھا۔ (حالاں کہ اس جملے میں ''تراشا'' کا لفظ محلِ نظر ہے)۔ ''الا وانا حبیب اللّٰہ'' کے الفاظ

Marfat.com

حدیث شریف میں موجود ہیں۔

جناب ظہیر غازی پوری نے لکھا ہے ''وہ نور یکتا پیشانی آدم میں محفوظ ہوا اور محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا۔'' یہ جملہ قابلِ اصلاح ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے یہ نور منتقل ہوتا رہا اور سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب اور سیدہ کائنات حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے مجسم ہو کر ظاہر ہوا۔ نبی پاک ﷺ ہی وہ نوری پیکر ہیں۔ ص ۱۳۸ پر خود ظہیر صاحب نے بھی لکھا ہے: ''نور پیکر اور تجلی افروز تو وہ خود تھے۔''

جناب ظہیر غازی پوری نے نعت رنگ شمارہ ۱۱ کے ص ۱۳۲ سے آگے دو صفحات تک جو معترضہ اشعار پیش کیے ہیں، ان سب کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تائید نہ کی گئی ہے نہ کی جا سکتی ہے۔ جس کسی نے رسولِ کریم ﷺ کو خدا کہنے کی کوشش یا جرأت، دانستہ یا نادانستہ کی اس پر توبہ لازم ہے۔ کوئی بھی ایسی غلط بات کر کے خالق و مخلوق کو خوش نہیں کرتا نہ ہی کوئی ثواب کماتا ہے بلکہ خود کو مجرم بناتا ہے۔ نثر ہو یا نظم، تقریر ہو یا تحریر، غلط بات کسی میں بھی کہی جائے گی وہ غلط ہی شمار ہوگی۔ نعت شریف تو رسولِ کریم ﷺ کی مدح ہے، ہمارے معاشرے میں تو وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے اکابر کے لئے نثر و نظم لکھتے ہوئے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔ ایک نثری اقتباس ملاحظہ ہو، جناب عبدالرزاق ملیح آبادی روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی کے ''شیخ الاسلام نمبر'' کی اشاعت دوم، ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء (پہلی اشاعت ہفتہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء) کے ص ۱۱۳ پر جناب حسین احمد مدنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تم نے کبھی خدا کو اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرشِ عظمتِ جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبرائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آ کر رہے گا، تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمہاری خدمتیں کرے گا؟

نہیں، ہرگز نہیں، ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔

تو پھر کیا میں دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں

Marfat.com

ہے۔سڑی ہوں نہ سودائی ۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں، سچ ہے حق ہے مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔محبت کا معاملہ ہے اور محبت میں اشاروں کنایوں سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔محبت، بے پردہ سچائی کو گوارا نہیں کرتی ۔ کچھ بند بند، ڈھکی ڈھکی، چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں۔''

تقویۃ الایمان میں جناب اسمٰعیل دہلوی تو نبی کی تعریف بھی صرف بشر کی سی کرنے اور وہ بھی اختصار سے کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور ''الجمعیۃ'' دہلی نے چار سو بڑے سائز کے صفحات میں جناب حسین احمد مدنی کے لئے کیا کیا لکھا ہے، نہ پوچھئے ۔رسولِ کریم ﷺ کی تعریف میں صحیح کلمات بھی جنھیں گوارا نہیں وہ اپنے بڑوں کو مجازاً خدا تک لکھ رہے ہیں۔ظہیر صاحب غازی پوری اگر مراثی ومناقب دیکھیں تو اندازہ ہو کہ ایسے لوگوں نے عقائد وحقائق سے کیا کیا کھیل کھیلے ہیں۔

ظہیر صاحب نے ص ۱۳۴ پر اللہ تعالیٰ کے لیے لکھا ہے: ''اس کا مسکن تو سرِ عرش ہے۔'' وہ خود غور فرمائیں کہ یہ جملہ قابلِ اصلاح ہے یا نہیں۔

ص ۱۳۵ پر وہ جناب عبدالکریم قمر کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''حضور (ﷺ) کی شان میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش ایمان وعمل کو غارت کر دیتی ہے۔ بے احتیاطی یا لغزش عموماً نادانستہ طور پر یا کم علمی کے باعث سرزد ہوتی ہے۔کبھی کبھی شاعر کی سوچ مغالطے پیدا کرتی ہے اور کبھی کبھی مفہوم نہ سمجھنے کے باعث بھی شدید اعتراضات کے پہلو نکل آتے ہیں......''

رسولِ اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں بلاشبہ معمولی سی بھی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش ایمان و عمل کو غارت اور اس کے مرتکب کو تباہی وہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔لیکن بڑے بڑے مدعیانِ علم بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں اور افسوس ہے کہ ان سے دفاع کیا جاتا ہے۔

جناب ظہیر غازی پوری نے اس اقتباس کے بعد جس شعر پر اعتراض کیا ہے اس میں خود مفہوم نہ سمجھنے کی کوتاہی کی ہے۔ مجھے اس شعر کو صحیح ثابت نہیں کرنا لیکن غلامی کا مفہوم غازی پوری صاحب نے صحیح اخذ نہیں کیا۔معترضہ شعر یہ ہے:

''غلاموں کو غلامی کا شرف کافی بہت

Marfat.com

طبیعت پر گراں سا ہو کرم ایسا بھی ہوتا ہے'' (ص ۱۳۵)

باقی اشعار پر ان کے اعتراض درست ہیں البتہ ایک شعر کے بارے میں جناب عبدالعزیز خالد وضاحت کر چکے ہیں۔

ظہیر صاحب ص ۱۳۸ پر لکھتے ہیں: ''صداقت یہ ہے کہ محمدِ مصطفیٰ ﷺ بذاتِ خود نورِ خداوندی کا جزو تھے۔'' یہاں لفظ ''جزو'' وہ ملاحظہ فرمائیں کہ کیا اسی طرح درست ہے؟ دو سطر بعد وہ لکھتے ہیں: ''کیوں کہ سرورِ کائنات تمام تر اوصاف و تجلیات سے حصولِ نبوت سے قبل ہی متصف ہو چکے تھے۔ ان پر صرف وحی کا نزول ہُوا کرتا تھا۔'' ظہیر صاحب غازی پوری سے عرض ہے کہ ''حصولِ نبوت'' کی بجائے یہاں ''اعلانِ نبوت'' لکھنا چاہیے تھا اور میرے رسولِ کریم ﷺ بلاشبہ ہر لحظہ انوار و تجلیاتِ الہیہ ہی میں رہتے اور خود انہیں ''سراجاً منیرا'' فرمایا گیا ہے، وہ نور عطا فرماتے اور دوسروں کو چمکاتے تھے اور یہ فیضان جاری ہے، وہ آج بھی چمکا رہے ہیں۔ غازی پوری صاحب کا یہ لکھنا کہ ''اعلانِ نبوت'' کے بعد صرف وحی کا نزول ہوتا تھا، یہ تأثر دیتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کو اعلانِ نبوت کے بعد مزید اوصاف و تجلیات حاصل نہیں جب کہ قرآنِ کریم میں واضح بیان ہے: وللاخرۃ خیر لک من الاولی (الضحیٰ: ۴)۔ رسولِ کریم ﷺ کے لیے ہر آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحے سے بہتر ہے۔

ص ۱۴۰ پر جناب ظہیر غازی پوری لکھتے ہیں: ''بلاشبہ اچھا غزل گو شاعر نعت کہتے وقت بھی فن کارانہ اندازِ اظہار رکھتا ہے اور وہ نعت کے ذریعے عقائد و مسلک کی تبلیغ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ موجودہ عہد میں مسلک و عقائد اور بدعتوں کو کچھ اس قدر فروغ حاصل ہُوا ہے کہ نعتیہ شاعری کا چہرہ بھی بڑی حد تک مسخ ہو گیا ہے۔ متقدمین اور متاخرین دونوں نے اس مقدس فن کو نقصان پہنچایا ہے۔''

جناب ظہیر غازی پوری نے ''مسلک و عقائد'' کے الفاظ جانے کس مفہوم کے تحت ان جملوں میں شامل کیے ہیں؟ رہی بات بدعتوں کی تو یہاں ان کی مراد کیا ہے؟ وہ واضح فرمائیں تو جواب لکھوں۔ غازی پوری صاحب کی معلومات اس حوالے سے کتنی وسیع ہیں اور مسلک و عقائد

Marfat.com

اور بدعتوں کے بارے میں کچھ وضاحت فرمادیں تو مجھے حقائق بیان کرنے میں آسانی ہوگی۔شاید انہیں نہیں معلوم کہ حضرت حسان ابن ثابت (صحابیِ رسول) رضی اللہ عنہ، کافروں کو اپنے اشعار سے جواب دیا کرتے تھے۔(نعت رنگ کے اسی شمارے میں وہ ڈاکٹر طارق جمیل فلاحی کے مضمون ''حضرت حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ......شاعرِ رسول'' میں تفصیل ملاحظہ فرمالیں)۔ مسلکِ حق اور صحیح عقائد کے بیان کے حوالے سے نعتیہ شاعری کا چہرہ مسخ ہونے کی بات ظہیر صاحب غازی پوری کی سنگین غلطی ہے، انہوں نے بلاقید تمام متقدمین و متأخرین کو اس حوالے سے نقصان پہنچانے والا لکھ کر خود کو دینی و ایمانی نقصان پہنچایا ہے۔کسی نے اگر کوئی غلط یا خود ساختہ عقیدہ کہیں بیان کردیا ہے یا کسی باطل مسلک کی ترجمانی کی ہے تو اس اعتراض اور اس کا تعاقب ضروری ہے لیکن ظہیر صاحب کا بیانیہ واضح کرتا ہے کہ وہ یہ جملے لکھتے ہوئے شدید بے احتیاطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! ارادہ تو یہی تھا کہ میں نعت رنگ کے لئے کوئی مضمون لکھ دوں گا لیکن پورے شمارے کے مندرجات کے حوالے سے تفصیلی طور پر تحریر پیش نہیں کروں گا کیوں کہ میرے متعدد مشاغل اور امور بہت متأثر ہوتے ہیں۔مجھے ''جہانِ حمد'' کے طاہر سلطانی صاحب ایک پروگرام میں ملے، انہوں نے جہانِ حمد کا نعت نمبر شمارہ ۶ مجھے دیا، میں نے پہلی مرتبہ وہ مجلّہ دیکھا۔بہت قلق ہُوا کہ اس مجلّے میں بھی ناروا تحریریں بہت تھیں۔لکھنے کے حوالے سے میرے پاس اتنا کام جمع ہے کہ کچھ سمجھ نہیں آتی، کیسے پورا کر پاؤں گا۔کسی نئے کام کو اپنے ذمے کیسے لے لوں۔آپ کے اس شمارے کے ابھی صرف ایک سو چالیس صفحات کے مندرجات کا کسی قدر جواب لکھ پایا ہوں اور پورا شمارہ چار سو سولہ صفحات کا ہے۔جناب شفقت رضوی اور جناب احمد صغیر صدیقی کی تحریروں میں بہت سے جملے ایسے پائے کہ انہیں سراہنے کو جی چاہا۔جناب راجا رشید محمود کے کچھ جملوں کا تعاقب ضروری تھا۔دیگر تحریروں میں بھی اور بہت سی باتوں کو نشان زد کیا ہُوا تھا کہ ان کے جواب یا ان کے بارے میں حقائق واضح کرنے تھے، لیکن میرے اس خط کی ضخامت تو گزشتہ خط سے بھی کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے۔مناسب سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب

Marfat.com

نے اپنے خط میں میرے حوالے سے جو تحریر کیا ہے، اس کا جواب پیش کر کے اپنی یہ تحریر ختم کر دوں ورنہ نعت شریف کے بیان میں قلم کہاں تھمتا ہے!

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۱ کے ص ۳۶۳ سے ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کا خط شروع ہوتا ہے، ص ۳۶۴ کے شروع میں ان کی تحریر میں میرا تذکرہ ہے۔ نعت رنگ میں مطبوعہ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کو توجہ سے میرے پڑھنے پر ڈاکٹر صاحب نے اظہارِ مسرت فرمایا ہے۔ اس کے بعد وہ ان باتوں کا جواب لکھتے ہیں جو ان کی تحریروں کے حوالے سے مَیں نے اپنے خط میں تحریر کی تھیں۔

قصیدے کو قصد سے مشتق ماننے میں انہیں تأمل تھا، ڈاکٹر صاحب کا تأمل اپنی جگہ درست اور لفظ قصد پر میری وضاحت اور انما الاعمال والی حدیث پیش کرنا بھی خطا نہیں۔ ''قصید'' کا لفظ عربی لغات میں دیکھا تو ڈاکٹر صاحب کے تأمل کو درست جانا اور ان سے عرض ہے کہ مجھ سے طالب علم دراصل زبان و بیان کے حوالے سے اپنے اکتسابی علوم و معارف اور دینی فہم و استعداد کے مطابق وسیع تناظر رکھتے ہیں اور اس ''وسعت'' میں اصطلاحی و عرفی قیود و حدود کے علاوہ بھی دیکھتے سوچتے ہیں۔ لغوی اور معنوی طور پر غور کرتے ہوئے کسی لفظ میں اگر معاشرتی، ماحولیاتی اور علاقائی اصطلاحات کی بجائے ہماری توجہ وسیع ہوتی ہے تو یہ وسعت ہمیں گہرائی و گیرائی تک رسا کرتی ہے۔ بات زیادہ بڑھانے کی بجائے مَیں یہی کہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے ''قصید'' کے لفظ کی بھی تحقیق ہوگئی۔

ڈاکٹر صاحب نے بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیکر کچھ لڑکیوں کے دَف بجا کر شہداء کی شجاعت بیان کرنے کو عبد و معبود کے فرق کو مٹانے کی دانستہ کوشش کے جواب میں پیش کیا ہے، ان سے عرض ہے کہ یہ فقیر نعت رنگ کے شمارہ ۸ میں اس کا جواب پہلے ہی پیش کر چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب تو نعت رنگ کے نمائندے ہیں اور انہیں اس کے تمام مندرجات دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہوگا، حیرت ہے کہ انہوں نے اس بارے میں میرا جواب پا کر بھی وہی اعتراض دُہرایا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کی نظر سے وہ جواب نہیں گزرا تو وہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۸ ملاحظہ فرمالیں۔

صحیح تعویذ کے حوالے سے عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب مجھے بتائیں کہ رسولِ کریم ﷺ

Marfat.com

نے کہاں کراہت کا اظہار فرمایا ہے؟ ہاں کسی تعویذ، گنڈے میں غلط الفاظ یا غلط طریقے کی تائید کسی عالم دین نے کبھی نہیں کی لیکن صحیح تعویذ کو غلط قرار دینا کیسا؟ وہ چاہیں تو علمائے دیوبند کی تحریروں سے یہ فقیر انہیں تعویذ کے بارے میں متعدد اقتباس پیش کر دے گا۔

لفظ ''حمد'' کے اُردو معاشرے میں عرفی و اصطلاحی طور پر استعمال کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کے مؤقف کو تسلیم کرتا ہوں لیکن پھر وہی بات دُہراؤں گا کہ لفظ حمد کے معنی کی بنیاد پر ڈاکٹر صاحب کو بھی چاہیے کہ وہ تسلیم کریں کہ حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور یہ فقیر غلط نہیں کہتے، اسے ضد یا ہٹ دھرمی کہنا ڈاکٹر صاحب کو زیبا نہیں۔

میری اس تحریر میں مجھ سے کوئی سہو ہُوا ہو یا مَیں کسی غلطی و کوتاہی کا مرتکب ہُوا ہوں تو اللہ کریم جلّ شانہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں اور قارئین سے بھی معذرت خواہ ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

Marfat.com

مکتوب نہم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 13)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

برادرِ محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی زید مجدہٗ - سلام مسنون

اللہ کریم جلّ شانہٗ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت عطا فرمائے - آمین

ماہِ صیام و قیام (رمضان المبارک) ۱۴۲۲ھ کی پُرنور ساعتوں میں آپ کے شاہ کار کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' کا بارہواں شمارہ اپنی تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہُوا - سرورق پر میرے مطہر و مقدس، مکرم و معظم رسولِ کریم ﷺ کے اسمِ مبارک کی عمدہ خطاطی کچھ اتنی پُرکشش ہے کہ اس کو بوسہ لیے بغیر نہ رہ سکا، ہم تو یہ مقدس نام سُن کے بھی چومتے ہیں اور مَیں نے بزرگوں کے تذکروں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ کسی کو آنکھوں کی کوئی تکلیف ہو تو اس نام کو محبت و عقیدت سے آنکھوں سے لگایا جائے، اِن شاء اللہ شِفا ہوگی-

محترم شفیق الزمان خان، خطاطِ حرم نبوی شریف نے بڑی سعادت پائی، شاید یہ سعادت بھی ''فیضانِ نعت'' ہی ہے، وہ کبھی کراچی شہر میں نعت خوانی کیا کرتے تھے، آج وہ مسجدِ نبوی شریف کے مبارک در و دیوار پر قرآنِ کریم اور احادیث وغیرہ کی خطاطی کررہے ہیں- آپ کے نعت رنگ میں سرورق پر یہ ان کا دوسرا شہ پارہ شامل ہُوا ہے، اس سے قبل بھی آپ ان ہی کے قلمِ خوش رقم کے ایک شاہ کار سے نعت رنگ کے ایک شمارے کا سرورق سجا چکے ہیں- کلمۂ طیبہ کے دو جُزء ہیں، ہر دو کے حروف کی تعداد بارہ ہے- میرے نبی پاک ﷺ کی اس دنیا میں مجسم ہو کر تشریف آوری کی تاریخ بھی بارہ ہے- بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا نعت رنگ اپنے سفر میں بارہ عدد مکمل کرچکا ہے- اللہ کریم جلّ شانہٗ آپ کی یہ محبتیں اور محنتیں قبول فرمائے اور ان میں برکت

Marfat.com

فرمائے - آمین

میرے چچا محترم الحاج صوفی محمد لطیف صاحب نقش بندی، اوکاڑا شہر میں قیام پذیر ہیں، دینی وملّی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کے حوالے سے بھی وہ نیک شہرت رکھتے ہیں - ماہِ صیام میں اُن کی اہلیہ محترمہ (میری چچی صاحبہ) وفات پاگئیں، ان کے جنازے میں شرکت کے لئے اوکاڑا گیا - نعت رنگ کے تازہ شمارے کو آئے ابھی تین دن گزرے تھے اور ماہِ صیام کی ساعتوں میں اس کے مطالعے کے لئے وقت نکالنا مشکل تھا، اوکاڑا کے سفر میں نعت رنگ ساتھ لے گیا اور وہاں پہنچنے تک ۱۱۲ صفحات کی خواندگی مکمل ہوگئی، اس کے بعد جنوری کے پہلے عشرے میں بنگلا دیش کے سفر میں نعت رنگ ساتھ رہا لیکن وہاں اس کا زیادہ مطالعہ نہیں کرسکا اور عیدالاضحیٰ کی ساعتوں کے بعد اس کا مطالعہ مکمل ہُوا، اس کے بعد بھی دو مرتبہ بیرونِ ملک سفر کرنا پڑا - یوں آپ خود اندازہ کرلیں کہ مشاغل کی کثرت سے مجھے اوقات کی تقسیم میں کیا مرحلے رہتے ہیں، تاہم نعت رنگ کے مندرجات نے جانے کتنے احباب وارباب تک حلقہ وسیع کرلیا ہے، مجھے خوشی ہے کہ آپ کی یہ مخلصانہ سعی بارآور ہورہی ہے، اللّٰہ کرے اور زیادہ ......

آپ کے نعت رنگ کا بارہواں شمارہ ابھی شائع نہیں ہُوا تھا کہ افغانستان پر امریکی بم باری شروع ہوچکی تھی - نیویارک میں دو بلند عمارتوں کے ڈھے جانے کا حادثہ کیا رُونما ہُوا، پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورشوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا، وطنِ عزیز کے حوالے سے خدشات وخطرات ہر ذہن وفکر پر چھائے ہوئے ہیں - جوہری توانائی تو اس وطن کو کیا تحفظ دے گی، اس پورے وطن کو اس جوہری توانائی کا تحفظ مشکل ہوگیا ہے - ایسے میں قلوب واذہان پر کیا گزر رہی ہے، کچھ نہ پوچھئے - ہر کوئی پریشان اور سراسیمہ ہے - دینی مدارس اور نصابِ تعلیم تک غیروں کا اہداف ہیں اور یہ سب دراصل دین وملّتِ اسلامیہ کے خلاف سازشیں ہیں، آپ ہی کہئے کہ تخلیق وتحقیق کی جولانیاں ایسے میں کوئی کیا دکھائے؟

محترم صبیح رحمانی صاحب! ملّتِ اسلامیہ میں ایسی بے حسی شاید پہلے کبھی نہیں تھی، علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا۔ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) ...... یہ قوم اپنے

Marfat.com

تشخص اور خصوصیات سے بالفعل دُور ہوتی جا رہی ہے- دینی و اخلاقی بے حسی کا تناسب اسلامی معاشرے میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے سبھی نے خدا کو بھلا دیا ہے۔ فریاد کہ دنیا کو خدا یاد نہیں ہے - حضرت مولانا سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر دُہراؤں گا ۔

ذکر اُن کا کرو آفتیں دُور ہوں   دافعِ ہر بلا ہے ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، محترم الحاج علامہ بشیر حسین ناظم، حضرت مولانا مفتی محمد اطہر صاحب نعیمی، حضرت پیر الحاج محمد شوکت حسن خاں نوری اور بریلی شریف سے حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں نے ملاقاتوں اور تحریروں میں نعت رنگ کا اور آپ کا تذکرہ کیا- ممبئی سے جناب محمد زبیر قادری مجھ سے بالواسطہ رابطہ کرتے رہے- پاک و ہند میں ذرائع آمدورفت پر پابندی کی وجہ سے آپ کا نعت رنگ خاصا متاثر ہُوا ہوگا- اب تک نعت رنگ کے ہر شمارے میں لکھنے والوں کی خاصی تعداد کا تعلق بھارت سے ہے- نہیں معلوم آپ وہاں کے احباب تک بارہواں شمارہ پہنچا سکے یا نہیں؟

پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی نے ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور میں آپ سے مدینہ منورہ میں ملاقات کا محبت سے تذکرہ کیا ہے- نعت شریف سے آپ کی اتنی وابستگی اور نعت کے لئے آپ کی خدمات خراجِ محبت ہی پا رہی ہیں-

آپ نے نعت رنگ کے اس شمارے کے شروع میں بھی نعت شریف شامل نہیں کی، نعت شریف کو خود آپ اپنے ہی شمارے میں نمایاں جگہ نہیں دیں گے تو دوسروں کو کیا ترغیب دلائیں گے؟ نعتیہ ادب کے کتابی سلسلے میں ابتدائی صفحات میں نعت شریف کا التزام ہونا چاہیے-

ابتدائیہ کا اختتام ص ۱۲ پر ہُوا اور آپ کے نام کی بجائے صرف ''مرتب'' درج ہے، البتہ آپ نے اندرونی سرورق پر پہلی مرتبہ اپنا پورا نام جناب شفیق الزماں ہی کی خطاطی میں شامل کیا ہے- ص ۱۳ سے ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی صاحب کی تحریر ہے- اپنے مضمون کی ابتداء میں جناب کشفی لکھتے ہیں:

''نعت رنگ میں چھپنے والے خطوط میں لوگ اب مضامین اور نعتوں کے بارے میں

Marfat.com

سنجیدہ اور گہری تنقیدی فکر کا اظہار کر رہے ہیں، لیکن بعض احباب عقائد اور فقہ کی بحثوں میں اُلجھ جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ لکھنے والا بھی مسلمان ہے اور حُبِ نبی ﷺ کو اپنے ایمان کی کسوٹی جانتا ہے۔'' (ص ۱۳، نعت رنگ ۱۲)

جناب ابوالخیر کشفی جانتے ہیں کہ ''تنقید'' کیا ہوتی ہے اور نعت شریف کے حوالے سے خود کشفی صاحب کی اپنی تحریریں بھی عقائد و فقہ کے بیان سے خالی نہیں اور ہو سکتیں بھی نہیں، نعت شریف چوں کہ رسولِ کریم ﷺ کی مدح ہے اور ان پر یعنی رسولِ کریم ﷺ پر ایمان لائے بغیر مومن و مسلم ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں اور ایمان کا بیان عقائد سے خالی نہیں۔ صحیح عقائد رکھنا ہی کسی کو مومن ثابت کرتا ہے اس لئے نعت شریف کے بیان میں عقائد کی بحث لازمی ہے، کسی نعت گو کے جس کسی لفظ پر اعتراض کیا گیا ہے وہ عقائد و فقہ ہی کے حوالے سے ہے، یہ اور بات ہے کہ کچھ معترضین کی اس باب میں معلومات ناپختہ اور ناقص ہیں۔ خود کشفی صاحب نے اب تک نعت گوئی کے حوالے سے جتنی تحریریں پیش کی ہیں ان میں جا بہ جا عقائد ہی کا ذکر کیا ہے ورنہ وہی بتائیں کہ کیا انہوں نے اپنی تحریروں میں عروض و بحور اور قوافی و ردافی کی بحث کی ہے؟ وہ نعت گوئی کے لئے جس علم کا ہونا ضروری بتاتے رہے ہیں وہ کیمیا و جغرافیا کا ہے یا قرآن و حدیث کا؟ اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد (حدیثِ قدسی) غلط لکھ دینے کو کیا کشفی صاحب نا قابلِ توبہ و معافی فعل گردانتے ہیں؟ وہ فیض احمد فیض کی بابت تو اپنی کہی ہوئی بات کی صفائی زیادہ اہم جانتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ جناب فیض احمد فیض ان سے خفا ہیں لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے حوالے سے کہی ہوئی اپنی نہایت سنگین غلط بات کی صفائی انہیں گوارا نہیں، وہ اس صفائی کو اپنا ایمانی تقاضا نہیں مانتے۔ کوئی انہیں صدق و اخلاص سے خیر خواہی کی بنیاد پر یہ کہے کہ آپ سے حدیثِ قدسی لکھتے ہوئے غلطی ہو گئی ہے، آپ اللّٰہ تعالیٰ سے اس کی توبہ و معافی چاہ لیں تو کشفی صاحب اسے عقائد و فقہ کی بحث میں الجھنا کہہ کے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

میرا خیال تھا کہ کشفی صاحب نعت رنگ میں شائع ہونے والی میری تحریر سے حدیثِ قدسی کے صحیح الفاظ جاننے کے بعد اس حدیثِ قدسی کو نادانستگی میں غلط لکھ جانے کی غلطی کا اعادہ

Marfat.com

نہیں کریں گے مگر نعت رنگ میں مطبوعہ کشفی صاحب کی تحریروں پر مشتمل کتاب میں حدیثِ قدسی پھر غلط لکھی گئی، یوں ان کا یہ فعل دانستہ ثابت ہُوا اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کو کشفی صاحب نے مخلوق مانا، وہ اس طرح نہ صرف حدیثِ قدسی میں تحریف کے قصداً مرتکب ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنے کے ذمہ دار بھی ہوئے۔ کشفی صاحب اپنی معلومات کے مطابق خود فرمائیں کہ ''عقائد'' کی صحت کے بغیر کیا ایمان درست ہوسکتا ہے؟ قرآنِ کریم میں ''آمنوا'' کے الفاظ ''وعملوا الصلحت'' سے پہلے ہیں، نیک اعمال کیا بغیر ایمان اور صحیح عقائد کے کشفی صاحب کے نزدیک مفید ہیں؟ وہ علمائے دیوبند سے اگر نظریاتی وابستگی رکھتے ہیں تو انہیں جناب اشرف علی تھانوی کی گواہی پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

''سیرۃ النبی'' (ﷺ) نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی اور ایک اور دیوبندی عالم جناب حمید الدین فراہی کے خلاف جب تھانوی صاحب نے کفر کا فتویٰ دیا تو جناب عبدالماجد دریابادی نے تھانوی صاحب کو خط میں لکھا کہ یہ دونوں افراد نمازی ہیں بلکہ تہجد کے بھی پابند ہیں، بہت اچھے اور عالم ہیں تو تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا: ''یہ سب اعمال و احوال ہیں، عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحتِ عقائد کے ساتھ فسادِ اعمال و احوال اور فسادِ عقائد کے ساتھ صحتِ احوال و اعمال جمع ہوسکتا ہے۔'' (حکیم الامت، ص ۴۷۵، ۴۷۶، مطبوعہ ایم ثمس الدین تاجران کتب، لاہور)

دیوبندی عالم جناب عبدالرحیم شاہ، دیوبندی تبلیغی جماعت پر شدید اعتراضات کی اپنی کتاب ''اصولِ دعوت و تبلیغ'' کے ص ۶۴ پر لکھتے ہیں: ''صحیح عقائد مدارِ نجات ہیں، اعمال مدارِ نجات نہیں۔''

کشفی صاحب اگر چاہیں تو انہیں ان کی اپنی تحریروں سے ایسے متعدد اقتباس پیش کرسکتا ہوں جن میں انہوں نے عقائد و فقہ کے حوالے سے خوب بحث کی ہے، حالاں کہ وہ خود قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کا عربی سے اُردو میں ترجمہ شاید ہی کرپاتے ہوں لیکن اپنی دانست وہ اتنے وثوق سے لکھتے ہیں جیسے وہ قطعی اور حرفِ آخر ہو۔

Marfat.com

کشفی صاحب سے جانے کیوں یہ پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ کیا وہ عقائد وفقہ کی بحث کو کوئی گھٹیا فعل گردانتے ہیں؟ ''فقہ'' کے معنی ''سمجھ'' کے ہیں-نعت شریف کے باب میں کیا وہ بے سمجھی کی باتیں چاہتے ہیں؟...... کشفی صاحب کو اس فقیر یا کسی نے ہرگز غیر مسلم قرار نہیں دیا-علاوہ ازیں وہ یہ یاد رکھیں کہ حُبِّ رسول ﷺ کو ایمان کی کسوٹی جاننے کا دعوٰی اور چیز ہے اور اس کا پابند ہونا اور اس کا عملی ثبوت فراہم کرنا اور چیز-وہ حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضوں کو واقعی اگر جانتے ہیں تو میرے مقدس ومطہر، معظم ومکرم رسولِ پاک ﷺ کی فضیلت ومرتبت اور عظمت وناموس سے دفاع کے بیان کو عقائد وفقہ کی بحث میں الجھنا کیوں کر کہتے ہیں؟

کشفی صاحب جانتے ہوں گے کہ سلمان رُشدی اور تسلیمہ نسرین وغیرہ بھی مسلمان ہی کہلاتے رہے ہیں، غلام احمد پرویز کا دعوٰی بھی کچھ یہی تھا...... ''ذکری'' فرقہ والے بھی مسلمان ہونے کے مدعی ہیں...... رَوضۂ رسول ﷺ کو (معاذ اللّٰہ) وثنِ اکبر اور صنمِ اکبر کہنے لکھنے والا بھی خود کو نہ صرف مسلمان گردانتا تھا بلکہ وہ تو صرف خود ہی کو سچا مسلمان مانتا تھا-کتنے نام گنواؤں، جانے کیسے لوگ تھے کہ حُبِّ رسول ﷺ کی بات بھی کرتے تھے اور رسولِ کریم ﷺ کی (معاذ اللّٰہ) توہین وتحقیر بھی رَوا جانتے تھے۔

جو کریں تنقیصِ شانِ شاہِ دیں لعنۃ اللّٰہ علیہم اجمعیں

کشفی صاحب نے اپنے مسلمان اور محبِّ رسول (ﷺ) ہونے کی یاد دہانی تو کروائی مگر حُبِّ رسول (ﷺ) کے باب میں وہ اتنے حساس کیوں نہیں جتنا کہ حُبِّ رسول (ﷺ) کا تقاضا ہے، وہ ان لوگوں کی سی باتیں یا ان کی تائید کریں گے جو میرے نبی پاک ﷺ کے باب میں واہی تباہی یا ناروا کہتے کرتے ہیں تو کشفی صاحب یوں اپنے دعوئی حُبِّ رسول (ﷺ) کی خود ہی نفی کرتے ہیں اور اس دعوے کے خلاف دلیل وثبوت فراہم کر کے خود اپنے دعوے کو کمزور کرتے ہیں-

کشفی صاحب ہی خود بتائیں کہ وہ شخص جو پوری معلومات یا صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کسی قول وفعل کو صحیح یا غلط اور جائز یا ناجائز ٹھہرائے، اس شخص کی اس بات کی حقیقت جس کو

Marfat.com

معلوم ہو، اس جاننے والے کا حقائق بیان کرنا اور حقیقت واضح کرنا لازمی وضروری ہے یا نہیں؟ اور حقائق واضح کرنا اور بیان کرنا کیا کوئی منفی فعل ہے؟

یہ فقیر حقیر سراپا تقصیر، بفضلہٖ تعالیٰ کبھی غیر شعوری طور پر بھی کسی کی دل آزاری نہیں چاہتا اور مجھے ہرگز کوئی زعم بھی نہیں کہ مَیں کچھ جانتا ہوں۔ حرف ولفظ کی جس قدر پہچان ہے وہ میرے معبودِ کریم جلّت عظمتہ کا فضل اور میرے رسولِ کریم ﷺ کا کرم واحسان اور میرے بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ اپنے قول وفعل کے حوالے سے مجھے دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ کوئی بات یا کام مجھ سے نادرست صادر نہ ہو جائے، اپنی ہر تحریر وتقریر میں اعلانیہ توبہ ومعافی چاہتا رہتا ہوں البتہ اپنے عقیدہ وایمان کے باب میں بحمدہٖ تعالیٰ کوئی شک یا تردّد نہیں رکھتا۔ نعت رنگ میں شائع ہونے والی تحریروں میں صحیح عقائد اور حقائق سے متصادم باتوں کا جواب پیش کرتے ہوئے بھی میرا مقصود احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سوا کچھ نہیں، کوشش یہی کرتا ہوں کہ ممدوحِ کائنات رسولِ کریم ﷺ کے باب میں کسی سے کوئی منفی یا غلط بات سرزد ہو گئی ہے تو اسے اپنی معلومات کے مطابق حقائق بتادوں تاکہ وہ حقائق جان کر اپنی غلطی سے رجوع کرلے اور نہ جاننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حقائق کیا ہیں اور وہ کسی نادرست بات کو اپنے عقیدہ وعمل میں شامل نہ کرلیں۔ میرے الفاظ وانداز میں اگر فی الواقع کوئی سقم یا نقص ہے تو مجھے ضرور بتایا جائے، مَیں اپنی فی الواقع کسی غلطی وکوتاہی کو غلطی وکوتاہی نہ ماننے کی غلطی وکوتاہی (ان شاء اللہ) نہیں کروں گا۔ مَیں دوستوں سے بھی یہی کہوں گا کہ ہمیں شکر کرنا چاہیے کہ توبہ واستغفار اور معافی کا دروازہ کُھلا ہے، یہ رعایت نہ ہوتی تو کیا گزرتی؟ وہ لوگ جو کسی بھی وجہ سے خود پر توبہ ومعافی کی راہیں مسدود کرلیتے ہیں، مَیں ان کے اس فعل کو دانش مندی شُمار نہیں کرسکتا۔

کشفی صاحب کہتے ہیں: ''اس کے علاوہ بعض قاری اور لکھنے والے بھی ادبی روایات اور تنقید کی وسعتوں سے بخوبی آگاہ نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' پر لوگوں کی آراء سے ہُوا۔ اس مضمون میں میلاد خوانی اور نعت کی محفلوں کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے، اس کا تعلق عمرانی سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ''دِین'' نہیں ہے مگر دِینی تصورات

Marfat.com

کسی معاشرے میں ہی پروان چڑھتے ہیں اور سماجی زندگی کو متاثر کرتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔
"(ص ۱۳۔نعت رنگ ۱۲)

کشفی صاحب نے بجا فرمایا کہ ادبی روایات سے بعض قاری اور لکھاری بخوبی آگاہ نہیں ہوتے اور تنقید کی وسعتوں سے بخوبی آگاہ ہونے کا دعویٰ تو کوئی ماہر نقاد بھی شاید ہی کرے۔ ادبی روایات میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں، ہر شاعر و ادیب اور نقاد کی تحریریں اس کی گواہ ہیں۔ ادبی روایات تمام ادیبوں کے نزدیک بھی متفقہ و مسلمہ نہیں اور نعت شریف میں کشفی صاحب یا ان جیسے دانش وَرافراد ضرور ادبی لسانی اور دیگر محاسن دیکھیں، مجھ سے بے ہنر و بے مایہ تو نعت شریف میں محاسنِ نعت ہی پر توجہ رکھتے ہیں اور میرے نزدیک ادبی ہی نہیں دیگر روایات کی کسوٹی بھی عقیدہ و ایمان سے مستثنیٰ نہیں۔ کشفی صاحب کے مضمون کے جواب میں احمد صغیر صدیقی صاحب نے لکھا تھا اور کشفی صاحب کے اس اقتباس کا رُخ بھی غالباً انہی کی جانب ہے تاہم اس اقتباس کا مفہوم جو کچھ مَیں اخذ کرسکا ہوں اس کے مطابق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

کشفی صاحب نے میلاد خوانی اور نعت خوانی کی دِینی محافل کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا تعلق عمرانی سے بتایا ہے، اور یہ بھی فرمادیا ہے کہ یہ سب کچھ دِین نہیں ہے۔ اب ضروری ہے کہ کشفی صاحب ہی کی تحریر کو سامنے رکھ کے دیکھا جائے کہ وہ دینیات کو عمرانیات کیسے بیان کرتے ہیں، "نعت گوئی اور سیرت و نعت کی محافل کا مطالعہ اعلیٰ تعلیم میں" کے عنوان سے نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں اُن کی تحریر ہے، وہ لکھتے ہیں:

"صداقت کی تلاش آدمی کو محمدِ عربی علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) کی محفل میں پہنچا دیتی ہے۔" (ص ۱۵)

"مسلمانوں کی اصلاحِ حال کی ہر کوشش کا سلسلہ اسوۂ حسنۂ نبوی ﷺ سے جاملتا ہے۔" (ص ۱۶)

"ختم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ، سیرتِ پاک اور احادیثِ مقدسہ کا ہر حوالہ نعت کے باب میں داخل ہے۔" (ص ۱۷)

Marfat.com

''لیکن یہ حقیقت بھی میرے سامنے ہے کہ عام موسیقی سے جذبات میں ہیجان اور شورش پیدا ہوتی ہے اور نعت خوانی وقوالی سے جذبات کی تہذیب ہوتی ہے اور ترفع کا احساس ہوتا ہے۔'' (ص ۱۸)

''نعت خوانی کی روایت تو عہدِ نبی کریم ﷺ کی یاد دلاتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ منبرِ رسول ﷺ سے نعت پڑھتے۔ ان کی نعت خوانی جہاد بالقلم واللسان کی اعلیٰ مثال تھی۔ ہمارے معاشرے میں کئی صدیوں سے نعت خوانی کا سلسلہ جاری ہے۔'' (ص ۱۹)

''ادب کی اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے نعت، میلاد کے جلسوں، سیرت کی محفلوں اور نعت خوانی کے اجتماعات کے مطالعے اور ذکر کے بغیر ہم اپنے معاشرے کا مطالعہ بھی نہیں کر سکتے۔ (ص ۱۷)

''ایتھروپولوجی کا کوئی طالب علم عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کے ذکر اور تفصیلات کے بغیر برِعظیم کے مسلم معاشرے کی پانچ چھ صدیوں کا مطالعہ نہیں کر سکتا، یہ ہمارا عوامی کلچر ہے۔'' (ص ۲۰)

''میلاد یا میلاد نامے کتبِ سیرت، مغازی سے الگ اپنی جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ایک مستقل صنفِ ادب تھے۔'' (ص ۲۰)

''نعت اور میلاد ناموں کے مطالعے کو جامعات میں اُردو اور دوسری پاکستانی زبانوں کے نصاب میں شامل کرنا بڑی اہم بات ہے۔'' (ص ۲۱)

''نعت رسول کے تار و پود سے برِعظیم جنوبی ایشیا کے معاشرے کی بُنت ہوتی ہے۔'' (ص ۱۷)

''تحریکِ حریت میں محمد عربی ﷺ کی یاد، ان کا ذکر، ان سے تخاطب ان مجاہدوں کا سب سے مؤثر حربہ رہا ہے۔'' (ص ۱۶)

کشفی صاحب کی اسی تحریر میں ہے:

''ایک اور اہم بات یہ کہ اسلام سے طلبہ کو ذہنی طور پر دُور کرنے کی ہر کوشش کی گئی۔''

Marfat.com

(ص ۱۴)

"بادشاہوں کے قصیدوں کے ساتھ ساتھ نعتیہ قصائد کی بھی تدریس کی جائے اور بزرگانِ دین کی منقبت میں جو قصیدے لکھے گئے وہ بھی پڑھائے جائیں تاکہ طلباء کو یہ اندازہ ہو سکے کہ متاعِ دولتِ دنیا اور قربِ شاہی کی تمنا میں جھوٹی مدح سے جب شاعروں کی رُوح بے زار ہو جاتی تھی تو وہ اپنے آپ کو پانے اور سچ سے رشتہ جوڑنے کے لئے حمد، نعت اور منقبت کو قصیدے کا موضوع بناتے تھے۔" (ص ۱۵)

"نثر میں بھی دینی ادب کو سرے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے، حالاں کہ اس کے بغیر بیانیہ، توضیحی اور استدلالی نثر کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا۔" (ص ۱۰)

سوائے چند جملوں کے اس تحریر میں کشفی صاحب نے عمرانیات کہہ کے جو کچھ بیان کیا ہے وہ دین ہی تو ہے۔ دین کو جب مکمل ضابطہ حیات اور کامل نظام مانا جاتا ہے تو پھر اس سے کسی شعبے یا موضوع کو جُدا کیوں بتایا جا رہا ہے؟ کیا قرآنِ کریم میں زندگی اور دنیا کے حوالے سے ہر شعبے اور گوشے کی رہ نمائی نہیں ملتی؟ مجھے یہی کہنا ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے دنیا اور زندگی کی کوئی بات دین سے جُدا بتانے کی کوشش ہی نا درست ہے۔ ایک مومن کے لئے اسلام دراصل دنیا برتنے کا طریق و نظام ہے ورنہ جائز و ناجائز، حلال و حرام اور صحیح و غلط کو کیا صرف عقائد و عبادات تک محدود رکھا جائے گا؟ معاملات، معاشرت و اخلاق وغیرہ میں اس کا دخل نہیں ہوگا؟ کیا اسلام نے تعلیم و تعلم اور تحریر و تقریر کے لئے کچھ ہدایات نہیں دیں؟ انہیں کیا دین نہیں کہا جائے گا؟ دنیا اور زندگی کی جزئیات کی تفصیل کو دین سے جُدا کہنا کیا درست ہوگا؟ کشفی صاحب ہی نہیں، کوئی بھی اسلامی معاشرے کے حوالے سے عُمرانیات یا دیگر موضوعات کو بیان کرتے ہوئے یہ کیوں کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ دین نہیں ہے؟ جی تو چاہتا ہے کہ وہ سب قرآنی آیات و احادیث یہاں نقل کروں جن میں دنیا اور زندگی کی جزئیات بیان ہوئی ہیں اور پھر کشفی صاحب سے پوچھوں کہ دینی تصورات پروان چڑھتے ہیں یا ان دینی ہدایات و آداب وغیرہ سے معاشرت پروان چڑھتی اور سنورتی ہے۔ (نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں کشفی صاحب ہی کی تحریروں کے متعدد اقتباس پروفیسر محمد

Marfat.com

اقبال جاوید نے نقل کئے ہیں جو میرے موقف کی تائید کرتے ہیں) میلاد خوانی یا نعت خوانی کی محافل کو صرف عمرانیات میں شمار کرنا، پھر عام موسیقی کو نعت خوانی وقوالی سے ممیّز کرنا، عام شاعری، بادشاہوں کے لئے کہے گئے قصیدوں کو جھوٹی مدح کہنا اور شاعر کی رُوح کی اس سے بے زاری بیان کر کے بیچ سے اس کا رشتہ جوڑنے کا ذریعہ حمد ونعت اور منقبت کہنا، بتانا، کیا صرف عمرانیات ہی سے متعلق ہے؟

مجھے رونا اسی کا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں کی تحریر وتقریر میں اب دِین کو مکمل ضابطہ حیات کی بجائے صرف چند عقائد اور کچھ عبادتوں کے حوالے سے شُمار کروایا جاتا ہے اور مجھے یہ سُن کر بہت ملال ہُوا کہ کراچی شہر کے ایک مشہور ماہرِ تعلیم نے ایک گفتگو میں قرآنِ کریم کو موجودہ معاشرے کے لئے ناکافی اور پرانی کتاب کہہ دیا۔ (معاذ اللّٰہ) کیا ان باتوں کی گرفت کرنے کو فقہی بحث میں الجھنا کہہ کے گزارا ہوسکتا ہے؟ کچھ رَوش سی چل نکلی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ ،صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات، اہلِ بیتِ نبوت اور محسنینِ اسلام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے باب میں لاف زنی کرنے اور ہفوات وخرافات کہنے لکھنے کو قابلِ گرفت شُمار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے مرتکب کے خلاف کہنے لکھنے کو قابلِ اعتراض گردانا جاتا ہے، یعنی جُرم کا ارتکاب، جُرم شُمار نہیں ہوتا بلکہ جُرم کے مرتکب کو مجرم شُمار کرنا جُرم سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اب گویا کوئی منفی اور ناروا فعل ہو گیا ہے۔ شریعت وسنّت کی ہدایات کے مقابل فکر و عمل کے نئے اسلوب وضع کیے اور رواج دیئے جا رہے ہیں۔ عاقبت اور آخرت کو فراموش کر دینا اسی سے ممکن ہوگا جس کے ایمان ویقین میں سقم ہوگا۔ اللّٰہ کریم ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں غیرتِ ایمانی عطا فرمائے، آمین۔

نعت رنگ شمارہ ۱۲ کے ص ۲۲ سے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب آف گوجراں والا کی تحریر شروع ہوتی ہے۔ اس کا عنوان ہے: ''نعت اور آدابِ نعت گوئی، افاداتِ کشفی کی روشنی میں ......'' پروفیسر صاحب نے جناب سید ابوالخیر کشفی کی نعت رنگ ہی میں مطبوعہ تحریروں اور کچھ کتابوں کے دیباچوں کے اقتباسات کو سامنے رکھ کر جو مفصّل تحریر پیش کی ہے، اس میں مقالہ نگار کے اصل

Marfat.com

ممدوح تو جناب ابوالخیر کشفی ہیں کیوں کہ وہ نعت اور نعت گوئی کے آداب ومحاسن کو ان ہی کے زاویۂ فکر و نگاہ سے پیش کرتے ہیں، تاہم پروفیسر صاحب نے اپنے اسلوبِ نگارش کے جوہر بھی خوب دکھائے ہیں اور جا بجا خود کو کشفی صاحب سے ہم آہنگ کیا ہے۔تحریر میں کہیں مبالغہ ہے تو کہیں مغالطہ بھی ہے۔ کچھ جملے ملاحظہ ہوں، واضح رہے کہ ان جملوں میں کشفی صاحب کی تحریروں کے جملے بھی شامل ہیں:

''جناب سید محمد ابوالخیر کشفی جیسی خود شناس اور خدا آگاہ شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں ان کے لئے گردشِ لیل ونہار کو مدتوں منتظر رہنا پڑتا ہے۔اس دَورِ فتنۂ آخر زماں میں دل و نگاہ، آگہی کے اسی کیف کے لئے ترس رہے ہیں......'' (ص۲۴)

''وہ ذاتِ پاک ﷺ رؤف ورحیم بھی حد سے زیادہ ہے۔'' (ص ۲۵)

''یہی وجہ ہے کہ کوئی توصیفی شعر ہو یا جملہ، جہاں بھی وہ بشری خصوصیات سے بلند تر کوئی نکتہ دیکھتے ہیں تو ان کا ذہن فوراً بشر سے خیر البشر اور محدود سے لامحدود کی طرف منتقل ہو جاتا ہے......'' (ص۲۹)

''انسانیت کی پوری تاریخ میں کسی نبی کا نام معجزۂ الٰہی کے درجے پر فائز نظر نہیں آتا۔'' (ص۲۹)

''اور جناب کشفی اس پر اس انداز ہ سے تبصرہ کرتے ہیں کہ توحید کی رفعتیں اور رسالت ﷺ کی عظمتیں اپنی تہیں کھولتی چلی جاتی ہیں۔'' (ص۳۱)

''اور حضور ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے وہ آخری آدمی تھے جن پر تمام دنیاوی اور اُخروی نعمتیں تمام ہو گئیں تھیں......'' (ص۳۱)

''آپ ﷺ کی تشریف آوری ایک عظیم ترین ہستی کے جمیل ترین خواب کی تعبیر، تصور کی تجسیم اور فکر کی تکمیل ہے۔'' (ص۳۱)

''مومن تو آپ ﷺ کے لئے سب کچھ تھے ہی۔'' (ص۳۶)

''نعت گوئی کی صلاحیت، اللہ تعالیٰ کی عطا اور گنبد خضریٰ کی رضا پر منحصر ہے۔''

Marfat.com

(ص۴۵)

''مودودی کے الفاظ میں ''حضور ﷺ ہم سے محض خراجِ عقیدت نہیں، بلکہ خراجِ اطاعت لینے کے لئے تشریف لائے تھے۔'' (ص۴۷)

''اور اللہ تعالیٰ کے حوالے کے بغیر نعت، جناب کشفی کے نزدیک ''سیکولر نوعیت کی نعت'' ہے۔'' (ص۴۶)

''اللہ تعالیٰ کے بجائے حضور ﷺ ہی کو روزِ جزا کا مالک و آقا قرار دیا جا رہا ہے اور دلیل یہ ہے کہ مالک کا حبیب مالک ہی ہوا کرتا ہے۔'' (ص۵۰)

''فنی اعتبار سے نعت میں ''تغزل'' لازم ہے۔'' (ص۵۱)

''نماز، حمد کا شرعی انداز ہے، عبدِ مجبور کا واحد سہارا اور عبدِ شکور کا واحد فخر ہے۔'' (ص۶۰)

''اور نعت کو حمد نہیں بننا چاہیے۔'' (ص۶۶)

''اسی طرح اگر حضور ﷺ کی مدحت مقرر حد سے بڑھ جائے تو وہ خود بخود حمد کے دائرے میں پہنچ جائے گی جسے شرعی اور ادبی اعتبار سے تعریف نہیں، تنقیص کہا جائے گا اور قلم شرک کا مرتکب ہو جائے گا۔'' (ص۶۶)

''نعت، اسی سجدہ بے تاب کی شعری ادائی ہے'' (ص۶۷)

''ورنہ کسی نہ کسی حالی کو دورِ حاضر کی نعتیہ شاہری کی تطہیر کے لئے اٹھنا پڑے گا۔'' (ص۷۰)

''انسانی سازی ہی پیغمبرانہ مشن ہے۔'' (ص۷۱)

''ہمارے بیش تر مذہبی جھگڑے، قلبی تعلق کے فقدان کی دلیل ہیں۔'' (ص۷۲)

''یہاں ''یا'' کے استعمال میں استمداد اور استعانت نہیں بلکہ ایک امتی کا تخاطب ہے جو دل کی گہرائیوں میں اس ذاتِ گرامی ﷺ کو موجود پاتا ہے۔'' (ص۷۲)

''ہاں جسے گستاخی کا پرتو نظر آئے اس کے لئے ''تو'' اور ''تم'' سے مکمل اجتناب لازم

Marfat.com

ہے۔'' (ص ۷۳)

''جنہیں نعت گوئی کی توفیق نیلے آسمان اور سبز گنبد سے عطا ہوئی ہو۔'' (ص ۷۴)

''اور جناب سید ابوالخیر کشفی نے یہ ''نمازِ نیاز'' جس رُوحانی خلوص جس فکری تقدس جس علمی رسوخ اور جس شعری تغزل کے ساتھ ادا کی ہے۔ وہ سراسر گنبد خضری ہی کی عطا معلوم ہوتی ہے۔'' (ص ۷۴)

''حق یہ ہے کہ نعت گوئی ہی وہ صنفِ سخن ہے جو فکر و خیال کی بے نام وادیوں میں بھکنے اور بھٹکنے والوں کی پریشان نظروں کو سیر چشمی کی وہ دنیا عطا کرتی ہے کہ وہ جنت کی دل آویزیوں کو بھی آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہیں۔'' (ص ۷۵)

پروفیسر اقبال صاحب کی تحریر کے آخر میں حوالے درج ہیں۔ ۴۸ حوالوں میں ۱۸ نعت رنگ ہی کے ہیں۔ ص ۲۲ سے ص ۷۷ تک پھیلے ہوئے اس مقالے کو کشفی صاحب کے لئے شائع کیے جانے والے کسی مجموعے میں شامل کیا جانا چاہیے تھا، تاہم پروفیسر صاحب نے اتنا تو کیا کہ نعت رنگ میں مطبوعہ کشفی صاحب کی تحریریں پیشِ نظر رکھیں لیکن ان تحریروں کے کچھ معترضہ جملوں کے جوابات سے انہوں نے مکمل اغماض کیا۔ یوں وہ کشفی صاحب کی عمدہ باتوں کو سراہتے ہوئے ان کی معترضہ باتوں کی ہم نوائی بھی کر گئے۔ پروفیسر اقبال صاحب، جناب کشفی کے لئے عقیدت کے بیان میں کچھ ویسے ہی الفاظ و انداز استعمال کر گئے جنہیں نعت گوئی میں یا عقائد میں بیان کیا جائے تو بہت اعتراض کیا جاتا ہے بلکہ خود کشفی صاحب ہی کی تحریروں میں وہ اعتراض موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب بتائیں کہ ''ایک عظیم ترین ہستی کے خواب کی تعبیر اور تصور کی تجسیم اور فکر کی تکمیل'' کے الفاظ انہوں نے رسولِ کریم ﷺ کی تشریف آوری کے حوالے سے کس ''عظیم ترین ہستی'' کے لئے بیان کئے ہیں؟ رسولِ کریم ﷺ سے عظیم ترین ہستی وہ جانتے ہیں کہ رب العالمین جلّ جلالہٗ ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ الفاظ شدید گرفت کے قابل نہیں؟ کیا ان پر توبہ واجب نہیں ہوتی؟ یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ قلم کفر و شرک کا مرتکب ہو تو اس قلم کے قلم کار کے لئے کیا حکم ہوگا؟ کیا قلم خود سے مرتکب ہوتا ہے؟ وہ بتائیں کہ بیش تر مذہبی جھگڑے کیا صرف ''قلبی تعلق''

Marfat.com

کے فقدان ہی کی دلیل ہیں؟ وہ بتائیں کہ ''سبز گنبد کی عطا'' ہی کہنا مناسب ہے؟ مکینِ سبز گنبد کہنے میں زبان و بیان کا کون سا قانون مانع ہے؟ نیلے آسمان کی عطا کا کیا مطلب ہے؟ نیلا آسمان کیا عطا کرتا ہے؟ اور کیا آسمان واقعی نیلا ہے؟ نماز کو حمد کا شرعی انداز اور نعت کو سیارہ اور شرار معنوی لکھ کر لفظوں کی کہکشاں تو شاید سج گئی لیکن پروفیسر اقبال صاحب خود بھی ملاحظہ فرمالیں کہ کون سے الفاظ کس بیان میں غیر موزوں ہوتے ہیں۔ پروفیسر صاحب سے عرض ہے کہ ''یا'' کا لفظ اگر استعانت واستمداد کو ظاہر کرتا ہے تو وہ بتائیں کہ کیا افراد واعمال سے استعانت واستمداد ''شرک'' ہے؟ جو اسے شرک یا ناجائز بتاتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

قرآنِ کریم میں ہے: وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدۃ-۲) اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

قرآنِ کریم میں ہے: استعینوا بالصبر والصلوۃ (البقرہ-۴۵) اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

قرآن کریم میں ہے: فاعینونی بقوۃ (الکہف-۹۵) تو میری مدد طاقت سے کرو۔

☆ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں: اللّٰہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مسندِ احمد)۔ اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں ہے۔

☆ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا۔ انا لا نستعین بمشرک (ابن ماجہ) ہم مشرکین سے استعانت نہیں کرتے۔

☆ استعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدلجۃ (بخاری، بیہقی) صبح وشام اور رات کے پچھلے پہر کے کچھ حصے میں عبادت وخیرات سے مدد حاصل کرو۔

☆ استعینوا بطعام السحر علی صیام النہار وبالقیلولۃ علی قیام اللیل (ابن ماجہ) سحری کے کھانے سے دن کے روزے پر اور قیلولہ سے رات جاگ کر

Marfat.com

قیام (عبادت) پر مدد چاہو۔

☆ استعن بیمینک علی حفظک (ترمذی) اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعہ اپنی حفاظت پر مدد چاہو۔

☆ استعینوا علی الرزق بالصدقة (کنز العمال) مدد چاہو رزق پر صدقے سے۔

☆ استعینوا علی النساء بالعری فان احداھن اذا کثرت ثیابھا واحسنت زینتھا اعجبھا الخروج (مصنف ابن ابی شیبہ، کنز العمال) مدد چاہو عورتوں پر بقدر ضرورت لباس کے ذریعے ورنہ جب ان کے پاس کپڑے زیادہ ہوں گے تو وہ ان کپڑوں سے خود کو آراستہ کر کے گھر سے باہر نکلنا چاہیں گی (تاکہ اپنی زینت دوسروں کو دکھائیں)

☆ استعینوا علیٰ انجاح الحوائج بالکتمان (طبرانی معجم کبیر، کنز العمال) حاجتوں کو پوشیدہ رکھ کر ان کی کامیابی پر مدد چاہو۔

☆ اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی ترزقوا وتنجحوا الخ (کنز العمال) حاجت براری چاہو میرے رحم والے امتیوں سے، رزق پاؤ گے اور کامیاب ہو گے۔

☆ اطلبوا الفضل عند رحماء من امتی ، تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی (کنز العمال) فضل مانگو میری امت کے رحماء (مہربانوں) سے، ان کے دامن و قرب میں مزے سے رہو گے کیوں کہ میری رحمت ان کے پاس ہے۔

☆ اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم (مستدرک) بھلائی مانگو میری اُمّت کے رحماء سے ان کی حفاظت میں مزے کرو گے۔

☆ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (طبرانی معجم کبیر) بھلائی مانگو اچھے چہروں والوں سے۔

☆ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ (میزان الاعتدال) اچھے چہروں والوں

Marfat.com

سے حاجات طلب کرو۔

☆ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوا ھا الی الحسان (اتحاف السادۃ للزبیدی)
جب تم حاجتیں طلب کرو تو خوش چہرے والوں سے کرو۔

☆ التمسوا الخیر عند حسان الوجوہ (کنزالعمال، ابن عساکر) التماسِ خیر خوب صورت لوگوں سے کرو۔

☆ ابتغوا الخیر عند حسان الوجوہ (کنزالعمال) بھلائی خوش چہروں کے پاس چاہو۔

☆ اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل : یا عباد اللّٰہ اعینونی ، یا عباداللّٰہ ! اعینونی ، یا عباداللّٰہ ! اعینونی فان للّٰہ عبادا لایراھم (طبرانی معجم کبیر، کنزالعمال) جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے (یا راہ بھولے) اور مدد چاہے، اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہم دم نہیں تو یوں پکارے، اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو، کیوں کہ اللّٰہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

☆ ان اللّٰہ تعالی یقول : اطلبوا الفضول من الرحماء من عبادی تعیشون فی اکنافھم (مسندِ عقیلی) بے شک اللّٰہ تعالی کا فرمان ہے، میرے رحم دل بندوں سے فضل مانگو ان کی پناہ میں چین سے رہو گے۔

☆ اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ (طبرانی، معجم کبیر) نیکی اور حاجتیں خوب صورتوں سے مانگو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت می کرد، چوں ایاک نعبد وایاک نستعین گفت، بے ہوش افتاد، چوں بخود آمد، گفتند اے شیخ ترا چہ شدہ بود؟ گفت چوں ایاک نستعین گفتم، ترسیدم، کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گو! چرا از طبیب داروی می خواہی راز امیر روزی واز بادشاہ

Marfat.com

یاری می جوئی؟ ولہذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند ازاں کہ ہر روز و شب پنج نوبت در مواجہ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد، لیکن دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است، واگر التفات محض بجانب حق است و اورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانہ اسباب وحکمت اوتعالیٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید، دور از عرفاں نخواہد بود، ودر شرع نیز جائز ورواست وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند درحقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است، لاغیر......''
(تفسیر فتح العزیز)

(حضرت شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی، جب (سورۂ فاتحہ کی قرأت وتلاوت کرتے ہوئے اس آیت) ایاک نعبد وایاک نستعین کو پڑھا، بے ہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے کہا: اے شیخ! آپ کو کیا ہوگیا تھا؟ (حضرت شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا: جب مَیں نے ایاک نستعین کہا تو مجھے خوف ہُوا کہ (کہیں) مجھ سے یہ نہ کہا جائے کہ اے جھوٹے! پھر طبیب سے دَوا کیوں لیتا ہے؟ اور امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو اپنے پروردگار سے شرم کرنی چاہیے کہ روزانہ پانچ وقت اس (پروردگار) کے سامنے کھڑا ہوکر جھوٹ بولتا ہے، مگر یہاں خوب سمجھ لینا چاہیے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی غیر ہی پر بھروسا ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے (تو یہ) حرام ہے اور اگر توجہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے اور اس (غیر) کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد مانگتا ہے تو ایسا کرنا عرفان سے دُور نہیں اور شریعت میں بھی جائز اور درست ہے اور نبیوں ولیوں نے ایسی مدد کی ہے اور حقیقت میں یہ مدد غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے، ہرگز غیر سے نہیں۔)

مزید ملاحظہ ہو:

''ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانتِ ظاہری

Marfat.com

اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔" (حاشیہ قرآن، ص۲، از جناب شبیر احمد عثمانی، مطبوعہ بجنور)

جناب اشرف علی تھانوی کا فتوی ملاحظہ ہو : "چوں ن واں غریبہ در احکام اقسام استعانت بالخلوق، سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں: استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ، استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریقِ جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب : (۱) جو استعانت واستمداد بالخلوق باعتقادِ علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو، شرک ہے۔ (۲) اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو، معصیت ہے (۳) اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو، جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت (۴) اور جو استمداد بلا اعتقادِ علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریقِ استمداد مفید ہو، تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ (۵) ورنہ لغو ہے۔ یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔" (بوادر النوادر ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ فتاوی امدادیہ ص ۹۹-۱۰۰، ج ۴، مطبوعہ تھانہ بھون)

یہ بھی ملاحظہ ہو : "وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے، جو عام اہلِ سنت وجماعت کا ہے، آخر جب کہ ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیفِ صلوات (نمازوں کی تعداد کم کروانے) کے مسئلہ میں امداد ملی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، بشارتیں ملیں، تو اسی قسم کی ارواحِ طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے تردید ہوتی ہے؟ اور سچ تو یہ کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی

Marfat.com

مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امدادیں پہنچا رہے ہیں۔" (سوانح قاسمی، ص۲۳۲/۱، از جناب مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اس موضوع پر اپنی کتاب "مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات" میں متعدد اقتباس علمائے دیوبند کی تحریروں سے مَیں نے پیش کیے ہیں، میری کتابوں "حقائق" اور "سفید و سیاہ" میں اس حوالے سے تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، یہاں وہ تمام عبارات نقل کروں تو نعت رنگ کی نصف ضخامت بھی ناکافی رہے، کچھ اشعار ضرور نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ ہوں:

حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

"یا رحمۃ للعالمین ادرک لزین العابدین　　محبوس اید الظالمین فی موکب والمزدھم"

(اے تمام جہانوں کے لئے رحمت (ﷺ) زین العابدین کی مدد کو آیئے، اس ازدہام میں وہ ظالموں کے ہاتھ میں قید ہے)

حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

"یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ
جدلی بجودک وارضنی برضاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن
لابی حنیفہ فی الانام سواک"

(مجموعۃ القصائد، ص۴۲، مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

اے مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت والے، اے (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے) مخزن، اپنے جود و سخا سے میرے لئے بھی عطا فرمایئے، اور اپنی رضا و خوشنودی سے مجھے بھی اپنی رضا عطا کیجئے۔ مَیں آپ سے جود و سخا کی طمع رکھنے والا ہوں اور آپ کے سوا تمام مخلوق میں ابوحنیفہ کو کوئی نوازنے والا نہیں۔

حضرت ابوالحسن امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ، اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

"یا اکرم الخلق مالی من الو ذبہ

سواک عند حلول الحادث العمم"

اے مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وکرم والے آقا (ﷺ) آپ کے سوا میرے لئے کوئی نہیں کہ جس سے ہر مصیبت کے وقت مدد کی التجا کروں۔

عاشقِ رسول حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں۔

"زمہجوری برآمد جانِ عالم　　ترحم یا نبی اللّٰہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　زمجوراں چرافارغ نشینی" (زلیخا)

حضرت شمس العارفین شمس تبریز رحمۃ اللّٰہ فرماتے ہیں۔

"یارسول اللّٰہ حبیبِ خالقِ یکتا توئی　　برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

یارسول اللّٰہ تو دانی امتانت عاجزاند　　عاجزاں را رہ نما وجملہ را ماویٰ توئی"

(یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک وسلم، خالق کے حبیبِ یکتا اور ذوالجلال رب تعالیٰ کے لاثانی برگزیدہ آپ ہی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ آپ کی اُمت عاجز ہے، ان عاجزوں کے رہ نما اور سب کو پناہ دینے والے بھی آپ ہی ہیں۔)

شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بہر صورت کہ باشد یارسول اللّٰہ کرم فرما

بلطفِ خود سرو سامان جمع بے سروپا"

(یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک وسلم ہر حال میں ہم پر کرم فرمایئے، ہم بے سروسامان ہیں، ہمارا سروسامان آپ کا لطف وکرم ہی ہے۔)

حضرت شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ویا خیر من یرجی لکشف رزیۃ　　ومن جودہ فاق جود السحائب

وانت مجیر من ھجوم ملمۃ　　اذا نشبت فی القلب شر المخالب"

(اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم ﷺ)

Marfat.com

(اورائے وہ بہترین جس سے سختی و مصیبت دفع ہونے کی امید کی جاتی ہےاور جس کی سخاوت برسنے والوں بادلوں سے بہت زیادہ ہےاور آپ سختی کے حملوں سے پناہ دینے والے ہیں جب کہ بدترین مصیبتیں آپڑیں۔)

جناب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

"شفیع عاصیاں تم ہو وسیلہ بےکساں تم ہو
تمہیں چھوڑکراب کدھر جاؤں بتاؤیارسول اللہ (ﷺ)
جہازامت کاحق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ (ﷺ) "

(گل زار معرفت)

دوسرے مقام پر یہی حاجی صاحب یوں عرض کرتے ہیں ۔

"یا محمد مصطفیٰ (ﷺ) فریاد ہے اے حبیب کبریا (ﷺ) فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے "

(مناجات نالۂ امداد غریب)

جناب محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں ۔

"کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام کرے گا یانبی اللہ میرے پہ کیا پکار
مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسمِ بےکس کا کوئی حامیِ کار"

(قصائد قاسمی ص ۶)

جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ۔

"یاشفیع العباد خذ بیدی انت فی الاضطرار معتمدی
لیس لی ملجاء سواک اغث مسّنی الضّرسیدی و سندی
غشنی الدھر یا بن عبداللّٰہ کن مغیثا فانت لی مددی
یارسول ا لا لہ بابک لی من غمام الغموم ملتحدی

Marfat.com

لیتنی کنت ترب طبیتکم   فالتشمت النعال فاک قدی"

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دست گیری فرمایئے- آپ ہر مشکل میں میری آخری امید اور سہارا ہیں -آپ کے سوا مجھے کوئی پناہ دینے والا نہیں، میرے سردار میرے آقا میری فریاد سنئے میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں- زمانے کی مصیبتوں نے مجھ کو گھیر لیا ہے، اے ابنِ عبداللہ میری فریاد سنئے میری مدد فرمایئے۔ مَیں ہوں بس اور آپ کا در، یارسول ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

کاش ہوجاتا مدینہ کی میں خاک   نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی"

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (ﷺ)، ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند)

جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی قصیدۃ العنبر یہ میں فرماتے ہیں۔

"یاسیدی یا عروتی و وسیلتی   یا عدتی فی شدۃ ورخاء
یا مقصدی یا اسوتی و معاضدی   وذریعتی یا مرصدی مولائی
شفعت جاھک ضارعا متذللا   مالی وراء ک صارف الضراء
انت المغیث برحمۃ و کرامۃ   فی غمۃ و غوایل و بلاء
انجح مرامی یا کریم کرائم   انت القدیر علی نفاذ رجائی
مالی وراء ک مستغاث فارحمن   یارحمۃ للعالمین بکائی"

(اے میرے سردار، اے میرے سہارے اور میرے وسیلے- اے میرے سختی و نرمی کی حالتِ ساز و سامان- اے میرے مقصد، اے میرے پیشوا اور میرے پروردگار اور میرے ذریعہ اور اے میرے ٹھکانے، میرے مولا- میں نے نہایت عاجزی وانکساری سے آپ کی عزت و جاہ کو شفیع بنایا کیوں کہ میرے لئے آپ کے سوا تکلیف و مصیبت کو کوئی دفع کرنے والا نہیں- آپ مددگار ہیں اپنی رحمت و کرامت کے ساتھ ہر سختی اور مشکلات و بلا میں- میرے مقاصد پورے فرماؤ، اے بزرگیوں اور کرامتوں والے، آپ میری امید کے پورے کرنے پر قادر ہیں- آپ کے علاوہ میرا کوئی فریاد رس نہیں، اے رحمۃ للعالمین، میری گریہ وزاری کو دیکھو اور مجھ پر رحم کرو-)

Marfat.com

مآثر صدیقی موسوم بہ سیرتِ والا جاہی، ص ۳۰-۳۱/۲)

جناب اشرف علی تھانوی اپنے ایک استاد و مرشد کو یوں لکھتے ہیں۔

"یا مرشدی یا موئلی یا مفزئی — یا ملجائی فی مبدئی و معادی
ارحم علی یا غیاث قلیس لی — کھفی سؤی حبیکم من زاد
فاز الاتام یکم وانی ھائم — فانظر الی برحمة یا ھاد
یا سیدی للہ شیأ انہ — انتم لی المجدی وانی جادی

میرے مرشد میرے مولیٰ مری وحشت کے انیس — مری دنیا کے مرے دین کے اے جائے پناہ
میرے فریاد رسا مجھ پہ ترس کھاؤ کہ میں — آپ کی حب کے سوا رکھتا نہیں توشہ راہ
خلق فائز ہو شہا آپ سے اور میں حیران — رحم کی ہادی من اب تو ادھر کو بھی نگاہ
میرے سردار خدا واسطے کچھ تو دیجے — آپ معطی ہیں مرے میں ہوں سوالی اللہ"

(تذکرۃ الرشید، ص ۱۱۴، ج ۱)

مذکورہ بالا آیات و احادیث اور کچھ عبارات و اشعار میں استمداد و استعانت کا واضح ثبوت پیش کر کے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پروفیسر اقبال صاحب کیا اسے اپنے نبی سے امتی کا اور مرید کا اپنے مرشد سے صرف تخاطب ہی کہیں گے؟ لفظ "یا" کے استعمال کو شرک کہنے والے اپنے ان علمائے دیوبند و وہابیہ کے بارے میں کیا کہیں گے؟ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ "یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیأ للہ" کہنے والے سُنی (بریلوی) کو مشرک کہا جائے اور جناب اشرف علی تھانوی کو "یا سیدی للہ شیأ انہ" کہنے پر بھی موحد مانا جائے۔ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس موضوع پر بہت تفصیل ابھی باقی ہے، تاہم امید کرتا ہوں کہ لفظ "یا" کے استعمال کو غلط قرار دینے والے اور استمداد و استعانت کو شرک بتانے والے اس قدر تفصیل کے مطالعے کے بعد اپنے غلط موقف سے رجوع کر لیں گے ورنہ "میں نہ مانوں" تو لاعلاج مرض ہے۔ فزادھم اللہ مرضا

(نعت رنگ) شمارہ ۱۲ کے ص ۸۷ سے ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب آزاد فتح پوری کی پُر مغز تحریر دل پذیر بعنوان "نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟" شروع ہوئی ہے۔ اپنی اس تحریر کی

Marfat.com

ابتداء میں وہ یہ بھی لکھ گئے ہیں: ''ادب انسانی جمالیاتی روح کا اظہار اس کی تہذیب کی علامت اور اس کی بقا کی ضمانت ہے، اس کا مقصد انسان کو بلا تفریقِ ملت و مذہب، بلا لحاظِ ملک و قوم اور بلا تقسیم رنگ و نسل پہلے سے زیادہ مہذب، پہلے سے زیادہ ذہین، پہلے سے زیادہ کارآمد، پہلے سے زیادہ شریف النفس، پہلے سے زیادہ راست گو، پہلے سے زیادہ مشفق، پہلے سے زیادہ دردمند، پہلے سے زیادہ غیر ضرر رساں، پہلے سے زیادہ نیک اور پہلے سے زیادہ مہذب بناتا ہے۔ اسی کو مجملاً یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ادب کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو خود شناس اور باطن آگاہ بنائے اور اس میں زندگی کی آگہی اور بصیرت بے دار کر دے تا کہ وہ ادب سے حظ اور مسرت حاصل کرنے کے لائق بن جائے......''

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد صاحب فتح پوری کی یہ تحریر نعت شریف کے حوالے سے ہے اور ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ دینِ اسلام نے انسان اور انسانیت اور زندگی کا جو تصور اور لائحہ عمل دیا ہے، اس کی نظیر کسی اور دین، دھرم یا مذہب میں یوں نہیں ہے۔ ''ادب'' اتنا کارگر ہے تو کوئی ''ادیب'' ان تمام خوبیوں کا مرقع ضرور ہوتا اور ادبی حلقوں میں یہ خوبیاں پائی جاتیں، ڈاکٹر آزاد صاحب فتح پوری نے جس ''ادب'' کے تناظر میں یہ باتیں لکھی ہیں اس کے حوالے سے تو یہ ان کی لفاظی ہی شمار ہوگی، وہ خود لکھتے ہیں کہ اس ادب کے بارے میں نقادوں کے نظریات مختلف رہے ہیں اور ادب، اچھا بُرا، معیاری اور غیر معیاری بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب ص ۸۱ پر لکھتے ہیں کہ: ''......اس کے بعد راقم ان وجوہ و علل پر روشنی ڈالے گا جن کی بنیاد پر نعتیہ شاعری نصاب سے باہر رکھی گئی ہے......'' ڈاکٹر آزاد صاحب اور دیگر اہلِ علم و اہلِ قلم سے یہ عرض ہے کہ ایسے ہی جملے دینی محافل و مجالس اور تحریر و تقریر میں بھی کہے سنے جاتے ہیں۔ ''روشنی ڈالنا'' کوئی ایسے لفظ نہیں کہ لازمی سمجھے جائیں، بیشتر عنوان وہ ہوتے ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، ان پر روشنی ڈالنا کہا جائے تو میرے نزدیک غیر موزوں ہوگا۔

ڈاکٹر آزاد صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے: ''یہاں پر یہ بات مدنظر رہے کہ رحمتِ کونین ﷺ نے کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے منع فرمایا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں: ان

Marfat.com

المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و تسعون احتمالا للكفر و احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی و القاضی ان یعمل بالا حتمال الثانی -" (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۲۵، مطبع اصح المطابع جامع مسجد دہلی)

(جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو رہا ہو اگر اس میں ننانوے احتمال کفری معنوں کے ہوں اور ایک احتمال اس کی نفی کر رہا ہو تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اس احتمال کا اعتبار کریں جو کفر کی نفی کرتا ہو)-" (ص ۱۰۸، نعت رنگ شمارہ ۱۲)

اس حوالے سے ڈاکٹر آزاد صاحب اور نعت رنگ کے قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کسی مسلمان کہلانے والے کے کلام میں کفر کا ننانوے فی صد صرف احتمال ہو اور صریح کفر نہ ہو تو اس کلام میں مفتی و قاضی کے لئے تاویل کی گنجائش ہوگی لیکن کسی کے کلام میں کوئی لفظ یا جملہ صریح مفہوم والا ہو تو اس میں کسی وجہ کا لحاظ کر کے تاویل کرنا جائز نہیں کیوں کہ کلام میں صراحت کے باوجود جو تاویل کی جائے گی وہ فاسد ہوگی اور فاسد تاویل کفر کی طرح ہے، نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں شائع ہونے والی میری تحریر میں تاویل کے حوالے سے کچھ ذکر ہے، تاہم پھر ملاحظہ ہو:

تاویل کے معنی "فرہنگ عامرہ" میں یہ درج ہیں: "ظاہر سے پھیر کر دوسرے معنی پہنانا-" جناب محمد انور شاہ کشمیری اپنی کتاب اکفار الملحدین (مطبوعہ دار الکتب علمیہ، پشاور) کے ص ۹۰ پر لکھتے ہیں: "لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا-" ان کی اس کتاب میں ایک پورا باب اسی عنوان سے ہے کہ "ضروریاتِ دین میں تاویل قبول نہیں کی جاتی-" اسی کتاب کے ص ۸۷ پر لکھتے ہیں: "فاسد تاویل کفر کی طرح ہے" اور اسی صفحہ پر ہے کہ "ضروریاتِ دین میں تاویل کرنا دافع کفر نہیں-"

جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "مجموعہ ایمان و کفر کا کفر ہی ہے...... ورنہ دنیا میں ایسا کوئی کافر نہ نکلے گا جس کا ہر عقیدہ کفریہ ہی ہو- کثرت سے کافر، صانع کے قائل ہیں، کثرت سے، معاد کے قائل ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک ایمان کی تو ایمان حکم کیا جائے گا- اس سے مراد کسی ایک ہی (غیر صریح) قول یا فعل کے وہ وجوہ ہیں جن میں

Marfat.com

دونوں احتمال ہیں جیسے ایک کلام کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔'' (حکیم الامت، ص ۲۶۴، مطبوعہ ایم شمس الدین تاجران کتب، لاہور، ۱۹۶۷ء)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''جس شخص میں کفر کی کوئی (ایک بھی) وجہ قطعی ہو گی (اسے) کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن (کے کلام) میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو۔ اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر و عدم کفر دونوں کو ہو، گو احتمال کفر غالب اور اکثر ہو، تب بھی تکفیر نہ کریں گے، نہ یہ کہ تکفیر قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے کیوں کہ کافر کے یہ معنی نہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی جمع ہوں، ورنہ جن کا کفر منصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہوں گے۔'' (فتاویٰ امدادیہ، ج ۲، ص ۱۲۰، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۶ھ)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہو گی وہ بالاجماع کافر ہے۔'' (افاضات یومیہ، ج ۷، ص ۲۳۴)

مزید لکھتے ہیں: ''کفر کے لئے ایک بات بھی کافی ہے، کیا کفر کی ایک بات کرنے سے کافر نہ ہو گا؟'' (افاضات یومیہ، ص ۲۴، ج ۶)

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر میں آیات و احادیث کی کمپوزنگ میں خاصی غلطیاں ہوئی ہیں یا وہ غلطیاں اصل مسودے ہی میں ہوں گی۔ ص ۱۰۹ میں حدیث کے الفاظ یوں درج ہیں: ''اللھم جوانیاً و لاعلینا'' جب کے حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں: ''اللھم حوالینا لاعلینا''

نعت رنگ شمارہ ۱۲ کے ص ۱۱۲ پر بھارت کے سید حسین احمد صاحب کی تحریر ہے، اس کا عنوان ہے: ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟''

وہ لکھتے ہیں: ''لیکن نعتیہ شاعری کی اتنی طویل عمر ہونے کے باوجود اسے موضوعاتی شاعری کا ہی درجہ حاصل رہا، اسے صنفِ سخن نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ نہ ابھی تک اس کا فارم مقرر ہُوا ہے اور نہ اجزائے ترکیبی۔''

ص ۱۱۵ پر یہی بات وہ پھر دُہراتے ہیں: ''لیکن نعت کے لئے ابھی تک کوئی فارم مقرر

Marfat.com

نہیں ہو سکا ہے اور نہ ہی اجزائے ترکیبی اب آپ ہی بتائیں اسے صنفِ سخن کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اسلاف نے بھی اسے صنفِ سخن قرار نہیں دیا ہے............ بحرالفصاحت کے علاوہ اصنافِ ادب پر اور بھی جتنی معتبر کتابیں ملتی ہیں کسی میں بھی نعتیہ مشاعری کو صنفِ سخن نہیں قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے لئے الگ باب قائم کیا گیا ہے۔ لہٰذا جس طرح اُردو اور فارسی شاعری کا بڑا حصہ صوفیانہ اشعار پر مشتمل ہے لیکن اسے صنف کا درجہ حاصل نہیں۔ ٹھیک اسی طرح نعتیہ شاعری مضامینِ سخن میں سے تو ہے لیکن صنفِ سخن نہیں۔'' ص ۱۱۶ پر لکھتے ہیں : ''نعت صرف توشۂ آخرت نہیں ہے بلکہ ادب بھی ہے۔''

جناب سید حسین احمد نے اصنافِ سخن کی تعریف و تقسیم کرنے والوں کے حوالے سے (شاید) یہ لکھا ہے، مجھ سا کم علم و کم فہم یہ جاننا چاہتا ہے کہ ''صنفِ سخن'' کی تعریف کی بنیاد کیا ہے؟ نعت کو ''مضامینِ سخن'' اور ادب تو خود انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے یعنی نعت بلاشبہ سخن تو ہے صرف ''صنف'' کا سابقہ اس کے ساتھ لگانے کے لئے فنی طور پر جو اعتراض انہیں مانع ہے وہ فارم اور اجزائے ترکیبی کے تعین و تقرر کا ہے۔ اس بارے میں مروجہ فنی اور تیکنیکی قواعد وضوابط سے واقف نہ ہونے کے باوجود یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُردو معاشرے میں اصنافِ سخن کی تعریف و تقسیم وغیرہ سے پہلے بھی نعت تھی بلکہ اُردو نہیں تھی اور نعت تھی، شاعری میں غزل، نظم، رباعی، مرثیہ وغیرہ کی تقسیم سے پہلے نعت تھی اور اسے نعت ہی کہا اور شمار کیا گیا۔ نعتیہ غزل یا نعتیہ رباعی کے نام تو بہت بعد کے دَور میں لکھے پکارے گئے ہیں۔ اس پہلے سے موجود نعت کو کیا کہا جائے گا؟ اُردو دان طبقے کا اپنے معاشرے میں حمد و نعت کی اصطلاحی تقسیم طے کر لینے کا یہ مطلب نہیں کہ عربی دان طبقے اور عرب معاشرے میں بھی یہی استعمال بلفظہٖ منوایا جائے۔ لفظ ''ثناء'' کی مثال سامنے ہے، اُردو دان طبقہ اس کی معنوی حد بندی پر کوئی اصرار نہیں کرتا۔ متعدد لفظوں کی ایک فہرست یہ فقیر ہی فراہم کر سکتا ہے جن کے اصل لغوی اور ہمارے ہاں اصطلاحی معنوں کا استعمال مختلف ہے، اس کے باوجود ان الفاظ کے وسیع استعمال پر اختلاف نہیں کیا جاتا۔ شعر کہنے والے کو صرف شاعر کہا جاتا ہے خواہ وہ کسی ایک مروجہ صنف ہی میں کلام کہے، ہر صنف کے حوالے سے اس کا نام نہیں پکارا جاتا

Marfat.com

،یعنی نظم کہنے والے کو صرف ناظم نہیں کہا جاتا بلکہ نظم کا لفظ بھی لغت میں وسعت رکھتا ہے اور کئی معنی دیتا ہے اور کیا باقی اصنافِ سخن میں ''نظم'' نہیں؟ کیا بے نظمی اور بدنظمی پائی جاتی ہے ان میں؟'' غزل'' کے لفظ کے لئے ذرا لغت کھولئے اور دیکھئے کیا کیا معانی درج ہیں- غزل نگار کو غازل کیوں نہیں پکارا جاتا؟ کیا غزل ''سیاسی'' نہیں ہوتی؟ کیا مضامین اور موضوعات کا سابقہ دیگر مروجہ اصنافِ سخن کے ساتھ نہیں پکارا جاتا؟ جب معاشرے میں ''نعت'' کے اصطلاحی طور پر ایک معنی و مفہوم پر اتفاق کیا جاسکتا ہے تو اس کے ''صنفِ سخن'' مانے جانے میں کیا حقیقی عذر مانع ہے؟ میری یہ عرض اگر شاعری کے متفقہ اصول و قواعد کے مطابق فضول ہے تو معذرت خواہ ہوں-

نعت رنگ کی مجلسِ مشاورت میں دو نام بہت اہم اور نمایاں ہیں- جناب رشید وارثی اور جناب عزیز احسن- نعت رنگ کے شمارہ ۱۲ میں محترم جناب رشید وارثی کی کوئی نثری تحریر شامل نہیں، البتہ عزیز احسن صاحب کی کئی تحریریں شاملِ اشاعت ہوئیں- گزشتہ شماروں میں متعدد کتابوں پر عمدہ تبصرے جناب عزیز احسن کے شائع ہوئے، اس شمارے میں ص ۱۹۰ پر بعنوان ''تیرا وجود الکتاب'' ......ایک مطالعہ''، جناب عزیز احسن کی تحریر ہے- اس تحریر میں جناب عزیز احسن نے تبصرے کی تحریروں سے الگ انداز کا کشادگی سے مظاہرہ کیا ہے جو یہ تاثر دیتا ہے کہ اس تحریر میں ان کے قلم پر حقیقت سے زیادہ عقیدت کا غلبہ رہا یا پھر رعایت کا عنصر غالب رہا-

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ کے اس شمارے میں گوشۂ غالب بھی ہے -آپ نے سات تحریریں (نثری) بحوالہ غالب شائع کی ہیں- مجھے نعت رنگ کے بارہ شماروں میں جس قدر تنقید و تاکید، طرزِ نگارش اور الفاظ و انداز کے حوالے سے تحریروں میں دیکھنے پڑھنے کو ملی اس سے یہی پیغام واضح ہُوا کہ ہر طرح احتیاط کا دامن کسی لمحے اور مرحلے پر نہیں چھوڑنا چاہیے اور حقائق کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، لیکن ڈاکٹر یحییٰ نشیط جیسے اہلِ قلم جو اکثر صحیح اور معتبر روایات کو تسلیم کرنے میں بھی تامل کرتے ہیں، وہ جب کسی اپنے پسندیدہ شخص یا شاعر یا ادیب کا تذکرہ کرتے ہیں تو سب کچھ لکھ دینا رَوا جانتے ہیں- جناب سید حسین علی ادیب رائے پوری ہوں یا عزیز احسن صاحب یا پروفیسر اقبال جاوید صاحب......(واضح رہے کہ خود کو مستثنیٰ نہیں کررہا ہوں

Marfat.com

) ہم سبھی کو یہ یاد رکھنا ہے کہ حسنِ ظن (خوش گمانی) اور کشادگی اچھی بات ہے لیکن شریعت وسنّت اور عقیدہ وایمان ہر طرح مقدم اور اہم ہے۔ جناب عزیز احسن نے اپنی تحریر میں محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد اور عبدالماجد دریا آبادی کے ساتھ ''مولانا'' لکھنا ضروری سمجھا لیکن اصحابِ نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ''حضرت'' لکھنا گوارا نہ کیا، جب کہ اتنی بات وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ اصحابِ نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین اُمّت میں بہترین ہستیاں ہیں اور کوئی غیر صحابی ہرگز صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

جناب عزیز احسن ص ۱۹۱ پر لکھتے ہیں: ''مصنف علام فرماتے ہیں ''غیر شرعی ظاہر وباطن کے ساتھ نعت کہنا، ذوقِ نعت سے ایک خوف ناک تلعب ہے۔ سوچتا ہوں کہ ایسے لوگ تمازتِ آفتاب سے کیسے بچ سکیں گے کیوں کہ خراجِ عقیدت سے کہیں زیادہ خراجِ اطاعت مطلوب ہے۔ '' (ص ۹۷، تیرا وجود الکتاب)

مجھے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی اس بات سے کوئی اختلاف نہیں کہ ہر اُمتی کو اپنے نبی پاک ﷺ کی اطاعت واتباع کا پیکر ہونا چاہیئے اور نعت شریف کہنے پڑھنے والے کو دوسرے عام افراد کی نسبت زیادہ پابندی کرنی چاہیے کیوں کہ وہ حُبِّ رسول (ﷺ) کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اس دعوے کا اعلان بھی کرتا ہے تو اس کا اپنا ظاہر وباطن اس دعوے پر دلیل ہونا چاہیئے ورنہ دعویٰ صرف زبانی کلامی شُمار ہوگا۔ مجھے پروفیسر صاحب اور جناب عزیز احسن صاحب سے یہ کہنا ہے کہ ''خراجِ اطاعت مطلوب ہونے'' کے الفاظ محلِ نظر ہیں۔ کوئی اُمّتی اگر عمل کرتا ہے تو اپنے بھلے کو کرتا ہے۔ اگر عمل نہیں کرتا تو اپنے خسران میں اضافہ کرتا ہے، اللہ کریم جلّ شانہٗ بے نیاز ہے اور رسولِ کریم ﷺ کی شان بھی قرآن میں واضح بیان ہوئی اور رسولِ پاک ﷺ نے منصبِ نبوت ورسالت کے فرائض بہ تمام وکمال ادا فرمائے، اگر کوئی احکام وتعلیمات اور ہدایات پر عمل نہیں کرتا تو وہ میرے رؤف ورحیم اور عظیم وکریم نبی پاک ﷺ کا ہرگز کوئی نقصان نہیں کرتا بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ کریم جلّ شانہ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو فرمایا کہ جو نہیں مانتے ان کا غم نہ کیجئے۔ یہ آیت بھی پیشِ نظر رہے قل لااسئلکم علیه اجرا الاالمودة فی

Marfat.com

القربی ۔(الشوریٰ-۲۳) (آپ فرمایئے میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت)

بخاری شریف میں حدیث شریف ہے کہ ایک صحابیٔ رسول (رضی اللہ عنہ) نے رسولِ کریم ﷺ سے عرض کی کہ قیامت کب آئے گی؟ مخبرِ صادق میرے محبوب ومطلوب آقا ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں نماز روزے زیادہ نہیں، میرے دل میں آپ کی محبت ہے، تو میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا المرء مع من احب قیامت میں تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم بہت محبت رکھتے ہو۔ بلاشبہ ہر مسلمان کو جاننا ماننا چاہیے کہ اسے اللہ کریم اور رسولِ کریم ﷺ کے احکام اور ہدایات و تعلیمات کا پابند ہونا چاہیے اور فرائض واجبات اور سنتوں کا سچا پکا عامل ہونا چاہیے، اور جو جتنا زیادہ عابد و زاہد متقی ہے اتنا ہی کام یاب ہے اور محب بلاشبہ اپنے محبوب کا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے۔ اللہ کریم ان تمام احباب کو ہدایت و توفیق عطا فرمائے جو حُبِ رسول ﷺ تو رکھتے ہیں مگر اس کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ اللہ کرے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن میں ہم آہنگ ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنواریں۔

ص ۱۹۲ پر عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں: ''نعت گو شعراء کے تذکرے کے ضمن میں ہم اس کتاب میں چودہ شاعروں کا ذکر دیکھتے ہیں'' (ان چودہ افراد کے نام لکھ کر عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں:

''اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے بڑے اخلاص کے ساتھ اخیارِ اُمت کا انتخاب کیا ہے۔ ان کے اس انتخاب سے اخلاص کے ساتھ ساتھ علمی سطح پر ان کا معروضی زاویۂ نظر بھی سامنے آتا ہے۔ انہوں نے کسی اہم نام کو کسی مسلک کی جوئے کم آب کی نذر نہیں ہونے دیا ہے۔ سب کو عشاقِ رسول ﷺ اور شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ اس رویّے سے ایک تاثر یہ بھی ملتا ہے کہ تذکرۂ نعت گویاں کے وسیلے سے مصنف اتحاد بین المسلمین کی فضا قائم کرنے کے متمنی ہیں۔''

Marfat.com

ص ۱۹۸ پر عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں کہ: ''حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۸۱۸ء-۱۸۹۹ء) کے تذکرے میں لکھا ہے ''آپ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کے خلفائے کرام میں ایسی ایسی نادر شخصیات موجود ہیں جن کی محرابِ عظمت میں تاریخ دعوت و عزیمت جھلکتی اور جن کے حضور میں عفتِ قلب ونظر دوزانو نظر آتی ہے۔'' (معاذ اللہ)(ص ۱۹۱، تیرا وجود الکتاب) اس جملے کے بعد پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے جناب رشید احمد گنگوہی، جناب محمد قاسم نانوتوی، جناب محمود الحسن دیوبندی، جناب اشرف علی تھانوی اور جناب حسین احمد مدنی کے نام لکھ کر انہیں سپہر دین ودانش کا ماہ تاب قرار دیا ہے اور عزیز احسن صاحب نے دونوں اقتباس نہ صرف پسند کیے بلکہ انہیں منتخب کر کے نقل کیا۔

محترم عزیز احسن صاحب کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ نعت رنگ کے اساطین میں نمایاں ہیں۔ نعت رنگ کے گزشتہ تمام شمارے ان کے مطالعے میں رہے ہوں گے، اس کے باوجود وہ لفظ ''مسلک'' لکھ کر اس کے ساتھ ''جوئے کم آب'' بھی لکھ گئے اور اسے منفی درجہ دیا۔ عزیز احسن صاحب کے نزدیک شاید مسلک کی وہ اہمیت نہ ہو جو ہر مسلمان کے نزدیک مسلکِ حق کی ہونی چاہیے اور مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کے سوا کسی اور مسلک کی حقانیت، قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ ''اہلِ سنت و جماعت'' کے حوالے سے یہ فقیر پہلے ہی نعت رنگ میں تحریر پیش کر چکا ہے، اس کا جواب تو کسی سے ہو نہ سکا، ہاں یہ ضرور ہوا کہ حقائق کے اس بیان کو معترضہ قرار دیا گیا اور مسلکی اجارہ داری کی باتیں کی گئیں۔ محترم عزیز احسن صاحب خود بتائیں کہ شریعت وسنت سے متضاد و متصادم اور کتاب وسنت کے خلاف باتوں کی گرفت کیا مسلکی اجارہ داری کہلائے گی؟ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کے ان الفاظ کو محترم عزیز احسن صاحب میزانِ شریعت پر خود پرکھ لیں اور بتائیں کہ کیا وہ ان کو روا جانیں گے؟ ''آپ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کے خلفائے کرام میں ایسی ایسی نادر شخصیات موجود ہیں جن کی محرابِ عظمت میں تاریخ دعوت و عزیمت جھلکتی اور جن کے حضور میں عفتِ قلب ونظر دوزانو نظر آتی ہے۔'' (ص ۱۹۱، تیرا وجود الکتاب)

Marfat.com

پروفیسر صاحب نے جن ''نادر شخصیات'' کے لئے یہ الفاظ کی ہے انہی کی اپنی تصانیف سے یہ چند عبارات ملاحظہ ہوں اور پھر خود پروفیسر صاحب ہی بتائیں اور جناب عزیز احسن بھی کہ کیا یہ لفاظی ان ''نادر شخصیات'' کے لئے کسی طرح ''روا'' ہے؟ واضح رہے اپنی کتاب ''تیرا وجود الکتاب'' کے ص ۱۰ پر خود پروفیسر صاحب نے لکھا ہے: ''ارادت مندانہ مبالغہ آرائیاں بدعت و ضلالت ہی کی قابلِ نفرین شکلیں ہیں۔''

جناب محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں: ''انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس، ص ۵، مطبوعہ کتب خانہ قاسمی، دیوبند)

نانوتوی صاحب اپنی اسی کتاب کے ص ۳ پر لکھتے ہیں: ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟'' (ص ۳)

اسی کتاب کے ص ۱۳ پر وہ لکھتے ہیں: ''اگر بالفرض آپ (ﷺ) کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

اور ص ۲۴ پر لکھتے ہیں: ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

اسی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں یہ بات بھی پروفیسر اقبال جاوید اور عزیز احسن صاحب کے علم میں لانا ضروری ہے، ملاحظہ ہو: ''جس وقت مولانا (محمد قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں کی۔'' (از جناب اشرف علی تھانوی، ص ۵۸، افاضات یومیہ، ج ۴)

جناب رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: ''الحاصل امکانِ کذب سے مراد دخول کذب

Marfat.com

تحت قدرت باری تعالی ہے...... پس ثابت ہُوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالی جلّ وعلیٰ کیوں نہ ہو وھو علی کل شیء قدیر -'' (یعنی خدا تعالی جھوٹ بول سکتا ہے، معاذ اللہ) (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۹، ج ۱، تالیفات رشیدیہ ص ۹۸، ۹۹، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور)

گنگوہی صاحب لکھتے ہیں: ''جادوگروں کے خرقِ عادت افعال، نبیوں ولیوں کے خرقِ عادت کمالات سے قوی واکمل واقع ہو سکتے ہیں-'' (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۲۵، ج ۳)

لکھتے ہیں: ''لفظ رحمۃ للعالمین صفتِ خاصہ رسول ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگر چہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے-'' (فتاوٰی رشیدیہ، حصہ دوم، ص ۹، تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۴)

(جناب اشرف علی تھانوی افاضات یومیہ، ص ۱۰۵، ج ۱ پر لکھتے ہیں کہ جب ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی وفات ہوئی تو رشید احمد صاحب '' گنگوہی، حضرت حاجی (امداد اللہ صاحب) کی نسبت بار بار ''رحمۃ للعالمین'' فرماتے تھے-'')

گنگوہی صاحب لکھتے ہیں: ''مَیں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی)، عروس (دلہن) کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہُوا، سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے- انہوں نے حضرت (حاجی امداد اللہ) رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کرا دیا- حکیم محمد صدیق کاندھلوی نے کہا الرجال قوامون علی النساء - آپ (گنگوہی) نے فرمایا، ہاں! آخر ان (نانوتوی) کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں-'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۸۹، ج ۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے تیسرا نام جناب محمود الحسن دیوبندی کا لکھا ہے، ان کی تحریر بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: ''افعالِ قبیحہ کو قدرتِ قدیمہ حق تعالی سے کیوں کر خارج کر سکتے ہیں ؟-'' (الجہد المقل، ص ۴۱، ۸۳)

Marfat.com

جناب محمود الحسن دیوبندی پہلے دونوں حضرات (گنگوہی و نانوتوی) کے لئے لکھتے ہیں:

''بن گئے ان کے تصدق سے مقام محمود — کیوں نہ نانوتہ و گنگوہ ہوں نازاں دونوں
وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم — رکھتے عیسیٰ سے ہیں مہدی دوراں دونوں
دل مردہ کے لئے صحبت و خدمت ان کی — قم عیسیٰ سے نہیں کم کسی عنواں دونوں
قاسم خیر و رشید احمد ذی شاں دونوں — ہیں مسیحائے زماں یوسف کنعاں دونوں''

مزید ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

''جنید و شبلی ثانی ابو مسعود انصاری — رشید ملت و دیں غوث اعظم قطب ربانی
مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو — چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی
زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید — اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی
پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ — جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا — مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے — شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی''

یہ بھی ملاحظہ ہو:

''نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا — اس کا جو حکم تھا تھا سیفِ قضائے مبرم
مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا — اِس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم''

(کلیاتِ شیخ الہند، مکتبہ محمودیہ لاہور، ۱۳۴۰ھ)

چوتھا نام پروفیسر صاحب نے جناب اشرف علی تھانوی کا لکھا ہے، ان کی تصنیفات سے کچھ عبارات ملاحظہ ہوں، لکھتے ہیں:

''جیسے غیر نبی، فنِ کاشت کاری میں نبی سے اعلم ہو سکتا ہے، اسی طرح فنِ سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی، نبی سے اعلم ہو جائے۔'' (افاضات یومیہ، ص ۳۴۹، ج ۶)

''کتاب ''حفظ الایمان'' (ناشر شیخ جان محمد الہ بخش، تاجران کتب علوم مشرقی، کشمیری بازار، لاہور۔ جون ۱۹۳۴ء مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس لاہور) کے ص ۶ پر سوال ہے کہ: ''زید کہتا

Marfat.com

ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ اس معنی رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے؟"

تھانوی صاحب اس سوال کے جواب میں پہلے یہ لکھتے ہیں "عالم الغیب" کے الفاظ کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز نہیں اور بالواسطہ کُل علم غیب کی تو گنجائش نہیں کیوں کہ وہ عقلاً محال ہے۔ اگر بواسطہ علمِ غیب بعض ہے، تو اس کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ (ﷺ) کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے "ایسا علم غیب" تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان، ص ۷)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی (شیعہ) بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جنابِ رسولِ مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا، اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔" (تذکرہ الرشید، ص ۴۶، ج ۱، امداد المشتاق، ص ۷، مطبوعہ تھانہ بھون)

"بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔" (افاضات یومیہ، ص ۳۶۴، ج ۷، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

"میں دروازے پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت قبول نہ ہوگی۔" (افاضاتِ یومیہ، ص ۱۴۱، ج ۴، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

"دعوت اور ہدیہ میں حلال و حرام کو زیادہ نہیں دیکھتا کیوں کہ میں متقی نہیں ہوں۔ بس جو فتویٰ فقہی کی رُو سے جائز ہو اُسے جائز سمجھتا ہوں۔" (کمالاتِ اشرفیہ، ص ۳۶۹، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، دفتر الابقاء، کراچی)

Marfat.com

''ایک صاحب تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی، بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے- والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا- ایک مرتبہ کسر یٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے- گھر کے سامنے بازار ہے- مَیں (تھانوی) نے سڑک پر سے ایک کُتے کا پلّہ چھوٹا سا پکڑ کر گھر لا کر ان کی دال کی رکابی میں رکھ دیا- بے چارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا-'' (افاضات یومیہ، ص۴۳، ج۴)

''ایک روز ایسا ہُوا کہ (تھانوی کے) بھائی پیشاب کر رہے تھے مَیں (تھانوی) نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا-'' (افاضات یومیہ، ص۲۷۴، ج۴)

''عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضوِ مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں-'' (افاضاتِ یومیہ، ص۷، ج۴، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، رسالہ المبلغ نمبر۶، ج۹، بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

''ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہُوا کہ احقر (تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ (رضی اللّٰہ عنہا) آنے والی ہیں- انہوں نے مجھ سے کہا- میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہُوا کہ کم سن عورت ہاتھ آئے گی-'' (رسالہ الامداد، صفر ۱۳۳۵ھ)

''ایک شخص نے مجھ (تھانوی) سے کہا کہ (اللّٰہ کے) ذِکر میں مزا نہیں آتا مَیں نے کہا کہ مزا ذِکر میں کہاں، مزا تو مذی میں ہوتا ہے جو بی بی سے ملاعبت (چھیڑ چھاڑ) کے وقت خارج ہوتی ہے- یہاں (اللّٰہ کے ذِکر) میں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو-'' (افاضاتِ یومیہ، ص۶۶۸، ج۴، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

''ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ لیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پُشت ہوگئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللّٰہ کی جگہ حضور (تھانوی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل

Marfat.com

کے اندر خیال پیدا ہُوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالاں کہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (تھانوی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بے داری میں حضور (تھانوی) کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بے داری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہُوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کی تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر دُرود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالاں کہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بے داری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور (تھانوی) کے ساتھ باعثِ محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب:۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ، اشرف علی تھانوی۔" (رسالہ "الامداد"، بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ، مطبوعہ مطبع امداد المطابع، تھانہ بھون، ص۳۴-۳۵) (یعنی کلمہ و دُرود میں تھانوی کا نام لینا غلط نہیں، معاذ اللہ)

"پانچواں نام پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے جناب حسین احمد ٹانڈوی مدنی کا لکھا ہے، انہوں نے اکتوبر 1945ء میں اپنے ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت

Marfat.com

کوحرام کہا اور قائد اعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا تھا، اس کے جواب میں جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیت العلمائے اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجے کی شقاوت وحماقت ہے، کہ قائد اعظم کو کافرِ اعظم کہا جائے۔'' (مکالمۃ الصدرین) ان ہی حسین مدنی کے لئے علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے مشہور اشعار ہی نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

''عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ   زِ دیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است   چہ بے خبرز مقامِ محمدِ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است''

(کلیات اقبال)

''جناب خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے کہا:

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک ضرور   آج ہے لیکن مقامِ مصطفیٰ سے بے خبر
مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود   واردھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر''

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، مصنفہ چودھری حبیب احمد، ص ۳۹۰)

جناب حسین احمد کی ایک عبارت ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: ''ایک خاص علم کی وسعت آپ (ﷺ) کو نہیں دی گئی اور ابلیسِ لعین کو دی گئی ہے۔'' (الشہاب الثاقب، ص ۹۲)

محترم عزیز احسن صاحب نے پروفیسر صاحب کی کتاب ''تیرا وجود الکتاب'' کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ: ''پیر صاحب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا مسلک بھی پروفیسر صاحب نے ہفت مسئلہ کی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔'' (ص ۱۹۸، نعت رنگ)

''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں انعقادِ میلاد شریف، ایصالِ ثواب، زیارتِ مقابر، عرس وغیرہ کو جائز اور صحیح کہا گیا ہے مگر علمائے دیوبند کا قول وفعل بھی ملاحظہ ہو، ہوسکتا ہے پروفیسر صاحب یا عزیز احسن صاحب کو علمائے دیوبند کی ان عبارات کا علم نہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ، ص ۹۴ پر جناب رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

Marfat.com

''سوال: جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو (اس عرس میں) شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔''

فتاوٰی رشیدیہ کے ص ۹۹ ، ج ا پر لکھتے ہیں: ''اور سوئم ، دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔''

براہینِ قاطعہ کتاب بھی جناب رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ ہے اس کے ص ۱۴۸ پر لکھتے ہیں:

''یہ ہر روز اعادہ ولادت (حضورِ اکرم ﷺ) کا مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔''

فتاوٰی رشیدیہ کے ص ۱۵۰، ج ۲ پر لکھتے ہیں:

''سوال : انعقادِ مجلسِ میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقادِ مجلسِ مولود ہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔''

'' سوال: محفلِ میلاد جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و گزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔''(فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵۵، ج ۲) ''

''سوال : فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر، شیرینی پر، بروز جمعرات کے درست ہے یا نہیں؟

جواب : فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعتِ ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔''(فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۵۰، ج ۲)''

''سوال : محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا معہ اشعار بروایتِ صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دُودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب : محرّم میں ذکرِ شہادتِ حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایتِ صحیحہ ہو یا

Marfat.com

سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔" (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۱۳، ج ۳) "

یہ فتوے بھی ملاحظہ ہوں یہ بھی "فیصلہ ہفت مسئلہ" لکھنے والے حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید کہلانے والے جناب رشید احمد گنگوہی کے ہی ہیں۔

"سوال : ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب : درست ہے ۔ "(فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۲۳، ج ۲) "

"سوال : ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں، سودی روپیہ صرف کر کے، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب : اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔" (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۱۴، ج ۳)"

یہ بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: "چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں ہے اگر پاک ہو۔ فقط رشید احمد گنگوہی" (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۳۰، ج ۲)

"سوال : جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا؟ یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

جواب : ثواب ہوگا۔" (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۳۰، ج ۲)"

"پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نعت رنگ شمارہ ۱۲ کے ص ۷۱ پر لکھتے ہیں: "حضور ﷺ ہر اعتبار سے کامل اور ان کے سچے متبعین بہر نوع عظیم کہ ان کی محرابِ عظمت میں تاریخ کا ہر شرف دوزانو دکھائی دیتا ہے۔" اور ص ۱۹۸ پر وہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ان پانچ خلفاء (جن کی تحریروں سے کچھ معترضہ عبارات میں نے نقل کی ہیں) کی محرابِ عظمت میں تاریخِ دعوت و عزیمت کو جھکا ہوا اور ان کے حضور عفتِ قلب و نظر کو دوزانو دکھا رہے ہیں۔ اور خود وہی پروفیسر صاحب ص ۵۱ پر لکھتے ہیں: "حد سے تجاوز ہی عقیدت کو بدعت اور توصیف کو تنقیص بنا دیتا ہے۔"

Marfat.com

جناب عزیز احسن فرمائیں کہ ان پانچ خلفاء کی نہایت سنگین اور معترضہ عبارات کو وہ "کسی مسلک کی جوئے کم آب" کا نزاع قرار دیں گے یا شرعی سخت گرفت کے قابل مانیں گے؟ وہ یہ بھی بتائیں کیا اس کے بعد پروفیسر اقبال صاحب کی ان کے لئے یہ لفاظی روا ہوگی؟ ان کے نزدیک شخصی لحاظ اگر شرعی لحاظ سے مقدم اور اہم ہے تو وہ جانیں۔

جناب عزیز احسن نے حروف کے کھوکھلے در و بام اور لفظوں کے بے بنیاد قصر تعمیر ہونے کا ذکر خود کیا ہے۔

پروفیسر اقبال جاوید کے حوالے سے جناب عزیز احسن لکھتے ہیں:

"حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۷ء-۱۱۶۶ء) حنبلی فقہ کے پیرو اور قادری سلسلے کے بانی تھے- آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں اقبال جاوید صاحب نے عجیب نکتہ بیان کیا ہے، لکھتے ہیں "آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مستعار کو اگر "کمالِ عشق" قرار دے لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا بلکہ صدق آفرینی ہوگی کہ عشق کے عدد ۴۷۰ ہیں، جو آپ کا سنِ پیدائش ہے اور کمال کے عدد ۹۱ ہیں اور ۹۱ برس ہی کی عمر میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے رحلت فرمائی-" (ص ۳۴) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے کتاب میں ہر ہر نکتے نکتے پر خاصا غور و فکر کیا ہے اور یہ کہ موصوف کو علم الاعداد سے بھی شغف ہے-" (ص ۱۹۵، نعت رنگ)

عزیز احسن صاحب کو حضرت محبوبِ سبحانی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکار کا مطالعہ کرنے کی سعادت شاید حاصل نہیں ہوئی ورنہ وہ دیکھتے کہ "ہر ہر نکتے پر خاصا غور و فکر" بھی ان مطبوعہ تحریروں کی نقل ہے اور پروفیسر صاحب نے علم الاعداد سے اپنے شغف کا (اگر ہے) تو کوئی مظاہرہ نہیں کیا-

"عزیز احسن صاحب کے پروفیسر صاحب نے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی کہی ہوئی نعت شریف کا ایک شعر لکھ کر کہا ہے "درج بالا سلام میں بعض امور محلِ نظر ہیں...... "عزیز احسن صاحب نے ان بعض محلِ نظر امور کا تذکرہ نہیں کیا البتہ ابنِ جوزی کا ذکر کیا ہے-

Marfat.com

پروفیسر اقبال جاوید اور عزیز احسن صاحب کو ابن جوزی کے بارے میں ماہرین حدیث علمائے دین کی رائے کا علم شاید نہیں- ابن جوزی نے متعدد صحیح حدیثوں کو بھی موضوع قرار دینے کی جرأت کی ہے جسے علمائے حق نے ہرگز قبول نہیں کیا، اس کے بعد عزیز احسن صاحب اور پروفیسر صاحب کا تاریخی باخبری اور دینی آگہی کا دعوٰی خام رہ جاتا ہے-

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ''مہرِ منیر'' اور دیگر کتب موجود ہیں - پروفیسر صاحب کا بیان ان کتب کے مندرجات کے مطابق نہیں بلکہ دیوبندی مصنفین کی تصانیف کے مطابق ہے جن میں حقائق کو بدلا گیا ہے-

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے بیان میں بھی پروفیسر صاحب کا ماخذ جو بھی رہا ہو، جناب عزیز احسن کے یہ جملے محلِ نظر ہیں-

''قاضی صاحب کے رُوحانی ترفع اور توسل کے ساتھ ان کے اہلِ حدیث ہونے کا ذکر کرتے ہوئے بھی پروفیسر صاحب کی طرف سے انہیں بھرپور خراجِ عقیدت پیش کرنا اور احتراماً ان کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صاحبِ کتاب کا معیارِ انتخاب ''حُبِ رسالت ﷺ'' کے سوا کچھ نہیں- اتحاد بین المسلمین کے لئے یہ جذبہ، یہ معروضی نکتۂ نظر اور یہ معیارِ انتخاب، قابلِ تحسین بھی ہے اور لائقِ تقلید بھی-'' (ص ۲۰۲، نعت رنگ ۱۲)

جناب عزیز احسن صاحب اگر یہ کہتے کہ ان کے نزدیک یہ قابلِ تحسین بھی ہے اور لائقِ تقلید بھی، تو یہ ان کی اپنی ذاتی رائے قرار پاتی مگر وہ اسے دوسروں کے لئے ہرگز لائقِ تحسین یا قابلِ تقلید قرار نہیں دے سکتے - وہ خود لکھ چکے ہیں کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری اہلِ حدیث کہلاتے تھے یعنی غیر مقلد تھے اور کسی غیر مقلد کی تقلید چہ معنی دارد؟

ص ۲۴۳ سے ۲۷۶ تک ''گوشۂ غالب'' ہے- اس میں شامل نثری تحریروں سے صرف کچھ جملے نقل کر رہا ہوں، ان جملوں میں کچھ قابلِ تعریف ہیں اور کچھ نہایت قابلِ اعتراض-

''ایسے شاعر فن کی پابندیوں سے بغاوت کرتے ہیں لفظ کو لغات کی قید سے آزاد کرتے ہیں لفظ کے معنی سے پرواہ نہیں کرتے، انہیں نئی معنویت دیتے ہیں-'' (ص ۲۴۵)

Marfat.com

''حقیقت یہ ہے کہ جس کے فہم کی رسائی جہاں تک ہوئی اسی کے مطابق اس نے شعر فہمی کا حق ادا کیا۔ شارح کی فہم کا دارو مدار بھی اس کے علم اور افتادِ طبع پر ہوتا ہے۔'' (ص ۲۴۶)

''انسان کا یہ وطیرہ (وتیرہ) ہے کہ جو چیز اس کو عزیز ہوتی ہے حسبِ موقع وہ اس کی قسم کھاتا ہے...... یہی رویہ ذاتِ پاک نے اختیار کیا ہے۔'' (ص ۲۵۰)

''حقیقت یہ ہے کہ وہی توصیف کا حق ادا کر سکتا ہے جو کسی کا مرتبہ دان ہو۔ حضور ﷺ کا مرتبہ دان اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' (ص ۲۵۱)

''حضور ﷺ ذات کے اعتبار سے بشر اور صفات کے لحاظ سے فوق البشر ہیں۔'' (ص ۲۵۲)

''حضور ﷺ کا شافعِ محشر ہونا مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے۔ ایک قیاس یہ ہے کہ روزِ قیامت حضور ﷺ شفاعت کے لئے موجود ہوں گے اور جس جس کو اپنی امت میں شامل سمجھیں گے اس کے گناہ معاف کروا کر دوزخ کے دروازے اس پر بند کروا دیں گے۔'' (ص ۲۵۴)

''غالب نے اس مثنوی میں آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین، اور خاتم النبیین ہونے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔'' (ص ۲۶۳)

''اس وسیع المشربی نے تمام مذاہب کے لئے ان کے دل میں خلوص پیدا کر دیا تھا اس لئے عصبیت انہیں چھو تک نہیں گئی تھی۔'' (ص ۳۰۴)

''غالب حُبِّ رسول ﷺ میں بڑے زود حس واقع ہوئے تھے اور عظمتِ رسول ﷺ کے معاملے میں عقائدِ وہابیہ کو ترجیح دیا کرتے تھے، وہ توہینِ رسول ﷺ اور تذلیلِ نبی کریم ﷺ کو ذرا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔'' (ص ۳۱۱)

''جناب اسمٰعیل دہلوی کو سید لکھا گیا ہے جب کہ وہ ہرگز ''سید'' نہیں تھے۔'' (ص ۳۱۲)

''امتناع النظیر خاتم النبیین'' (ﷺ) کے حوالے سے ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے غالب سے دفاع کرتے ہوئے ص ۳۱۲ پر جو لکھا ہے، اس کا تفصیلی جواب ضرور لکھتا لیکن میں پابہ رکاب

Marfat.com

ہوں اور عجلت میں کوئی مفصل تحریر پیش نہیں کرنا چاہتا۔ صرف اتنا کہوں گا کہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط کتاب ''امتناع النظیر'' موجود ہے لیکن (شاید) ڈاکٹر تحسین تشیط کے علم وفہم سے بالا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے غالبؔ کا تحفظ تو ضروری اور عزیز جانا مگر یہ خیال نہ کیا کہ غالبؔ سے بدرجہا زیادہ مرتبت وفضیلت اور علم وفہم رکھنے والے حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر وہ (ڈاکٹر صاحب) اپنی اس تحریر میں کم فہمی کی وجہ سے غلط الزام لگا گئے ہیں اور صحیح العقیدہ عالمِ دین کی تحقیر وتوہین کرنا سنگین جرم ہے۔

اس بارے میں ارشاداتِ نبوی (ﷺ) ملاحظہ ہوں:

''حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: علماء کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔'' (طبرانی، معجم کبیر، ص ۲۰۲/ ۸)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: علماء کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔'' (کنز العمال، ۴۳۸۱۱، ص ۳۲/ ۱۶)

''حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری اُمت سے نہیں۔'' (مسندِ احمد، ص ۳۲۳/ ۵)

''فقہاءِ اسلام نے واضح لکھا ہے:'' **من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خيف عليه الكفر** ''جس نے کسی عالمِ دین سے کسی ظاہری وجہ کے بغیر بُغض رکھا اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

مسند الفردوس دیلمی ص ۱۹۵/ ۲ میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ پانچ چیزیں عبادت سے ہیں، کم کھانا اور مساجد میں (عبادت کے لئے) بیٹھنا اور کعبۃ اللہ کو دیکھنا اور مصحف (کلام اللہ) کو دیکھنا اور عالمِ دین کا چہرہ دیکھنا۔

وارثانِ انبیاء (علیھم السلام) بلاشبہ علمائے حق ہی ہیں اور حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالمِ حق کے متعلق یہ لکھ دینا کہ ان کے موقف میں توقیرِ رسول ﷺ کے درپردہ تحقیرِ الٰہ کا احتمال تھا اور اسے ''ہتھ کنڈا اور چال'' کہنا سنگین اور قابلِ گرفت فعل ہے۔ ڈاکٹر

Marfat.com

صاحب سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اپنی غلط فہمی دُور کرلیں۔

ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ: ''غالبؔ، حُبِ رسول ﷺ میں بڑے زُود حس واقع ہوئے تھے اور عظمتِ رسول ﷺ کے معاملے میں عقائدِ وہابیہ کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ وہ توہینِ رسالت ﷺ اور تذلیلِ نبی کریم ﷺ کو ذرا بھی برداشت نہ کرتے۔'' (ص ۳۱۱، نعت رنگ ۱۲)

ڈاکٹر صاحب نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا لیکن شاید وہ نہیں جانتے کہ عظمتِ رسول ﷺ کے باب میں وہابیہ ہی سب سے زیادہ بے ادبی و گستاخی کا ارتکاب کرنے والے ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کی (معاذ اللہ) توہین و تذلیل ان ہی کا وتیرہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب چاہیں تو انہیں وہابیہ کی متعدد کتب سے ایسے سیکڑوں اقتباس دکھا سکتا ہوں۔ علاوہ ازیں غالبؔ کے ایسے کتنے اشعار ہیں جو ڈاکٹر صاحب کی اس رائے کی تردید کرتے ہیں۔ نعت رنگ ۱۲ کے ص ۳۰۶ پر خود ڈاکٹر صاحب نے غالبؔ کا یہ مصرع لکھا ہے ''ثانیا دولتِ دیدارِ شہنشاہِ امم'' اور اس مصرعے کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں: ''...... مدحتِ رسول ﷺ کا حامل آخری مصرع پورے قطعہ کی رُوح کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے دکھائی دیتا ہے اور غالبؔ کی طبع حُبِ رسول ﷺ کا کاشف بھی۔'' (ص ۳۰۶، نعت رنگ ۱۲) ڈاکٹر صاحب شاید نہیں جانتے کہ وہابی عقائد میں میرے نبی پاک ﷺ کو ''شہنشاہ'' کہنا جائز ہی نہیں مانا جاتا پھر وہ کیسے کہہ سکتے ہیں غالبؔ، عقائدِ وہابیہ کو عظمتِ رسول ﷺ کے معاملے میں ترجیح دیا کرتے تھے؟ ڈاکٹر یحییٰ صاحب نے غالبؔ کے لئے جس خوش عقیدگی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور اس میں تو وہ کامیاب نہیں ہوئے لیکن اتنا ضرور واضح ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب اگر ماننا نہ چاہیں تو واضح اور صحیح روایات اور صحیح العقیدہ شخصیات کو نہیں مانتے اور ماننے پر آئیں تو جو چاہیں اور جسے چاہیں مان لیتے ہیں۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! میرا ارادہ تھا کہ نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں کمپوزنگ کی وہ تمام غلطیاں جو آیات اور عربی عبارات میں ہوئیں ان کی نشان دہی کرتے ہوئے صحیح الفاظ لکھوں گا، کچھ اور تحریروں کے حوالے سے بھی لکھتا لیکن اس وقت تو اتنی مہلت بھی نہیں کہ میں اپنی اس تحریر پر

Marfat.com

نظر ثانی ہی کرلوں- یہ تحریر بھی ایک نشست میں نہیں لکھی گئی، ہوسکتا ہے غیر مربوط ہو یا کہیں سے رہ گیا ہو اور کچھ تکرار بھی ہوئی ہو- مجھ سے جو کوئی غلطی و کوتاہی ہوئی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں-

اللہ بس باقی ہوس

Marfat.com

مکتوبِ دہم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 15)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح رحمانی زیدت محاسنہ سلام مسنون

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفو و مغفرت سے نوازے، آمین

نعت رنگ کا بارہواں شمارہ گزشتہ برس ماہِ صیام کی ابتداء میں شائع ہُوا تھا اور آپ ماہِ ربیع الاول کے فوراً بعد تیرہویں شمارے کی اشاعت کا ارادہ کیے ہوئے تھے، مجھے خط بھیجنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو آپ نے خفگی ظاہر کی، جولائی 2002ء میں جماعتِ اہلِ سنّت، برطانیا کے زیرِ اہتمام برمنگھم میں چھٹی سالانہ سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں شرکت کا وعدہ کر چکا تھا، سفر پر روانگی سے قبل آپ کو اپنی تحریر بھجوادی تھی لیکن وطن واپسی پر معلوم ہُوا کہ آپ کناڈا تشریف لے گئے ہیں اور واپس آ کر نعت رنگ شائع کریں گے۔ کناڈا سے آنے کے بعد آپ نے فون پر بتایا تھا کہ آپ ایک بار پھر دو شمارے اکٹھے شائع کریں گے کیوں کہ بھارت سے ایک تعطل کے بعد ڈاک کی آمد و رفت بحال ہوگئی تھی اور آپ کو وہاں کے اہلِ قلم کی نگارشات حاصل ہونے پر خوشی تھی اور خاصا مواد جمع ہوگیا تھا۔ آپ نے تیرہ ماہ کے وقفے کے بعد ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ میں نعت رنگ کے دو شمارے (۱۳۔۱۴) شائع کیے، آپ کی لگن، محنت اور پیش کش لائقِ تحسین بھی ہے اور قابلِ مبارک باد بھی۔ اللہ کریم آپ کی یہ خدمت قبول فرمائے، آمین۔

نعت رنگ کے یہ دونوں شمارے ایک جلد میں شائع ہوتے تو ضخامت بہت زیادہ نہ ہوتی، آپ شمارہ ٦ بھی ضخیم پیش کر چکے ہیں۔ نعت رنگ کا شمارہ ۱۴ صرف ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کی قیمت بھی وہی ہے جو شمارہ ۱۳ کی ہے جب کہ اس کی ضخامت ۳۲۰ صفحات ہے، حالاں

Marfat.com

کہ نعت رنگ کا شمارہ ۱۶ ایک جلد میں ۴۴۸ صفحات کا تھا۔ یوں آپ نے نعت رنگ کے شائقین اور قارئین پر بہ یک وقت کچھ زیادہ ''مہربانی'' فرمائی ہے۔ نعت رنگ کی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ''مہربانی'' گراں نہیں، لیکن ان احباب کا خیال بھی رہے جو اس ''مہربانی'' کے بہ یک وقت متحمل نہیں ہو سکتے۔ آپ کم وقفے سے شمارہ ۱۴ کچھ ضخیم شائع کر دیتے تو زیادہ موزوں ہوتا اور احباب کو بھی آسانی رہتی۔

طباعت دونوں شماروں کی عمدہ ہے، کاغذ بھی کچھ بہتر اور حروف سازی (کمپوزنگ) بھی قدرے جلی پوائنٹ میں ہوئی ہے، البتہ دونوں شماروں میں کمپوزنگ (حروف سازی) کے بعد پروف ریڈنگ (مسودہ بنی) میں شاید پوری توجہ نہیں ہو سکی، املائی اغلاط کا شمار کچھ زیادہ ہی ہے۔ شمارہ ۱۲ میں تو اعتذار بھی شاملِ اشاعت تھا، اسے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اس فقیر کے مشورے کو صائب جانا اور اس کی تعمیل کی۔ اعتذار کی وہ عبارت ہر شمارے میں شامل رکھیں تو بہتر ہوگا۔ مجھے احساس ہے کہ آپ تنہا خاصی محنت کرتے ہیں اور اپنی پیش کش میں عمدگی کی پوری کوشش کرتے ہیں، تاہم ہو سکے تو مسودہ بنی میں مزید توجہ فرمائیں۔ شکریہ

اس فقیر نے عرض کی تھی کہ نعت رنگ کی ابتداء میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا اہتمام ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ جناب احمد صغیر صدیقی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''انہوں (کوکب نورانی اوکاڑوی) نے رسالے کی ابتداء میں بسم اللّٰہ رکھنے کی بات لکھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کو حکم ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے سے قبل بسم اللّٰہ پڑھ لیا کریں۔''
(ص ۲۹۹، نعت رنگ، شمارہ ۱۴)

جناب احمد صغیر صدیقی نے توجہ نہیں فرمائی، قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مکتوب کا بیان ہے جو انہوں نے ملکہ سبا (بلقیس) کے نام تحریر فرمایا تھا، اس مکتوب کے الفاظ وہ ملاحظہ فرمائیں: انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم ۔ الاتعلوا علي واتوني مسلمين۔ (النمل: ۳۰، ۳۱)

(بے شک وہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللّٰہ کے نام

Marfat.com

سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا۔ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس خط کو "کتاب کریم" (عزت والا خط) قرآن میں فرمایا گیا کیوں کہ اس کی ابتداء میں بسم اللہ تھی اور آخر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مُہر تھی۔

احمد صغیر صاحب نے لکھا ہے کہ: "ہم سب کو حکم ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔" "کسی بھی کام" کے الفاظ محلِ نظر ہیں، وہ خود توجہ فرمالیں کہ کیا ایسا ہی حکم ہے؟

اسلامی تعلیمات میں ہر جائز، نیک اور صحیح کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی تاکید ہے۔ مسند احمد میں ہے: کل امر ذی بال لم یبدأ بسم اللّٰہ فھو ابتر (ص۳۵۹/۲): ہر اہم کام جس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کی گئی ہو تو وہ ابتر یعنی ناقص ہے۔ برکت ربانی سے خالی رہے گا۔

اس فقیر نے بسم اللہ کی اہمیت اور برکت کے حوالے سے عرض کی تھی، اس موضوع پر بہت تفصیل پیش کی جاسکتی ہے، نہیں معلوم احمد صغیر صاحب کو بسم اللہ لکھنے کا اہتمام کیوں غیر ضروری لگا؟

شمارہ ۱۲ کے مندرجات کے حوالے سے یہ فقیر اپنی تحریر میں جناب احمد صغیر صدیقی کے مکتوب کا ذکر نہ کرسکا تھا، وہ شاید کوئی منفی گمان کرلیں، اس لیے پہلے ان کی خدمت میں جواب پیش کردوں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں ص ۴۲۸ سے ان کا مکتوب شروع ہُوا اور ص ۴۳۳ پر تمام ہُوا۔ وہ لکھتے ہیں: "رشید وارثی صاحب نے "صلعم" کے استعمال پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے، خوب ہے، اچھا لگا۔" (ص ۴۲۸)

نعت رنگ کے شمارہ ۱۳ میں اپنے مکتوب میں وہ لکھتے ہیں: " ؐ " کی علامت پر بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ مگر مَیں کچھ سمجھ نہ سکا۔ اسے دُرود پڑھنے کا اشارہ سمجھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ پھر حضورِ اکرم ﷺ کے اسمِ مبارک پر اگر دُرودِ ابراہیمی کا اہتمام کیا جائے کیا صورت ہوگی

Marfat.com

اگر کسی تحریر میں یہ نام بار بار رقم ہُوا ہو؟ ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن افراد کے نام حضورِ اکرم ﷺ کے نام پر ہیں انہیں پکارتے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

(ص۲۹۹، نعت رنگ ۱۳)

جناب احمد صغیر صدیقی کا یہ لکھنا کہ: '' ؐ '' کی علامت پر بہت سی باتیں ہوئی ہیں، مگر مَیں کچھ سمجھ نہ سکا''، یہی واضح کرتا ہے کہ وہ ان بہت سی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کر سکے ورنہ ان بہت سی باتوں میں واضح بیان یہی تھا کہ رسولِ کریم ﷺ کے ذکرِ مبارک کے ساتھ صرف یہ علامت لکھ دینا درست نہیں، یہ بیان اگر احمد صغیر صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا تو وہ یہ کیوں فرماتے ہیں؟ ''اسے دُرود پڑھنے کا اشارہ سمجھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟''۔ مضائقے کے حوالے سے انہیں مخاطب کرتے ہوئے دوسروں تک بھی کچھ باتیں پہنچانا ضروری خیال کرتا ہوں، ملاحظہ ہوں:

کتاب کا نام ''سعادۃ الدارین فی الصلوۃ علی سید الکونین ﷺ'' ہے، اس کا اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ دو جلدوں میں اسے مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور نے پہلی بار ۱۴۰۹ھ میں شائع کیا۔ لاہور میں دارالعلوم حزب الاحناف کے شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد عبدالقیوم خاں صاحب اس کے مترجم ہیں۔ محققین اور قارئین کی معلومات کے لیے اس کتاب کے مصنف کا اور اس کتاب کے مندرجات کے مآخذ کا ذکر بھی کر رہا ہوں۔

سعادۃ الدارین کے مصنف علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۱۲۶۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۳۵۰ھ میں وہ وصال فرما گئے۔ بیروت کی وزارت قانون و انصاف کے بیس برس تک وزیر با تدبیر بھی رہے۔ ۱۲۸۹ھ میں جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر سے وہاں کے نصابی تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ساٹھ کتابیں یادگار بنائیں، ان میں اکثر کتب اہلِ علم میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ جناب اشرف علی تھانوی نے بھی ان کی کتاب ''جامع کرامات اولیاء'' کا کسی قدر اُردو ترجمہ کیا ہے۔ حمدیہ اور نعتیہ شاعری میں بھی علامہ نبہانی علیہ الرحمہ بلند پایہ ہیں۔

Marfat.com

''المزدوجة الغراء فی الاستغاثة باسماء اللّٰہ الحسنیٰ'' کا اُردو ترجمہ، دہلی کے مشہور عالم حضرت زید ابوالحسن فاروقی مرحوم نے شائع کیا۔ اسمائے حسنیٰ کو علامہ نبہانی نے اپنی علمی صلاحیت سے بطور استغاثہ منظوم کیا۔ عربی شاعری میں ان کی متعدد کاوشیں ہیں: ''الھمزیۃ الالفیہ (طیبۃ الغراء) فی مدح سید الانبیاء ﷺ''۔ ''احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل ﷺ''۔ القصیدۃ الرائیۃ الکبریٰ۔ (دیوان) العقود اللولویہ فی المدائح النبویہ ﷺ۔ علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی مشہور کتابوں ''شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ﷺ اور حجۃ اللّٰہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ مؤخر الذکر کتاب کا اُردو ترجمہ پروفیسر محمد اعجاز صاحب جن جوعہ نے کیا ہے۔ ۱۳۸۴ صفحات کی یہ کتاب ' نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور سے ۱۴۲۱ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی ہے۔ المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ (ﷺ) چار جلدوں میں علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی وہ محنت ہے جس کا مکمل اور صحیح تعارف ''نعت رنگ'' میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔

قطبِ مدینہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے مجھے بتایا تھا کہ علامہ نبہانی علیہ الرحمہ مسجد نبوی کے باب السلام پر آتے اور کہتے کہ مَیں مواجہ شریف میں آنے کے لائق نہیں ہوں اور وہیں سے کمالِ ادب واحترام سے بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش فرماتے۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کو علمائے اسلام کی ایک جماعت ''مجدّدِ دین'' شمار کرتی ہے۔ اپنی کتاب سعادۃ الدارین میں وہ ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان کے پیشِ نظر رہیں۔ دُرود و سلام کے موضوع پر ان تمام کتابوں سے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے استفادہ کیا، ان کی مہربانی کہ انہوں نے ان تمام کتب سے اپنے قارئین کو متعارف بھی کروایا۔ کتابوں کے نام ملاحظہ ہوں:

☆ الاعلام بفضل الصلوۃ علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام

☆ جلاء الافھام فی فضل الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام (ﷺ)

Marfat.com

☆ الفجر المنير فی الصلوۃ علی البشیر والنذیر (ﷺ)

☆ فضل التسلیم علی النبی الکریم (ﷺ)

☆ انوار ارلآثار المختصۃ بفضل الصلوۃ علی النبی المختار (ﷺ)

☆ دفع النقمۃ فی الصلوۃ علی نبی الرحمہ(ﷺ)

☆ کتاب الصلوۃ والبشر فی الصلوۃ علی سید البشر (ﷺ)

☆ القربۃ الی رب العلمین بالصلوۃعلی محمد سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

☆ کشف الغمہ بالصلوۃ علی نبی الرحمہ (ﷺ)

☆ الفوائد المدنیہ فی الصلوۃ علی خیر البریہ (ﷺ)

☆ دلائل الخیرات

☆ دلائل القرب

☆ رحیق المدام المختوم البکری

☆ القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع (ﷺ)

☆ مسالک الحنفاء الی مشارع الصلوۃ علی النبی المصطفی(ﷺ)

☆ الدر المنضود فی فضل الصلوۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود (ﷺ)

☆ اللواء المعلم فی مواطن الصلوۃ علی النبی ﷺ

☆ الملاذ والاعتصام فی کیفیۃ الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام

☆ تحفۃ الاخیار فی الصلوۃ علی النبی المختار (ﷺ)

☆ مطالعہ الانوار فی الصلوۃ علی النبی المختار (ﷺ)

☆ کنوز الاسرار فی الصلوۃ علی النبی المختار (ﷺ)

Marfat.com

☆ التفکر والاعتبار فی فضل الصلوۃ علی النبی المختار (ﷺ)

☆ تنبیہ الانام فی بیان علو مقام نبینا علیہ الصلوۃ والسلام

☆ فتح الرسول (ﷺ)

☆ مفتاح بابہ للدخول لمن اراد الیہ الوصول

☆ صلوات الدر دیر

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے سعادۃ الدارین سے قبل ''افضل الصلوات علی سید السادات'' (ﷺ) لکھی تھی۔ مولانا حکیم محمد اصغر فاروقی نے اس کا اُردو ترجمہ کیا جسے جناب رانا خلیل احمد نے ترتیبِ نو وحواشی کے ساتھ مقدمہ تحریر کر کے بتعاون علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور سے ۱۹۹۹ء میں شائع کروایا، اس کتاب کا اُردو نام ''فضائلِ دُرود'' ہے۔

سعادۃ الدارین میں علامہ نبہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''شفاء الاسقام میں ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مَیں نے اپنے والد ماجد سے سنا، فرماتے ہیں، ایک عالم نے المؤطا کا نسخہ لکھا، اس نے یہ جدت کی کہ دُرود وسلام کو حذف کر کے اس کی جگہ صرف حرف ص لکھنا شروع کر دیا، پھر وہ اس نسخہ کو لے کر ایک رئیس کی خدمت میں پہنچا جسے ایسی چیزوں کی کافی رغبت تھی، اس رئیس نے اس کی کافی خاطر ومدارت کی اور بہت کچھ اظہارِ مسرت کیا اور اس عالم کو صلہ جزیل دینے کا فیصلہ کر لیا، پھر کسی طرح (وہ) رئیس اس (عالم) کی اس حرکت پر متنبہ ہُوا، پس اس عالم کو اپنے پاس سے نکال دیا، ہر قسم کے انعام واکرام سے محروم کر دیا اور اسے دور دراز مقام پر جلاوطن کر دیا، وہ شخص اس طرح در در کی ٹھوکریں کھاتا مر گیا، پس ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس ذلت اور وَس وسۂ شیطان سے۔''

''شفاء الاسقام میں ہی یحیٰی بن مالک یا ابوزکریا العابدی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے، وہ کہتے ہیں، بصرہ میں ہمارا ایک دوست تھا، وہ ہم سے بیان کیا کرتا تھا کہ

Marfat.com

ایک بصری (شخص) حدیث لکھا کرتا تھا اور جہاں نبی علیہ السلام کا اسمِ گرامی آتا، دانستہ دُرود و سلام چھوڑ دیتا اور یہ بخل وہ کاغذ کی بچت کی خاطر کرتا تھا، کہتے ہیں، مَیں اس کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں، اب اس کے دائیں ہاتھ میں اتنی شدید تکلیف ہے کہ گویا کٹ کٹ کر گر رہا ہے۔"

"شفاء الاسقام ہی میں ایک کاتب کی زبانی یہ حکایت نقل کی گئی ہے کہ وہ جب بھی ﷺ لکھنا چاہتا تو اس کی جگہ لفظ صلعم لکھ دیتا، تو وہ اس وقت تک نہ مرا جب تک اس کا ہاتھ کاٹ نہ دیا گیا، اس کاتب نے یہ بات بھی بتائی کہ ایک کاتب لفظِ صلعم لکھا کرتا تو مرنے سے پہلے اس کی زبان کاٹی گئی، اس کا بیان ہے کہ ایک کاتب جب دُرود وسلام لکھنا چاہتا تو یوں لکھتا "علیصم" (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سو وہ اس وقت تک نہیں مرا جب تک اس کا آدھا جسم بے کار نہیں ہو گیا، ایک اور کاتب کا طرزِ عمل بھی ایسا ہی تھا، سو وہ ایک آنکھ سے اندھا ہو کر مرا، یہ شخص بازاروں میں بھیک مانگا کرتا تھا۔" (ص ۳۶۱، ۳۶۲- اُردو ترجمہ سعادۃ الدارین)

مزید ملاحظہ ہو:

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "ابوالیمن بن عساکر نے ایک ایسے شخص سے بیان کیا جس نے ان سے ابوالعباس ابن عبدالدائم کی طرف سے یہ روایت بیان کی، راوی کا بیان ہے کہ یہ صاحب (ابوالعباس) مختلف فنون کی کتابیں کثرت سے نقل کرتے تھے، ابوالعباس کا بیان ہے کہ جب میں کتبِ حدیث وغیرہ میں نبی علیہ السلام کا ذکر کرتا تو دُرود کا لفظ لکھتا لیکن سلام کا لفظ نہ لکھتا، پس مَیں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ مجھ سے فرمانے لگے "اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے محروم کیوں کرتے ہیں؟" مَیں نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ) وہ کیسے؟ فرمایا: "جب میرا ذکر آئے تو ﷺ لکھا کرو"۔ (وسلم) چار حروف ہیں، ہر حرف کی دس نیکیاں ہیں، کہتے ہیں سرکار (ﷺ) نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان کو شمار کیا۔"

"الحسن بن موسیٰ الخضری المعروف ابن عجینہ کا بیان ہے کہ مَیں جب حدیث لکھتا تو نبی علیہ السلام پر دُرود وسلام چھوڑ دیتا، میرا مقصد اس سے یہ تھا کہ جلدی جلدی تحریر مکمل ہو جائے مَیں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا، جب میرا نام لکھتے ہو تو دُرود وسلام کیوں

Marfat.com

نہیں لکھتے؟ جس طرح مجھ پر ابو عمر والطبری دُرود وسلام پڑھتا اور لکھتا ہے، کہتے ہیں، اس پر میں بے دار ہو گیا، مجھ پر خوف طاری تھا پس میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ کیا آئندہ جب بھی حدیث میں سرکار (ﷺ) کا اسمِ گرامی آئے گا میں پورا دُرود وسلام لکھا کروں گا، ﷺ۔ اس کو ابن بشکوال نے روایت کیا۔" (ص ۳۵۹، ۳۶۰- اُردو ترجمہ سعادۃ الدارین)

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے ابو علی الحسن بن العطار اور حمزہ الکتانی سے بھی ایسی ہی روایات نقل کی ہیں۔ جناب احمد صغیر صدیقی اور رشید وارثی صاحب مجھے بتائیں کہ " ؐ " کے جواز میں جب انہیں کسی روایت یا سند کا کوئی سہارا نہیں اور اکابر امت ہستیاں صدیوں سے پورا دُرود شریف پڑھنے اور لکھنے کی تاکید کر رہی ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ آج " ؐ " کی علامت کو درست قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ پورا دُرود شریف لکھنے میں کون سا معقول عذر مانع ہے؟ اور اس بارے میں کوئی عذر کیوں کر معقول ہوگا؟ احمد صغیر صاحب فرمائیں کہ ایسے امور میں یہ کہنا کہ "کیا مضائقہ ہے" کیا یہ کہنا روا ہوگا؟ وہ خیال رکھیں کہ دینی شرعی امور و مسائل میں اپنی شخصی رائے پیش کرنے کی بجائے استفسار اور تحقیق کو ترجیح دینا مناسب ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جس فعل کا ثواب اور اس کی فضیلت بہت ہو تو اس کا انکار بہت زیادہ مذموم اور اس کا ترک بہت قبیح شمار ہوتا ہے، اسی لیے احادیث میں اس حوالے سے سخت وعیدیں مذکور ہیں۔

احمد صغیر صدیقی صاحب نے دوسرا طویل جملہ دو مرتبہ "اگر" کے لفظ کو استعمال کر کے دُرودِ ابراھیمی کے اہتمام کے بارے میں لکھا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ احمد صغیر صاحب نے یہ سوال کیسے کر لیا؟ میری تحریر میں ان لوگوں سے سوال تھا جو درودِ ابراھیمی کے سوا دیگر دُرود پڑھنے لکھنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ احمد صغیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ عبارت فہمی پر مزید توجہ فرمائیں، وہ سوال ضرور کریں لیکن شرارت نہیں اور کچھ تحریر کرنے سے پہلے اپنی فہم بھی ضرور جانچ لیا کریں۔

احمد صغیر صاحب نے ایک سوال یہ لکھا ہے کہ: "جن افراد کے نام حضور اکرم ﷺ کے نام پر ہیں انہیں پکارتے وقت کیا کرنا چاہیے؟" اس کا جواب بھی علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی سعادۃ الدارین سے پیش کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''حافظ سخاوی کہتے ہیں، ایک عجیب نکتہ وہ ہے جسے الخطیب نے اپنی جامع میں بہ طریق الغریری عن علی بن حشرم نقل کیا ہے، کہ مَیں نے الفضل بن موسیٰ کو ایک شخص سے پوچھتے سنا، تمہاری کنیت کیا ہے؟ اس نے کہا، ابو محمد ﷺ! الفضل نے کہا، تیرا بُرا ہو، تو نے نبی علیہ السلام کا دُرود غیر محل میں استعمال کر دیا الخ۔

اس کتاب (سعادۃ الدارین) کا جامع، فقیر یوسف نبھانی کہتا ہے کہ اس نیک شخص کے متعلق حسن ظن کا تقاضا ہے کہ یہ توجیہ کی جائے کہ جب اس نے اپنی کنیت میں اپنے بیٹے کا نام محمد ذکر کیا تو اسے نبی ﷺ یاد آ گئے پس اس نے سرکار (ﷺ) پر دُرود بھیج دیا، اب ﷺ میں ضمیر مجرور (علیہ) محمد بمعنی نبی علیہ السلام کی طرف راجع ہو گی، پس یہ صنعتِ استخدام کے قبیل سے ہو گا جس کا مطلب یہ ہے کہ لفظِ صریح سے ایک معنی مراد لیا جائے اور اسی لفظِ صریح کی طرف لَوٹنے والی ضمیر سے دوسرا معنی مراد لے لیا جائے، پس اب نبی علیہ السلام دُرود وسلام غیر محل میں نہ ہُوا، دراصل اس شخص کا یہ فعل نبی علیہ السلام پر دُرود وسلام کی شدید محبت کی بناء پر تھا، وہ چاہتا تھا کہ جب بھی اسمِ گرامی مذکور ہو، دُرود وسلام پڑھا جائے......'' (ص ۴۰۶، سعادۃ الدارین)

احمد صغیر صاحب خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ حضور اکرم ﷺ کے نام پر ہی کسی کا نام ہو، وہ اصل نام اپنے لفظ و معنی میں تو اس شخص کا نام نہیں ہے بلکہ محبت اور نسبت و برکت کے لیے ہے اور علمائے اسلام کی تحریر و تقریر میں دیکھنے سُننے میں آیا ہے کہ وہ اس مبارک نام والی محترم شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے دُرود وسلام کے الفاظ بھی کہتے ہیں اور ساتھ ہی رحمۃ اللّٰہ علیہ بھی کہتے ہیں۔ تاہم یہ مسئلہ بھی یاد رہے کہ اصالۃً دُرود وسلام صرف نبی کریم ﷺ کے لیے ہے البتہ بالتبع صحیح العقیدہ اہلِ ایمان کے لیے بھی جائز ہو گا۔

احمد صغیر صدیقی صاحب کے خط میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دِینی علمی امور و معاملات اور تعلیمات کو اپنی فہم کے میزان کے مطابق نہ پائیں تو فوراً کوئی اعتراض کر دیتے ہیں، حالاں کہ ایسے مرحلے پر اپنی ناواقفی اور بے خبری دور کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے، ان سے سوال ہے کہ وہ ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی گنڈوں اور تعویذوں کی بابت تحریر کو کس بنیاد پر ''بالکل صحیح

Marfat.com

''قرار دے رہے ہیں؟ ادلۂ شرعیہ کے مطابق وہ اپنے اس دعوے کو واضح کریں ورنہ ان کا یہ'' بالکل صحیح'' کا فرمان خود انہیں 'بالکل غلط' ثابت کردے گا۔ وہ اہلِ قلم کو جو مشورے دیتے ہیں خود کو ان سے مستغنی کیوں کرلیتے ہیں؟ انہوں نے میرے خط میں حقائق کے بیان کے بعد بھی معترضہ باتوں کی تائید کرنا تو اہم جانا لیکن تائید کرتے ہوئے کوئی دلیل یا وجہ پیش کرنا غیر ضروری سمجھا۔ احمد صغیر صاحب اگر اپنے لیے یہ فرمادیں کہ ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' تو یہ فقیر ان سے کوئی ''دلیل'' نہیں چاہے گا اور کوئی استفسار بھی نہیں کرے گا۔

احمد صغیر صاحب نے ص ۴۳۰، نعت رنگ، شمارہ ۱۲ میں حمد و ثناء کے حوالے سے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی تائید کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی صرف مخالفت ہی نہیں کی بلکہ ایک ثقہ عالم دین کی درست بات کو ضد اور ہٹ دھرمی قرار دینے کی جسارت بھی کی۔ احمد صغیر صاحب سے عرض ہے کہ جید علمائے دین کو عربی زبان پر جو عبور ہوتا ہے اور الفاظ و معانی پر ان کی نگاہ جس قدر وسعت رکھتی ہے وہ اسی کے مطابق کہتے ہیں۔ اردو معاشرے میں اگر ''حمد'' کے لفظ کو صرف اللّٰہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے مخصوص کرلیا گیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ عربی زبان اور لغت کے مطابق اس لفظ کا کوئی اور جائز و صحیح استعمال بھی ممنوع قرار دیا جائے۔ ذرا عربی لغات کھولیے اور لفظِ ''حمد'' کے تحت تفصیل ملاحظہ فرمائیے تو اندازہ ہوگا کہ کہاں کہاں کس طرح اس لفظ کا استعمال ہوتا یا ہوسکتا ہے۔ احمد صغیر صاحب اتنا تو جانتے ہوں گے کہ حمد کا لفظ، ذم کے لفظ کی ضد ہے اور انہیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ میرے نبی پاک ﷺ کا مبارک نام، محمد (ﷺ) ہے اور اس کا مادہ ہی ''حمد'' ہے۔

کیا وہ خود سے ان لفظوں اور جملوں کا معنی بتاسکیں گے؟ حَـمِـدَہ ۔ حـمـدًا ۔ مَحْمَدًا ۔ مَـحْـمَدَة ۔ مَحْمِدًا ۔ مَـحْمِدَة ۔ احـمـد الرجل اذا رضی فعله و مـذهـبه ولم ينشره ۔ حـمـده جـزاه وقـضـی حقه ، واحمده استبان انه مستحق لـلـحـمـد ۔ عربی کی مشہور لغت ''لسان العرب'' میں تو لفظ حمد کے تحت یہ جملے بھی موجود ہیں:

ويقال ، فـلان يتحمد الناس بجوده ای يريهم انه محمود ..... اتينا فلانا فاحمد

Marfat.com

ناه واذ ممناه ای وجدناه محمودًا او مذموما ۔(ص۳۱۵/۳، مطبوعہ بیروت)

''معجم الاغلاط اللغویہ المعاصرہ'' (مطبوعہ بیروت) کے ص ۱۶۷ پر ہے: '' (۴۹۴)

حَمِدَ فُلانًا : جزاه وقضى حقَّه ...... حَمِدَ الشيءَ : رَضِيَ عنه واستراحَ اِليه

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری یا اس فقیر کو ہرگز کوئی ضد نہیں لیکن احمد صغیر صدیقی اور ڈاکٹر یحیٰی نشیط صاحبان یہ تسلیم کریں لفظِ ''حمد'' کے لغوی معنی کے مطابق ہمارا موقف بھی غلط یا ہٹ دھرمی نہیں بلکہ بالکل درست ہے۔

جناب احمد صغیر صدیقی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے: ''ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' دلچسپ ہے۔اس میں درج باتوں سے کوئی بھی معقول آدمی اختلاف نہیں کرسکتا۔''

(ص ۴۲۱، نعت رنگ شمارہ ۱۲)

جناب احمد صغیر صدیقی نے نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں ظہیر غازی پوری کے اسی مضمون کے جواب میں میری تحریر بھی دیکھی ہوگی، مجھے وہ ''معقول آدمی'' شمار نہیں کرتے اسی لیے کچھ ''غیر معقول'' سوال بھی میرے نام ان کے مطبوعہ خطوط میں نعت رنگ کے قارئین اور اہلِ قلم نے ملاحظہ کیے ہوں گے۔احمد صغیر صاحب نے نعت رنگ شمارہ ۱۴ کے ص ۲۰۴ پر جناب پروفیسر علی محسن صدیقی کے اختلافی تأثرات بھی ظہیر غازی پوری کی اسی مذکورہ تحریر پر ضرور ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔احمد صغیر صاحب فرمائیں، وہ انہیں بھی ''معقول آدمی'' شمار کرتے ہیں یا نہیں؟

احمد صغیر صاحب سے عرض ہے کہ ''معقولیت'' کا فیصلہ آپ کی فہم کے مطابق نہیں بلکہ تحریر کے مندرجات کی حقیقت پر ہوگا اور یہ واقعہ ہے کہ ظہیر صاحب غازی پوری کی تحریر سے اچھے خاصے معقول آدمی اختلاف کررہے ہیں، یوں احمد صغیر صاحب کا یہ فیصلہ بھی نادرست ثابت ہُوا۔

احمد صغیر صاحب صدیقی نے اجرامِ فلکی کے بارے میں ملک شیر باز کے مضمون سے میری تحریر میں پیش کردہ اقتباسات پر اظہارِ خیال یوں فرمایا ہے: لکھتے ہیں: '' انہوں نے ملک شیر

Marfat.com

باز کے ایک مضمون سے کچھ اقتباسات دیئے ہیں جو اعداد سے متعلق ہیں جس کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ اعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ اجرامِ فلکی نبی کریم ﷺ پر مسلسل دُرود وسلام پڑھتے رہتے ہیں...... اچھا ہوتا کہ مولانا اسے نظر انداز کر دیتے۔ اس کی ساری بنیاد چند سائنسی مفروضوں پر ہے کہ سورج اپنے مدار پر کتنے سیکنڈ میں ایک گردش پوری کرتا ہے یا عرش کا قطر کتنے نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ ذرا سا ان مفروضوں میں ردوبدل ہو جائے تو شیر باز صاحب کی ''تحقیق'' ڈھیر ہو جائے گی۔ رہے سائنسی کلیے تو یہ وقت کے ساتھ بدل رہے ہیں، ہمیں ان کو قرآنِ حکیم پر منطبق کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ مَیں بس اسی قدر کہنا چاہوں گا۔ آگے مولانا جو پسند فرمائیں۔''(ص ۴۳۰، ۴۳۱، شمارہ ۱۲)

احمد صغیر صاحب نے میری تحریر میں ملک شیر باز کے مضمون سے اقتباسات سے پہلے اور بعد میرے یہ جملے ملاحظہ نہیں فرمائے یا ان جملوں پر توجہ نہیں فرمائی، اپنے وہ جملے ان کی توجہ کے لیے پھر تحریر کر رہا ہوں، ملاحظہ ہوں: اقتباس سے پہلے یہ جملہ ہے: ''ایک محبت والے کی اچھی سوچ کے حوالے سے اس مضمون میں سے کچھ، نعت رنگ کے قارئین تک پہنچانے کے لیے نقل کر رہا ہوں۔'' (شمارہ ۱۱، ص ۴۷۴)

اقتباس کے بعد یہ جملہ ہے: ''مجھے یہ مضمون پڑھ کر محسوس ہُوا کہ اس انداز سے بھی اگر دیکھا جائے تو اسلام کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی عظمت شان کے بہت سے حیرت انگیز پہلو اجاگر ہوں گے۔''

(شمارہ ۱۱، ص ۴۷۵)

جس قدر تحقیق ہو چکی ہے اس پر اہلِ محبت نے اس طرح بھی اظہار کیا ہے، مجھے اعتراف ہے کہ سائنسی کلیے تبدیل ہو سکتے ہیں اور ایسے موضوع پر کسی کی کوئی تحقیق بھی ڈھیر ہو سکتی ہے لیکن کائنات کے نظام میں رسولِ کریم ﷺ کی مدح اور عظمت وشان کے جلوے ہر طرح دیکھنے اور سوچنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ علم الاعداد کے بارے میں بھی احمد صغیر صاحب شاید نہیں جانتے کہ اس کے ماہرین کیا کیا کرشمے کر دکھاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ''مات بخیر'' کہتا

Marfat.com

ہے تو کوئی ''مئی خراب'' کہتا ہے۔ اعداد دونوں کے یکساں ہیں، فرق سوچ کا ہے یا ''اپروچ'' کا ہے۔ احمد صغیر صدیقی صاحب کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زبان میں یوں جواب دینا چاہتا ہوں کہ ۔

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

علاوہ ازیں سائنسی کلیے ہم اسلام اور قرآن کریم پر منطبق نہیں کرتے بلکہ بتاتے ہیں کہ اسلام اور قرآن حکیم کی حقانیت، سائنس سے بھی ثابت ہے اور وہ لوگ جو صرف سائنسی تحقیق یا عقلیات ہی پر انحصار کرتے ہیں وہ بھی جان لیں کہ اسلام سچا دینِ فطرت اور قرآن کریم ہر طرح مکمل ضابطہ حیات ہے۔

احمد صغیر صاحب نے لکھا ہے: ''مبالغے کا لفظ عموماً بیان کے ضمن میں استعمال ہوتا ہے نہ کہ حرکات کے لیے۔ البتہ میں نے متعدد علماء کی تحریروں میں اسے حرکات کے لیے استعمال ہوتے دیکھا ہے جو میرے خیال میں مناسب نہیں۔'' (ص ۴۳۱، نعت رنگ، شمارہ ۱۲)

احمد صغیر صاحب ملاحظہ فرمائیں: ''فیروز اللغات، اُردو جامع'' (مطبوعہ فیروز سنز) کے ص ۱۰۴۳ پر مبالغہ کے لفظ کے سامنے یہ بھی درج ہے: ''کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔''

''فرہنگ عامرہ'' (مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، سوئی والان، دہلی) کے ص ۴۴۷ پر ہے:

''**مبالغہ** (مُبا۔لَغہ) کسی بات میں انتہائی کوشش، حد سے بڑھ جانا۔''

''**مبالغۂ اغراق** (مُبالَغَ۔اِ۔اِغْ رَاق) عقلاً ممکن مگر عادتاً ناممکن مبالغہ۔''

''**مبالغۂ تبلیغ** (مُبالَغَ۔اِ۔تَبْ لِیْغ) عقلاً اور عادتاً ممکن مبالغہ۔''

''**مبالغۂ غلو** (مُبالَغَ۔اِ۔غُلُوْ) عقلاً اور عادتاً ناممکن۔''

''علمی اُردو لُغت (جامع)'' مطبوعہ علمی کتب خانہ، اُردو بازار۔ لاہور کے ص ۱۳۳۶ پر ''مبالغہ'' کے لفظ کے آگے قوسین میں ہے: ''(افعال: کرنا۔ ہونا)''

''مفردات القرآن'' اُردو (مطبوعہ شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن، لاہور) جلد دوم کے

Marfat.com

ص ۷۶۳ پر ہے: ''اَلْغُلُوُّ کے معنی کسی چیز کے حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اگر یہ (حد سے تجاوز) اشیاء کے نرخ میں ہوتو اسے غَلَاءٌ (گرانی) کہا جاتا ہے اور قدر و منزلت میں ہوتو اسے غُلُوٌّ کہتے ہیں اور اگر تیر اپنی حدود سے تجاوز کر جائے تو غُلُوٌّ مگر ان ہر سہ اشیاء کے متعلق فعل غَلَا یَغْلُوْ (ن) ہی استعمال ہوتا ہے.........اور غُلَوَاء کے معنی خودسری میں حد سے تجاوز کرنے کے ہیں......''

''غیاث اللغات'' فارسی، (مطبوعہ علی بھائی شرف علی اینڈ کمپنی پرائی ویٹ لمیٹڈ، بمبئی ۳) کے ص ۶۲۹ پر ہے: ''مبالغہ بضم میم و فتح لام سخت کوشید گان درکاری و با صطلاح صفات محمودہ یا مذمومۂ شخصے بطریقے بیان کردن کہ مستبعد نماید یا محال اگر بعقل و عادت ممکن باشد مبالغہ تبلیغ گویند و اگر بہ عقل ممکن و بعادت ناممکن باشد مبالغہ اغراق خوانند و اگر بعقل و عادت ہر دو محال باشد مبالغہ غلو نامند۔''

علاوہ ازیں، احمد صغیر صدیقی صاحب نے لفظ ''غالی'' کا استعمال بھی پڑھا سنا ہوگا۔ اس مختصر تفصیل کے باوجود کیا وہ (لفظِ حمد کی طرح) لفظِ مبالغہ کو بھی اپنے خیال کے مطابق صرف بیان کے لیے رائج کرنا چاہتے ہیں؟ امید ہے انہیں اتنا احساس ہوگیا ہوگا کہ الفاظ و معانی کے بارے میں ان کے ''ارشادات'' ان کے فہم و خیال کے مطابق ہیں، لغات اور حقائق کے مطابق ہرگز نہیں ہیں۔

احمد صغیر صاحب صدیقی لکھتے ہیں: ''مولانا نے اپنے خط میں صفحہ ۴۰۵ پر لکھا ہے...... '' مذکورہ قرآنی آیات کو ''اکثر'' مفسرین نے منسوخ فرمایا ہے۔'' یعنی مفسرین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی فہم و فراست کے مطابق قرآنی آیات کو منسوخ فرمادیں؟ اب تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ اپنی آیات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی منسوخ کرسکتا ہے مگر اس خط سے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ مولانا کے جملے میں ''اکثر'' کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔

(ص ۴۳۱، شمارہ ۱۲)

احمد صغیر صدیقی صاحب پہلے تو یہ وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ ''اکثر مفسرین نے منسوخ

Marfat.com

فرمایا ہے۔''اس جملے میں ''فرمایا'' کا معنی و مفہوم ''بتایا'' ہے۔احمد صغیر صاحب کی اس تحریر سے واضح ہے کہ وہ اس باب میں بنیادی باتوں سے بھی آگاہ نہیں،ان سے عرض ہے کہ وہ آگہی چاہتے ہوں تو ناسخ و منسوخ آیات و احکام کے حوالے سے اُردو ہی میں موجود کتب کا مطالعہ فرمالیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۲ کے اسی صفحے پر جناب احمد صغیر صدیقی نے اپنے مکتوب میں نامِ نبی ﷺ چومنے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے،اس کے جواب میں وہی جملہ دہراؤں گا جو کئی برس پہلے حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں اوران کے برادرِ عزیز مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی سے سُنا تھا کہ:''ہم جسے پوجتے ہیں اسے چومتے نہیں اور جسے چومتے ہیں اسے پوجتے نہیں۔''

احمد صغیر صدیقی صاحب نے اپنے مکتوب کے آخر میں صلاح الدین پرویز کے رسالے ''استعارے'' کے بارے میں مجھے توجہ کرنے کو فرمایا ہے۔میری نظر سے وہ رسالہ نہیں گزرا ،احمد صغیر صاحب وہ رسالہ مجھے بھجوادیں،یہ فقیر اس کے مطالعہ کے بعد احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے حوالے سے اِن شاءاللّٰہ کوتاہی نہیں کرے گا۔

نعت رنگ،شمارہ ۱۲ میں ماہ نامہ جہانِ رضا،لاہور کے مدیر حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کا مکتوب بھی شامل ہے،انہوں نے اپنے انداز میں اس فقیر کے مکتوب مشمولہ درنعت رنگ شمارہ ۱۱ کے بارے میں جو کلماتِ تحسین فرمائے ہیں،یہ ان کی شفقت و عنایت ہے،کاوشوں کو سراہنے اور حوصلہ افزائی کرنے کا ہنر وہ خوب جانتے ہیں۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب!نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے مکتوب میں بھی ہے کہ:''اگرچہ بعض مقامات پر املا کی غلطیاں اور اُردو ترجمے کے اسقام ذوق مطالعہ کو مکدر کرتے ہیں مگر یہ بات تو موجودہ زمانے کی تحریروں کا لازمہ بن گیا ہے۔''(ص ۴۲۶)

آپ کی توجہ علامہ فاروقی صاحب کی اس بات پر اس لیے بھی چاہتا ہوں کہ آپ کے نعت رنگ کے کچھ قلم کاروں اور قارئین کو شاید یہ خیال رہتا ہے کہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے خطوط میں ان خامیوں کا ذکر زیادہ ہوتا ہے جو نعت رنگ میں شائع ہونے والی تحریروں میں ہوتی ہیں اور کچھ لوگ میری تحریروں کو مسلکی اختلافات کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔حالاں کہ نعت رنگ کے

Marfat.com

لیے اپنی ہر تحریر میں اس فقیر نے یہی کوشش رکھی ہے کہ ہر غلط اور معترضہ بات کا جواب واضح حقائق کے مطابق اور شرعی صحیح دلائل و براہین کے ساتھ پیش کیا جائے۔ میرے عقائد و نظریات خود ساختہ نہیں، اسلامی عقائد کی بنیاد قرآن و حدیث ہیں اور یہ فقیر ادلّہ شرعیہ کے مطابق ہی بات کرتا ہے، اسے مسلکی اختلافات سے تعبیر کرنے والے اگر اپنی دانست میں درست ہیں تو میری تحریر میں حقائق اور ادلّہ شرعیہ کے خلاف کوئی بات پائیں تو اسے حقائق اور ادلّہ شرعیہ ہی کے مطابق واضح کریں ورنہ وہ خود یہ تسلیم کریں کہ وہ اپنے مسلکی تعصب یا ضد کی وجہ سے میری تحریر میں حقائق کو ناپسند کرتے ہیں۔

نعت رنگ کے اب تک شائع ہونے والے چودہ شماروں میں وہ تمام تحریریں جو مسلکی اختلافات اور شخصی تعصبات سے بھرپور ہیں، ان پر کسی کا اعتراض نظر نہیں آیا، البتہ نعت رنگ شمارہ ۱۴ میں جناب پروفیسر علی محسن صدیقی نے اپنی تحریر میں پہلی مرتبہ نشان دہی کی ہے۔ حقائق کے بیان یا غلط موقف کے جواب کو معترضہ ٹھہرانا تو دیانت و صداقت نہیں۔ میری تحریروں میں کوئی حوالہ و بیان یا بات واقعے اور حقائق کے خلاف ہے تو اسے دلائل سے واضح کیا جائے، یہ فقیر پھر عرض کرتا ہے کہ اپنی تحریر و تقریر میں کسی فی الواقع غلطی کو غلطی نہ ماننے کی غلطی ہرگز نہیں کرے گا۔ میری تحریر و تقریر یا قول و فعل میں مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہو جو عنداللہ حق نہیں اور فی الواقع غلط ہے، اس سے توبہ و رجوع کرتا ہوں اور پھر یہ بات دُہراؤں گا کہ مجھے اپنے دینِ اسلام، مذہبِ حنفی اور مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت کے بارے میں بحمدہ تعالیٰ کوئی شک یا تردّد نہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۷ سے ۱۳ تک جناب حفیظ الرحمٰن احسن کا منظوم کلام ہے جسے ''قصیدہ نما پیرایۂ حمد'' لکھا گیا ہے۔ یہ نام نعت رنگ میں پہلی مرتبہ نظر آیا ہے۔ ان کے کلام میں کچھ الفاظ پر مجھے رکنا پڑا۔ ص ۱۱ پر یہ شعر ہے:

''جہاں پناہ کی خوئے عطا ہے بے تخصیص
نگاہِ لطف میں یکساں ہیں سب صغیر و کبیر''

اس شعر میں ''خوئے عطا ہے بے تخصیص'' کے الفاظ اور دوسرا مصرعہ میری معلومات

Marfat.com

اور میری فہم کے مطابق یوں، اللہ کریم جل شانہ کے لیے کہنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ''عطائے خاص'' کے الفاظ تو ہر اہلِ قلم کی تحریر میں نظر آتے ہیں اور بے تخصیص عطا کا اقرار بلا شبہ حقائق اور متعدد قرآنی آیات اور احادیث قدسی و احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا انکار ہے اور یہی حال دوسرے مصرعے کے بیان کا ہے کیوں اس میں بھی ''یکساں'' کا لفظ خلافِ واقعہ ہے۔ اسی طرح ''دیر گیر'' کے لفظ بھی ایک مصرع میں اللہ تعالیٰ کے لیے اسی منظوم کلام میں ہیں، ایک مصرع یوں ہے: ''یہ بامِ چرخ پہ ہے آج کون جلوہ فروش''۔ ایک مصرع یوں ہے: ''وہی ہے خلوت و جلوت کا راز دار و مشیر''۔ جب کہ ایک شعر یوں ہے:

''اگر ہے شکوۂ غم کوئی تو اسی سے ہے

جو راز داں ہے دلوں کا، جو ہے سمیع و بصیر''

اول الذکر مصرع میں اللہ تعالیٰ کو ''راز دار و مشیر'' کہا ہے تو دوسرے شعر میں اسے ''دلوں کا راز داں'' کہا ہے، ''راز داں'' تو سمجھ آیا لیکن ''راز رار'' سمجھ نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ سے ''شکوۂ غم'' کے الفاظ کیا درست ہیں؟ ایک شعر یوں ہے:

''حریصِ فضل ہوں اس کا، اور ان سے ہوں بے زار

کہ جن کا حال ہے لایملکون من قطمیر''

حواشی میں ہے: ''لایملکون من قطمیر۔ سورۂ فاطر، آیت ۱۳'' ''بادشاہی اسی کی ہے۔ اسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ (قطمیر: کھجور کی گٹھلی کی باریک جھلی)''

(ص ۱۳، نعت رنگ ۱۳)

جناب حفیظ الرحمٰن احسن نے سورۂ فاطر کی آیت ۱۳ کا از خود ترجمہ تو حاشیے میں لکھا ہے لیکن آیتِ قرآنی کے الفاظ نہیں لکھے۔ قرآنِ کریم کی اس آیت کے الفاظ ہیں: ذلکم اللہ ربکم لہ الملک والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر۔ حفیظ الرحمٰن صاحب نے لایملکون من قطمیر لکھا، وہ مایملکون من قطمیر یعنی اصل قرآنی الفاظ

Marfat.com

ہی لکھتے تو شعر میں وزن کا مسئلہ بھی نہ ہوتا، ہوسکتا ہے کمپوزنگ میں ''ما '' کا لفظ ''لا '' کمپوز ہوگیا ہو۔ اس آیت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں کیا ہے: ''یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔''

اس حوالے سے یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک ومختار رسولِ کریم ﷺ اس دنیائے ارضی پر ظاہری طور پر تشریف فرما تھے، اس آیت میں لفظ ''تدعون'' حال ہے، ظاہری بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اللہ کے سوا کسی کو پوجتے نہیں تھے۔

واضح ہُوا کہ یہ آیت کافروں مشرکوں کے بارے میں ہے کہ وہ ''من دون اللہ'' یعنی بتوں کو پوجتے اور معبود سمجھ کر پکارتے تھے۔ بت نہیں سنتے نہ ہی نفع ونقصان دے سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء واولیاء سنتے ہیں اور انہیں اختیار عطا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بالذات اور مستقل اور حقیقی مستعان ومتصرف ماننا غلط ہے لیکن باذن اللہ متصرف ومستعان ماننا غلط نہیں۔ کافروں اور بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں اور نبیوں ولیوں پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔ بخاری شریف باب قتال الخوارج میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان موجود ہے کہ مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کافروں مشرکوں کے بارے میں اترنے والی آیات اہلِ ایمان پر چسپاں کرتے ہیں۔ اس آیت میں مشرکوں کے ان خود ساختہ خداؤں کا ذکر ہے کہ وہ کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر اس آیت کو نبیوں ولیوں اور اہلِ ایمان پر چسپاں کیا جائے تو متعدد ان آیات قرآنی اور احادیثِ شریفہ کے صریح خلاف ہوگا جن میں اللہ کریم جلّ شانہ کے پیاروں کا اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے مالک ومختار ہونے کا ذکر ہے۔ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انا اعطیناک الکوثر (الکوثر:۱) قرآنِ کریم ہی میں ہے: ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب (ص:۳۹)، (یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں) احادیث شریفہ میں ہے، رسولِ کریم

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہر شے کی چابی دے دی گئی ہے، مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد، کنز العمال، البدایہ، شرح السنۃ، دلائل النبوۃ)

بارگاہِ رسالت میں صحابی حضرت عبداللہ بن اعور مازنی اَعشی رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں: یامالک الناس ویا دیان العرب (الاصابہ) قرآنِ کریم کی کتنی ہی آیات اور احادیثِ نبوی اس حوالے سے پیش کی جاسکتی ہیں۔ کافروں مشرکوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں سے بے زار ہونا اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص عطا کا اقرار و یقین کرنا اہلِ ایمان کا خاصہ ہے۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۱۴ پر ابتدائیہ میں آپ نے لکھا ہے: ''نعت رنگ کے لیے نگارشات کی یہ فراہمی ہمارے لیے یقیناً طمانیت کا باعث ہے۔'' میری معلومات کے مطابق صحیح لفظ 'طمانینت'' ہے۔ اچھا ہوگا کہ ہم غلط تلفظ اور املا کو رواج نہ دیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۱۵ سے جناب پروفیسر محمد اقبال جاوید کی تحریر شروع ہوتی ہے۔ اس کا عنوان ہے: ''اسم محمد ﷺ ... نعت کے آئینے میں۔''

پروفیسر اقبال جاوید صاحب کی تحریروں سے مجھے اندازہ ہُوا کہ وہ اپنے فکر و خیال میں جن لفظوں اور ترکیبوں کو ترتیب دیتے ہیں انہیں اپنی تحریر میں شامل کر کے عبارت آرائی کا جتن کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ ان لفظوں اور ترکیبوں کو بے محل لگا دیتے ہیں۔ علامہ اقبال کے لیے وہ لکھتے ہیں: ''اس نام کی بدولت اس نے غزل ایسی بدنام صنفِ سخن کو نئی جہتیں اور نئے جہان بخش کر کعبہ آثار اور عرفات اساس بنادیا۔'' (ص ۱۶) اس جملے میں ''کعبہ آثار اور عرفات اساس'' کی یہ خوش نما تراکیب ''غزل ایسی بدنام صنفِ سخن'' کے لیے مجھے موزوں نہیں لگیں۔ اسی صفحے پر ہے: ''حضور ﷺ کے لیے محمد، (ﷺ) عبدالمطلب کا مجوزہ نام ہے''۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے صرف ایک روایت کے مطابق یہ نام، حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مجوزہ، لکھ دیا ہے، ان سے عرض ہے کہ تاریخ مدینۃ دمشق (ابن عساکر) کے ص ۸۳/۳، طبقات ابن سعد ص ۹۸/۱، الروض الانف، ص ۱۸۰/۱، اعلام النبوۃ، ص ۲۴۷، دلائل النبوۃ بیہقی، ص ۸۲/۱، سبل

Marfat.com

الہدیٰ والرشاد، ص ۳۲۸/ ۱، خصائص کبریٰ، ص ۸۲/ ۱، سیرۃ حلبیہ ص ۵۷، ص ۸۰، ص ۹۱/ ۱، اور نشر الطیب (مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند) کے ص ۱۷ پر ہے کہ: '' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو، جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا: '' اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد ...... اور ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔ '' تاریخ مدینۃ دمشق ابن عساکر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت میں یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں: فقد خلقت ا سمک من قبل ان اخلق الخلق بالفی سنۃ ...... آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خلق ہو چکا تھا، یہی نہیں بلکہ السنن الکبریٰ بیہقی میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ان اللہ تعالیٰ اوحی فی الزبور ، یا داؤد ! انہ سیاتی بعدک من اسمہ احمد و محمد صادقا نبیا ...... زبور مقدس میں بھی میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نام وحی الٰہی میں مذکور ہوئے۔ '' مواہب لدنیہ '' میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ اللہ کریم جل شانہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی تو نے میری کنیت ابو محمد رکھی ہے، اس کا سبب کیا ہے؟ تو انہیں نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) دکھایا گیا اور ارشاد ہوا: '' ھذا نور نبی من ذریتک اسم فی السماء احمد ، وفی الارض محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ، لولاہ ماخلقتک ولا خلقت سماء والارض ۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ساقِ عرش اور جنت میں ہر مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا۔ اس حوالے سے مزید متعدد روایات پیش کی جا سکتی ہیں۔

علاوہ ازیں، پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے میرے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان کو صرف '' عبدالمطلب اور جناب عبدالمطلب '' (رضی اللہ عنہ) لکھا ہے، مجھے شبہ ہوا کہ وہ ان کے ایمان میں کوئی تردد رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو ان سے عرض ہے کہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ، لاہور سے طبع شدہ میری کتاب '' والدینِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم '' حاصل کر کے ضرور اس کا

Marfat.com

مطابقت ملاتیں۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید نے سیدنا حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مشہور شعر۔

وشق له من اسمه ليجله فذو العرش محمود وهذا محمد (ﷺ)

کا ترجمہ ص ۱۷ پر لکھا ہے اور اس شعر کو ابوطالب کا بتایا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: ''کہیں بعد میں ابوطالب کو یہ احساس ہُوا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ محمود ہیں اور آپ محمد (ﷺ)۔ ان کے ایک نعتیہ شعر کا ترجمہ یوں ہے۔'' (ص ۱۷)

اس کے فوراً بعد وہ لکھتے ہیں: ''ایسے ہی جیسے صدیوں بعد استاد قمر جلالوی کو احساس ہُوا کہ:

''کیا ہو اللہ و محمد (ﷺ) میں تمیز حسن و عشق کوئی اس کے نام پر نقطہ، نہ ان کے نام پر''
(ص ۱۷)

پروفیسر اقبال جاوید نے دونوں اشعار پر شاید توجہ نہیں کی اور ان شعروں کے حوالے سے ''احساس'' کی ان دو افراد میں مماثلت و مطابقت جانے کیسے بیان کر دی؟ یہی نہیں بلکہ وہ قمر جلالوی کا شعر نقل کرنے کے فوراً بعد یہ بھی لکھتے ہیں: ''یہ دونوں غیر منقوط ایک دوسرے سے وابستہ بھی ہیں اور پیوستہ بھی۔ کلمہ طیبہ پر غور کر لیں، اللہ تعالیٰ کو واوَ عاطفہ کا فاصلہ اور بُعد بھی پسند نہیں ہے۔'' (ص ۱۷)

''یہ دونوں غیر منقوط ایک دوسرے سے وابستہ بھی ہیں اور پیوستہ بھی'' اس جملے میں نام مراد ہیں یا ہستیاں؟ ہر دو صورت میں وابستگی اور پیوستگی کا کیا مفہوم ہے؟ جاننا چاہتا ہوں۔

پروفیسر اقبال جاوید لکھتے ہیں: ''محمد (ﷺ) کا لفظ آل عمران کی آیت ۱۴۴ میں، سورہ احزاب کی آیت ۴۵، سورہ محمد (ﷺ) کی آیت ۲ اور سورہ فتح کی آیت ۲۹ میں حضور ﷺ کی عظمت اور ختم الرسلین کی توثیق کے طور پر آیا ہے تا کہ یہ صداقت، بے غبار، واضح اور روشن رہے۔''

پروفیسر صاحب نے اپنی تحریر میں لفظِ ''حضور'' کے ساتھ تو ''ﷺ'' لکھا ہے لیکن نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کے ذاتی نام محمد، احمد (ﷺ) جا بہ جا تحریر کیے اور ان کے ساتھ "ﷺ" نہیں لکھا۔ قرآن کریم میں ان مذکورہ چار مقام پر رسولِ کریم ﷺ کا نامِ مبارک بیان ہونے کی وجوہ کو پروفیسر صاحب نے الگ الگ بیان نہیں کیا، صرف یہ لکھا کہ "حضور ﷺ کی عظمت اور ختم المرسلین کی توثیق کے طور پر آیا ہے۔" پروفیسر صاحب خود ملاحظہ فرمالیں کہ ان کا یہ جملہ کیا اسی طرح درست ہوگا؟ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: "گویا معلوم ہُوا کہ آسمان پر یہ نام تھا اور زمین پر یہ نام ہے..... گویا آپ تب بھی نبی تھے جب کوئی نبی آیا نہ تھا۔" (ص ۱۸) ان دونوں جملوں میں لفظ "گویا" زائد ہے۔ پروفیسر صاحب کا ایک جملہ یوں ہے: "بلکہ قلم بعد میں اٹھتا، زبان بعد میں حرکت کرتی اور منظوری پہلے ہوجایا کرتی ہے۔" (ص ۱۹)

پروفیسر صاحب نے جو لکھا وہ اگر یوں ہوتا تو (میرے نزدیک) زیادہ صحیح و بلیغ ہوتا۔ "پہلے کرم ہوتا ہے بعد میں قلم اٹھتا اور زبان حرکت کرتی ہے۔" مَیں اعتراف کرتا ہوں کہ بغیر کرم کے وہ بات ادا نہیں ہوتی جو ان کی بارگاہ میں قبولیت پاتی ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب رقم طراز ہیں:

"بہر نوع اللہ بھی ایک مکمل لفظ ہے اور محمد ﷺ بھی ••• اور یہ ایک واضح صداقت ہے کہ نقشِ ناتمام، نقاش کی اپنی رسوائی کا سبب اور نقشِ بہترین، نقاش کی اپنی عظمت کا اظہار ہُوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرکزِ حُسن ہیں، حسن اپنی دل آویزیوں کا نظارہ کرنے کے لیے ایک ایسے شفاف اور بے غبار آئینے کا آرزو مند رہتا ہے جو اس کی جملہ ادائیں سمیٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور حسن ایسے آئینے کو بھی بچا بچا کے رکھتا ہے اور اس کی عکس برداری کی خوبیوں کو بھی کہ وہ آئینہ اس کی ذات اور صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نقاشِ ازل (کا) ایک ایسا نقش بھی ہیں جو بہر اعتبار اجمل و اکمل ہے اور ایک ایسا آئینہ بھی جو حسنِ حق کا عکاس ہے۔ اس نقشِ احسن کو دیکھ کر، نقاش کے جمال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ گویا اب ذاتِ محمد ﷺ ہی، ذاتِ حق کا بہترین تعارف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "طُور پر تجلیوں کی بارش اسی وقت تک کے لیے تھی، جب تک قدرت کے فن کو اوجِ کمال نہ ملا تھا، یہ فن ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوگیا اور تخلیق کو معراج

Marfat.com

کمال نصیب ہوگئی، تو اب فن کار کی بے حجابی کی ضرورت باقی نہ رہی، تخلیق بے حجاب ہوگئی اور خالق چھپ گیا کیوں کہ اب تخلیق، خالق کی معرفت کے لیے کافی تھی۔'' (ص ۲۰)

پروفیسر صاحب نے یہ اقتباس جناب سید محمد متین خالد کی مرتبہ کتاب ''معرفتِ اسم محمد ﷺ'' سے خود پسند اور منتخب کر کے پیش کیا ہے۔ شاید وہ توجہ نہیں کر سکے کہ اس اقتباس میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو کچھ کہا گیا ہے وہ تمام درست نہیں ہے۔ خود پروفیسر صاحب اپنی تحریر مشمولہ نعت رنگ ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو لکھ گئے تھے اس معترضہ عبارت سے انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے اعتذار لکھا۔ خواہ انہیں آگاہ کرنے اور توجہ دلانے کا ذکر اس اعتذار میں نہیں تاہم اس میں بھی وہ یہ لکھ گئے کہ اللہ کی بارگاہ میں ''عمل سے کہیں زیادہ نیت کی کیفیت دیکھی جاتی ہے۔'' ان سے عرض ہے کہ وہ تحریر و بیان کے بارے میں شرعی احکام سے آگہی حاصل کر لیں اور جان لیں کہ عبارت میں کفر اور توہین و تحقیر کے حوالے سے نیت نہیں دیکھی جاتی۔ ''اکفار الملحدین'' میں جناب محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: ''المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود (للقصود) والنیات ولا نظر لقرائن حاله۔'' (ص ۴۷)۔ کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے، قصد و نیت اور قرائنِ حال پر نہیں۔ پروفیسر صاحب نے اعتذار لکھا، بہت اچھا کیا لیکن اپنے غلط فعل کی تاویل کر کے اچھا نہیں کیا۔ اور اسمِ محمد ﷺ کے معارف بیان کرتے ہوئے جس اقتباس کا انتخاب کیا اس میں بھی توجہ نہیں کی، وہ دیکھیں کہ: اللہ تعالیٰ کو مرکزِ حسن قرار دے کر لکھا گیا کہ ''حسن اپنی دل آویزیوں کے نظارے کے لیے شفاف اور بے غبار آئینے کا آرزو مند رہتا ہے۔'' پھر لکھا کہ ''طور پر تجلیوں کی بارش اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک قدرت کے فن کو اوجِ کمال نہ ملا تھا، یہ فن ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور تخلیق کو معراجِ کمال نصیب ہوگئی، تو اب فن کار کی بے حجابی کی ضرورت باقی نہ رہی، تخلیق بے حجاب ہوگئی اور خالق چھپ گیا......'' یہ الفاظ و انداز کس کے لیے بیان ہوئے ہیں؟ کیا پروفیسر اقبال جاوید صاحب اپنی اس پسندیدگی اور اس انتخاب کی بھی تاویل کریں گے؟ تاویل کے بارے میں نعت رنگ میں مطبوعہ میری تحریروں کا مطالعہ انہوں نے کیا ہوگا۔ ایک طرف تو پروفیسر اقبال جاوید صاحب خود

Marfat.com

پسند کر کے یہ اقتباس نقل کر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ لکھتے ہیں: ''اس نام (محمد ﷺ) کے ایک ایک حرف کو مفہوم مطالب کی ندرتوں اور وسعتوں سے آراستہ کرنے کے بعد فطرت نے اس ذاتِ پاک (ﷺ) کو بھی اسم بامسمیٰ بنادیا۔'' (ص ۲۱)۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ قلم بعد میں اٹھتا اور زبان بعد میں حرکت کرتی ہے اور منظوری پہلے ہو جایا کرتی ہے اور یہاں لکھ رہے ہیں کہ میرے نبی پاک ﷺ کو بھی اسم بامسمیٰ بنادیا۔ یہ تقدیم و تاخیر اور خالق کائنات کے حوالے سے اس طرح بیان کرنا مجھے سمجھ نہیں آیا! وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ کیا اسی طرح درست ہے؟

وہ لکھتے ہیں: ''الغرض اسم محمد ﷺ .... ایک ایسی سیرت ہے کہ جس سے ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ بجھ گئے اور جس کا طلوع ہر غروب سے ناآشنا ہے۔'' (ص ۲۱)۔ پروفیسر صاحب بتائیں کہ ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ کون سے تھے؟ خلقت کے لحاظ سے میرے نبی پاک ﷺ اول ہیں اور کائنات انہی کا فیضان ہے۔ ان کے ظہور سے قبل تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کو ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ اگر کہا بھی گیا ہے تو بجھنے کا لفظ ان کے ساتھ موزوں نہیں، یہ جملہ میرے نزدیک یوں صحیح ہوگا کہ ''اسم محمد ﷺ ایک ایسا آفتاب ہے کہ جس سے ہدایت و بصیرت کے ہر چراغ نے ضیا پائی اور جس کا طلوع ہر غروب سے ناآشنا ہے۔'' اسی صفحے پر ہے: ''(الغرض اسم محمد ﷺ) ایک ایسی سطوت ہے جو شاہوں کو سرپائے استحقار سے ٹھکراتی اور خود اپنے فقر کو فخر سمجھتی رہی۔'' ص ۲۲ پر ہے: ''ایک ایسی فصاحت ہے کہ لفظ لفظ صدہا صداقتوں کا صدف اور بات بات، باتوں کی پیغمبر ہے۔'' ص ۲۳ پر ہے: ''ایک ایسی شفاعت ہے کہ حرص کی حد تک گنہ گاہروں (گاروں) کے لیے بے چین اور امت مسلمہ کا واحد اخروی سہارا ہے۔'' ص ۲۳ پر یہ بھی ہے:: ''ایک ایسی رسالت ہے جس کا تسلسل ایک تاریخی حقیقت بن کے رہا اور جس کے بعد ہر دعوے دار نبوت غبار معصیت بن کر اڑ گیا۔''

''شاہوں کو سرپائے استحقار سے ٹھکراتی، باتوں کی پیغمبر، حرص کی حد تک گناہ گاروں کے لیے بے چین'' ان الفاظ میں جو کچھ مجھے کھٹک رہا ہے وہ الفاظ کا غلط استعمال اور صرف وہ منفی تاثر ہے جو پروفیسر صاحب کی سوچ کے بھی شاید منافی ہے اور عبارت آرائی میں در آیا ہے، اس

Marfat.com

کے متبادل عمدہ لفظ پروفیسر صاحب کے تخیل کو زیادہ نمایاں کرتے۔ مجھے اندازہ ہُوا کہ پروفیسر اقبال جاوید صاحب لفظوں کو چننے اور اپنی تحریر کے جملوں میں سجانے کے لیے تو خاصی محنت کرتے ہیں لیکن توجہ نہیں کر پاتے کہ کبھی معنی و مفہوم، منفی و غلط یا ہلکا پڑ جاتا ہے، وہ اس بے بضاعت کی یہ گزارش قبول فرمائیں کہ صرف الفاظ ہی پر ساری محنت اور توجہ نہ رکھیں بلکہ معنی و مفہوم اور محل بھی دیکھیں تاکہ کسی منفی و غلط یا ہلکے تأثر کی گنجائش نہ رہے۔

نعت رنگ، شمارہ ۱۳ کے ص ۲۴ پر پروفیسر اقبال جاوید صاحب لکھتے ہیں: ''یہ اُنھی (انھی) کا محبت بھرا تذکرہ ہے جس نے قرآن کو کتابِ نعت بنا رکھا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جن پانچ مقامات پر حضور ﷺ کو نام لے کر پکارا ہے، وہ حقائق نبوت کی تفہیم سے متعلق ہیں۔ باقی ہر مقام پر، تخاطب کے لے (لیے) حضور ﷺ کی اداؤں ہی کو پیشِ نظر رکھا گیا کہ آپ تو تھے ہی ہر لمحہ، ان کی نگاہوں میں... یاد رہے کہ تخاطب کے پس منظر میں روابط کے غرور اور تعلقات کے فخر ہُوا کرتے ہیں۔ اللّٰہ واقعات کے تسلسل کو سمجھانے کے لیے، ان وادیوں اور راستوں کی قسم کھاتے ہیں جہاں محبوب کا خرامِ ناز، چاند ابھارتا، ستارے بکھیرتا اور پھول برساتا رہا ہے۔ وہ تو اپنا کلام بھی زبانِ محبوب ہی سے سُننے کے شائق ہیں......''

اس اقتباس میں یہ الفاظ اور جملے محلِ نظر ہیں: ''کتابِ نعت بنا رکھا ہے...... اللّٰہ تعالیٰ نے جن پانچ مقامات پر حضور ﷺ کو نام لے کر پکارا ہے...... حضور ﷺ کی اداؤں ہی کو پیشِ نظر رکھا گیا...... یاد رہے کہ تخاطب کے پس منظر میں روابط کے غرور اور تعلقات کے فخر ہُوا کرتے ہیں...... اللّٰہ واقعات کے تسلسل کو سمجھانے کے لیے...... زبانِ محبوب ہی سے سننے کے شائق ہیں۔''

قرآنِ کریم بلاشبہ نعتِ مصطفیٰ (ﷺ) ہے، کتابِ نعت بنا رکھا ہے کہ الفاظ موزوں نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذاتی ناموں (محمد، احمد ﷺ) سے انہیں پورے قرآنِ کریم میں کہیں نہیں پکارا، ہاں پانچ مقامات پر ان کے یہ نام بیان ہوئے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کے لیے پیشِ نظر رکھنے اور شائق کے الفاظ میری فہم سے بالا ہیں۔ تخاطب کے پس منظر میں روابط

Marfat.com

کے غرور اور تعلقات کا فخر، یہ جملہ اللہ کریم کے بارے میں بیان کرنا کیوں کر صحیح ہوگا؟ پروفیسر صاحب! کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ یوں سارے گلاب، مٹی ہو جاتے ہیں!

ص ۳۵ پر وہ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت کو شدید ترین ہوکر، مبالغ کی حدوں کو چھونا چاہیے اور ان کے ذکر کو بھی بہر نوع باوقار ہونا چاہیے کہ یہی فرمانِ قرآنی ہے مگر ''طغیانِ ناز'' کا انداز دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے گھر میں ہر ''دیوانہ'' منظور ہے، چیخ پکار کی ہر بلندی مطلوب ہے......''

''مبالغ کی حدوں کو چھونا چاہیے۔'' پروفیسر صاحب ان الفاظ کی وضاحت فرمائیں تاکہ معلوم ہو وہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے ''طغیانِ ناز'' کے لفظ کیا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے لکھے ہیں؟ چیخ پکار کی ہر بلندی مطلوب ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بیان کس قول یا روایت کے حوالے سے ہے؟ جاننا چاہتا ہوں۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''المیہ یہ ہے کہ ہم آئینہ رو بہ رو رکھ کر، سنتِ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے بعد، اس رُوئے رسول اکرم ﷺ کی مدحت کرتے ہیں جو فی الواقع رخِ جمالِ الٰہی کا آئینہ تھا۔ اور جس کی کیفیت کے اظہار کے لیے کوئی سی تشبیہ بھی کام نہیں دیتی کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے برتر ہونا ضرور ہے۔ مگر یہاں ہر مشبہ بہ فروتر ہے بلکہ خود وقارِ جمال کا آرزو مند ہے۔'' (ص ۲۶)

(مشبہ: مشابہ کیا ہُوا۔ **مشبہ بہ**: جس سے مشابہ کیا جائے)

مشبہ بہ کا برتر ہونا پروفیسر صاحب نے ضروری بتایا اور پھر لکھا کہ ''مگر یہاں ہر مشبہ بہ فروتر ہے بلکہ خود وقارِ جمال کا آرزو مند ہے۔'' بہتر ہے وہ خود واضح کر دیں کہ کیا لکھا ہے؟ اور کس کو مشبّہ اور کسے مشبہ بہ قرار دیا ہے؟ ''جس کی کیفیت کے اظہار کے لیے کوئی سی تشبیہ بھی کام نہیں دیتی'' یہ رخِ جمالِ الٰہی کے لیے ہے یا آئینہ کے لیے؟ وہ ''رُخِ جمالِ الٰہی'' لکھ رہے ہیں، جمال رخِ الٰہی نہیں لکھ رہے ہیں، رُخ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں، اگر وہ رخ جمالِ الٰہی لکھ کر اس کی کیفیت کے اظہار میں کسی تشبیہ کا کام نہ دینا بیان کر رہے ہیں تو ''اس کی کیفیت'' کے لفظ بھی معترضہ ہوں گے۔ ''مشبہ بہ'' پھر کون ہے؟ اور یہاں ہر مشبہ بہ کے فروتر ہونے کا معنی کیا ہوگا؟

Marfat.com

پروفیسر صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ میں ان کا مفہوم نہیں پا سکا۔ ان جملوں کی نحوی ترکیب کچھ اور ہی معنی دیتی ہے، کیا درست ہے؟ وہ خود ہی بتائیں۔ پروفیسر اقبال جاوید صاحب کی تحریر میں جانے کتنے لفظ اور جملے ایسے ہیں کہ انہیں لفاظی تو بلا مبالغہ و بلا مغالطہ کہا جا سکتا ہے لیکن اکثر مقامات پر اس لفاظی کا حاصل کوئی علمی یا تحقیقی بات نہیں، صرف بیانیہ ہے۔

وہ لکھتے ہیں: ''جہاں تکمیل حسن، ذات پاک سرور کائنات ﷺ پر ہوئی وہاں تکمیل عشق کا مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات بابرکت کو نصیب ہوا:

تو انتہائے حسن ہے یا انتہائے عشق دیکھے تجھے کہ ان کا تماشا کرے کوئی'' (ص ۲۷)

تکمیل عشق کا مرتبہ کیا ہوتا ہے؟ وہ بتائیں۔ اور کیا یہ نعتیہ شعر ہے؟ اور یہ شعر کیا یہاں واقعی موزوں ہے؟

ص ۲۸ پر وہ لکھتے ہیں: ''کاش! ہم جناب سید محمد ابوالخیر کشفی کی طرح ''اسم محمد ﷺ'' رقم کرنے سے قبل اس توفیق کے آرزومند ہوں کہ: (اس کے بعد اشعار ہیں، کچھ ملاحظہ ہوں)

حضرت سید اکبرؓ کی وفا کا نغمہ آج دنیا کو سنالوں تو ترا نام لکھوں
صاحب عدل کہ فاروقؓ بنایا حق نے ان کو الفاظ میں ڈھالوں تو ترا نام لکھوں
جامع حرفِ الٰہی پہ دُرود اور سلام اپنے آنسو کو سنبھالوں تو ترا نام لکھوں
خواجۂ وسعت افلاک وزمین تجھ پہ سلام تیری لو دل میں بڑھالوں تو ترا نام لکھوں''

کیا یہ واقعی، کشفی صاحب ہی کے کہے ہوئے اشعار ہیں؟ ان اشعار کو پڑھ کر نہ صرف کشفی صاحب کے بارے میں سوچتا رہ گیا بلکہ پروفیسر اقبال جاوید کے انتخاب کی ''داد'' دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ واقعی کشفی صاحب کے ''عقیدت مند'' ہیں۔

ص ۳۳ پر پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے جناب احمد ندیم قاسمی کے اشعار نقل کئے ہیں، ملاحظہ ہو:

''لفظ محمد ﷺ اصل میں ہے نطق کا جمال لحن خدا نے خود ہی سنوارا ہے ان کا نام
قرآن پاک ان پہ اتارا گیا ندیم اور مَیں نے اپنے دل میں اتارا ہے ان کا نام''

Marfat.com

دوسرے شعر میں جو تشبیہ ہے وہ تقابل میں ہے اور محلِ نظر ہے۔ پہلے شعر میں نطق کا جمال، لحنِ خدا کے مقابل اور حوالے سے بیان ہُوا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ایک مصرع اسی صفحے پر قاسمی صاحب کا نقل کیا گیا ہے: ''ہے اسی نام کی تسبیح، فرشتوں کا شعار''، تسبیح کا لفظ (شاید) وِرد کے معنی و مفہوم میں بیان ہُوا ہے، فرشتے کیا واقعی ان کے نام کا وِرد کرتے ہیں؟

یہ شعر بھی مجھے محلِ نظر لگا ۔

''مَیں اپنی رُوح میں پہلے انہیں تصویر کرتا ہوں

پھر اس کے بعد، ان کے نام کو تحریر کرتا ہوں'' (ص ۲۴)

''زبان صدق اطہار'' کی ترکیب کیا ہے؟ (ص ۵۴)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''آخر میں ان شخصیات کے چند اقتباس دیکھیے جو خاصانِ بارگاہ میں سے تھیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ممدوح عظیم و جلیل ﷺ کی ذات وصفات کا سچا عرفان بھی نصیب تھا......'' (ص ۵۵)

پروفیسر صاحب نے شاید یہ حدیث شریف نہیں پڑھی سُنی: یا ابابکر والذی بعثنی بالحق لم یعرفنی حقیقة غیر ربی '' (اے ابوبکر مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی جانتا پہچانتا ہی نہیں)

پروفیسر صاحب نے از خود جنہیں ''خاصانِ بارگاہ'' قرار دیا اور جو نام لکھے ان کے اقتباسات کا کوئی حوالہ نہیں لکھا، ان لوگوں کی جن تحریروں سے یہ عبارات نقل کی گئیں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں: ''محمد ﷺ ہی ایک ایسا لفظ ہے جس کے فیض نے اللہ، ملائکہ اور بندوں کو ہم زبان کر رکھا ہے کہ تینوں اس مبارک نام پر دُرود وسلام بھیجنے میں پیہم مصروف ہیں، ورنہ تینوں کے اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے مدارج ہیں، گویا یہی وہ حسنِ مجسم ہے جس کے انوار پر:

ہے شمع بھی پروانہ، پروانے کو کیا کہیے

Marfat.com

اسم محمد (ﷺ) پر درود کا حکم، تعظیم و تکریم کی انتہا بھی ہے اور نقاش ازل کے نقش بہترین کی داد بھی ..... فن کار کا فن جب کمال کو پہنچ جاتا ہے تو دل سے قیمت وصول کرنے کی طلب مٹ جاتی ہے، اس وقت وہ داد چاہتا ہے، داد مل جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ قیمت وصول ہوگئی۔ داد نہ ملے تو قیمت پانے کے بعد بھی ذوق کی سیرابی نہیں ہوتی، ذوق سیرابی صرف داد کر سکتی ہے اور اسی سے تسکین ملتی ہے، صحیح داد دینے والا مل جائے تو مصور یہ کہہ کر تصویر پیش کر دیتا ہے کہ آپ کو پسند ہے تو آپ کی نذر ہے۔ بسا اوقات جہاں لعل و جواہر کام نہیں دیتے، وہاں داد کام دے جاتی ہے۔ مصور کے فن کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو داد کا فن سیکھنا چاہیے۔ داد دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو شاہ کار جھولی میں آ کر رہتا ہے.....'' (ص ۵۷)

پروفیسر اقبال جاوید صاحب ادبی روا روی اور عبارت آرائی کے شوق میں خیال نہیں کرتے کہ کیا لکھ رہے ہیں، وہ کچھ توجہ کریں کہ نبی پاک ﷺ کے نام کا فیض وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی بتا رہے ہیں اور ملائکہ اور بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ''ہم زبان'' لکھ رہے ہیں اور جو مصرع لکھ رہے ہیں اس میں ''شمع'' کا لفظ کس کے لیے ثابت ہو رہا ہے؟ اس پر بھی انہوں نے توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد وہ فن کار اور فن کی قیمت، فن کار کا فن، کمال پر پہنچنا، داد چاہنا، ذوق سیرابی، تسکین وغیرہ کی جولفاظی کر گئے ہیں، وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیسے فن کار قرار دے کر یہ سب لکھ گئے ہیں؟ وہ ایسے ''گلاب'' کیوں چنتے ہیں جنہیں وہ خود مٹی کر دیتے ہیں؟ ایسی عبارت آرائی تو خوف ناک اور لغو کھیل شمار ہوگی۔ کچھ انہی کے لہجے اور الفاظ و انداز میں کہوں کہ:

''ناواقفی و بے احتیاطی کے ساتھ دینی تحریر لکھنا، اپنے دین و ایمان سے ایک خوف ناک تلعب ہے، سوچتا ہوں نادہندگان کو بھی خاصان بارگاہ میں شمار کرنا اور شرعی تعلیمات کے خلاف لکھنا تمازتِ آفتاب سے کیسے بچا سکے گا کیوں کہ آرائشِ تحریر سے کہیں زیادہ صحتِ ایمان و تقوی اور ادب و احتیاط ضروری ہے۔''

شروع تحریر میں انہوں نے لکھا کہ نبی پاک ﷺ کا نام حضرت عبدالمطلب کا مجوزہ ہے اور تحریر کے آخر میں جناب مناظر احسن گیلانی کے حوالے سے خود لکھتے ہیں: ''پہلے پل (پہل)

Marfat.com

یہ نام حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی تسبیحات میں آیا ہے جنہوں نے آپ ﷺ کی آمد کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ''خلومحمدیم زہ دودی زہ رعی۔'' وہ ٹھیک محمد ﷺ ہیں وہ میرے محبوب اور میری جان ہیں.....'' (شمارہ ۱۳، ص ۵۶)

ص ۲۰ پر وہ لکھ گئے ہیں کہ: ''اس نام (محمد ﷺ) کے ایک ایک حرف کو مفہوم مطالب کی ندرتوں اور وسعتوں سے آراستہ کرنے کے بعد فطرت نے اس ذات پاک (ﷺ) کو بھی اسم بامسمّٰی بنادیا۔''

پروفیسر اقبال جاوید صاحب اپنی تحریر کے یہ تضاد خود ملاحظہ فرمالیں اور مجھے بتائیں کہ میرے اعتراض مسلکی اجارہ داری ہیں یا حقائق کا بیان ہیں؟ جناب سید ابوالخیر کشفی سے پی ٹی وی کے ایک پروگرام ''تفہیمِ دین'' میں ٹی وی اسٹوڈیو میں برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی لیکن کوئی باہمی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ جناب احمد صغیر صدیقی، جناب رشید وارثی، جناب اقبال جاوید سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، ان لوگوں کی مسلکی وابستگی کی بھی مجھے تحقیق نہیں، مجھے ان سے کوئی ذاتی اختلاف بھی نہیں، نعت رنگ میں مطبوعہ ان کی تحریروں میں پائے جانے والے معترضہ جملوں کا تعاقب بھی صرف احقاقِ حق اور ابطال باطل کے لیے کرتا ہوں اور اس حسنِ نیت اور صدقِ اخلاص کے ساتھ کہ یہ حضرات بھی حقائق سے آگاہ ہو جائیں اور نعت نگاروں اور ناقدوں کو ان موضوعات پر تحقیق جمع مل جائے اور غلطیوں کا اعادہ نہ ہو۔ کچھ احباب نے مجھے کہا کہ میں اتنی باریک بینی سے ان لوگوں کی تحریروں پر وقت کیوں ضائع کر رہا ہوں، جو دینی و عربی علوم و معارف کے حوالے سے کوئی اعتبار نہیں رکھتے۔ جواباً یہی عرض کی کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا بلکہ ممدوحِ کائنات نبی کریم ﷺ کے بیان میں ہر کلمہ گو پر یہی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بہت زیادہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے۔ کسی مضمون نگار کی ایسی کسی بات سے چشم پوشی تو خود میرے لیے مسئلہ ہو جائے گی۔ ''کس نے لکھا ہے'' یہ میرے پیشِ نظر نہیں ہے بلکہ یہ پیشِ نظر ہے کہ کس کے بارے میں لکھا ہے؟ اور کیا اور کیسے لکھا ہے؟ میری یہ تنقید و تحقیق ان مضمون نگاروں کو شاید گراں گزرے لیکن وہ میری یہ وضاحت فراموش نہ کریں کہ میرا مقصود صرف ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی پاس بانی اور پاس داری ہے

Marfat.com

کسی کی دل آزاری نہیں، اور نبی پاک ﷺ کے بیان میں ہم آزاد نہیں بلکہ پابند ہیں۔

پروفیسر اقبال جاوید صاحب کے الفاظ میں یوں کہوں کہ: ''غلطی لازمۂ بشریت ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غلطی تسلیم کر لینا، غلطی کی اصلاح کرنا ہے اور غلطی کی تاویل کرنا، غلطی پر قائم رہنا ہے۔'' (ص ۵۸)

اس فقیر بے توقیر سے تحریر و تقریر میں کوئی غلطی کہیں ہوئی ہو، اللہ کریم جل شانہ سے طالبِ عفو و مغفرت ہوں۔ اپنے مرشد کریم حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب بخاری المعروف بہ حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین حضرت باباجی پیر سید محمد علی شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہُوا یہ دعائیہ پنجابی شعر پھر دُہراتا ہوں۔

کرم ترے تے آس کریما ہور غرور نہ کوئی
بحرمت نبی پیارے بخشیں کُل تقصیر جو ہوئی

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ کا کتابی سلسلہ کیا اس لیے ہے کہ اس کے متعدد صفحات کو بغیر کسی تقابل یا تجزیہ و تنقید کے اشعار کی کثرت سے بھر دیا جائے؟ کسی ایک موضوع پر متعدد اشعار جمع کرنا بے سود یا غیر اہم نہیں، خاصی محنت کا کام ہے لیکن نعت رنگ کے کتابی سلسلے میں صرف اشعار کا درج کر دینا مجھے سمجھ نہیں آیا، پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے مختلف شعراء کے اشعار میں نبی کریم ﷺ کا اسمِ مبارک مذکور ہونا نقل کیا تو جناب راجا رشید محمود نے میلاد شریف کے ذکرِ مبارک والے اشعار سے سو صفحے بھر دیئے۔ راجا صاحب نے حواشی کا اضافہ کیا جو زیادہ مفید رہا لیکن پروفیسر اقبال صاحب نے تو حواشی بھی نہیں بیان کیے بلکہ آپ کا کچھ کلام بھی دوسروں کے نام سے درج کر دیا اور حیرت ہے کہ آپ نے بھی توجہ نہیں کی۔ راجا صاحب اپنی یہ محنت اپنے ماہ نامہ نعت کے ایک شمارے کی زینت بناتے تو وہ شمارہ منفرد ہوتا اور (اس موضوع پر) حوالے کا کام دیتا کیوں کہ ان کے ماہ نامہ نعت کے اکثر شمارے اب صرف ان کے اپنے کلام ہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اور راجا صاحب ان اشعار کو تقابل یا مضمون آفرینی اور دیگر محاسن وغیرہ کے تجزیہ و تنقید کے ساتھ پیش کرتے تو نعت رنگ کے کتابی سلسلے میں ان اشعار کی

Marfat.com

اشاعت زیادہ کار آمد ہوتی۔ میری اس بات سے یہ دونوں حضرات کہیں ناراض نہ ہو جائیں، مَیں ان کی محنت کو اس مقصد کی اہمیت کے مطابق چاہنے کی بات کر رہا ہوں جو نعت رنگ کے کتابی سلسلے کی بنیاد ہے۔ تاہم آپ نے اتنے صفحات صرف ان اشعار کی نذر کیے ہیں تو ان لوگوں کی رعایت سے نہیں کیے ہوں گے ضرور ان کا تذکرہ اہم جانا ہوگا......

راجا صاحب نے نعت رنگ کے ص ۵۹ پر جو حدیث شریف نقل کی ہے، حواشی میں اس کے ماخذ کی وضاحت تو کی ہے مگر الفاظِ حدیث کہاں سے نقل کیے ہیں؟ یہ انہوں نے نہیں لکھا۔ مجھے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث یاد ہے: انا من نور اللّٰہ والخلق کلھم من نوری (مدارج النبوۃ) اور مطالع المسرات میں یوں ہے: اول ما خلق اللّٰہ نوری ومن نوری خلق کل شئی۔

ص ۶۱ پر وہ لکھتے ہیں: ''وہاں جو معجزات برپا ہوتے رہے۔'' کیا بہتر نہ ہوتا کہ ''برپا'' کی بجائے ''رُونما'' لکھا جاتا۔

ص ۶۷ پر وہ لکھتے ہیں: ''اہلِ ایمان شعرائے کرام نے تو حضور محبوب کبریا علیہ الصلوۃ والثناء کی آمد آمد کے تذکرے سے مزا لیا ہے۔'' اس جملے میں ''مزا لیا ہے'' مجھے موزوں نہیں لگا۔

ص ۱۳۹ پر راجا صاحب لکھتے ہیں: ''ان کا فرض ہے کہ اپنے سرکار (ﷺ) پر دُرود و سلام کے ڈونگرے نچھاور کریں۔'' یہاں ''ڈونگرے'' کا لفظ درست نہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۳ میں جناب شارق جمال بھارتی نے ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' کے عنوان سے جو تحریر پیش کی ہے اس میں انہوں نے سید صبیح رحمانی کے اشعار کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بتا کر مشقِ ستم کی۔ مجھے ان سے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کوئی ایسا فنی سقم اگر کسی کے شعر میں ہو جسے گنتی کے چند افراد بھی اختلاف سے شمار کریں، اس سے نعت شریف کیا عیب دار قرار پائے گی؟

نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۱۶۹ سے بھارت کے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کی تحریر شروع ہوتی ہے، اس کا عنوان ہے: ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی! تحلیل و تجزیے کا ایک جائزہ''

Marfat.com

وہ لکھتے ہیں: ''مختلف احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آں حضور ﷺ ہند اور اہلِ ہند سے بخوبی واقف تھے۔ بعثت رسول سے قبل ہندوستانی تجارت کی بڑی بڑی منڈیاں سرزمین عرب پر موجود تھیں۔اسی تجارتی سلسلے کی بنیاد پر اسلام ہندوستان تک آیا۔''

ابوسفیان اصلاحی صاحب نے بہت ''مہربانی'' فرمائی کہ میرے نبی پاک ﷺ کی ہند اور اہلِ ہند سے بخوبی واقفیت، احادیث کے بارے میں اپنی معلومات کے حوالے سے تحریر فرمادی۔ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میرے نبی پاک ﷺ کو ''عالمین'' کا رسول مانتے ہیں یا نہیں؟ عالمین کے لیے ان کا رحمت ہونا جہتِ رسالت سے ہے، وہ تمام کائنات کے رسول ہیں اور اپنے معبودِ کریم جلّ شانہ کی عطا سے کائنات میں سے سب زیادہ اعلم ہیں۔زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے جانتے اور پہچانتے ہیں، یہ بات کیا حدیث شریف میں مذکور نہیں؟ اہلِ سنّت و جماعت کے ایک مقتدر عالم دین حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کراچی شہر میں فیصل آباد سے آئے تو ایک کتب خانے میں تشریف لے گئے۔کتب خانے کے مالک نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور حضرت مولانا سے کہا، کیا رسول اللّٰہ ﷺ کو اس تنکے کی خبر ہے؟ حضرت نے اسے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک سُنایا کہ ہر شے جانتی ہے کہ مَیں اللّٰہ تعالیٰ کا رسول ہوں (ﷺ)، اب تم بتاؤ اس تنکے کو رسول ﷺ کی خبر ہے یا نہیں؟ کتب خانے کا مالک سر جھکائے ایک طرف ہو گیا۔'' فضائل دُرود شریف'' کتاب میں جناب محمد زکریا کاندھلوی نے یہ حدیث شریف نقل کی ہے کہ:''عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ وکل بقبری ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فلا یصلی علیّ احد الی یوم القیمۃ الا ابلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان بن فلان قد صلی علیک (حضرت عمار بن یاسر نے حضور کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللّٰہ جلّ شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک دُرود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر دُرود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر دُرود بھیجا ہے۔'' (ص ۱۸، فضائلِ دُرود شریف)

Marfat.com

دنیا میں کوئی مسلمان بھی دُرود وسلام کا ہدیہ پیش کرنے سے پہلے اپنا اور اپنے والد کا نام نہیں لیتا لیکن وہ فرشتہ جانتا ہے، جب اس بارگاہ بے کس پناہ کے ایک دربان وغلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا ہے، تو اپنے حبیب کریم ﷺ کو کتنا نوازا ہے، اس سے اندازہ کیا جائے۔

ڈاکٹر ابوسفیان صاحب توجہ فرمائیں کہ یہ جملہ کیا اسی طرح درست ہوگا؟ ''اسی تجارتی سلسلے کی بنیاد پر اسلام ہندوستان تک آیا۔''

ڈاکٹر صاحب نے عربی اشعار کے اُردو تراجم میں اپنی عربی دانی کا جو ''کمال'' دکھایا ہے اس سے قطع نظر ایک مرتبہ پھر یہ کہوں گا کہ نثر میں یہ حقائق بیان کئے جائیں تو معترضہ ٹھہرائے جاتے ہیں لیکن منظوم کلام میں خود معترضین بھی یہی حقائق بیان کرتے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۶ میں جناب سعید بدر نے بالکل درست لکھا تھا کہ نعت گوئی کرنے والا بریلویوں ہی کی تائید کرتا ہے۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے ایک ہزار اکتالیس صفحات پر مشتمل جس غیر مطبوعہ عربی مقالے سے نعت رنگ کے قارئین کو متعارف کروایا ہے، وہ مقالہ طباعت سے آراستہ ہوگا تو اس کے مندرجات کی حقیقت معلوم ہوگی، کیا ہی اچھا ہو کہ علی گڑھ یونی ورسٹی والے یہ مقالہ کمپیوٹر ہی میں محفوظ کر دیں تا کہ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ لوگوں تک پہنچ جائے۔

اصلاحی صاحب اس مقالے کے تیسرے باب کا تعارف کرواتے ہیں: ''تیسرے باب میں عربی نعت گوئی کے عناصر کو پیش کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ نعت گو سیرتِ رسول (ﷺ) سے پوری طرح واقف ہو، دوسرے یہ کہ سرورِ کائنات ﷺ کا جو مرتبہ ہے اس کا پاس ولحاظ ہو، انہیں ان مقامات سے ہرگز وابستہ نہ کیا جائے جن کا سلسلہ شرک سے جاملتا ہے۔'' (ص:۱۷۱)

اس اقتباس میں میرے پیشِ نظر تین باتیں ہیں۔ (۱) نعت گو کا سیرتِ رسول ﷺ سے پوری طرح واقف ہونا۔ (۲) رسولِ کریم ﷺ کے مرتبہ ومقام کا پاس ولحاظ ہونا۔ (۳) رسولِ کریم ﷺ کو ان مقامات سے وابستہ نہ کیا جانا جن کا سلسلہ شرک سے جاملتا ہے۔ اس اقتباس میں یہ تینوں باتیں، نعت گوئی کے عناصر بتائی گئی ہیں۔

Marfat.com

ان باتوں کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ نعت گوئی کے لیے نعت گو کا سیرتِ رسولِ کریم ﷺ سے پوری طرح واقف ہونا، بلاشبہ بہت اچھی اور اہم شرط ہے لیکن ''پوری طرح واقفیت'' تو کیا، بنیادی ضروری واقفیت میں بھی ''کچھ'' ہی شمار ہوں گے۔

اُردو دان طبقے میں وہ نعت گو کتنے ہیں جنہوں نے سیرتِ رسولِ کریم ﷺ پر اُردو میں لکھی گئی کتابوں ہی کا مطالعہ کیا ہے؟ مجھے شُبہ ہے کہ عربی لفظ ''سیرت'' کے متعدد معانی و مفہوم سے بھی وہ سب آگاہ ہیں! قرآنِ کریم کی سورۂ طٰہٰ کی اکیس ویں آیت میں سیرت کا لفظ بیان ہُوا ہے (سنعیدھا سیرتھاالاولی)۔ یہ واضح ہے کہ ''سیرت'' منانے کے لیے نہیں اپنانے کے لیے ہوتی ہے۔ اُردو میں سیرت کی عربی تمام کتابوں کے تراجم بھی شاید ہی ہوں۔ جناب شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی نے ''سیرۃ النبی'' (ﷺ) کے نام سے جو کتاب لکھی، انہی کے مسلک کے جناب اشرف علی تھانوی نے اس پر سخت اعتراض کیے۔ اُردو میں عام سیرت نگاروں نے خود جو کتابیں لکھی ہیں ان میں نعت گوئی کے مذکورہ ان تینوں عناصر کے حوالے سے بے احتیاطی پائی اور بتائی جاتی ہے۔

قرآنِ کریم کی آیت: ''قل انما انا بشر مثلکم'' (فصلت:٦) پڑھنے والا اگر احادیثِ نبوی میں ''ایکم مثلی'' اور ''لست مثلکم'' اور ''لست کھیئتکم'' کے بیان سے آگاہ نہیں تو وہ میرے بے مثل نبی پاک ﷺ کو کیا جانے گا؟ رسولِ کریم ﷺ کی حقیقت کو ان کے معبودِ کریم جلّ شانہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں اور ان کی شان کی کوئی حد ہی نہیں اور کماحقہ ان کی مدح وثناء کسی انسان سے ممکن ہی نہیں۔ قرآن فہمی، حدیث فہمی ہی نہ ہوگی تو سیرت سے پوری واقفیت کیسے ہوگی؟ ''نعت رنگ'' کے ذریعے نظم ونثر میں نعت نگاروں کو احتیاط کا پابند بننے کی جو ترغیب اب تک دی گئی ہے، اللہ کرے وہ بارآور ثابت ہو۔

نظم ونثر میں نعت کہنے والوں کو ضرور چاہیے کہ وہ سیرتِ رسولِ کریم ﷺ پر لکھی گئی مستند کتابوں کا توجہ سے مطالعہ ضرور کریں اور خود اپنی فہم کی تائید وتصدیق بھی جب تک حقائق و براہین سے نہ پائیں، اسے بیان نہ کریں۔ اقتباس میں ہے کہ: ''سرورِ کائنات ﷺ جو مرتبہ ہے

Marfat.com

اس کا پاس ولحاظ ہو۔'' اس جملے کو یوں لکھا جانا چاہیے تھا کہ: '' سرورِ کائنات ﷺ کے مرتبے کا پاس ولحاظ ہو۔'' کیوں کہ '' جو مرتبہ ہے'' کے الفاظ تو مرتبہ دان کے لیے ہو سکتے ہیں اور میرے نبی پاک ﷺ کا مرتبہ دان صرف میرا ربِّ کریم جلّ شانہ ہے۔ یہ بات تو غالبؔ کا فارسی مشہور شعر پڑھ کر وہ بھی سناتے ہیں جو اس بات کا '' پاس ولحاظ'' نہیں کرتے۔ ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ رسولِ کریم ﷺ کی معمولی سی بے ادبی یا ان کے کسی بے ادب کا پاس ولحاظ بھی نہایت سنگین اور شدید جرم ہے اور اس کا مرتکب دارین میں ہر خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کائنات میں وہ مقدس ہستی میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں جس کی بارگاہ کے آداب بھی خود میرے معبودِ کریم جلّ شانہ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ جس مکرم ومطہر رسولِ کریم ﷺ کی اتباع (پیروی) بندۂ مومن کو محبوبِ الٰہی بنا دے، اس رحمۃ للعالمین نبی پاک ﷺ کی عظمتِ شان کو پوری طرح کون جان سکتا ہے؟ میرے نبی پاک ﷺ کا ادب اور پاس ولحاظ کرنے کی کوشش کرنے والے ہی فضیلتوں، سعادتوں اور برکتوں کے مستحق ہوئے، وہ فاروقِ اعظم، امامِ اعظم اور غوثِ اعظم کہلائے (رضی اللہ عنہم)۔ امام مالک رضی اللہ عنہ، شہرِ رسول، مدینہ منورہ کا کتنا ادب کرتے ہیں، اس کا ذکر ہی رُوح کو بالیدگی اور ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ میرے نبی پاک ﷺ کی نسبتوں کا پاس و لحاظ کرنے والوں کا بھی پاس ولحاظ کیا جاتا ہے۔ مرتبے کے پاس ولحاظ کے لیے مرتبے کی آگہی ضروری ہے اور جب یہ حال ہو کہ مرتبے کی کماحقہٗ آگہی ممکن ہی نہ ہو تو اعترافِ عجز ضروری ہے۔ میرے نبی پاک ﷺ کے بیان میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہونا چاہیے جو کوئی غلط ومنفی معنی بھی رکھتا ہو۔ آدابِ نعت گوئی تو ہمیں قرآن کریم تعلیم فرماتا ہے۔ اصحابِ نبوی کے معمولات سے اس راہ کی ہمیں بہت کچھ معلومات ہوتی ہیں۔

اقتباس میں کہا گیا کہ رسولِ کریم ﷺ کو ان مقامات سے ہرگز وابستہ نہ کیا جائے جن کا سلسلہ شرک سے جاملتا ہے۔

اس بارے میں عرض ہے کہ نعت نگار ہو یا سیرت نگار، انہیں '' شرک'' کی صحیح تعریف اور اس کی بنیادی باتوں سے آگہی ہونی چاہیے اور یہ آگہی حقائق اور ادلّہ شرعیہ کے مطابق ہو۔

Marfat.com

علمائے حق اہلِ سنّت و جماعت نے عقائد و نظریات پر جو کتابیں یادگار بنائی ہیں ان کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔

فارسی میں اس موضوع پر ''معتمد فی المعتقد'' اور ''تکمیل الایمان'' عمدہ کتب ہیں۔ اول الذکر کتاب کو ''تور پشتی'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے مصنف امام ابوعبداللہ فضل اللہ التور پشتی علیہ الرحمہ ہیں۔ ثانی الذکر کتاب کے مصنف شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدہلوی البخاری علیہ الرحمہ ہیں۔ اس کتاب کے اُردو تراجم بھی دست یاب ہیں۔ مکتبہ نبویہ لاہور کے حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے اس کی عمدہ اشاعت کی ہے۔

گزشتہ دو صدیوں میں غیروں کی ایما و امداد سے متعدد ایسی تحریریں منظر عام پر آئیں جن میں ملتِ اسلامیہ کو منتشر کرنے کے لیے حقائق کو مسخ کر کے بہت الجھایا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس مذموم کھیل کے کچھ کھلاڑی بھی وہی ہو گئے جن کے خلاف یہ کھیل شروع ہُوا تھا۔ اس کھیل نے ضد و تعصب اور بغض و عناد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جانے کتنے فرقے اور فتنے رُونما ہوئے۔ اسلامی عقائد و نظریات کے بارے میں وہ باتیں خود کو مسلمان کہلانے والوں نے کہیں جو کسی غیر مسلم کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی...... یہ سازشیں صرف اس لیے کی گئیں کہ اہلِ ایمان کی وحدت و جمعیت پارہ پارہ ہو جائے، وہ آپس ہی میں اتنے الجھ جائیں کہ انہیں علمی عملی کارہائے نمایاں انجام دینے اور دنیا کو زیرِ نگیں رکھنے کا دماغ ہی نہ رہے۔ تعیش، مراعات اور لہو و لعب کے سرابوں نے حقیقتوں کو اوجھل کر دیا، فکر و شعور پر دُھند گہری ہو گئی، تاریکیوں سے ایسا مانوس کر دیا گیا کہ اجالے کھٹکنے لگے۔ دِین و مذہب سے آگہی اور وابستگی کو غیر اہم بتایا گیا...... اس مسلسل یلغار نے غفلتوں اور ظلمتوں سے ایسا آشنا کیا کہ علم و عمل صرف تذکروں میں رہ گیا۔ آج ان مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے جسے چھ کلمے بھی صحیح اِعراب اور تلفّظ کے ساتھ یاد ہوں! ایسے میں وہ کتنے ہیں جو صحیح الفاظ میں شرک کی صحیح تعریف بتا سکیں؟ اس ناواقفی اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر ظالم سازشیوں نے جھوٹ اتنا پھیلایا کہ اُسے سچ گمان کیا جانے لگا۔ آج کے ''مسلم معاشرے'' میں سچ کہنا اور سُننا کیوں پسند نہیں کیا جاتا؟ ''الحق مر''۔ سچ قبول کرنا اس دَور میں سب سے مشکل کام کیوں ہو گیا ہے؟ آج

Marfat.com

قول وفعل اور فکر وعمل کا تضاد، سچ کو قبول نہ کرنے کے باعث ہی ہے۔

''نعت رنگ'' نے یہی صدا بلند کی ہے کہ وہ بات نظم ونثر میں ہرگز نہ کہی جائے جو میرے معظم ومکرم، مقدس ومطہر، اجمل واکمل اور بے مثل و بے مثال رسولِ کریم ﷺ کی عظمتِ شان کے منافی ہو۔ مصرعہ کے ظاہری ڈھانچے میں کسی کے نزدیک اگر الف یا ی گرتا ہے تو یہ فکر و نظر اسی کو مبارک، خیال تو یہ رہے کہ الفاظ وانداز اور لہجہ وبیان میں کوئی ایسا جھول یا سقم بھی نہ آنے پائے جو ایمان ہی گرادے۔ مشک وگلاب سے ہزار بار وضو کر کے بھی اس پاک رسول ﷺ کی پاکی کا کما حقہ بیان کون کرسکتا ہے؟ اس عظیم المرتبت اور رفیع الدرجت رسولِ کریم ﷺ کے محامد ومحاسن اور اوصاف وکمالات کے کسی بیان کو ''شرک'' کہنے یا بتانے سے پہلے اسے میزانِ حقائق پر رکھنا ہوگا، فی الواقع شرک کو، ایمان ثابت کرنے کی کوشش اور ادلّہ شرعیہ کے مطابق درست بات کو ،شرک ثابت کرنے کا شغل، بلاشبہ مذموم ہوگا، ہر دو کا نتیجہ ایک ہی ہوگا یعنی اس کا مرتکب، خود ایمان سے محروم ہوجائے گا۔ اللہ کریم جلّ شانہ اپنے فضل وکرم سے ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں ہر بے ادبی اور ہر بے ادب سے بچائے، آمین۔

ابوسفیان صاحب لکھتے ہیں: ''مقالے کی ضخامت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات تو ممکن ہے کہ ایک لفظ دو چار پانچ بار آجائے لیکن اس سے زیادہ آنے پر قاری کو گرانی محسوس ہونے لگتی ہے اور رعنائی وحسن متاثر ہونے لگتی ہے۔'' (ص ۲۰۵، نعت رنگ شمارہ ۱۳)

اصلاحی صاحب نے اس مقالے کی ضخامت کے باوجود ایک لفظ کا پانچ بار سے زیادہ آنا معترضہ بتایا جب کہ خود ان کی چند صفحات پر مشتمل تحریر میں بھی یہ بات ہے، ہوسکتا ہے کوئی لفظ اصلاحی صاحب کے ذوق یا مزاج کے ناموافق اس مقالے میں زیادہ مرتبہ آگیا ہو۔ خود ابوسفیان صاحب نے جناب حمید الدین فراہی کا تذکرہ تکرار سے کیوں کیا ہے؟ اپنی اسی تحریر میں وہ ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں: ''ایک تو یہ کہ موضوع کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں پر سیرتِ مبارکہ کے ذکر کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ دوسرے سیرتِ پاک سے متعلقہ نثری تصنیف کا ذکر بھی بے جوڑ سا نظر آتا ہے۔ اسی طرح چھٹے باب کی بہت سی چیزوں مثلاً ہندوستان میں اسلام کی اشاعت، ہندوستانی

Marfat.com

مصنفین کی تصنیف اور شاعری کے باب میں اسلام کا نقطۂ نظر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔'' (ص ۲۰۴) اور دوسری طرف تکرار سے اپنے فراہی صاحب کی اس موضوع سے غیر متعلق (بزعم خویش) ''غیر معمولی خدمات'' کا ذکر بھی اس مقالے میں نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! آپ نے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے اکھٹے شائع کیے ہیں، صرف ایک شمارے کے کچھ مندرجات کے حوالے سے اتنا لکھ گیا ہوں۔ اس مرتبہ مَیں نے بلا تاخیر لکھا ہے، عید الاضحیٰ کی تعطیلات ہی میں تا ایں سطر لکھ گیا۔ اس لیے بھی کہ جامع مسجد گل زارِ حبیب (ﷺ) کا سو سالہ جشنِ تعمیر ماہ مئی 2003ء میں منایا جا رہا ہے اس موقع پر ''الخطیب'' یادگاری مجلّے کا پہلا شمارہ شائع کیا جائے گا، اسے مَیں نے ''سُنّی ڈائرکٹری'' بنانے کا ارادہ کیا ہے، اس حوالے سے مجھے خاصی محنت کرنی ہے اور ماہِ محرم سے مصروفیات میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ یوں مجھے ان دنوں شاید اتنی مہلت نہ ملے کہ دل جمعی سے لکھ سکوں۔

شمارہ ۱۳ کے آخر میں خطوط ہیں، ان سے پہلے شمارہ ۱۴ کے بارے میں کچھ عرض کر دوں۔

نعت رنگ کا شمارہ ۱۴ ضخامت میں تو کم ہے لیکن اس میں شمارہ ۱۳ کی تحریروں سے تفوق نمایاں ہے۔ ص ۷ پر محترم جناب حفیظ تائب کی کہی ہوئی حمد باری تعالیٰ ہے اس کا آخری مصرع ہے:

''دل میں ہے ترا قیام یا عزیز یا سلام''

مجھے لفظ ''قیام'' اللہ کریم جلّ شانہ کے بارے میں محلِ نظر لگا۔ ص ۸ پر جناب امین راحت چغتائی کی کہی ہوئی حمد باری تعالیٰ ہے، یہ شعر ملاحظہ ہو:

''قفس والوں کو بھی یارب عطا ہو شرف انسانی

کہ بے توقیر و بے ایقاں ہوئی ہے قوت ایماں''

قوت کی اضافت، ایمان کے ساتھ ہے۔ ''قوتِ ایمانی'' کیا واقعی بے توقیر و بے ایقاں ہو سکتی ہے؟

Marfat.com

محترم صبیح رحمانی صاحب! ''نعت رنگ'' کے ابتدائی صفحات میں کیا آپ نے نعت شریف شامل نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟ متقدمین میں سے کسی ایک کی کہی ہوئی منتخب نعت شریف آپ حمد باری تعالیٰ کے بعد ضرور شامل کیا کریں۔ ابتدائیہ میں آپ نے لکھا ہے: ''......''نعت رنگ'' تاخیر کا شکار ہوتا ہے اور قارئینِ ''نعت رنگ'' کوفت کا۔'' (ص ۱۰)۔ یہ جملہ قابلِ اصلاح ہے۔ نعت رنگ کے لیے شکار کا لفظ درست نہیں اور '' قارئین'' کے ساتھ کوفت کے بعد '' کا'' کا لفظ درست نہیں۔

ص ۱۱ سے ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی صاحب کی تحریر شروع ہوتی ہے، عنوان ہے: ''اُردو زبان میں نعت گوئی کا فن''۔ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب کا نام بھی نعت رنگ میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔ ان کی تحریر میں زبان و بیان کی کچھ ان باتوں کا جواب بھی ہے جو نعت رنگ کے گزشتہ شماروں میں اہلِ قلم نے موضوعِ بحث بنائیں اور کچھ باتیں باندازِ دگر بیان ہوئیں، مجموعی طور پر ان کی تحریر عمدہ ہے اور کچھ باتیں بہت خوب ہیں، تاہم ص ۱۲ پر لکھتے ہیں: ''بارگاہِ نبوت میں ذرا بھی بے ادبی آدمی کے سارے اعمال کو بے کار کرسکتی ہے۔'' اس جملے میں ''کرسکتی'' کے لفظ (شاید) توبہ کی گنجائش کے سبب سے ہیں لیکن بیان تو بے ادبی کے نتیجے کا ہے۔ اس لیے مجھے یہ لفظ محلِ نظر لگے۔ انہوں نے یہ مصرع یوں لکھا ہے: ''نفس گم گشتہ می آید جنید و بایزید ایں جا''

اصل شعر میں ''گم کردہ'' ہے یا ''گم گشتہ''؟

وہ لکھتے ہیں: ''اس لیے ہم یہ تصور نہیں کرسکتے کہ کوئی مسلمان دانستہ بارگاہِ نبوت میں کسی بے ادبی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔'' (ص ۱۲)۔ مزید لکھتے ہیں: ''اور کوئی مسلمان ہرگز کوئی بات ایسی کہنا گوارا نہیں کرے گا جس سے سیدِ عالم ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتی ہو۔'' (ص ۱۳)۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''نثر میں ایسی لغزش کم از کم میرے لیے ناقابلِ تصور ہے لیکن شعر میں لغزش کا امکان رہتا ہے۔'' (ص ۱۲)۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں: ''یہ اصول ہے کہ جو چیز نثر میں جائز نہیں وہ شعر میں جائز ہوسکتی ہے۔'' (ص ۲۰)

ڈاکٹر وحید اشرف صاحب کا نام بتا رہا ہے کہ وہ حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر

Marfat.com

سمنانی علیہ الرحمہ کے اخلاف میں سے ہیں اور ان کی تحریر سے عیاں ہے کہ وہ علوم وفنون سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ اُردو ادب کی بھی نمائندہ بیش تر شخصیات، دینی مدارس اور خانقاہوں ہی سے وابستہ ہیں، نظم ونثر کے حوالے سے زیادہ تر نمایاں نام انہی کے ہیں۔

ڈاکٹر سید وحید اشرف لکھتے ہیں: ''ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ کوئی مسلمان دانستہ بارگاہِ نبوت میں کسی بے ادبی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔''

اس جملے کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یوں کہ اگر ''مسلمان'' کہلانے والے مُراد ہیں تو ڈاکٹر صاحب یہ تصور ہی نہیں، یقین کریں کہ دانستہ بے ادبی کے مجرم پہلے بھی ہوئے اور اب بھی ہیں۔ یہاں پر یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان کہلانے والا اپنے ایمانی دعوے میں سچا نہیں۔ دِین کی کسی ضروری قطعی ایک بات کا انکار بھی ''کافر'' بنا دیتا ہے اور واضح رہے کہ تعظیمِ رسول بلاشبہ ضروریاتِ دِین میں سے ہے۔ ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب نے ''مسلمان'' سے مراد اگر فی الواقع اور ہر طرح صحیح العقیدہ شخص لیا ہے، تو ان کی بات درست ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک واضح بے ادبی بھی بے ادبی شمار نہیں ہوتی، وہ لفظِ صریح میں بھی تاویل کرنا پسند کرتے اور شخصی لحاظ کو شرعی لحاظ سے اہم جانتے ہیں۔ الفاظ، عرف ومحاورہ میں صریح توہین آمیز ہوں تو ان کی کوئی تاویل قابلِ قبول نہیں ہوگی اور صراحت کے باوجود کوئی تاویل کی جائے گی تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور پہلے ہی تحریر کر چکا ہوں کہ اس باب میں نیت کا عذر بھی قبول نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب لکھتے ہیں: ''اور کوئی مسلمان ہرگز کوئی بات ایسی کہنا گوارا نہیں کرے گا جس سے سید عالم ﷺ کو شان میں گستاخی ہوتی ہو۔'' (ص ۱۲)۔ ڈاکٹر صاحب سے کیا کہوں! گستاخی گوارانہ کرنا تو کجا، لوگ تو گستاخی کو رواج دینے میں مشغول ہیں اور وہ خود کو نہ صرف ''مسلمان'' کہلاتے ہیں بلکہ خود ہی کو صحیح اور اپنے سوا، دوسروں کو غلط جانتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ''نعت میں ایسی فاحش اغلاط کو دیکھ کر جس میں ذم کا پہلو نمایاں ہے خاموش رہنا خود جرم کا مرتکب ہونا ہے۔ اس لیے یہاں ''ٹوک دو گر غلط کہے کوئی'' پر

Marfat.com

عمل کرنا اپنا فرض بن جاتا ہے۔'' (ص ۳۱) ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ ان کا فرمان بالکل بجا ہے مگر منظوم ومنثور نعت میں جہاں کہیں ذم کا پہلو ہو، یا نامناسب الفاظ وانداز اور منفی لہجہ و بیان ہو، یا گستاخی و بے ادبی ہو، یا گستاخ و بے ادب کے لیے مدح وتوقیر ہو، تو اعتراض کرنا آپ تو فرض بتا رہے ہیں لیکن کچھ لوگ اسے دل آزاری اور مسلکی اجارہ داری قرار دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو ایسے موقع پر رواداری اور عفو و درگزر کی خوبیاں بیان کرنا تو آتا ہے لیکن وہ کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ مجرم کی حمایت ہی کا نہیں، اس طرح دین میں مداخلت کا جرم بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے خانگی ومعاشرتی امور واحوال میں قطع رحمی اور حق تلفی کرتے ہوئے رواداری وغیرہ کے سبق یاد نہیں رہتے۔ غلطی کی نشان دہی کو غلطی اور جرم سمجھا جائے اور اصلاح پر تشکر کی بجائے تنفر پسند کیا جائے تو دانش وری نہیں، نفس پروری ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: '' نثر میں ایسی لغزش کم از کم میرے لیے ناقابلِ تصور ہے لیکن شعر میں لغزش کا امکان رہتا ہے۔'' (ص ۱۲)

ڈاکٹر صاحب کے اس جملے میں ''میرے لیے'' کے لفظ کس مفہوم میں لکھے گئے ہیں؟ یہ دو طرح سمجھے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ: ''کم از کم ان کی نثر میں لغزش ناقابلِ تصور ہے۔'' یا وہ یہ فرما رہے ہیں کہ: ''کم از کم ان کے نزدیک نثر میں ایسی لغزش ناقابلِ تصور ہے۔'' ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ متعدد ایسی نثری تحریریں نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان کے قائل اور قابل (ماننے اور قبول کرنے والے) بھی ہیں اور انہیں درست ثابت کرنے ہی کا وظیفہ اپنائے ہوئے ہیں۔ جہاں تک لغزش کے ''امکان'' کی بات ہے وہ شعر میں زیادہ ہوتا ہے تاہم نثر میں بھی ایسی لغزش ناقابلِ تصور نہیں۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''یہ اصول ہے کہ جو چیز نثر میں جائز نہیں وہ شعر میں جائز ہوسکتی ہے۔'' (ص ۲۰)

ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب نے اس جملے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ کوئی شرعی اصول نہیں اور نہ ہی اسے شرعی بات کہا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر یہ زبان

Marfat.com

و بیان کا بھی کوئی اصول ہے تو اس کی سند کیا ہے؟ ''جو چیز'' کے الفاظ کے ساتھ زبان و بیان میں بھی اس جملے کو کوئی اصول کہنا درست نہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ کچھ باتیں جس انداز سے اشعار میں کہہ دی جاتی ہیں انہیں نثر میں گوارا نہیں کیا جاتا، لیکن غلط بات یا ناجائز چیز کو جائز اور صحیح کہنا کیسے جائز ہوگا؟ علاوہ ازیں کیا اس طرح یہ تأثر نہیں ہوگا کہ ''منظوم کلام'' میں ''سب جائز'' ہونا، ضروری نہیں؟ جب کہ دِین و ایمان کے باب میں نظم و نثر کی رعایت کیسی؟

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''کم علموں سے لغزشوں کی مثالیں پیش کرنا بے سود ہے، کیوں کہ ان سے لغزشیں ہونا یقینی ہی ہے۔'' (ص ۱۳)

کم علم سے لغزشیں ہونا یقینی ہے اور ثقہ و جید علماء سے لغزش ہو جانا خالی از امکان نہیں، لکلّ جوادٍ کبوۃٌ (ہر مشاق گھوڑا بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے) تاہم کچھ لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جن کی حفاظت ہوتی ہے یعنی وہ معصوم تو نہیں مگر محفوظ ہوتے ہیں، کم علم کی لغزش ہی سے اہلِ علم بھی مزید احتیاط سیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے نثر و نظم میں جائز و ناجائز کا بیان کرتے ہوئے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کے مشہور فارسی شعر پر تبصرہ و تنقید میں یہ بھی لکھا کہ: ''یہ کہنا کہ مَیں نے دنیا میں چھان مارا اور بہت جستجو کی کہ آپ (ﷺ) جیسا کہیں مل جائے مگر کہیں نہ ملا۔ ایک مسلمان کے ایمان کے خلاف بات ہے۔ کیوں کہ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ سیدِ عالم ﷺ جیسا کوئی بھی صفاتِ حسنہ میں نہیں ہوسکتا.......... مسلمان کا جب یہ ایمان پہلے ہی سے ہے تو اب آپ کے کسی ہم سَر کی تلاش میں کوچہ کوچہ پھرنا اس ایمان میں شک کے مترادف ہے۔'' (ص ۱۴)

ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے یہ الفاظ وہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور مجھے بتائیں کہ یہ الفاظ بعینہٖ اور بلفظہٖ کس نے کہے ہیں؟ یہ کہنا کہ مَیں نے دنیا میں چھان مارا اور بہت جستجو کی کہ آپ (ﷺ) جیسا کہیں مل جائے مگر کہیں نہ ملا۔'' ڈاکٹر صاحب نے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کے فارسی شعر کے علاوہ ایک صاحب کا اُردو شعر نقل فرمایا ہے۔ مجھے دونوں شعروں میں جو بات نظر آئی وہ اس سے مختلف ہے، جو کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے

Marfat.com

لکھا کہ: ''بہت جستجو کی کہ آپ جیسا کہیں مل جائے۔'' وہ بتائیں یہ بہت جستجو کہ آپ ﷺ سا کہیں مل جائے یہ کس نے کی؟ اوران کے ہم سر کی تلاش ہی میں کوچہ کوچہ کون پھرا؟

اس باب میں اصحابِ نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جن ہستیوں کے ارشادات ہمیں پڑھنے سُننے کو ملے ہیں، ان میں بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ سا (ان کی مثل) ان سے پہلے اوران کے بعد کوئی نہیں دیکھا گیا۔ ان اصحابِ نبوی (رضی اللہ عنہم) نے از اوّل تا آخر، سب کو نہیں دیکھا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے احسن و اجمل اور بے مثل و بے مثال ہونے کے بیان میں یہ روایات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ یہ روایات، شاعرانہ تخیل نہیں ہیں، ڈاکٹر صاحب فرمائیں کہ کیا انہیں بھی وہ مبالغہ یا ''خلافِ واقعہ'' فرمائیں گے؟ ان روایات کے نتیجے کو کوئی بھی خلافِ واقعہ نہیں کہہ سکتا، اس صورت میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ''خلافِ واقعہ'' بات سے ایمان اور ''سچ'' کیسے ثابت کیا جارہا ہے؟

ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب کی توجہ اس روایت کی طرف بھی چاہوں گا:

طبرانی، دلائل النبوۃ بیھقی ص ۱۷۶/۱، خصائص کبری، ص ۳۸/۱، ذخائر العقبی، ص ۱۴ ۔کنز العمال ۳۱۹۱۰، ص ۱۸۴/۱۱، سبل الہدی والرشاد، ص ۲۳۶/۱۔ رسائل تسع سیوطی، ص ۳۴ میں ہے:

''ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریلِ امین (علیہ السلام) نے عرض کی کہ مَیں نے زمین کے مشرق ومغرب کھنگال ڈالے مگر کوئی شخص، حضرت سیدنا محمد ﷺ کے مثل اوران سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر پایا''...... جناب اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''نشر الطیب'' کے ص ۱۰ پر یہی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ''شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن کے صفحات پر نمایاں ہیں (کذافی المواہب)۔ف، حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے۔

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

Marfat.com

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری"

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اس روایت کی یوں ترجمانی فرمائی:

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

حضور نبی کریم ﷺ کے ہم سر یا ان کے مثل تلاش اور جستجو میں نہ تو حضرت امیر خسرو پھرے نہ کوئی اور مسلمان شاعر و ادیب، البتہ مذکورہ بالا روایت میں حضرت جبریل علیہ السلام کا ارشاد قابلِ توجہ ہے۔ ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب فرمائیں کہ کیا حضرت جبریل امین کو کوئی شک تھا؟

نعت رنگ کے قارئین و ناقدین کو کسی منفی خیال و گمان سے بچانے کے لیے اس کا جواب ایک روایت سے پیش کرتا ہوں۔

کنز العمال ۳۴۰۹۶ ص ۳۹/ ۱، سبل الہدیٰ والرشاد، ص ۲۳۶/ ۱۔ سیرۃ حلبیہ، ص ۴۳/ ۱ میں ہے:

"رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریلِ امینؑ (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے مجھے بھیجا، مَیں زمین کے مشرق و مغرب، نرم و سخت (وادیوں اور پہاڑوں) ہر حصے میں پھرا، کوئی گروہ عرب سے بہتر نہ پایا پھر اس نے مجھے حکم دیا تو مَیں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا، پھر حکم فرمایا، مَیں نے مضر کی تفتیش کی تو ان میں کنانہ سے بہتر نہ پایا پھر حکم دیا، مَیں نے کنانہ میں گشت کیا تو کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا، مَیں قریش میں پھرا، کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا، مَیں سب سے بہتر جان تلاش کروں تو کوئی جان حضور نبی کریم ﷺ سے بہتر نہ پائی۔ (رواہ الامام الحکیم، دیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

اس روایت سے واضح ہُوا کہ حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے اللہ کریم جل شانہ کے حکم سے یہ تلاش کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں فرمایا؟ اس سے کیسے پوچھا جائے۔ قرآنِ کریم میں ہے: لایسئل عما یفعل وھم یسئلون (الانبیاء: ۲۳)، (اُس (اللہ) سے نہیں پوچھا

Marfat.com

جاتا جو وہ بُرے اور ان سب (لوگوں) سے سوال ہوگا)

کوئی انسان تو دنیا کو کیا چھانتا اور کھنگالتا، فرشتوں کے سردار حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے بحکم الٰہی یہ کام کیا تاکہ بنی نوع انسان جان لے کہ مخلوقات میں میرے پیارے نبی کریم ﷺ کے مثل کوئی ہے ہی نہیں اور ہو سکتا بھی نہیں اور یہ گواہی اس ہستی کی ہے جس کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر صاحب سے سوال یہ ہے کہ: اگر کوئی یہ بیان کرتا ہے کہ وہ دنیا میں خوب گھوما پھرا اور نبی پاک ﷺ سا کوئی نہیں دیکھا تو اسے خلافِ واقعہ کیسے کہا جائے؟ گزشتہ ہزاریے (ملے نیم) کے حوالے سے انٹرنیٹ میں بھی میرے نبی کریم ﷺ کو سب سے بہترین شخصیت اور ہستی مانا گیا ہے۔ مائک ہارٹ کی کتاب (سو عظیم شخصیات) میں بھی سرفہرست ہستی میرے نبی پاک ﷺ کی تسلیم کی گئی۔ ان لوگوں کی یہ گواہی بھی بتاتی ہے کہ اس مقدس و مطہر رسولِ کریم ﷺ کا تذکرہ ہی جب اتنا جمیل ہے تو خود اس ہستی کے حُسن و جمال اور فضل و کمال کی شان کا اندازہ کیا جائے۔

دنیا گھومنے پھرنے والوں نے یہ کب اور کہاں کہا ہے کہ انہوں نے کسی ہمسر کی تلاش میں بہت جستجو کی؟ علاوہ ازیں یقین کے درجات اور اطمینانِ قلب کے حوالے سے جو کہا پوچھا جاتا ہے، کیا وہ بھی کسی ''شک'' کے باعث ہوتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ مَیں کسی خلافِ واقعہ بات کو نعت شریف میں راہ دینے کی حمایت کر رہا ہوں۔ اس مختصر وضاحت کے باوجود ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب سے یہی عرض ہے کہ مَیں کہیں غلطی کر رہا ہوں تو وہ ضرور اصلاح فرما دیں۔

پروفیسر اقبال جاوید صاحب سے عرض ہے کہ وہ ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب کے یہ جملے ملاحظہ فرمائیں: ''مثل اور مثال میں فرق ہے۔ مثل قرار دینے میں مشبہ بہ کا رتبہ مشبہ سے افضل ہوگا۔'' (ص ۱۳)

''تو، تم، تیرا'' کے حوالے سے ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب نے جو وضاحت تحریر کی

Marfat.com

ہے۔اس سے اتفاق یا اختلاف، ہر دو صورت میں ماہرینِ لسانیات بھی ضرور لکھیں تاکہ ''نعت رنگ'' میں یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے علی احمد جلیلی کے حوالے سے لکھا ہے: ''کہ انہوں نے کہا کہ نعت پر ہندی زبان کا اثر بھی بہت رہا ہے۔'' اس جملے میں ''نعت پر'' کے الفاظ مجھے محلِ نظر لگتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب آیات واحادیث کا ترجمہ ''یعنی'' کے لفظ سے شروع کرتے ہیں، شاید یہ ان کی عادت ہو۔

وہ لکھتے ہیں: ''اور اصول تو ہمارے محاورہ کی بنا پر بنتے ہیں۔'' (ص ۱۵) ڈاکٹر صاحب نے ''زبان'' کے اصول وقواعد کے بارے میں یہ بات لکھی ہے، ص ۳۲ پر وہ لکھتے ہیں: ''کیوں کہ زبان وبیان کے اصول ہمارے پابند نہیں بلکہ ہم ان اصولوں کے پابند ہیں......''۔ ص ۱۵ پر انہوں نے فرمایا: ''ہماری زبان کی ساخت و پرداخت انہیں اصولوں پر ہوئی ہے۔ اور زبان بن جانے کے بعد یہ اصول مرتب ہو رہے ہیں۔''۔ ڈاکٹر صاحب کی ان باتوں میں کچھ تفاوت ہے اور مجھے بلفظہٖ انہیں ماننے میں کچھ تأمل ہے۔

ص ۲۰ پر انہوں نے لکھا: ''ذوقؔ کے قصائد پر بھی راقم متعدد مضامین لکھ چکے ہیں۔'' اس جملے میں ''راقم'' کی بجائے ''ہم'' کا لفظ ہوتا تو جملہ درست ہوتا۔

ص ۲۶ پر لکھتے ہیں: ''حدیث میں آیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے نام پر دُرود نہ پڑھنے والے پر لعنت ہے۔'' انہی الفاظ میں اگر کوئی حدیث ہے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے اُس حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب لکھتے ہیں: ''زبان کے استعمال میں ہمارے لیے سند قدما اور بزرگ شعراء ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے آپ اور تم کا استعمال کسی طرح جائز نہیں۔'' (ص ۲۰)

ص ۲۵ پر ڈاکٹر صاحب پھر لکھتے ہیں: ''خدا کے لیے آپ یا تم کا استعمال کرنا کسی طرح جائز نہیں کیوں کہ یہ دونوں ضمیریں فعل جمع چاہتی ہیں۔ بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کو واحد

Marfat.com

سے تیغے میں خطاب کرے۔''

اس سے پہلے وہ اپنی اسی تحریر میں ص ۱۷ پر یہ لکھ چکے ہیں: ''اردو شاعری میں ہمارے قدما سے لے کر آج تک سب ہی شعرا بشمول صوفی شعراء نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تو، تیرا، تیرے، استعمال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں فرد ہے۔ اس فردیت کا اظہار بہ کثرت رائج ہے۔ اس لیے مثالوں کی ضرورت نہیں۔''

اس کے فوراً بعد یہ پیراگراف ہے: ''اس کے لیے قدما اور بزرگ شعراء سے بھی مثالیں نہیں پیش کی جاسکتیں۔ موجودہ دَور میں اگر کوئی بزرگ شخصیت بھی اس اصول کے خلاف روش اختیار کرے تو اسے سند کے طور پر نہیں پیش کیا جاسکتا۔''

نعت رنگ شمارہ ۱۴ کے ص ۱۷ پر اوپر تلے درج (مذکورہ بالا) یہ دونوں پیراگراف بغور دیکھیے تو دوسرے پیراگراف نے الجھا دیا اور مَیں نہیں سمجھ سکا کہ اس پیراگراف میں ''اس کے لیے'' سے کیا مراد ہے؟ علاوہ ازیں کہیں لفظی اور کہیں معنوی تضاد کیوں ہیں؟

ڈاکٹر صاحب کے یہ مشورے نعت نگاروں کے لیے نہایت مفید ہیں: ''نعت لکھنے میں ہر وقت اپنے حدود کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔'' (ص ۲۷)

''لیکن نعت لکھتے وقت ہر فرد کو اپنی حدود کا احساس کر لینا چاہیے اگر ہر شاعر اس بات کا لحاظ رکھے اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے تو اس محتاط رویے کی بناء پر نعت لکھنے میں یقیناً اس سے غلطیوں کا امکان کم سے کم ہو جائے گا۔ اور کم از کم وہ معنوی غلطیوں سے تو بچ سکے گا۔'' (ص ۲۸)

نعت لکھنے کا جب تک سلیقہ نہ ہو اور زبان وقلم پر جب تک قدرت نہ ہو اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شاعر اپنے حدود پر اگر خود نظر نہ رکھ سکے تو اس کو اس کی جرأت نہ کرنا چاہیے۔ جدیدیت پسند شاعروں سے بھی گزارش ہے کہ وہ نعت اور مذہبی موضوعات پر اس کو نہ آزمائیں، شاعری کا بڑا میدان سامنے ہے۔ دوسرے موضوعات پر جو چاہیں لکھیں...... نعت لکھنے سے پہلے کم از کم قرآن سے سورۂ حجرات کا ترجمہ پڑھ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کے ادب کی کیا تعلیم دی ہے......''۔ (ص ۳۹)

Marfat.com

''شاعر دوسروں کو زبان عطا کرتا ہے یعنی غیر شاعر کے دل کی بات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ مسلمان کے لیے رسول سے محبت فرض ہے۔ کتنا ہی بے عمل انسان ہو لیکن اپنے آقا و مولیٰ رؤف الرحیم کے نام کو سنتے ہی اس کا دل تعظیم سے جھک جاتا ہے۔ اس کے اندر بھی محبت کا جذبہ کبھی نہ کبھی ضرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اسے اپنے الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا۔ ایسی حالت میں یہ صورت بہت اچھی ہے کہ وہ دوسرے اچھے شاعروں کے نعتیہ اشعار پڑھ کر اور سن کر اپنے جذبے کی تسکین کا سامان فراہم کر لے۔ ورنہ بزعم خود اگر سے دعوائے شاعری ہو اور نعت کے آداب سے بے خبر ہو یا زبان و بیان کے محاسن و معائب پر نظر نہ رکھتا ہو اور فصاحت و بلاغت کے معانی سے بے خبر ہو تو اس پر علامہ جلال الدین دوانی کا یہ شعر صادق آئے گا:

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند

در جہل مرکب ابدالدہر بماند'' (شمارہ ۱۴، ص ۳۹، ۴۰)

نعت رنگ شمارہ ۱۴ کے ص ۴۱ سے جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری کی تحریر شروع ہوتی ہے، عنوان ہے: ''نعت کا ادبی مقام'' وہ بھی لکھتے ہیں: ''نعت گوئی ایک مشکل فریضہ ہے، جس سے عہدہ برآ ہونا بغیر علمی لیاقت اور بغیر منبع نعت سے والہانہ عقیدت اور پرخلوص عشق کے ناممکن ہے، جس شخص کے سویدائے قلب میں رسولِ اکرم ﷺ کا سچا عشق اور سچی وارفتگی نہ ہو اور جس کی معلومات دینی کا دائرہ وسیع نہ ہو اس کو نعت گوئی کے بحرِ ناپیدا کنار میں شناوری کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بحر ناپیدا کنار بہت پُرخطر ہے۔ جس کو صحیح و سالم عبور کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔'' (شمارہ ۱۴، ص ۴۴)

پروفیسر اقبال جاوید صاحب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، ڈاکٹر آزاد لکھتے ہیں: ''نبی مصطفیٰ ﷺ کا مرتبہ اتنا عظیم اور اس قدر رفیع و جلیل ہے کہ اس کائنات کی کوئی شے اس قابل نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لیے مشبہ بہ یا مستعار منہ بن سکے۔'' (ص ۴۵)

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد لکھتے ہیں: ''اللہ پاک کو آپ ﷺ کے مرتبہ کی عظمت و فخامت

Marfat.com

کا اس قدر پاس ہے کہ جب بھی کسی نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کی بابت کوئی نازیبا بات کی ہے تو اللہ پاک نے اس سے زبردست انتقام لیا ہے۔ ابولہب کی بابت ایک پوری سورہ، سورہ لہب کے نام سے نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی اُمِ جمیل کی ہلاکت کی بات سخت الفاظ میں کی گئی ہے۔ ولید بن مغیرہ نے نبی اُمی ﷺ کا مذاق اُڑایا تو اللہ پاک نے سورۃ القلم میں اس کی نو برائیاں گنوائیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ حرام زادہ ہے۔"

(شمارہ ۱۴، ص ۴۵)

ص ۴۶ پر لکھتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والا لائق گردن زدنی ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس نے بھی محبوب رب العالمین کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے وہ اسی دنیا میں ہلاک ہو کر عبرت ناک انجام کو پہنچا۔"

ڈاکٹر آزاد صاحب نے ص ۴۷ پر حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے دو اشعار نقل کیے ہیں:

تعالیت رب الناس عن قول من دعا
سواک الٰھا انت اعلیٰ و امجد
لک الخلق والنعماء والامر کله
فایاک نستھدی و ایاک نعبد

ڈاکٹر صاحب نے ان اشعار کا ترجمہ کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ وہ کتنے عربی داں ہیں۔ چناں چہ ملاحظہ ہو:

"ترجمہ: سارے عالم کے رب! تیری شان اس شخص کے قول سے بڑی ہے جو تیرے علاوہ کو پکارتا ہے۔ تو بہت بلند اور عظمت و رفعت والا ہے۔ حیات آفرینی نفع رسانی اور حکمرانی صرف تیرے لیے ہے۔ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنے والے ہیں۔" (شمارہ ۱۴، ص ۴۸)

اپنے ترجمے کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں: "اشعار مرقومہ سے یہ بات

Marfat.com

منکشف ہوتی ہے کہ رتبۂ نبی کے اوپر رتبۂ الٰہ ہے۔ دونوں کو ایک کر دینا شرک فی الصفت ہے جو قطعی طور پر ناروا ہے۔ ایسی نعتیہ کاوش شرعی نگاہ میں قابلِ گرفت ہے جس میں نبی اُمی ﷺ کی ذاتِ گرامی ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی حد بندی توڑ کر الوہیت میں مدغم ہو جائے۔

ڈاکٹر آزاد صاحب نے لکھا کہ: ''دونوں کو ایک کر دینا شرک فی الصفت ہے۔'' ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ ''دونوں کو ایک'' کس نے اور کہاں کیا ہے؟ اور کس نے اسے روا جانا ہے؟

''شرک فی الصفت'' کی ''تعریف'' بھی ڈاکٹر صاحب ضرور بتائیں اور تعریف لکھتے ہوئے اپنی بیان کی ہوئی بات نہ بھولیں: ''جامعیت و مانعیت تعریف کے لازمی اجزاء ہیں۔'' (ص ۴۳)

ڈاکٹر صاحب ''شرک فی الصفت'' کی تعریف اگر یہ کرتے ہیں کہ ''دو ذاتوں کو ایک صفت میں شریک سمجھنا'' تو وہ ملاحظہ فرمائیں:

''اللّٰہ کا وجود ہے اور انسان کا بھی وجود ہے۔ یعنی (ہونے میں) دونوں کو شریک کہنا پڑے گا۔ اللّٰہ سبحانہ سنتا ہے، انسان بھی سنتا ہے۔ اللّٰہ سبحانہ دیکھتا ہے انسان بھی دیکھتا ہے۔ اللّٰہ سبحانہ علم والا ہے اور انسان بھی عالم ہوتے ہیں۔ اللّٰہ مختار ہے اور انسان بھی اپنے ارادہ و اختیار سے کام کرتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ پاک ہے اور انسان خود کو، کپڑوں کو، غذاؤں، برتنوں اور جگہ کو پاک کہتا ہے، ایسی کتنی ہی مثالیں ہیں۔ اگر ان کے نزدیک دو ذاتوں کا محض ایک صفت یا معاملے میں شریک ہونا ہی ہے تو پھر ان کو چاہیے کہ اپنا وجود، تیغِ عدم سے نیست و نابود کر دیں۔ اپنے کانوں میں اُبلتا ہُوا تارکول ڈال کر شرکِ سماعت سے آزاد ہو جائیں۔ اپنی آنکھوں میں تپتی ہوئی سلاخیں پھیر کر اللّٰہ کی صفتِ بصیر کے اشتراک سے باہر نکلیں۔ دماغ پر ہتھوڑا مار کر مادۂ شعور کو زائل کر کے جاہل بن جائیں۔ خود کو غلاظت و خباثت اور ہر نجاست سے آراستہ و پیراستہ کر کے ہر پاکی سے دور ہوں......

ہم اہلِ سنّت و جماعت کا قرآن و سنّت کے مطابق یہ پکا اور پختہ عقیدہ ہے کہ وجودِ حقیقی دراصل اللّٰہ سبحانہ کی شان ہے۔ سننا، دیکھنا، علم و اختیار، ذاتی اور حقیقی طور پر اللّٰہ سبحانہ کی

Marfat.com

صفات ہیں۔ اللہ سبحانہ ہی ہر شے کا حقیقی خالق و مالک ہے اور اس نے اپنی کچھ صفات اپنی بعض مخلوق کو بھی عطا فرمائی ہیں۔ اگر اللہ سبحانہ اپنی کچھ خاص مخلوق، انبیاء و اولیاء کو، عام مخلوق کی نسبت اپنی کچھ صفات بدرجۂ کمال عطا فرما دے، تو اس کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ اللہ سبحانہ نے اپنی کچھ صفات کا اپنی مخلوق کو مظہر بنایا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقبول بندوں اور اپنے پیاروں کو عام مخلوق کی نسبت، ان صفات کے کمال سے جس قدر زیادہ نوازا ہے، اس کا کسی قدر صحیح اندازہ بھی وہی کر سکتا ہے جس پر اللہ کی خاص نوازش ہوئی ہو، ورنہ عام مخلوق تو اپنی بساط کے مطابق ہی خیال کرے گی کہ جس قدر میرے پاس ہے، اسی قدر خاصانِ خدا کے پاس ہوگا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مقبولانِ الٰہی پر قدرت کی بے پناہ خصوصی نوازشات، قرآن و سنّت سے ثابت ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ، تو اللہ سبحانہ کی ذات و صفات کے مظہرِ کامل، فخرِ موجودات، اصلِ کائنات اور اللہ کے محبوبِ اعلیٰ ہیں، ان کی شان کی عظمت و رفعت کا کیا ٹھکانہ!

حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرا بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر اس کی سمع میں بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصر میں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ میں بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں میں ہو جاتا ہوں جن وہ چلتا ہے، اس کی زبان میں ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں۔'' (بخاری شریف)

اس حدیثِ قدسی کی شرح میں امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ جو محبوبِ الٰہی بن جاتا ہے، پھر اس کی شان کا یہ احوال ہوتا ہے کہ وہ دُور و نزدیک، دیکھتا سنتا اور تصرف کرتا ہے۔ کیوں کہ فرمانِ الٰہی کے مطابق اس بندے کی صفات میں اللہ کی خاص قوت کارفرما ہو جاتی ہے، یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا خصوصی مظہر ہو جاتا ہے۔ چناں چہ اس فرمانِ الٰہی پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے ہم اہلِ سنّت و جماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے انبیاء و اولیاء، بلاشبہ اللہ سبحانہ کی عطا سے رُوحانی قوتوں اور خصوصی طاقتوں والے ہوتے ہیں اور اللہ کی

Marfat.com

دی ہوئی قوتوں اور اختیارات سے مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔

ڈاکٹر آزاد صاحب شاید جانتے ہوں کہ اگر حقیقی معنی مراد نہ لیے جائیں تو صرف لفظوں کے اطلاق سے شرک لازم نہیں آتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ وہ شعراء وادبا جو دینی علوم و معارف سے بہرہ ور نہیں ہیں انہیں عقائد و ایمانیات کے باب میں محض اپنی فہم کی بنیاد پر لب کشائی یا خامہ فرسائی نہیں کرنا چاہیے۔ بخاری شریف، کتاب المغازی میں حدیث شریف ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت سے شرک کا خوف نہیں، ہاں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ دنیا کی زیادہ رغبت رکھنے لگ جائے گی۔ اس ارشادِ نبوی کے برعکس آج ''شرک'' کے فتوے یوں برسائے جاتے ہیں جیسے ہر طرف شرک ہی کا دور دورہ ہو۔

ڈاکٹر آزاد لکھتے ہیں: ''حالی اپنی اصلاحی کاوشوں کی پتوار کے ساتھ نعت کے سفینہ کے لیے ناخدا بنکر وارد ہوئے۔ اور انہوں نے تصنع، مبالغہ آرائی اور افراط و تفریط کی دلدل میں پھنسی کشتی کو نکال کر اسے صحیح راستہ پر لگا دیا۔ انہوں نے لفظ سے زیادہ معنی پر زور دیا چوں کہ عام و خاص بھی مخاطب تھے اس لیے ماضی الضمیر کا اظہار صاف، سادہ اور عام فہم زبان میں کیا گیا اور غیر معتدل و غیر متوازن مضامین، بے جا رسوم، غلط معتقدات و مرعوبات یک قلم ترک کر دیئے گئے۔ (شمارہ ۱۴، ص ۶۲)

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''متقدمین و متوسطین شعرائے نعت نے اس صنف میں بہت سے مصائب (معائب) و نقائص شامل کر دیے تھے جو منبع نعت کے منشا کے خلاف تھے۔ انہوں نے پیغمبر اسلام کے لیے عاشقانہ الفاظ استعمال کیے۔ معانی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا۔ معجزات کے بیان میں مستند اور غیر مستند کے فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور بہت سے ایسے معجزات نظم کر دیے جو فرضی اور موضوع تھے۔ انہوں نے صحیح واقعات اور مستند روایات کی صورت بھی مسخ کر ڈالی اور حضور ﷺ کی سیرت اور آپ کے پیغامات کے مقابلے میں سارا زور آپ کی مقدس و منور صورت اور آپ کے سراپا کو موضوع سخن بنانے میں صرف کر دیا۔ یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ کا سراپا بیان کرنا بھی نعت کا اچھا موضوع ہے۔ سرورِ عالم ﷺ کے جمال مبارک کو کما حقہ

Marfat.com

تعبیر کرنا ناممکن ہے نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتے۔ نامراد محب جب اپنے محبوب کے دیدار سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے باہر کے خدوخال یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات وحالات سے دل بہلاتا ہے لیکن یہ بھی ایک مصدقہ ہے کہ قرآن شریف میں آپ کے جسمانی محاسن کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے عادات واخلاق آپ ﷺ کی عبادت و ریاضت، آپ کے ترحم وتشفق اور آپ کے پیغامات نیز بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے آپ کی کاوشوں کا ذکر خیر بکثرت ہے۔ اس لیے شعرائے نعت کو بھی آپ کے ان پیغامات کا تذکرہ زیادہ کرنا چاہیے جن کی اشاعت کے لیے آپ اس عالم آب وگل میں مبعوث فرمائے گئے۔

حالی نے مسدس کے ذریعہ ایسا صور پھونکا کہ اُردو نعت ماسبق کے تمام اسقام و مصائب (معائب) سے پاک ہو کر مدعا نگار بن گئی۔'' (شمارہ ۱۴، ص ۶۲/۶۳)

ڈاکٹر آزاد صاحب نے پہلے الطاف حسین حالی کو اپنا ''قبلہ وکعبہ'' ٹھہرا کر ''شرک فی الصفت'' کا فتوی جاری فرمایا اور مذکورہ بالا عبارات میں انہوں نے حالی کو سفینۂ نعت کا ناخدا، رہ نما ،مقتدا ہی نہیں قرار دیا بلکہ ان کی مسدس کو ''صور اسرافیل'' کی طرح ثابت کرنے کی کوشش کی اور یہ تک لکھ دیا کہ حالی نے اُردو نعت کو ماسبق کے تمام اسقام ومعائب یعنی پہلے گزر جانے والی تمام خرابیوں اور برائیوں سے پاک کر دیا۔ آزاد صاحب نے بغیر کسی جائزے، دلیل، مثال اور حوالے کے تمام متقدمین اور متوسطین شعرائے نعت کو نعت میں معائب ونقائص شامل کر دینے کا مجرم ٹھہرایا ،پیغمبر اسلام کے لیے عاشقانہ الفاظ کے استعمال کرنے، معانی سے زیادہ الفاظ پر زور دینے اور صحیح واقعات اور مستند روایات کی صورت مسخ کر ڈالنے کا شعرائے نعت پر سنگین الزام لگایا، ڈاکٹر صاحب نے اسے بھی منفی اور کم تر جانا کہ متقدمین ومتوسطین شعرائے نعت نے رسولِ کریم ﷺ کی سیرت اور ان کے پیغامات کے مقابلے میں سارا زور حضور ﷺ کی مقدس ومنور صورت اور ان کے سراپا کو موضوعِ سخن بنانے میں صرف کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب بڑے دعوے سے یہ بھی لکھ گئے کہ قرآن شریف میں نبی پاک ﷺ کے جسمانی محاسن کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ واضح سی بات

Marfat.com

ہے کہ ڈاکٹر آزاد صاحب نہیں چاہتے کہ میرے نبی پاک ﷺ کے فضائل و خصائص، حسن و جمال اور محامد و محاسن کا بیان زیادہ ہو۔ بغیر کسی دلیل، مثال، تجزیہ و تحقیق اور حوالے کے یہ دعوے دار بیان ''مسلکی اجارہ داری'' کیوں شمار نہیں کیا جاتا؟ دلائل و براہین کے ساتھ حقائق کے میرے بیان کو مسلکی اجارہ داری یا دل آزاری قرار دینے والے مجھے بتائیں کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد صاحب کی ان عبارات کے جملے کیا حقائق کے مطابق ہیں؟ الطاف حسین حالی سے پہلے گزر جانے والے تمام شعرائے نعت میں کیا واقعی ان الزامات و جرائم کا تحقق ثابت کیا جا سکتا ہے؟ میں یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ حالی کی مسدس کو قرآن و حدیث کی کیا واقعی صحیح ترجمانی اور شرعی حجت مانا جاتا ہے؟ حقائق کے متعلق بیان کو شرعی دلیل کی طرح پیش کرنا یا معیار ٹھہرانا کیا شمار ہو گا؟ دیوبندی وہابی عقائد کا بیان تو معترضہ نہ مانا جائے اور حقائق کے مطابق اس بیان کا جواب ''مسلکی اجارہ داری'' قرار دیا جائے، کیا یہ بد دیانتی نہیں؟

ڈاکٹر آزاد صاحب نے ان ''بے جا رسوم اور غلط معتقدات'' کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا جنہیں حالی نے ''یک قلم ترک کر دیا۔''

ڈاکٹر صاحب نے علامہ قرطبی کے حوالے سے جمالِ رسول (ﷺ) کے بارے میں جو جملہ نقل کیا ہے اس کا بھی ماخذ نہیں لکھا۔ اگر یہ ان کی لکھی ہوئی تفسیر سے نقل کیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بیان کسی آیتِ قرآنی کے تحت ہُوا ہے۔

ڈاکٹر آزاد صاحب لکھتے ہیں: ''نعت ایک سد (سدا) بہار پودا ہے۔ علمیت کی کمی اور مذہب سے کماحقہ ناواقفیت نے نعتیہ قصائد میں کساد بازاری پیدا کر دی۔ لیکن نعت، غزل، نظم، گیت، ترانہ، ماہیہ، ترائیے، ہائیکو، نظم، جدید، نثری نظم، شہر آشوب اور نظم معریٰ وغیرہ کی مروجہ ساختوں میں اپنے کو ڈھال کر اس طرح جلوہ گر ہوئی کہ اس کی بازار میں آج بھی ہما ہمی نظر آتی ہے اور مستقبل میں بھی اس کا وجود زبان و ادب کی بقاء کے ساتھ منسلک نظر آتا ہے۔ زبان و ادب نے صدہا کروٹیں لیں لیکن ہر کروٹ میں نعت رعنائی، شادابی اور تر و تازگی کے ساتھ درخشاں و تاباں نظر آتی ہے۔ نعت میں یہی مطابقت پذیرئی کی بہترین صلاحیت ہے وہ اپنے آپ کو ہر ہیئت

Marfat.com

اور ہر سانچے میں ڈھال لیتی ہے وہ مسائل حیات سے زبردست وابستگی رکھتی ہے اور زندگی کی تاریک سے تاریک موڑ پر مشعل راہ بن کر رہ نمائی کرتی ہے اسی لیے اس کا مستقبل بہت تاب ناک ہے۔ (شمارہ ۱۴، ص ۶۵)

اس پیراگراف میں یہ جملے محلِ نظر ہیں: ''نعت ...... مروجہ ساختوں میں اپنے کو ڈھال کر اس طرح جلوہ گر ہوئی ...... مستقبل میں بھی اس کا وجود زبان و ادب کی بقاء کے ساتھ منسلک نظر آتا ہے ...... نعت میں یہی مطابقت پذیری کی بہترین صلاحیت ہے وہ اپنے کو ہر ہیئت اور ہر سانچے میں ڈھال لیتی ہے۔''

ڈاکٹر آزاد صاحب نے ''نعت'' اور ''فن نعت گوئی'' کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ ''نعت'' نے خود کو کسی سانچے یا ہیئت میں نہیں ڈالا۔ مَیں تو یہ کہوں گا کہ یہ فیضانِ نعت ہے کہ اس سے یہ سانچے بھی مشرف ہوئے، ان مروجہ ساختوں اور سانچوں میں نعت کہہ کے انہیں نوازا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ص ۵۱ پر خود لکھ چکے ہیں: ''نعت میں ہیئت کی کوئی قید نہیں ہے، وہ غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، نظم، نظم جدید، مسدس، مخمس ترکیب بند، ترجیع بند، سانیٹ، ہائیکو، طرائے غرض یہ کہ شعر و شاعری کی جملہ اقسام میں کہی جاسکتی ہے اور کہی گئی ہے۔ اس طرح نعت میں ساخت اور موضوع دونوں اعتبار سے بہت وسعت ہے۔''

''نعت عالمی ادب کی سب سے مفید اور کارآمد صنف سخن ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک صنف سے شعر و شاعری کے تمام اشکال و ہیئات سے آگاہی چاہتا ہے تو اس کو یہ آگاہی اسی صنف نعت سے حاصل ہوسکتی ہے۔ نعت کا یہ ایسا امتیازی وصف ہے جس میں کوئی دوسری صنف اس کی سہیم و شریک نہیں ہے۔'' (شمارہ ۱۴، ص ۵۱)

''نعت'' کا مستقبل زبان و ادب کی بقاء سے منسلک کرنا اور دیکھنا، مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔

ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں، وہ ص ۵۳ پر لکھتے ہیں: ''جامی نے نعت کو معراجِ کمال تک پہنچادیا۔''

Marfat.com

''نعت'' کو معراجِ کمال تک پہنچانے کی بات کیسی؟ یوں کہا جائے کہ مولانا جامی نے ایسی نعت گوئی کی کہ اس کی برکات سے خود مولانا جامی علیہ الرحمہ نے خوب عزت و مرتبت پائی۔

ص ۵۴ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''پورے قرآن پاک میں چار مقامات پر بتقاضائے ضرورت آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اسم گرامی سے مخاطب کیا گیا ہے۔'' اس عبارت میں ''بتقاضائے ضرورت'' اور ''مخاطب'' کے الفاظ محلِ نظر ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۴ کے ص ۶۸ سے جناب عزیز احسن کی تحریر شروع ہوتی ہے، عنوان ہے:

''معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود''

عزیز احسن صاحب نے ''نعت رنگ'' کو اپنی متعدد نگارشات سے بہت سجایا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم کے اس مصرع کے تحت ان کی یہ تحریر مجموعی طور پر بہت پُر اثر اور عمدہ ہے، مَیں نے اسے دو بار پڑھا اور جی چاہا کہ انہیں عرض کروں کہ اسے کسی اخبار میں بھی شائع کروائیں تا کہ لوگوں کی بڑی تعداد تک یہ پہنچے۔ اس تحریر میں وہ جملے جو مجھے قابلِ اصلاح محسوس ہوئے ان کو نقل کرنے سے پہلے انہی کی تحریر دل پذیر سے یہ عبارات پیش کرنا چاہتا ہوں:

''لیکن اصابت رائے اور دیانت ذوق اتنی سستی چیزیں نہیں ہیں جنہیں دوستیوں پر قربان کر دیا جائے۔'' (ص ۶۹)

''تو ہم پر بھی یہ لازم ہے کہ ہم حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کی نیتوں کو ٹٹولنے کے بجائے ظاہر پر حکم لگائیں اور یہ سمجھ کر لگائیں کہ صرف اور صرف آقائے نام دار ﷺ کی ذات، بعد از خدا بڑی ہے، اس بارگاہ میں لب کشائی کرنے والے کسی بھی بڑے سے بڑے بزرگ کا مرتبہ یہ نہیں کہ وہ قرآن و سنت سے متصادم کوئی بات حضور ﷺ کی محبت میں بھی منہ سے نکالیں۔'' (شمارہ ۱۴، ص ۷۲)

''اگر کسی کے کلام میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں کسی کو نظر آئیں گی تو ان کی نشان دہی کرنا بھی کارِ ثواب ہوگا۔ یہ اگر معیوب بات ہے تو نقادانِ فن کی مجبوری ہے، وہ اس سے باز نہیں

Marfat.com

آ سکتے۔نعت گو شعراء یا تو اپنی اصلاح کر لیں یا دلائل سے زبان کے لیے اصول بنائیں یا پھر یہ میدان ہی خالی کر دیں۔'' (ص ۲/۷۳ ۷)

''جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

یہاں اس کی ضمیر کو ان سے بدل کر ذرا آقائے مدینہ ﷺ کا تصور کیجیے اور یہ سوچیے کہ اگر آپ کو اپنی انا اتنی ہی عزیز ہے کہ آپ ہر میدان میں صرف اپنے آپ ہی کو قابل سمجھتے ہیں تو اس کوچے میں داخل ہونے ہی سے گریز فرمائیں، کیوں کہ یہاں تو جان کی بھی قربانی بڑی چھوٹی سمجھی جاتی ہے آپ انا کی قربانی بھی نہیں دے سکتے۔ ہر کوچے کا قاعدہ کلیہ تو آپ کو اپنانا ہی ہوگا! '' (ص ۷۳)

جناب عزیز احسن کی یہ عبارات پیش کرنا یوں ضروری خیال کیا کہ ان فقروں میں وہ ہم سب کو مصلحت و مفاہمت کی بجائے صداقت و دیانت کے لیے ہمت و جرأت سکھا رہے ہیں اور کام یابی کے لیے رہ نمائی کر رہے ہیں۔

جناب عزیز احسن کی تحریر میں قابلِ اصلاح جملے ملاحظہ ہوں:

ان کی تحریر کے عنوان میں ''معجزۂ فن'' کے لفظ ہیں۔ ''معجزہ'' کا لفظ کیا غیر نبی یا کسی چیز کے ساتھ بولنا روا ہوگا؟ جب مدح رسولِ کریم ﷺ کے سوا ''نعت'' کے لفظ کا کوئی اور استعمال روا نہیں تو ''معجزہ'' کا لفظ بھی اُردو دان معاشرے میں اللہ کریم جل شانہ کے اس فعل کے لیے خاص ہے جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس بارے میں بھی ہمیں خود کو پابند کرنا چاہیے۔

خوش الحانی کو ''لحنِ داوٗدی'' کہنا لکھنا عام ہے لیکن ہرگز درست نہیں۔ جناب اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''التکشف عن مہمات التصوف'' (مطبوعہ سجاد پبلشرز، حسین منزل، پیسہ اخبار، لاہور، جولائی ۱۹۶۰ء) کے ص ۶۰۸ میں اور ''افاضاتِ یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۲۲۳ (مطبوعہ تھانہ بھون) اور ''کمالاتِ اشرفیہ'' ص ۴۰ (مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی) میں یہ حدیث نقل کی۔ یہ حدیث شریف، بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کی۔

رسولِ کریم ﷺ نے اپنے صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ایک رات

Marfat.com

تہجد میں قرآن پڑھنا، سنا۔ وہ بہت دل کش آواز و انداز میں تلاوت کر رہے تھے۔ صبح وہ بارگاہِ نبوی (ﷺ) میں آئے تو رسولِ کریم ﷺ نے ان کی خوش الحانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ بلاشبہ تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے الحانوں میں سے ایک الحان (یعنی لحن داؤدی سے حصہ) ملا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سُن رہے ہیں تو آپ کی خاطر میں اور زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا۔ نبی پاک ﷺ نے یہ سن کر انکار نہیں فرمایا۔

تھانوی صاحب نے التکشف اور افاضاتِ یومیہ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو لکھا ہے وہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد صاحب ضرور ملاحظہ فرمائیں کیوں کہ وہ تو ''شرک فی الصفت'' قرار دینے ہی میں ''دلیر'' ہو رہے تھے، یہاں وہ کہیں ''شرک فی العبادت'' کا فتویٰ نہ صادر فرمادیں۔ (اپنی کتاب ''حقائق'' میں یہ روایات میں نے نقل کی ہیں)

اس حدیث کے الفاظ نے یہ بات واضح کردی کہ خود رسولِ کریم ﷺ نے اپنے صحابی سے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں ''لحنِ داؤدی'' ملا ہے بلکہ یہی فرمایا کہ بلاشبہ تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی سے حصہ ملا ہے۔ دوسری بات اس حدیث میں یہ بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اس کے پیاروں کی خوش نودی چاہنا بھی عبادت ہے اور نبی کریم ﷺ کو راضی کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو راضی کرنا ہے، ان کا معاملہ، اللہ تعالیٰ ہی کا معاملہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے: یارسول اللّٰہ تبت الی اللّٰہ ورسوله ۔ اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں: مالی صدقه الی اللّٰه ورسوله ۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف (کے نام پر) اپنا مال صدقہ کردوں۔ ڈاکٹر آزاد صاحب فرمائیں کہ یہاں کیا وہ اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم کو ''شرک فی العبادت'' کا الزام دیں گے؟ (معاذ اللہ)

ڈاکٹر صاحب ملاحظہ فرمائیں کہ تھانوی صاحب کیا کہتے ہیں: ''اور (اس) حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان الٰہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی طلب رضا مثل

Marfat.com

طلب رضائے حق تعالیٰ کے ہے جب کہ دونوں میں تعارض نہ ہو اور راز اس میں یہی ہے کہ ان کی رضا کو رضائے حق کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے پس مطلوب بالذات طلب رضاءِ حق ہی ہے لان السعی فی الطریق فی الوصول الی المقصود ۔"

جناب عزیز احسن لکھتے ہیں: "اور وہ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) صاحبانِ فضیلت ہوئے ہی اس لیے تھے کہ ان کے دلوں میں حضور رسالت مآب ﷺ کی محبت، اپنی جان، اپنی آبرو، اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ تھی۔" (ص ۱۷)

جناب عزیز احسن نے شاید توجہ نہیں فرمائی کہ "صحابی" کسے کہتے ہیں! صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کے ساتھ اپنی دنیوی زندگی میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور اس شخص کی وفات بھی ایمان پر ہوئی ہو۔ صحابیت وہ شرف ہے کہ جس کی وجہ سے صحابی کے درجے کو کوئی غیر صحابی ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ صحابیت کا شرف کسی ریاضت سے نہیں بلکہ حبیبِ ربِ العالمین ﷺ کی زیارت سے ملتا ہے۔ جس ہستی کی صرف زیارت سے اتنا درجہ اور اتنی فضیلت ملے کہ کوئی غیر صحابی وہ فضیلت نہ پا سکے، تو خود اس مقدس و مطہر ہستی رسولِ کریم ﷺ کی عظمت و رفعتِ شان کا اندازہ کیا جائے!

عزیز احسن صاحب نے قرآنِ کریم میں واقعہ پڑھا ہوگا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لیے جادوگر جمع کیے تھے۔ ان جادوگروں نے جادو کا علم رکھنے کی وجہ سے جادو اور معجزے کے فرق کو جان لیا اور سجدے میں گر گئے اور ایمان سے مشرف ہوئے۔ فرعون نے انہیں سزا دی۔ وہ جادوگر جو کافر اور بدعمل تھے چشم زدن میں مومن اور نبی کے صحابی ہو گئے اور شہادت کا درجہ بھی پایا۔ انہیں کسی اور نیک عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ حدیث و سیرت کی کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ پر ایسے کتنے لوگ ایمان لائے، صحابی ہوئے اور انہیں عبادات و اعمال کا بھی کوئی موقعہ نہیں ملا کہ وہ شہید ہو گئے، ان کو بھی مرتبۂ صحابیت سے جو فضیلت ملی وہ کسی غیر صحابی کا حصہ نہیں۔ عزیز احسن صاحب کا یہ بیان یوں بالکل درست ہوگا کہ اصحابِ نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حبِ رسولِ کریم (ﷺ) میں خود کو مثالی اور یادگار بنایا اور

Marfat.com

اطاعت واتباعِ رسول میں بھی وہ یہ شان رکھتے ہیں کہ بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی میں رضائے الٰہی کا مژدہ، قرآنِ کریم میں بیان ہُوا اور صحابی کے ایمان کو قرآن میں ''معیار'' فرمایا گیا۔

جناب عزیز احسن کا ایک جملہ یوں ہے: ''اور اسی معیار کے حوالے سے (اللہ تعالیٰ نے) اپنے انعامات کی تقسیم کا نظام بھی برپا فرمادیا۔'' (ص ۷۵)

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''برپا فرمایا'' کے الفاظ محلِ نظر ہیں۔ علاوہ ازیں اس جملے سے قبل انہوں نے لکھا ہے کہ نقاشِ ازل اللہ تعالیٰ نے اپنے نقشِ اولین حبیب کریم ﷺ کو معیار بنایا۔

یہ فقیر ان الفاظ میں جناب عزیز احسن کے بیان کردہ مفہوم کو نہیں پا سکا۔ وہ یہ تو واضح کہہ رہے ہیں کہ سبھی کوشش کریں کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے مطابق خود کو عمدگی کا پیکر بنائیں اور اس اولین و بہترین نقش کے اسوۂ حسنہ میں خود کو ڈھالیں لیکن یہ کہنا کہ: ''اور اسی معیار کے حوالے سے اپنے انعامات کی تقسیم کا نظام بھی برپا فرمایا۔'' اس جملے میں کون سے انعامات کی تقسیم مراد ہے اور کس نظام کو قائم فرمایا گیا ہے؟ یہ واضح نہیں ہُوا۔ شاید وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ جو کوئی جس قدر خود کو رسولِ کریم ﷺ کا فرماں بردار اور پیروکار بنائے گا اسی قدر اسے بارگاہِ الٰہی سے نوازا جائے گا! میرے پیشِ نظر وہ قرآنی آیات بھی ہیں جن میں اللہ کریم جلّ شانہ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ عزیز احسن صاحب کے جملے میں ''انعامات کی تقسیم کا نظام'' میں سمجھنا چاہتا ہوں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۴ کے ص ۷۵ ہی میں عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں: ''اور پھر اس نقش کے ملفوظی اظہار (قرآنِ کریم) میں اپنی خلاقیت کا بھرپور اور کامل و اکمل نقش بنادیا ہے۔''

عزیز احسن صاحب اتنا ضرور جانتے ہوں گے کہ قرآنِ کریم کلامُ اللہ ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اس عقیدہ و حقیقت کے مطابق وہ اپنے اس جملے کو خود توجہ سے ملاحظہ فرمالیں اور اس کی اصلاح کردیں۔

ص ۷۶ پر جناب عزیز احسن لکھتے ہیں: ''کچھ ایسا ہی معاملہ زبان کا ہے کہ یہ کسی معاشرے کا اجتماعی ورثہ ہے اور اس کے اصول اجتماعی شعور میں پیوست ہیں۔ اللہ نے انسان کو

Marfat.com

خلق کرنے کے بعد خود ہی اس کو بیان سکھایا ہے، اس کے لیے کسی نبی کو بھی مقرر نہیں فرمایا کہ آ کر کسی قوم کو زبان سکھائے۔ اس لیے زبان کے اصولوں میں ردو بدل کرنے کا حق بھی صرف ان لوگوں کو مل سکتا ہے جو زبان کی ترویج و اشاعت میں خصوصی درک رکھتے ہوں زبان کے معاملے میں تو مذہب کی بھی قید نہیں لگائی جاتی۔ قرآن فہمی کے لیے عہدِ جاہلیت کے لسانی معیارات سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ ایسی صورت میں کسی بزرگ کی بزرگی کا لحاظ کر کے اجتماعی لسانی کینڈے کو نہیں بدلا جاسکتا۔'' (شمارہ ۱۴)

اس عبارت میں مجھے جناب عزیز احسن سے ان کا قلم کچھ بے قابو محسوس ہُوا ہے۔ وہ اپنے ان جملوں کی تحقیق فراہم کریں ورنہ ان کا یہ بیان ''مستند یا تحقیقی'' شمار نہیں ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس کے لیے کسی نبی کو بھی مقرر نہیں فرمایا کہ آ کر کسی قوم کو زبان سکھائے...... اس لیے زبان کے اصولوں میں ردوبدل کرنے کا حق بھی صرف ان لوگوں کو مل سکتا ہے جو زبان کی ترویج و اشاعت میں خصوصی درک رکھتے ہوں...... زبان کے معاملے میں تو مذہب کی بھی قید نہیں لگائی جاتی۔''

کوئی نبی صرف اس لیے تو مبعوث نہیں فرمایا گیا کہ کسی قوم کو زبان سکھائے لیکن کسی نبی اللہ کے ہوتے ہوئے اس سے بڑھ کر تو کجا، اس کی مثل بھی کوئی عالم و فاضل نہیں ہوسکتا، یوں عزیز احسن صاحب ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اپنے جملوں میں نبی اللہ کے بارے میں کچھ منفی تاثر دے گئے ہیں۔ وہ ہر زبان کے بارے میں اگر اتنی معلومات رکھتے ہیں کہ کون سی زبان کہاں اور کب شروع ہوئی اور کس نے شروع کی اور ان میں ردوبدل کب کب اور کیسے آیا تو وہ ضرور اس باب میں میری رہ نمائی فرمائیں۔ تفسیر رُوح البیان میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیان میں اتنا ضرور پڑھا ہے کہ وہ سات لاکھ زبانیں جانتے تھے، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں بھی پڑھا تھا کہ وہ متعدد زبانیں جانتے تھے۔ قرآن میں گواہی ہے کہ: **وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه** (ابراہیم:۴)، (اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا)، اور میرے نبی پاک ﷺ کائنات کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ سب کی سب زبانیں جانتے ہیں۔

Marfat.com

عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں: ''ایسی صورت میں کسی بزرگ کی بزرگی کا لحاظ کر کے اجتماعی لسانی کینڈے کو نہیں بدلا جا سکتا۔ چناں چہ لسانی اسقام بھی تنقیدی سان پر چڑھا کر دیکھنے ہوں گے۔'' (ص ۲۷)

اس جملے میں ''کسی بزرگ'' میں کوئی تخصیص یا تعمیم کی شرط بھی نہیں، ''بزرگی کا لحاظ'' بھی معلوم نہیں کہ ''عمر، علم یا مرتبہ و عظمت'' کس مفہوم میں ہے؟ ''اجتماعی لسانی کینڈے'' کی متفقہ و مسلمہ تعریف کیا ہے؟ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب نے لکھا ہے کہ زبان کے اصول تو ہمارے محاورے کی بنیاد پر بنتے ہیں۔

وہ قدیم زمانہ جو اپنے وقت میں جدید تھا اور یہ جدید زمانہ جو آئندہ وقتوں میں قدیم شمار ہوگا، اس میں زبان کے تغیرات کا ''اجتماعی قاعدہ و قانون'' کیا رہا ہے اور کیا رہے گا؟

کہتے ہیں کہ کوئی زبان جب کسی ذہن کی تخلیقی فکری پیاس بجھانے میں تعاون سے قاصر رہ جاتی ہے تو کسی دوسری زبان کے لفظ اور اثرات قبول کر لیے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تہذیب و ثقافت (کلچر) میں مذہب، زبان اور جغرافیا بھی اہم شمار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ''لحاظ'' کر کے جانے کیا کیا بدل دیا جاتا ہے۔ یہ ریختہ اور اردوئے معلّی کی باتیں کیوں ہوتی ہیں؟ کوئی کسی لفظ کے املائی، لغوی و معنوی یا عرفی استعمال میں اعتراض کرے تو کسی بزرگ یا محض ایک ہستی کا حوالہ دے کر سند کیوں پیش کی جاتی ہے؟ لفظوں کے معنی متعین کرنے میں اختلاف کیوں رہتا ہے؟ کسی لفظ کو متروک قرار دینے کی بنیاد یا قانون کیا ہے؟ صحیح لکھے جانے والے لفظوں کے غلط تلفظ کیوں قبول ہیں اور غلط بولے جانے والے لفظوں کے صحیح املائی تلفظ کیوں قبول نہیں کیے جاتے؟

یہ سلامتی کا عہد لیں کہ زبان و قلم او (اور) قلب و جوارح کسی طرح سے بھی اسے کوئی صدمہ نہیں پہنچائیں گے۔ اس کی شان میں گستاخی کا وہم و خیال بھی نہیں لائیں گے۔''

اس پیراگراف میں ''رفعتِ شان کا اہتمام بھی کریں'' ......اور یہ کہ ''فرشتے رفعتِ شان کا اہتمام کرتے ہیں'' ......ا ''اجتماعی لسانی کینڈا'' کہاں پایا جاتا ہے؟ یہ تنقیدی سان کہاں

Marfat.com

نصب ہیں؟ یہ ''اجتماعی لسانی ایجنڈا'' اور ''تنقیدی سان'' ان لوگوں کی تسلی کیوں نہیں کر رہا جو نعت رنگ میں ''تو، تم، تیرا'' کے استعمال پر پریشان ہیں؟ عزیز احسن صاحب کی طرح شاید میرا قلم بھی اس بیان میں بے قابو ہو رہا ہے۔ جو کچھ فروگزاشت ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

شمارہ ۱۴ کے ص ۷۷ پر جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے آیتِ دُرود و سلام نقل کر کے اگر ترجمہ لکھا ہے تو اسے ترجمہ نہیں کہا جا سکتا، وہ اپنی تفسیر و تشریح میں لکھتے ہیں: ''اللہ اور اس کے فرشتے نبی امی ﷺ پر دُرود بھیجتے ہیں یعنی اس کی رفعتِ شان کا اہتمام کرتے ہیں اور ایمان والوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس نبی مکرم ﷺ پر دُرود بھی بھیجیں یعنی اس کی رفعتِ شان کا اہتمام بھی کریں اور اس کی عظمت کو سلام بھی کریں یعنی اس سے ایسیور یہ کہ ''اس کی عظمت کو سلام بھی کریں یعنی اس سے ایسی سلامتی کا عہد لیں......'' یہ جملے قابلِ اصلاح ہیں۔

ص ۷۸ پر لکھتے ہیں: ''اے اللہ تو ہی ہمارے آقا محمدِ عربی ﷺ پر یا ہمارے نبی پر ......وغیرہ دُرود و سلام بھیج۔'' اس جملے میں ''وغیرہ'' کا لفظ نقطوں کے بعد درج ہے، یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے یا مضمون نگار نے ایسا ہی لکھا ہے؟

اسی صفحے پر ہے: ''نعت وسیلۂ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔'' اس جملے میں وسیلہ کا لفظ کس مفہوم میں ہے؟

ص ۸۴ پر ہے: ''امام احمد رضا کے دلِ دیوانہ و مستانہ......'' اس جملے میں ان کے دل کو ''دیوانہ و مستانہ'' کس معنی و مفہوم میں کہا گیا ہے؟

ص ۱۰۹ پر لاہور کی شہناز کوثر صاحبہ نے خواجہ حسن نظامی کی تحریر سے اقتباس نقل کیا ہے، اس کے یہ الفاظ مجھے محلِ نظر لگے: ''جب خدا نے دیکھا کہ......''

ص ۱۴۴ پر جناب رشید احمد صدیقی کی تحریر میں ہے: ''نعت گویوں کو سراہنے والے بہت مل جاتے ہیں یہ نعت کی بدنصیبی ہے۔'' اس جملے میں نعت کے ساتھ ''بدنصیبی'' کے الفاظ کسی طرح درست نہیں۔

ص ۱۵۵ پر جناب ظہیر غازی پوری لکھتے ہیں: ''خدا جو صرف غفور الرحیم تھا، اسے قہرو

Marfat.com

عذاب نازل کرکے سرکشوں کو نیست و نابود کرنا پڑا، انبیائے کرام کو ہدایت کے لیے بھیجنا پڑا اور ضابطہ حیات کے طور پر کتابیں بھی نازل کرنی پڑیں اور اپنی آخری کتاب قرآن پاک میں بار بار دانش ور، سلیم الطبع اور بالغ ذہن انسانوں کے لیے یہ کہنا پڑا کہ افلا تعقلون.........‘‘

ظہیر غازی پوری صاحب کا ’’خدا‘‘ کون ’’تھا‘‘؟ اور کیا وہ واقعی اسے ’’خدا‘‘ مانتے تھے کہ جس کے بارے میں وہ ایسا لکھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد صاحب ’’فتح پوری‘‘ ہیں اور ظہیر صاحب ’’غازی پوری‘‘، دونوں بتائیں کیا صحیح ہے اور کیا نہیں؟ مزید ملاحظہ فرمائیں: ’’.....تو نہ صرف خدا اور کائنات کی بے کرانی اس کی نظر میں ہوگی.....‘‘ خدا اور کائنات کا ذکر ’’بے کرانی‘‘ کے حوالے سے یک جا ہوا ہے اور یکساں بھی۔

ص ۱۵۶ پر ہے: ’’ہر مجاہد قیامت تک زندہ رہتا ہے۔‘‘

ص ۱۵۷ پر ہے: ’’ہر دین اور مذہب کے ماننے والے اُردو شعراء نے نعت نبی کریم ﷺ لکھی اور یوں لکھی کہ حقِ نسبت و خلوص ادا کر دیا۔‘‘

ص ۱۶۶ پر لکھتے ہیں: ’’انہوں نے نعت مقدس کی مشہور زمانہ صنف کو اپنی پاکیزہ خیالی سے تاب و تب اور فکری توانائی بخشی۔‘‘

مذکورہ بالا جملوں میں قابلِ اصلاح الفاظ و انداز وہ خود ہی توجہ سے ملاحظہ فرمالیں۔

ص ۱۶۲ پر جناب ظہیر غازی پوری نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے کہے ہوئے ایک شعر کو علامہ ارشد القادری کا شعر بتایا ہے۔

پروفیسر واصل عثمانی صاحب کی تحریر شمارہ ۱۴ کے ص ۱۶۷ سے شروع ہوتی ہے، انہوں نے جناب سید ابوالخیر کشفی کے نعت رنگ میں مطبوعہ مقالات پر مشتمل کتاب ’’نعت اور تنقید نعت‘‘ کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس تحریر کا پہلا جملہ ہے: ’’چند برسوں سے نعت گوئی نے جس تیز رفتاری سے اُردو ادب کے اشاعتی افق پر اپنا تسلط قائم کر رکھا ہے.....‘‘ (ص ۱۶۷) اس جملے میں ’’اپنا تسلط قائم کر رکھا ہے‘‘ کے الفاظ قابلِ اصلاح ہیں۔

Marfat.com

واصل عثمانی صاحب کا یہ جملہ بھی ملاحظہ ہو: ''اس کاوش میں انہوں نے نعتوں کے عبادت فن کا قبلہ درست کرنے کی بھی سعیٔ مشکور کی ہے۔'' (ص ۱۶۹) عبادت کے ساتھ ''فن'' کا لفظ محلِ نظر ہے۔

وہ لکھتے ہیں: ''معنی و مطالب کا یہ جامہ ایک ایسی ہی شخصیت کے لیے مناسب و موزوں ہے جو حدِ ادراک سے بھی پرے ہے کیوں کہ یہی ایک ایسی ذاتِ گرامی ہے جس کی تعریف و توصیف جن و بشر کے علاوہ قادر مطلق کے کلام میں بھی پائی جاتی ہے۔'' (ص ۱۷۱)

ص ۱۷۷ پر ان کی تحریر میں ہے: ''مثلاً شافعِ روزِ حشر کو اگر مالک روزِ حشر نظم کر دیا جائے تو یہ حدودِ خداوندی میں داخل ہو جانے کے مترادف ہوگا۔''

واصل عثمانی صاحب نے بھی پروفیسر اقبال جاوید صاحب کی طرح اپنی تحریر میں کشادہ دلی سے کشفی صاحب کی تعریف کرتے ہوئے جانے کیوں یہ لازم کرلیا کہ نعت نگاری کے لیے انہیں ہی ہر طرح مسلمہ و متفقہ رہنما و مقتدا ٹھہرالیا جائے؟ کشفی صاحب کی تحریر کی کچھ خوبیاں قابلِ ستائش ہیں تو ان کی تحریر کی فی الواقع کچھ ''خامیاں'' قابلِ گرفت بھی ہیں۔ واصل عثمانی صاحب نے نعت رنگ کے تمام شمارے اگر ملاحظہ فرمائے ہیں تو انہیں کشفی صاحب کی تحریر میں ان خامیوں پر اعتراضات سے آگہی کے بعد ان اعتراضات کا جواب دیئے بغیر ان معترضہ عبارات کو پھر تحریر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایک طرف تو خود پروفیسر واصل عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت ''حدِ ادراک سے بھی پرے'' ہے، وہ خود اس ہستی کے لیے معنی و مطالب کا مناسب و موزوں ''جامہ'' کے لفظ بھی لکھتے ہیں اور پھر خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ''ان کی تعریف و توصیف'' جن و بشر کے علاوہ ''قادر مطلق کے کلام میں بھی'' ''پائی جاتی'' ہے۔'' اپنے اندازِ الفاظ کا قرینہ اور معنی و مطالب کا ''جامہ'' وہ خود بھی ملاحظہ فرمالیں۔

واصل عثمانی صاحب کا یہ اعتراف بجا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''ہم نعت میں جو لفظ بھی ادا کرتے ہیں ان سے نبی کریم ﷺ اور نبوت و رسالت کے بارے میں ہماری فکر اور دائرۂ تفہیم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔'' (ص ۱۷۸)

Marfat.com

یہ انتباہ بھی خود انہوں نے لکھا ہے کہ:"ذکر رسول کو اتنا آسان نہ تصور کریں کہ ادب اور شریعت کے تمام حدود ختم کر دیں۔ اور اپنے قلم کی جنبش کو فیل بے زنجیر کی طرح آزاد چھوڑ دیں۔"(ص ۱۸۱)

واصل عثمانی صاحب لکھتے ہیں:"جس نے اپنی امت سے وعدہ کیا ہے کہ میں ہر اس شخص کے سلام کا جواب دوں گا جو میرے روضے پر آ کر سلام بھیجے گا۔"(ص ۱۷۹) یہ عبارت جناب ابوالخیر کشفی کی ہے یا واصل عثمانی صاحب کی؟ ان سے عرض ہے کہ رسول کریم ﷺ کا یہ "وعدہ" بلفظہ اگر ہے تو وہ بتائیں کہ اس کا حوالہ کیا ہے؟ یعنی یہ ارشاد کہاں درج ہے؟

پروفیسر واصل عثمانی صاحب نے ص ۱۷۷ پر کشفی صاحب کی تحریر کے حوالے سے کچھ الفاظ کا نعت میں استعمال ناروا بتایا ہے، انہوں نے ان الفاظ کا غلط استعمال نہیں بلکہ ان الفاظ کا استعمال ہی نامناسب قرار دیا ہے، اس بارے میں انہیں واضح کرنا چاہیے کہ کون سا لفظ ان میں ایسا ہے جس میں تحقیر یا گستاخی کا ایہام ہے؟ اگر کشفی صاحب اور واصل عثمانی صاحب کو کوئی لفظ یا ترکیب پسند نہیں مگر وہ لفظ یا ترکیب، موہم تحقیر حضور سرور کائنات ﷺ نہ ہو، تو اسے ناروا کہنے کی بنیاد کیا ہوگی؟

پروفیسر واصل عثمانی پر واضح ہو کہ یہ فقیر پُرتقصیر ہرگز کسی نامناسب لفظ و ترکیب کی تائید کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، میرا مقصود صرف یہ ہے کہ عرف اور محاورے میں کوئی بھی لفظ یا ترکیب منفی معنی و مفہوم میں ہے تو اسے واضح کیا جانا ضروری ہے۔

وہ لکھتے ہیں:"نعت کی حدود کو بلاوجہ وسیع کرنے کی کوشش......"(ص ۱۷۷) اور ص ۱۷۰ پر وہ خود لکھ گئے ہیں کہ:"......نعت کی لامحدود و منور فضا میں......" اپنے جملوں میں "تضاد" وہ خود ملاحظہ فرمالیں۔

ص ۱۷۰ پر ان کی تحریر میں ہے:"غزل ساغر و مینا کے اشعاروں کے سہارے مشاہدہ حق کی گفتگو کا نام ہے۔" لفظ "اشعاروں" سے قطع نظر "ساغر و مینا کے سہارے مشاہدۂ حق کی گفتگو" قابلِ توجہ ہے۔

Marfat.com

ص ۱۷۵ کی آخری سطر کے آخر سے ص ۱۷۶ کی پہلی سطر کے شروع تک عبارت میں یہ الفاظ ہیں: ''اس مقالے کی حیثیت اور نوعیت ایک ایسے صحیفے کی ہے.....''

پروفیسر واصل عثمانی صاحب خود فرمائیں کہ لفظ ''صحیفے'' کا یہاں استعمال کیا درست ہُوا ہے؟ یا تو کچھ لفظوں کے خاص استعمال کی بات نہ کی جائے ورنہ خاص لفظوں کا یوں استعمال نہ کیا جائے۔

ص ۱۷۷ پر حاشیہ بھی ہے، پروفیسر واصل عثمانی صاحب نے از خود لکھا ہے کہ: ''یہ اور بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ممدوحین میں سے حسرت موہانی اور حسن (محسن) کا کوروی کے ان محولہ اشعار جو ان کے اصول اور معیار نعت سے فروتر اور ان کے مزاج سے مختلف ہیں کوئی گرفت نہیں کی جن میں مولائے یثرب سے مدد مانگی گئی اور زلف و گیسو کا تذکرہ ہے۔''

پروفیسر واصل عثمانی صاحب نے جناب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کے اصول و مزاج سے فروتر اور مختلف اشعار کو از خود کیسے شناخت کر لیا؟ یہ تو وہی جانیں تاہم دو باتیں اس عبارت کے حوالے سے عرض کرتا ہوں:

مدینہ منورہ کا پرانا نام ''یثرب'' تھا، اس پرانے نام کو پکارنے اور یاد کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔ چناں چہ ''سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۴ھ) کے ص ۲۹۶/۳ میں ہے: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''لاتدعوھا یثرب فانھا طیبۃ (ابن مردویہ)۔ اس شہر کو یثرب نہ پکارا کرو کیوں کہ یہ طیبہ ہے۔ ومن قال یثرب فلیستغفر اللّٰہ ثلاث مرات، ھی طیبۃ، ھی طیبۃ، ھی طیبۃ۔ اور جو کوئی یثرب کہے وہ تین مرتبہ اللّٰہ سے استغفار کرے۔ یہ تو طیبہ ہے، یہ تو طیبہ ہے، یہ تو طیبہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں: ''قال رسول اللّٰہ ﷺ من سمی المدینۃ بیثرب فلیستغفر اللّٰہ ھی طابہ ھی طابہ ھی طابہ۔ (رواہ امام احمد و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ)۔

Marfat.com

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اسے چاہیے کہ وہ (اپنی اس غلطی پر) اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہو۔ یہ (مدینہ) طابہ (پاکیزہ) ہے، یہ پاکیزہ ہے، یہ طابہ ہے۔ اور علامہ عیسیٰ بن دینار جو اپنے عہد میں اندلس کے مشہور مالکی فقیہ تھے، فرماتے ہیں: جو کوئی مدینہ طیبہ کا پرانا نام لے اس پر خطا لکھی جائے گی۔ اور مصری فقہائے شافعی میں مشہور علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ بن علی ابوالبقاء کمال الدین الدمیری کا یہ شعر بھی اسی صفحے پر درج ہے۔

ومن دعاها یثربا یستغفر فقوله خطیئة لتنظر

کتاب کے مؤلف لکھتے ہیں کہ: "پرانا نام پکارنے کی کراہت یوں ہے کہ اس لفظ کے معنی و مفہوم اچھے نہیں اور نبی کریم ﷺ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے اسی لیے آپ ﷺ نے اس شہر کا نام طابہ اور طیبہ رکھا جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور قرآن میں جو پرانا نام بیان ہُوا ہے تو وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے اور دیگر روایات میں بھی جو پرانا نام مذکور ہے وہ روایات اس نام کو پکارنے کی ممانعت سے پہلے کی ہیں۔"

معلوم ہُوا کہ مدینہ طیبہ کا پرانا نام بلا عذر اب اہلِ ایمان نہیں پکار سکتے۔ تفسیر نورالعرفان میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بزرگ نے شاعری یا نثری تحریر میں بلا عذر پُرانا نام اگر کہا ہے تو یہی گمان کیا جا سکتا ہے کہ اسے اُس پُرانے نام کی کراہت و ممانعت معلوم نہیں ہو گی لیکن اس کی تحریر و کلام میں بھی پُرانا نام نہیں پکارا جائے گا۔

علمائے اسلام نے تعلیم فرمایا ہے کہ کوئی شخص بلا عذر اگر پُرانا نام کہہ بیٹھے تو اُسے چاہیے کہ وہ استغفار کرے اور دس مرتبہ مدینہ طیبہ کہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے مدینہ منورہ کے متعدد نام لکھے ہیں: "ارض اللّٰه، الهجره، اکالة البلدان، اکالة القری، الایمان، البارّه، البرّه، البحرة، البحیرة، البلاط، البلد، بلد رسول الله (ﷺ)، رسول الله (ﷺ)، تندد، تندر، الجابرة، جبّار، الجبارة، جزیرةالعرب، الجُنة الحصینة، الحبیبه، حرم رسول الله (ﷺ)، حسنه، الخیره، الخِیرة، الدار، دار الابرار،

Marfat.com

دار المختار ، دار الایمان ، دار السنّة ، دار السلامة ، دار الفتح ، الداع الحصینه ، ذات الحُجَر ، ذات الحِرار ، ذات النخل ، السّلقه ، الشافیه ، طابة ، طَیْبة ، طیّبة ، طائب ، طبابا ، العاصمة ، العذراء ، العراء ، العَروض ، الغرّاء ، غَلَبة ، الفاضحیة ، القاصمة ، قبة الاسلام ، قریة الانصار ، قریة رسول اللّٰه (ﷺ) ، قلب الایمان ، المؤمنة ، المبارکة ، مبوأ الحلال والحرام ، مَبیّن الحلال والحرام ، المجبورة ، المحبة ، المحبوبة ، المحبورة ، المحرّمة ، المحروسة ، المحفوفة ، المفوظة ، المختارة ، مُدخل صدق ، المدینة ، مدینة رسول اللّٰه (ﷺ) ، المرحومة ، المرزوقة ، المسکینة ، المسلمة ، مضجع رسول اللّٰه (ﷺ) ، المطیّبة ، المقدسة ، المقرّ ، المکّتان ، المکینة ، مهاجر رسول اللّٰه (ﷺ) ، الموفیة ، الناجیة ، نَبلاء ، النّحر ، الهذراء ، یَندد ، یَندر ...."

انہوں نے ہر نام کے سامنے وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے اور متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے اس مقدس شہر کے فضائل واضح ہوتے ہیں۔

یہ تفصیل اس لیے تحریر کی ہے کہ نعت گو، نعت خوان، اور اہلِ قلم حضرات احتیاط رکھیں اور مدینہ طیبہ کے پُرانے نام کو بلا عذر لکھنے اور پکارنے کی خطا نہ کریں۔

پروفیسر واصل عثمانی اگر یہ گمان کرتے ہیں کہ تاج دارِ مدینہ نبی کریم ﷺ سے مدد مانگنی غلط ہے تو وہ نعت رنگ شمارہ ۱۳ میں میرا خط توجہ سے ملاحظہ فرمالیں۔ ''استعانت'' کے حوالے سے یہ فقیر اپنی تحریر میں متعدد احادیث اور تفصیل پیش کر چکا ہے۔ رہی بات ''زلف وگیسو'' کی تو ان لفظوں کا ادب واحترام سے نعت میں بیان ہرگز معترضہ نہیں ہوگا البتہ کسی نے یہ الفاظ نامناسب لہجے وانداز میں نظم کیے ہوں تو وہ لہجہ وانداز ضرور معترضہ قرار پائے گا۔

جناب واصل عثمانی لکھتے ہیں: ''......جن میں نعت کے موضوعات اور گھسے پٹے خیالات اور انداز کو دُہرانے والے شعراء کو مخاطب کر کے یہ فرمایا گیا ہے......'' (ص ۱۷۷)

واصل عثمانی صاحب نے کشفی صاحب کی تحریر کی تعریف کرتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا

Marfat.com

کہ وہ "گھسے پٹے خیالات" نامناسب لفظ کس حوالے سے لکھ گئے ہیں! یہاں وہ خود بھی اپنے قلم کی جنبش کو آزاد چھوڑ گئے!

وہ لکھتے ہیں: "ڈاکٹر کشفی مجھے اس قسم کے ایک مذہبی تنقیح نگار نظر آئے جنہوں نے اپنا مزاج نعت رسول کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے بنا رکھا ہے اور ارباب قلم کو متنبہ (متنبہ) کرنا، اپنا فریضہ تصور کیا ہے مگر کسی کی سرزنش کے لیے اپنے دست حق پرست میں تنبیہ الغافلین کا عصا نہیں اٹھا رکھا۔" (ص ۱۸۱)

اس عبارت میں عثمانی صاحب نے کشفی صاحب کو "مذہبی تنقیح نگار بھی کہا ہے، "نعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرحدوں کا محافظ" بھی بتایا، "ارباب قلم کو متنبہ کرنے والا" بھی بتایا، اس کے بعد آخری جملہ وہ جانے کس غرض سے لکھ گئے؟ وہ ہاتھ جسے انہوں نے "دست حق پرست" لکھا ہے اس میں جو "قلم" ہے، جس قلم سے وہ "تنقیح" کر رہے ہیں اور نعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرحدوں کی حفاظت چاہتے ہیں اور ارباب قلم کو "متنبہ" کرنا انہوں نے اپنا فریضہ تصور کیا ہوا ہے، ان کا وہ "قلم" غافلوں کے لیے عصائے سرزنش ثابت ہو رہا ہے یا نہیں؟

عثمانی صاحب "تنبیہ" اور "سرزنش" میں فرق کرتے ہوں گے اور وہ چاہیں تو کشفی صاحب کی تحریروں میں انہیں ملاحظہ کر لیں اور اپنے اس طنزیہ جملے سے "قند مکرر" کا لطف پائیں۔

واصل عثمانی صاحب لکھتے ہیں: "...... یہاں ان اصحاب کے اسمائے گرامی نقل کیے جا رہے ہیں جن کا کسی نہ کسی حوالے سے (کشفی صاحب کی) اس تصنیف میں سرسری سا تذکرہ موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میرا یہ فعل کسی کو عبث و بے کار معلوم ہو مگر میری نیت یہ ہے کو (کہ) کچھ عجب نہیں کہ نبی رحمت کے اس تذکار میں اس شخص پر بھی قدرت خداوندی اپنی بارش کرم کر دے جس کا صرف نام لیا گیا ہے کیوں کہ وہ تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور:

جو تیری گلی سے گزر گیا وہ برا بھی ہو تو برا نہیں" (ص ۱۸۲)

عثمانی صاحب نے سو سے زیادہ ناموں کی فہرست درج کی ہے اور اس میں مشرکوں، کافروں اور بدمذہبوں کے نام بھی شامل کیے ہیں۔

Marfat.com

کشفی صاحب نے جامعہ کراچی میں اک عمر گزاری ہے، وہ شعبہ اُردو کے سربراہ رہے ہیں، زبان و بیان وغیرہ کے حوالے سے انہوں نے اپنی تحریر میں کسی مشرک و کافر اور بد مذہب کا بھی سرسری تذکرہ کہیں کر دیا تو اسے نعتِ رسول (ﷺ) اور نبی رحمت ﷺ کے تذکار میں شمار کرنا اور قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات و احکام کو فراموش کر کے ان مشرکوں، کافروں، بد مذہبوں کے لیے ایسی خوش عقیدگی کا مظاہرہ کیا درست فعل ہے؟

قرآنِ کریم، کلام اللہ ہے۔ عثمانی صاحب اگر اسے "نعتِ رسول (ﷺ)" نہ بھی مانیں تو یہ تو لامحالہ ماننا ہو گا کہ اس میں نبی رحمت ﷺ کے تذکار ہیں۔ اور اسی قرآنِ کریم میں کتنے نام مشرکوں کافروں کے بھی بیان ہوئے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ کے تذکار میں ان شخصوں کے لیے عثمانی صاحب کیا کہتے ہیں؟

اپنے قلم کی جنبش کو فیلِ بے زنجیر کی طرح آزاد چھوڑ دینے پر تنبیہ خود انہوں نے ہی لکھی ہے وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ خود ان سے کیا یہی فعل تو سرزد نہیں ہو گیا؟

محترم صبیح رحمانی صاحب! مجھے لکھتے ہوئے احساس ہی نہیں ہُوا کہ میرا یہ خط خاصہ طویل ہو گیا ہے۔ آپ تو نعت رنگ کے دو شمارے اکٹھے شائع کر کے مطمئن ہو گئے کہ تاخیر کا تدارک ہو گیا لیکن میرے لیے تو کام بڑھ گیا۔ آپ کو شاید اندازہ نہ ہو کہ مجھے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور میرے مشاغل کی کثرت میرے لیے اوقات کی تقسیم میں مسئلہ رہتی ہے۔ یہ بات پھر دُہراؤں گا کہ میرا کام یا مقصد ہرگز عیب جوئی نہیں بلکہ خیر خواہی کی نیت سے یہ محنت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ "نعت" کے بیان میں ہم سب احتیاط کے پابند رہیں اور سرزد ہو جانے والی کوتاہیوں سے توبہ و رجوع کرتے ہوئے آئندہ انہیں نہ دُہرائیں۔

نعت رنگ کے دونوں شماروں ۱۳، ۱۴ کی بیش تر تحریروں کے حوالے سے اپنی اس تحریر کے آخر میں وعدے کے مطابق شمارہ ۱۳ میں مطبوعہ کچھ خطوط سے چند ضروری باتیں پیش کر رہا ہوں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۲۴۲ پر پہلا مکتوب، محترم سحر انصاری صاحب کا ہے۔ وہ

Marfat.com

لکھتے ہیں ''نعت کے حوالے سے تمہارے پرچے (نعت رنگ) کے لیے یہی کہنا پڑتا ہے۔

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

پروفیسر سحر انصاری صاحب نے تو نعت شریف کے اس مصرع کو نعت شریف کے پرچے کے لیے لکھا ہے جب کہ جناب اشرف علی تھانوی نے کتاب ''ارواحِ ثلاثہ'' کے ص ۳۹۸ پر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے لیے یہ مصرع اور مفتی عزیز الرحمٰن نے اپنی کتاب ''تذکرہ مشائخ دیوبند'' کے ص ۱۳۹ پر جناب رشید احمد گنگوہی کے لیے یہ پورا شعر لکھا ہے۔

''حسن یوسف، دم عیسٰی، ید بیضا داری

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ''

سید کشفی صاحب تو وہ شعر بھی نعت میں شمار کروانا چاہتے ہیں جو کہنے والوں نے نعت کی نیت سے نہیں کہے اور یہاں واضح نعتیہ شعر اور مصرع کو بالقصد دوسروں کے لیے کہا لکھا جا رہا ہے، یوں وہ ساری محنت جو ''نعت رنگ'' کا نصب العین ہے، وہ نعت رنگ ہی میں (بقول احمد صغیر صدیقی) ''ڈھیر'' ہو جاتی ہے۔ اگر ہر جگہ لفظی ولغوی معنی ومفہوم میں گنجائش کی راہ ہی نکالنی اور تاویل ہی اپنانی ہے یا شرعی لحاظ کی بجائے شخصی رعایت ہی رکھنی ہے تو پھر نعت رنگ کے چودہ شماروں کا حاصل کیا رہے گا؟

جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کے مکتوب میں لکھا ہے: ''محسن کاکوروی نے مروّجہ شاعری کی ہر صنف میں نعت کے فن کو برتا ہے۔'' (ص ۲۴۴، شمارہ ۱۳)

اس جملے کو انہوں نے بطور اقتباس نقل کیا ہے لیکن محلِ نظریات کو توجہ یا اہمیت نہیں دی۔ ''نعت کے فن'' کے الفاظ درست نہیں، ''نعت گوئی کے فن'' کے الفاظ لکھے جاتے۔

جناب احمد صغیر صدیقی ہی کے مکتوب کا حوالہ میری اس تحریر کے شروع میں تھا، تحریر کا اختتام بھی انہی کے مکتوب کے جواب پر کرتا ہوں:

جناب احمد صغیر صدیقی سے عرض ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار میں عربی الفاظ کے تلفظ اور معنی کے حوالے سے اعتراض کرنے سے پہلے کوئی لُغت ہی دیکھ

Marfat.com

لیتے۔جب انہیں زبان و بیان سے اتنی وابستگی نہیں تو انہیں اپنی تضحیک کا سامان نہیں کرنا چاہیے۔

وہ میرے مطبوعہ خط کے بارے میں لکھتے ہیں: "اس میں دُرّے (کوڑے کے معنی میں) صحیح لفظ انہوں نے "دُرّے" لکھا ہے، میرے پاس جو لغت ہے اس میں درے لکھا ہے۔ اب بتائیے ہم کیا بولیں؟ دِرّے کہا تو لوگ سنیں (ہنسیں) گے اور اگر دُرّے کہا تو ہم خود روئیں گے۔" (ص ۲۹۸، شمارہ ۱۳)

جناب احمد صغیر سے عرض ہے کہ وہ لوگوں کے ہنسنے کا اہتمام اپنے اس رونے سے خود ہی کر گئے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

فارسی "غیاث اللغات" مطبوعہ بمبئی کے ص ۲۹۲ پر ہے: "درہ بالکسر و را مہملہ مشدّ دو دال چرمی کہ محتسب بدان حد زند از منتخب و سرورے و صراح و مؤید و کشف و کنز و درہ بالفتح بتشدید و تخفیف در فارسی بمعنی راہے کہ در کوہ باشد و بہمین حرکات بمعنے شکنبہ کہ معدۂ بہائم باشد و بالضم و تشدید را در عربی بمعنی مروارید بزرگ از رشیدی و صراح و کشف و برہان و منتخب۔"

اور ص ۲۸۹ پر ہے لفظ "در" کے سامنے درج ہے: "بالضم مروارید بزرگ از منتخب و صراح و در بہار عجم نوشتہ کہ در بالضم و تشدید راو تخفیف آں فارسیان مطلق مروارید را گویند و در لغت عرب درہ بروزن حرہ مروارید کلاں را گویند۔" (احمد صغیر صدیقی صاحب سے عرض ہے کہ "منتخب، سروری، صراح، مؤید، کشف، برھان اور کنز" یہ کتبِ لغات کے نام ہیں، وہ انہیں "دُرّوں یا دِرّوں" کے نام نہ سمجھ لیں)

"فرہنگِ عامرہ" مطبوعہ دہلی کے ص ۲۲۳ پر ہے: "درہ (دُرّ۔رَہ) بڑا موتی جمع دُرَر توتا، مینا

(دِر۔رَہ) دودھ، چمڑے کا کوڑا (دَرَہ، دَرّ۔رَہ) پہاڑی راستہ، اوجھڑی"

A Dictionary of Urdu, Classical Hindi, and English by John T.Platts (London) کے صفحے 514 پر بھی دونوں تلفظ درج ہیں: "درہ durra, dirra"

Marfat.com

''معجم الاغلاط اللغویہ المعاصرۃ'' (مطبوعہ مکتبہ لبنان، بیروت، طبع اول، ۱۹۸۶ء) کے ص ۲۲۰ میں ہے:

(٦٣٥) ضَرَبَهُ بِالدِّرَةِ، اَلدُّرَهُ في اللغة الفارسية هي السوط يُضرَبُ به، كما يقول مدُّ القاموس، ولكنّها عندما عُرِّبَتْ كُسِرت دالُها فصارت دِرَّةً. ويُخطئ كثيرون فيلفظون دالَها مضمومةً (دُرّة)، والصواب كسرُها (دِرّة)، كما تقول جميع المعاجم وكتب الادب، وقد اشتهر عمر بنُ الخطّاب رضى الله عنه بدِرَّتِه۔

ويقول التاج اِنّ الدِرَّة عربية معروفة، والجمع: دِرَرٌ۔

ومن معانى الدِّرّة: اللبن او كثرته ...... اما الدُّرَّة، فمعناها اللبن اوالكثير منه، وَالدُّرّة هي: اللؤلؤة العظيمة، الببّغاء الصغيرة.

''فیروز اللغات'' عربی اُردو (مطبوعہ لاہور، ۱۱۷۹ء) کے ص ۱۸۶ پر ہے: ''دُرَّۃ ج دُرَر ودُرّات۔ ایک موتی۔ طوطے کی مادہ۔

دِرّۃ ج دِرَر۔ دودھ، دودھ کی کثرت، دودھ کا بہاؤ، خون، کوڑا، بادلوں کا چلنا، (منڈی کا) چالو ہونا۔''

''المنجد'' عربی اُردو، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی، کے ص ۳۱٦ پر ہے: ''الدِرَّۃ دودھ، دودھ کی زیادتی، دودھ کا بہاؤ، خون، کوڑا۔''

ابھی متعدد لُغات اور بھی ہیں مگر اتنے حوالوں پر اکتفا کرتے ہوئے میں یہی چاہتا ہوں کہ احمد صغیر صاحب روتے روتے خود ہی ہنس پڑیں۔

یہاں نعت خوانوں اور قارئین کے لیے یہ بھی واضح کردوں کہ کچھ لوگ دال کے زبر کے ساتھ ''دَرُوْد'' کہتے ہیں جب کہ صحیح تلفظ دال کے پیش کے ساتھ ''دُرُوْد'' ہے۔ (غیاث اللغات، ص ۲۸۹)

احمد صغیر صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''افسوس کہ خط لکھتے ہوئے وہ حوالے دینے میں

Marfat.com

اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ پھر جو کچھ انہوں نے ان پر لکھا وہ اس قدر گنجلک ہو گیا ہے کہ میں سمجھنے سے قاصر رہا............ وہ اگر ہر بات کا حوالہ دینے کے بعد اپنی رائے علاحدہ کر کے وضاحت سے لکھتے تو کیا اچھا ہوتا۔" (ص ۲۹۸)

جناب احمد صغیر صدیقی اسی شہر کراچی ہی میں مقیم ہیں۔ میری تحریر میں جہاں کہیں ان کی فہم رسا نہیں ہوتی وہ بالمشافہ یا فون پر گفتگو فرمالیں، اگر وہ چاہیں تو نعت رنگ کے کسی فہمیدہ قاری سے میری تحریر سمجھ لیا کریں۔ مجھے حیرت ہے کہ ان کے لیے میری تحریر گنجلک ثابت ہوئی۔

وہ لکھتے ہیں: "صفحہ ۲۴۰ پر کچھ باتیں عرش کے مستقر خداوندی ہونے کی بابت ہیں، مولانا کوکب نورانی نے اس پر اپنی رائے نہیں دی کہ درست بات کیا ہے؟ مستقر علی العرش سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عرش، ثم استوی خداوندی ہے۔ حضور کا نوری پیکر ہونے کا بھی اس میں ذکر ہے۔ پھر "انا بشر" والی بات کیا معنی رکھتی ہے کو بشر تو مٹی سے بنا ہے؟" (ص ۲۹۸، ۲۹۹)

محترم احمد صغیر صدیقی صاحب سے مختصراً عرض ہے کہ قرآن کریم میں تین طرح کی آیات ہیں۔ مقطعات، متشابہات اور محکمات۔ محکمات کے سوا پہلی دو طرح کی آیات کے حوالے سے وہ تفسیروں میں ہدایات دیکھیں۔

علاوہ ازیں اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ جسم، جسمانیات، مکان، مکانیات، زمان زمانیات، سمتوں جہتوں، کمزوریوں، حاجتوں...... سے پاک ہے اور بے مثل و بے مثال ہے۔ استوی علی العرش کے معنی ہم یہی کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے عرش پر اپنی شان کے مطابق استوی فرمایا۔

عام لغت کے مطابق "استوی" کے لفظی معنی ہم اللّٰہ تعالیٰ کے لیے نہیں کر سکتے۔

دوسری بات کا مختصراً جواب یہ ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کو بلاشبہ "بشر" مانتے ہیں لیکن انہیں محض بشر یا عام بشر یا اپنے جیسا بشر ماننا سخت بے ادبی بلکہ کفر تک جانتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں ساری کائنات بنانے سے پہلے اپنے ذاتی نور سے تخلیق فرمایا۔ قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ان کے نور ہونے کا واضح بیان ہے۔ قرآن کریم میں

Marfat.com

انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں ظاہر صورت بشری میں تو تم جیسا ہوں، اس کا مطلب یہی ہے کہ انہیں جو فضل و کمال حاصل ہے اسے دیکھ سن کر کوئی انہیں خدا نہ کہہ دے، بلاشبہ وہ مجسم ہو کر لباس بشری میں تشریف لائے مگر وہ بے مثل و بے مثال بشر ہیں اور ان کی بشریت حضرت جبریل امین علیہ السلام کی نورانیت سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ وہ بشر بھی ہیں وہ نور بھی ہیں یوں ہم انہیں نوری بشر اور نوری پیکر کہتے ہیں۔

جناب احمد صغیر صدیقی کہتے ہیں کہ بشر تو مٹی سے بنا ہے۔ وہ شاید یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خاک اور نور کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ ان کی توجہ کے لیے عرض کروں کہ ''جگنو'' چھوٹا سا کیڑا ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے، اس میں بھی نور ہے۔ اور یہ بھی ملاحظہ ہو: حضرت جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں، ان کے ''نوری'' ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں، وہ حضرت مریم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو قرآن کے الفاظ ہیں: ''فتمثل لها بشرا سويا (مریم:١٧)، (وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہُوا)، حضرت جبریل امین کیا اس وقت نور نہیں تھے؟ شکل بشری میں آنا ''نور'' ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اس موضوع پر احمد صغیر صاحب صدیقی میرے والد گرامی حضرت مجدد مسلک اہلِ سنت خطیب اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین ﷺ'' اور دیگر علمائے اہلِ سنّت کی کتابوں کا مطالعہ فرمالیں۔

مجھ گناہ گار سے اس تحریر میں کوئی غلطی و کوتاہی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ و رجوع کرتا ہوں اور طالبِ عفو و مغفرت ہوں۔ کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس

Marfat.com

مکتوبِ یازدھم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 16)

بسم اللہ الرحمن الرحیم – والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح رحمانی زیدت محاسنہ سلام مسنون

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سُنّت و جماعت پر استقامت اور دارین میں عفوو مغفرت سے نوزے، آمین

ماہِ میلاد شریف، ربیع الانور کی نورانی ساعتوں کا شمار پورا ہو رہا تھا کہ نعت رنگ کا پندرہواں شمارہ جلوہ افروز ہوا۔ اس درجہ محبت اور محنت کا یہ تسلسل بلا شبہ لائقِ تحسین اور قابلِ مبارک باد ہے۔ نعت شریف کی خدمت کے حوالے سے آپ کا نام بفضلہٖ تعالیٰ معتبر اور مشتہر ہوا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ آپ کی ہمت وصلاحیت میں برکت اور اسے مفید و نافع فرمائے، آمین

سید الخطاطین الحاج حافظ محمد یوسف صاحب سدیدی مرحوم و مغفور سے خطاطی کروا کے فقیر نے ہر سال عیدِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر عید کارڈ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ 1974ء سے ہر سال یہ کارڈ شائع ہو رہا ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے بعد ان کے قابل قدر تلمیذ رشید جناب خالد یوسفی اس کی خطاطی کرتے ہیں، انہی کے قلم خوش رقم میں ''نعت رنگ'' کی لوح شمارہ 12 سے آپ ہر شمارے کی زینت بنا رہے ہیں۔

حافظ صاحب مرحوم نے پانچ سال ''عید میلاد النبی ﷺ مبارک'' کے کارڈ کی خطاطی فرمائی۔ اللہ کریم جل شانہ نے انھیں خوب نوازا تھا، وہ جتنے اعلیٰ خطاط تھے اتنے ہی عمدہ انسان تھے۔ تیسری مرتبہ جو کارڈ تیار ہوا، اس کی خطاطی آپ نے انتخاب کی اور نعت رنگ کے پندرہویں شمارے کا سرورق اس سے مزیّن کیا۔ نعت رنگ کے وابستگان نے ضرور پسند کیا ہوگا۔

نعت رنگ کے شمارے ۱۳-۱۴ آپ نے اکٹھے شائع کیے تھے، ان میں شمارہ ۱۴ کی

Marfat.com

ضخامت بہت کم تھی جب کہ قیمت دونوں شماروں کی یکساں رکھی گئی تھی۔شمارہ ۱۵ آپ نے شاید اسی لیے ضخیم کر دیا کہ شمارہ ۱۴ میں صفحات کی کمی کی تلافی ہو جائے، مجھے خوشی ہے کہ آپ نے بہت کم وقفے سے پھر ایک ضخیم شمارہ پیش کیا اور نعت رنگ کے وابستگان کو زیادہ انتظار نہیں کروایا۔جزاکم اللہ تعالیٰ

یقین مانیے کہ ماہِ ربیع الانور کے آخر سے ماہِ رجب کے آخر تک پندرہواں شمارہ میرے ساتھ تو رہا لیکن اتنی مہلت ہی نہیں ملی کہ اس شمارے کا توجہ سے مطالعہ کرتا۔ملک بھر میں محافلِ میلاد شریف، جلسہ ہائے گیارہویں شریف، جامع مسجد گل زارِ حبیب (ﷺ) کا صد سالہ جشنِ تعمیر، عالمی سُنّی ڈائریکٹری کی اشاعت، جماعتِ اہل سنت برطانیا کی طرف سے برمنگھم میں ساتویں عالمی سُنّی کانفرنس، ختمِ نبوت کونسل (یو کے) کے زیرِ اہتمام وٹ فورڈ، لندن میں دسویں "تحفظ ختمِ نبوت کانفرنس اور یورپین مسلم کونسل کی طرف سے" عالمی پیامِ امن کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرونِ ملک سفر، اقارب میں کئی افراد کی رحلت کے سانحوں اور دیگر متعدد امور نے ہمہ وقت مشغول رکھا۔ماہِ رجب میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس مبارک کا انعقاد، عرس شریف کے موقع پر سالانہ یادگاری مجلّے کی اشاعت وترسیل، متعدد ممالک میں ماہِ رجب کے تیسرے جمعۃ المبارک کو "سالانہ یومِ خطیب اعظم" منانے کے اہتمام کے لئے رابطے، یہ سب کام اچھی خاصی توجہ چاہتے ہیں۔اس دوران ٹیلے وژن کے مختلف چینلز کے لیے ریکارڈنگ، اچانک پیش آنے والے مسائل اور امور بھی خاصا وقت لے جاتے ہیں، مجھے کم خوابی کی شکایت اکثر رہتی ہے تاہم قلم اور کتاب سے ناتا قائم ہے۔اللہ کریم جلّ شانہٗ کا کرم ہے کہ رواں دواں ہوں۔

آپ نے ماہِ رجب المرجب کے آخر میں کناڈا کے سفر پر روانہ ہونے سے قبل فون پر بتایا تھا کہ نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے لیے تحریریں کمپوزنگ کے مراحل پوری کر چکی ہیں صرف خطوط کا حصہ باقی ہے۔آپ کا مدعا واضح تھا، آپ میری تحریر کی بابت جاننا چاہ رہے تھے۔عرض کی تھی کہ کوشش کروں گا کہ آپ کی کناڈا سے واپسی تک اپنی تحریر پیش کر دوں۔سچ پوچھیں تو میں کہنا چاہتا تھا کہ آپ کے کچھ قارئین کو میری تحریروں سے شکوہ ہے، آپ نعت رنگ میں میری تحریریں شامل

Marfat.com

کر کے انھیں کیوں ناراض کرتے ہیں؟ آپ کے ان احباب کو اگر یہ گمان ہے کہ مَیں کسی کو ناراض کرنے کے لیے لکھتا ہوں تو اُن پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سچ سے ناراض ہونا تو اہلِ ایمان کا شیوہ وشعار نہیں۔ میری تحریریں صرف نعت رنگ ہی میں نہیں، متعدد جرائد ورسائل میں شائع ہوتی ہیں ۔بحمدہٖ تعالیٰ دو درجن سے زائد مستقل تصانیف زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں اور ان میں سے اکثر کتابوں کے دس سے زیادہ ایڈیشن طبع ہوئے ہیں۔ یہ اظہار پھر کر رہا ہوں کہ مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ مجھ سے تحریر وتقریر میں خطا نہیں ہوسکتی۔ میری تحریروں کے قارئین اور میری تقریروں کے سامعین گواہ ہیں کہ اپنی تحریر وتقریر میں میں احتیاط کے باوجود سرزد ہوجانے والی ہر خطا پر توبہ ومعافی ہی سے شغف رکھتا ہوں کیوں کہ اسی میں خیریت وعافیت ہے۔ بحمد اللّٰہ تعالیٰ مجھ سے اب تک کسی فی الواقع غلطی کو غلطی نہ ماننے کی غلطی نہیں ہوئی۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ ہر وہ قول وفعل جو مجھ سے سرزد ہوا، اس میں کوئی ایسی بات جو عند اللّٰہ حق نہیں اس سے توبہ ورجوع کرتا ہوں اور اللّٰہ تعالیٰ سے طالبِ عفو ومغفرت ہوں۔ یہ بات بھی پھر دُہراؤں گا کہ عقیدہ وایمان کے حوالے سے بفضلہٖ تعالیٰ مَیں مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کا پابند ہوں اور اس باب میں کوئی شک وشبہ یا تردد نہیں رکھتا۔

نعت رنگ کے پندرہ شماروں میں شائع ہونے والی میری تحریروں میں کسی خلافِ واقعہ یا غلط بات کی اب تک کسی ایک نے نشان دہی نہیں کی۔ کچھ تحریروں میں "مسلکی اجارہ داری" اور "جدلیت" کی بات کی گئی ہے لیکن کسی نے بھی کوئی ایسی بات واضح نہیں کی جسے وہ فی الواقع صرف "مسلکی اجارہ داری" ثابت کرسکیں۔ میری تحریر سے ان کا اختلاف کہیں ان کے اپنے مسلکی تشخص اور تعلق کی وجہ سے تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو وہ خود توجہ فرمائیں کہ مجھ پر ان کے الزام کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے؟ یہ لوگ کیوں نہیں دیکھتے کہ میری تحریروں میں تنقید وتحقیق کی بنیاد ہی تحفظِ ناموسِ رسالت (ﷺ) ہے، خوفِ خدا اور عشقِ رسول (ﷺ) کی بنیاد پر تحریروں میں بھی ہر وہ بات اور شخص قابلِ گرفت ہے جس میں شرعاً منفی اور ناروا تاثر ہے۔ قرآن کریم (کلام اللّٰہ) میں سے وہ آیات بھی پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں جن میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے

Marfat.com

آداب تعلیم فرمائے گئے ہیں، اگر کسی بھی شخص کی کوئی بات ان آداب سے متصادم یا ان کے برعکس ہو تو اس کا بیان جان کر ان افراد کو قرآن کریم کی پاس داری کرنی چاہیے یا اپنے وبے گانے کسی شخص کا لحاظ اور اس کی طرف داری کرنی چاہیے؟ کیا ان میں سے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ ''خالی از معائب'' ہے یا اس کی تحریر و تقریر خالی از خطا ہے؟ ہم سب کو شکر کرنا چاہیے کہ ''توبہ و استغفار'' کے دروازے کھلے ہیں، یہ کرم ہے کہ یہ در کشادہ ہیں، خود یہ در بند کرنے والے سوچیں کہ وہ کیا ذخیرہ کر رہے ہیں؟ میرے لیے سعادت کی بات ہے کہ مجھے اپنے بے عیب سید المعصومین آقا ﷺ کے بارے میں کسی کی بھی معمولی سی منفی بات گوارا نہ کرنے کا ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میرے معبود کریم اللہ جل شانہٗ کے کرم سے کیا بعید کہ میرا ایک یہی عمل میری تمام خطاؤں کی معافی اور میری مغفرت کا سامان ہو جائے۔

جن لوگوں کو مجھ سے میرے اس فعل پر شکوہ یا ناراضی ہے، ان سے عرض ہے کہ مجھے تو اپنے ملجا و ماوی، اپنے آقا و مولا، رحمۃ اللعالمین محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ عالی جاہ میں سرخ رو ہونا ہے اور انھیں راضی کرنا ہے۔ الحمدللّٰہ علیٰ احسانہٖ مجھے صرف اسی علم و ہنر سے شغف ہے اور اتنا ہی شغف ہے جو مجھے صرف اور صرف ان ہی کا غلام رکھے۔

برسوں پہلے بھی اپنی کتاب ''سفید و سیاہ'' میں یہ تحریر کیا تھا، آج پھر اسے دُہراتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ اپنے ہر ہم نسبت سے وعدہ کرتا ہوں کہ میرے محبوب کریم ﷺ کے بیان میں کجی اور کج روی کے مرتکب سے ان شاء اللّٰہ میں دمِ آخر تک نبرد آزما رہوں گا۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! آپ نے نعت رنگ کا اجرا اسی لیے کیا تھا کہ نظم و نثر میں نعت کہتے ہوئے جو کوئی بے احتیاطی ہو رہی ہے اس سے آگہی کا اہتمام ہو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس بے احتیاطی سے آگاہ ہو کر اپنی اصلاح کی بجائے، آگاہ کرنے والوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے؟ کہیں خود پسندی، خود ستائی، زعمِ علم اور انانیت کی دیواریں تو حائل نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ نعت پر تنقید کو ضروری اور خود کو تنقید سے بالا سمجھا جا رہا ہے! یا یہ کہ نعت گوئی پر تنقید ہو مگر نعت گو پر نہ ہو۔ ہر کوئی لکھ رہا ہے کہ غلطی کو شمار نہ کرنا بھی غلطی ہے، پھر جانے کیوں شکوہ و ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے

Marfat.com

بات کچھ و ہی لگتی ہے کہ خود کے لیے غلطی کا تصور نہیں کیا جار ہا اور خود کو مستثنیٰ سمجھا جار ہا ہے؟

اس فقیر بے توقیر نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ نعت رنگ میں لکھنے والے اکثر اہل قلم سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی اور میری کوئی بات ان کی ذات کے حوالے سے بھی نہیں، صرف ان کی تحریروں میں درج ان لفظوں اور جملوں کے بارے میں ہے جو عقائد اور حقائق سے کسی طور متصادم ہیں۔ حیرت ہے کہ لکھنے والے کے اپنے مسلک و مشرب کے مطابق لکھنے پر کیوں اعتراض نہیں کیا جاتا؟ اس کی معترضہ باتوں کا علمی تحقیقی جواب کیوں قابل اعتراض گردانا جار ہا ہے؟ میری تحریروں میں یہ بھی بتایا جائے کہ میں نے کہاں صرف مسلکی اختلاف ہی کی بنیاد پر اعتراض کیا ہے؟ ہر معترضہ بات کا جواب دیتے ہوئے انہیں بنیادوں کو پیشِ نظر رکھا ہے جو بنیادیں تقریباً سبھی نے اپنی تحریروں میں نعت شریف کے لیے بیان کی ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ قواعد، اصول، سلیقے، قرینے، آداب، انداز، لہجے، اسلوب، وغیرہ صرف دوسروں کو بتانے کے لیے ہیں، خود اپنے لیے نہیں؟ کہاں تو یہ خوشی ظاہر کی جارہی تھی کہ نعت گوئی پر تنقید ہونے لگی ہے یعنی خوبیوں اور خامیوں کو پرکھا جار ہا ہے اور کہاں اس تنقید کو معترضہ یا مسلکی اجارہ داری قرار دینے کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ اس تفصیل کے بعد پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ فقیر واضح کر چکا ہے کہ مسلکِ حق صرف مسلک اہل سنت و جماعت ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ مجھے اس مسلک سے پختہ وابستگی پر ناز ہے، میری دعا یہی ہے کہ اللہ کریم جلّ شانہ مجھے اسی مسلک حق پر ثابت وقائم رکھے اور اسی مسلک پر میرا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

میری تحریروں پر ناراض ہونے یا شکوہ کرنے والے اگر کوئی علمی تحقیقی جواب پیش نہیں کرتے تو ان کی ناراضی اور شکایت بے جا اور ناروا ہے۔ مجھ سے کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! آپ نے نعت رنگ میں تنقیدی مضامین کم کر دیے ہیں یا آپ تک تنقیدی تحریریں کم آرہی ہیں؟ کسی ایک عنوان سے تحقیقی یا تعارفی تحریریں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں لیکن نعت رنگ میں یہی تحریریں اگر تنقید کے ساتھ آئیں تو آپ کے اس کتابی سلسلے کی

Marfat.com

افادیت زیادہ ہوگی۔ کس نعت گو نے کس مضمون کو کس طرح نظم کیا ہے اور کس کس بات کا خیال رکھا ہے؟ یہ بیان اگر نہیں تو ایک مضمون یا موضوع کے اشعار کو صرف جمع کرنا آپ کے نعت رنگ کے مقصد کے مطابق نہیں ۔آپ نے پندرہویں شمارے میں اداریہ قدرے زیادہ لکھا ہے اور دوسرے ''پیراگراف'' میں نعت رنگ کے اجرا کا مقصد ہی تنقیدی جمود توڑنا اور تنقیدی مباحث کی فضا بنانا بیان کیا ہے۔

آپ سے پھر عرض کروں گا کہ نعت رنگ کے شروع میں نعت شریف کے لیے ایک صفحہ ضرور رکھیں اور متقدمین میں سے کسی کی منتخب نعت شریف ضرور شاملِ اشاعت کیا کریں۔

شمارہ ۱۵ کے ص ۱۳ پر جناب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی تحریر ہے، عنوان ہے: ''نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں ماضی کا سفر'' اس تحریر میں کمپوزنگ کی اغلاط طبیعت پر بہت گراں گزریں تاہم کشفی صاحب کی اس تحریر نے واضح کیا کہ ماہِ میلادِ مصطفیٰ (ﷺ) اور میلاد و نعت شریف کا احترام واہتمام، اہل ایمان کا شروع سے خاصہ رہا ہے اور ان محافلِ میلاد و نعت کا اختتام ہمیشہ سلام اور دعا پر ہونا بھی کشفی صاحب نے بیان کیا۔ص ۱۵ پر کشفی صاحب کی تحریر میں ہے'' .....آج لوگ صمد و غنی (جل جلالہ) کے نام کے ساتھ کوئی تکریمی لقب، خطاب اور اظہار استعمال نہیں کرتے۔ذاتِ باری (تعالیٰ) ہمارے اظہار سے بے نیاز ہے مگر ہمیں تو بندگی کے آداب آنے چاہییں ......سورۃ الفاتحہ ہمیں یہی درس دیتی ہے۔میلاد کی محفلوں میں اس کا کتنا لحاظ کیا جاتا تھا۔اور اس کا تعلق میلاد ناموں سے تھا۔ہماری خواتین زیادہ پڑھی لکھی نہ تھیں، مگر وہ محبت کے قرینوں سے آگاہ تھیں اور:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

عربی کے تعظیمی ٹکڑوں اور کلمات کے مفہوم سے خوب واقف تھیں۔جل جلالہ، ھوالعلی ،سبحان ربی الاعلیٰ، عم نوالہ، ھوالاول، ھوالآخر، ھوالظاہر، ھوالباطن......یہ کلمات میلاد کی محفلوں میں بار بار آتے تھے۔انھیں صحیح طور پر ادا کیا جاتا اور سمجھا جاتا تھا۔

ان محفلوں میں درود کثرت سے پڑھا جاتا۔حضور (ﷺ) کی زندگی اور سیرت کے

Marfat.com

کسی پہلو اور واقعے کو بیان کرنے والی خاتون ذرا رکتی۔ ان کے اس وقفہ کو لڑکیاں بالیاں اور نعت پڑھنے والیاں خوب سمجھتی تھیں اور فضا میں یہ آواز بلند ہوتی

پڑھو درود پڑھو، عاشقو! درود پڑھو

درود سے کبھی غافل نہ ہو، درود پڑھو''

کشفی صاحب نے اللہ کریم جل شانہ کا نام لیتے ہوئے اس کی صفات اور عظمت کا کوئی کلمہ و لفظ نہ کہنے اور لکھنے کی غفلت کا بجا شکوہ کیا ہے، خواہ اس کے لیے لقب اور خطاب کے لفظ استعمال کیے تاہم مجھے اس میں اتنا اضافہ کرنا ہے کہ بیش تر افراد جب کبھی ''عربی کے تعظیمی ٹکڑے''، یعنی عربی میں بیان ہونے والے تعظیمی الفاظ اور کلمے کہتے بھی ہیں تو اِعراب صحیح نہیں کہہ پاتے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ وہ ایک مرتبہ چند منٹ محنت کر کے اپنی ڈائریوں کا پیوں میں ان کلموں اور لفظوں پر اِعراب (حرکات، زیر زبر پیش وغیرہ) لگالیں اور انھیں از بر کرلیں کیوں کہ سننے والے جس طرح کسی نعت خواں سے سنتے ہیں اسی طرح گنگناتے ہیں اور وہی ان کی زبان پر چڑھ جاتا ہے۔ مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ ''اسمِ ذات'' اللّٰہ (سبحانہ وتعالیٰ) بھی اس طرح کہا جاتا ہے جیسے ''اَلّا'' کہا جا رہا ہو۔ اس مبارک نام کے آخر میں ''ہ'' ہے، اس کی آواز تلفظ میں ادا نہیں کی جاتی جب کہ اس نام پاک کو محبت سے پورا اور صحیح ادا کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہیے۔ کشفی صاحب نے صحیح فرمایا کہ سورۃ الفاتحہ ہمیں یہی درس دیتی ہے۔ بلکہ تسمیہ (بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم) ہی تعلیم کرتا ہے کہ اللّٰہ کریم جلّ شانہٗ کا پاک پیارا سوہنا نام کس طرح لینا پکارنا چاہیے۔ اس طرح ہمیں جاننا چاہیے کہ رسولِ کریم ﷺ کو خود اللّٰہ کریم جلّ شانہ نے پورے قرآن کریم میں کہیں بے لقب نہیں پکارا، ان کا مبارک ذکر کرتے ہوئے بھی ہمیں آداب والقاب کا ہر طرح خیال رکھنا چاہیے اور درود ابراہیمی میں بھی نام پاک سے پہلے ''سیدنا'' کے لفظ ولقب کا استعمال ضرور کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب درود شریف تعلیم فرمایا تو ''سیدنا'' کا لفظ بیان نہیں فرمایا، تو یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ خود اپنے لیے عاجزی کرتے ہوئے انہوں

Marfat.com

نے ایسا نہیں فرمایا مگر ہمیں تو ادب، احترام اور تعظیم کا خیال کرنا چاہیے اور ان کی تعظیم کا ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر ہم پر لازم ہے اور قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے کہ انھیں اس طرح نہ پکارا جائے جیسے آپس میں ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

چناں چہ اسی آیت کے تحت جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''مخاطبات میں حضور (ﷺ) کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیے، عام لوگوں کی طرح ''یا محمد'' (ﷺ) وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ ''یا نبی اللہ'' (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اور ''یا رسول اللہ'' (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیے۔'' (حاشیۂ قرآن، ص ۴۶۶، مطبوعہ مدینہ پریس، بجنور ۱۳۵۵ھ)

کشفی صاحب نے واضح کیا کہ محافلِ میلاد شریف میں آداب کا کتنا خیال رکھا جاتا اور ان محافل سے کیسی تعلیم وتربیت ہوتی تھی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان محفلوں میں کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا اور درسی نصابی مروجہ تعلیم کم ہونے کے باوجود بھی میلاد شریف میں شرکت کرنے والی خواتین محبت اور ادب کے قرینے خوب جانتی تھیں۔ ان محافل کی برکات کا اندازہ کیا جائے کہ دین اور دینیات سے وابستگی میں یہ محافل کتنی اہمیت رکھتی تھیں۔ افسوس کہ ان محافل میلاد شریف کو عاقبت نا اندیش کچھ لوگوں نے بدعت کہہ کر جانے کتنے گھرانوں میں سے ان محافل کا تسلسل ختم کروادیا، کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جو ان محافل کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کشفی صاحب کا یہ فرمانا کہ: ''میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عقائد دیوبندیوں سے قریب تر تھے۔'' (ص ۱۷) یہ درست نہیں لگتا، کیوں کہ ان کے گھرانے میں محافل میلاد شریف کا انعقاد اور اس میں سبھی کی دل چسپی ہونا، محافل میں صلوۃ وسلام، تقسیم شیرینی اور ماہِ میلاد شریف کا یہ اہتمام، ماہِ محرم میں ایصالِ ثواب کے لئے شربت کی تقسیم کا تسلسل خود بتا رہا ہے کہ دیوبندی عقائد کا وہاں گزر نہیں تھا، کشفی صاحب ہی بعد میں غالباً ان سے قریب تر ہوئے ہوں گے۔ کشفی صاحب نے اپنی بزرگ خاتون ''اچھی پھوا'' کے حوالے سے یہ بات بھی خوب لکھی کہ ہر مسلمان کو ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول کریم (ﷺ) کر کے اپنی زبانوں کو پاک کرنا چاہیے، یعنی یہ صرف انہی لوگوں کا کام

Marfat.com

نہیں جو اسے اپنا شعار یا روزگار بنائے ہوئے ہیں۔

کشفی صاحب نے لکھا ہے: ''میلا د اکبر کا شعری حصہ دوسرے میلادوں کے شعری حصے سے بدرجہا بہتر ہے۔'' (ص۱۵) لفظ ''میلادوں'' کی بجائے ''میلاد ناموں'' بہتر اور موزوں ہوتا۔ وہ لکھتے ہیں: ''اب بھی اچھی نعتوں کے مصرعے دو یا زیادہ ہم آہنگ ٹکڑوں پر مشتمل ہوتے ہیں.....'' (ص۱۵) اس جملے میں مجھے ''اچھی نعتوں'' کے الفاظ کھٹک رہے ہیں، شاید میں اپنی بات پوری اور صحیح طرح واضح نہ کر پاؤں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ میرا ذوقِ ایمانی گوارا نہیں کر رہا کہ جسے نعت شریف مانا جائے اس کے لیے یہ سوچا یا کہا جائے کہ وہ ''اچھی'' نہیں۔ اچھی کی بجائے کشفی صاحب اپنے مدعا کو یہاں کسی اور لفظ کے قالب میں واضح کرتے تو بہتر ہوتا۔

کشفی صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہے ہوئے ہدیۂ سلام کے حوالے سے لکھا کہ: ''احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کا سلام نعت کا گلدستہ نہیں بلکہ باغ ہے اور امت کے اتحاد کی ایک دستاویز ہے (اس بات پر قلق ہوتا ہے کہ ہم اپنے اکابر کا نام لے کر اور ان کا حوالہ دے کر کیسے پارہ پارہ ہو گئے ہیں)۔'' (ص۱۸)

کشفی صاحب کے ان جملوں کو نقل کرتے ہوئے میرے پیشِ نظر بہت سی باتیں ہیں لیکن وہ تمام عرض نہیں کر سکتا کہ بہت تفصیل ہو جائے گی صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کشفی صاحب کے اس ''اعتراف'' اور اس کے بعد ''قلق'' پر وہ لوگ بھی توجہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر (معاذ اللہ) امت میں انتشار و افتراق کا الزام لگانے میں دلیری دکھاتے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوگی کہ کشفی صاحب اس ہدیۂ سلام کے بارے میں اپنی تمنا کی تکمیل کرتے ہوئے اپنی مفصل تحریر یادگار بنائیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص۲۰ سے گوجرانوالا کے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی تحریر شروع ہوئی ہے، اس کا عنوان ہے: ''ظہورِ قدسی: پس منظر (اردو نعت کے آئینے میں)''۔ وہ لکھتے ہیں: ''......آپ ﷺ ہی وجہ وجودِ کائنات تھے۔ آپ ﷺ ہی ازل انوار بھی تھے اور ابد آثار بھی اور آپ ﷺ ہی کے لیے رنگ و نور کے قافلے صدیوں سے مصروفِ سفر بھی تھے اور شہید

Marfat.com

جستجو بھی ہے۔'اس اقتباس میں ''تھے'' کا لفظ محلِ نظر ہے۔ میرے مالک و مولیٰ نبی کریم ﷺ وجہ وجودِ کائنات ''ہیں''۔ ازل انوار اور ابد آثار ''ہیں''۔ رنگ و نور کا سفر انہی کی بدولت جاری ہے۔ اس ابتدائی پیراگراف کے آخر میں وہ خود ہی لکھتے ہیں: ''حق یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی ہمارے درد کا درمان اور ہماری زیست کا عنوان ہیں۔''

دوسرا پیراگراف یوں شروع ہوتا ہے: ''حق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو فکر و نظر کی دنیا ویران، علم و عمل کے سلسلے افسردہ، اخلاق و کردار کے گلزار پژمردہ..........''

اس کے بعد انہوں نے جناب شاذ تمکنت کے اشعار بھی نقل کیے ہیں، یہ شعر ملاحظہ ہو:

''کعبے کو صنم خانہ بنائے ہوئے اب تک ہم سجدہ کناں ہوتے اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے''

ص ۲۲ پر خالد بزمی کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

''یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم آج بھی ہوتے باطل کے پرستار، اگر آپ (ﷺ) نہ آتے''

پروفیسر اقبال جاوید صاحب سے مجھے صرف یہ عرض کرنی ہے کہ وہ جناب سید ابوالخیر کشفی کے لیے نعت رنگ ہی میں بہت مفصل تحریر پیش کر چکے ہیں۔ کشفی صاحب نے تو حدیث قدسی اپنے الفاظ میں یوں بیان کی تھی لولاک لما خلقت الربوبیہ کہ نبی کریم ﷺ کے لیے ربوبیت کو پیدا کیا گیا (معاذ اللہ)۔ اس حدیث قدسی میں لفظ ''خلقت'' ہرگز نہیں بلکہ ''اظھرت'' ہے۔ حدیث قدسی کے مطابق کہنا یہ ہے کہ زمین و آسمان، دنیا پیدا ہی نہ ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی۔ پروفیسر صاحب نے جناب ظفر علی خاں کی کہی ہوئی نعت کا یہ شعر ملاحظہ کیا ہوگا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شعور نہ ہو
یہ نور نہ ہو سیاروں میں یہ رنگ نہ ہو گل زاروں میں

اللہ کریم جلّ شانہٗ کے ان ارشادات کو اپنی تحریروں میں نقل کرنے والے اس بات پر توجہ فرمائیں کہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ نہ ہوتے تو یہ کائنات معرض وجود ہی میں نہ آتی۔ پھر یہ کہنا کہ ''ہم آج بھی باطل کے پرستار ہوتے یا کعبے کو صنم خانہ بنائے سجدہ کناں

Marfat.com

ہوتے'' کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟ نبی پاک ﷺ نہ ہوتے تو ہم اور کائنات ہوتی ہی کہاں؟ واضح رہے میرا اعتراض تمام اشعار پر نہیں لیکن وہ تمام اشعار جو یہ مضمون رکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نہ ہوتے تو ہم ہوتے خواہ کسی حال میں ہوتے، میرے نزدیک وہ تمام اشعار قابلِ اصلاح ہیں۔ اسی طرح وہ اشعار بھی درست نہیں جن میں یہ بیان ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی ''ولادت'' سے پہلے کسی دور میں بھی کوئی توحید سے آشنا نہیں تھا۔ واضح رہے کہ میں نے ''خِلقت'' سے پہلے نہیں بلکہ ''ولادت'' سے پہلے لکھا ہے۔ کیوں کہ میرے نبی پاک ﷺ کی ولادت سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لا چکے تھے اور وحی الٰہی کو لوگوں تک پہنچا چکے تھے۔

ص ۲۶ پر پروفیسر اقبال جاوید صاحب لکھتے ہیں: ''مصر میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) فرعون کے ہاں پرورش پاتے رہے اور انھی کے ہاتھوں بفضلہٖ تعالیٰ فرعونیت غرق دریا ہوئی۔'' پروفیسر صاحب بخوبی جانتے ہوں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے محل میں بہت زیادہ وقت نہیں گزارا، علاوہ ازیں حضرت موسیٰ کلیم اللّٰہ علیہ السلام کی پرورش کے حوالے سے مصر کا تذکرہ صرف اسی ایک جملے میں یوں کرنا مصر کا اس وقت کا احوال ظاہر نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ دریا میں فرعون خود غرق ہوا تھا، فرعونیت کے بجائے فرعون ہی کا لفظ موزوں ہوتا۔

ص ۲۹ پر وہ لکھتے ہیں: ''ظہور اسلام کے وقت مکہ ایک تجارتی شہر تھا۔'' اور ص ۳۱ پر لکھتے ہیں: ''جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ مکہ اس دور میں بھی مرجع خلائق تھا اور اس ارادت اور رجوع کی وجہ خانۂ کعبہ تھا۔'' ان کی تحریر میں اس جملے سے قبل مکہ مکرمہ کے مرجع خلائق ہونے کا کہیں ذکر نہیں ملا اور انہوں نے عرب کے بعض مقامات پر اپنے اپنے بت رکھنے والوں کو ''خوش عقیدہ تاجر'' بھی لکھا۔ (ص ۲۸) سورۂ قریش کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ: ''قریش کو اللّٰہ تعالیٰ نے شکر پر ابھارا'' (ص ۲۹)۔ انہوں نے لکھا: ''انسان ویسے بھی 'خوگرِ پیکرِ محسوس' ہے۔ وہ تو نبی کی موجودگی میں، محض اس کے وقتی طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانے پر گوسالہ سازی

Marfat.com

گوسالہ پرستی شروع کر دیتا ہے۔'' (ص ۳۰-۳۱) اسی صفحے پر ہے: ''.....اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی معجزانہ انداز میں یوں حفاظت فرمائی کہ دیکھنے والے اس رنگ اعجاز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔'' چند سطروں بعد یہ جملہ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے تمام نکاح ناجائز قرار دیے اور کم وبیش اسلامی طرزِ نکاح کو باقی رکھا۔'' یہ جملہ بھی اسی صفحے پر ہے: ''ان کی ان حرکات کو بت اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔'' آخری سطر میں ہے: ''وہ (عرب) حج اور طواف بھی بتوں ہی کا کرتے۔'' ص ۳۱ کے شروع میں ان کی تحریر میں ہے: ''اسی لیے قرآن پاک نے فیصلہ دیا کہ آستانوں پر ذبح کیے گئے جانور حرام ہیں اور ان جانوروں کا گوشت بھی قابلِ استعمال نہیں۔ جنھیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

ص ۳۱ پر نثری عبارت جہاں ختم ہوتی ہے وہاں قوسین (بریکٹ) میں ''الرحیق المختوم'' درج ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ص ۲۹ کے آخر سے ص ۳۱ کے وسط تک کی نثری عبارت اسی کتاب ''الرحیق المختوم'' سے نقل کی گئی ہے۔ پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے اس اقتباس کا انتخاب کرتے ہوئے اس میں درج محلِ نظر باتوں پر توجہ نہیں فرمائی۔ قرآن کریم میں واضح ہے: ام لھم اعین یبصرون بھا (الاعراف:195) یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں؟ اس قرآنی بیان کے بعد بتوں کے لیے یہ لکھنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی پتھرائی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے گوسالہ سازی و گوسالہ پرستی کا ذکر بھی ہر انسان کے لیے جانے کیسے قبول کرلیا؟ بتوں کے حج کا فعل بھی وہ جانے کیسے مان گئے اور نہیں معلوم وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لیے یہ لفظ کیسے گوارا کر گئے کہ ''اس نے شکر پر ابھارا''۔ ''اللہ تعالیٰ کے لیے ''معجزانہ انداز'' کے الفاظ پر بھی مجھے کچھ تردد ہے۔

جاہلیت کے تمام ''نکاح'' ناجائز قرار دینے کی دلیل کیا ہے؟ آستانوں پر ذبح کیے گئے جانوروں کے حرام ہونے کا ذکر کہاں ہے؟ بات تو صرف اتنی ہے کہ وہ جانور جن کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ بلاشبہ حرام ہیں۔

ص ۳۶ پر جناب پروفیسر اقبال جاوید لکھتے ہیں: ''نظریۂ توحید، آتش پرستی اور بت

Marfat.com

پرستی کے نرغے میں اپنی حیثیت اور واقعیت کھو چکا تھا۔ یہ ''جملہ'' وہ باندازِ دگر لکھتے تو بہتر ہوتا۔ نظریہ توحید اپنی حیثیت اور واقعیت کبھی نہیں کھو سکتا، ہاں لوگ اسے بھلا سکتے ہیں، یہ جملہ یوں ہوتا کہ بت پرستی اور آتش پرستی کی یلغار نے نظریہ توحید کی حیثیت اور واقعیت کو اوجھل کر دیا تھا۔

پروفیسر اقبال صاحب نے کافروں مشرکوں کی غلط کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے بھی اپنی لفاظی میں احتیاط نہیں کی، وہ لکھتے ہیں: ''خون ریزی کے مناظر، وقتی تفریح مہیا کرتے اور بسمل کی تڑپ جشن رقص کا کیف عطا کرتی تھی۔'' (ص ۳۶) اس جملے میں ''کیف عطا کرنا'' قابلِ توجہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''خدا کا پہلا گھر ۳۶۰ بتوں میں گھرا ہوا تھا۔'' (ص ۳۷) اس جملے میں ''بتوں میں گھرا ہونا'' قابلِ توجہ ہے۔

وہ لکھتے ہیں: ''آگ، سورج، جن، فرشتے اور ستارے معبود بن چکے تھے۔'' (ص ۳۷)۔ اس جملے میں ''معبود بن چکے تھے'' کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''عبادت گاہیں، عیاشیوں کے اڈے بن چکی تھیں۔'' ان الفاظ میں مجھے یہ جملہ گراں گزرا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنی رنگینیِ بیاں کا مظاہرہ آیاتِ قرآنی کے ترجمے میں بھی فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: ''وھو الذی ینزل الغیث من بعدما قنطوا و ینشر رحمته (۲۲/۲۸) اور یہ اللہ ہی کی ذات ہے جو ایسی ناامیدیوں کے بعد اپنے سحاب کرم کو بھیجتی اور اس طرح اپنی بساط رحمت کو صفحۂ ارضی پر بچھا دیتی ہے۔'' (ص ۳۷) اسی صفحے پر ایک آیت قرآنی کا ترجمہ وہ کیا کرتے ہیں، ملاحظہ ہو: ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (۳۰/۴۱) (اس وقت انسانی سیہ کاریوں سے حالت یہ ہو چکی تھی کہ خشکی و تری میں ہر جگہ فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ کوئی شے اپنے صحیح مقام پر نہیں رہی تھی۔)'' اور ص ۳۹ پر بھی ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو: اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالته۔ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کا پیغام کہاں اور کس کے حوالے کیا جائے گا)۔''

ترجمے میں زیادہ الفاظ سے قطعِ نظر یہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ ''بہتر جانتا ہے'' کی بجائے ''جانتے ہیں'' لکھا اور پھر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ''اس کا پیغام'' کے لفظ لکھے۔ جب انھیں

Marfat.com

''جانتا ہے'' کے لفظ گوارا نہیں تو اللہ تعالیٰ کے لیے ''اس کا'' کے لفظ کیوں گوارا ہیں؟ ان آیاتِ قرآنی کا انہوں نے لفظی ترجمہ نہیں کیا، وہ لفظی ترجمہ کر کے تفسیر و تشریح میں زیادہ لفظ لکھتے، انھیں شاید نہیں معلوم کہ قرآنی آیات کا اس طرح ترجمہ کرنا کہ (بغیر قوسین کے) اپنی طرف سے لفظ بڑھانا، سنگین جرم شمار ہوتا ہے۔

ص ۳۹ پر وہ لکھتے ہیں: ''اسی لیے یہیں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے اولین گھر کی بنیاد رکھی تھی۔'' اس جملے میں ''اسی لیے'' کے لفظ محلِ نظر ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد ہرگز از خود اور اسی لیے ''یہیں'' یعنی مکہ مکرمہ میں نہیں رکھی تھی کہ وہ ''ام القریٰ'' ہے بلکہ بحکمِ الٰہی اس سرزمین کا انتخاب ہوا تھا۔ یہ جملہ یوں ہوتا: رب العلمین جل شانہ نے اسی ام القریٰ میں اپنا پہلا گھر اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خود کو میرے پیارے نبی پاک ﷺ کا تمنائی بناتے ہوئے جو دعا فرمائی اس کے الفاظ قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ ''یزکیھم'' کے لفظ کا ترجمہ پروفیسر اقبال صاحب نے ''دلوں کو تزکیہ بخشے'' لکھا ہے اور دعائے خلیل کو دو جلیل القدر پیغمبروں کی دعا لکھا اور یہ بھی لکھا کہ: ''ان دعاؤں کے نتیجے کے طور پر مکہ ہی کے مقدر میں تھا کہ وہ دعوت اسلامی کا مرکز بنے......'' (ص ۴۰)

مجھے جتنی سمجھ ہے اس کے مطابق عرض گزار ہوں کہ یہ جملہ یوں صحیح ہوتا کہ: ''اس دعا کا ظہور بھی مکہ مکرمہ کے ہی مقدر رہا''۔ کیوں کہ میرے نبی پاک ﷺ کا ظہور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں نہیں ہوا، حدیثِ قدسی واضح کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نہ بنانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کائنات ہی نہ بناتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا کرنا خود کو میرے نبی پاک ﷺ کا تمنائی بنانا ظاہر کرتا ہے، وہ اگر یہ دعا نہ بھی فرماتے تو میرے نبی پاک ﷺ کی تشریف آوری یقینی تھی۔

پروفیسر اقبال صاحب نے جناب ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ جو نقل کیے ہیں وہ شاید

Marfat.com

کمپوزنگ یا اصلی تحریر میں پورے نقل نہیں ہوئے یا پھر میں ہی اپنی کسی کوتاہی سے ان میں درج مفہوم کو نہیں پا سکا۔

پروفیسر صاحب نے رسولِ کریم ﷺ کے لیے ''آیۂ کائنات کا معنیٔ دیریاب'' کے لفظ لکھے ہیں، ان الفاظ میں کچھ تامل ہے۔ انہوں نے اصحاب فیل کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: ''ننھے ننھے پرندوں کے ذریعے ہاتھیوں اور ان کے سواروں کا کھائے چارے کی طرح چورا چورا ہو جانا، قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہو کر ایک تاریخی صداقت بن گیا۔'' (ص ۴۴)

پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے اپنی اس تحریر میں اپنے معیارِ دانست کے مطابق منتخب اشعار اور اقتباس زیادہ نقل کیے ہیں، جہاں کہیں وہ کسی بات یا واقعے کو خود اپنے اسلوب تحریر کے مطابق بیان کرتے ہیں وہاں کبھی ان کی توجہ نہیں رہتی اور لفظوں کی بندش میں وہ جملہ ایسا لکھ جاتے ہیں جو محل نظر ہوتا ہے۔ پروفیسر صاحب بخوبی جانتے اور مانتے ہوں گے کہ قرآن کریم میں حق و صداقت کے سوا کچھ نہیں، اب ان کا یہ جملہ کہ: ''قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہو کر ایک تاریخی صداقت بن گیا'' قابل توجہ ہے۔ بات تو یہ ہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ وہ ہے جس کی تاریخی صداقت قرآن سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں اس واقعے کے ذکر میں انہوں نے ہاتھیوں اور ان کے سواروں کے الفاظ بھی لکھے جب کہ ابرہہ کے لشکر میں ہاتھیوں کا ذکر ہے جو لشکر کے آگے چنگھاڑتے ہوئے بڑھے تھے، ہاتھی پر سوار ہونے کا ذکر میری نظر سے نہیں گزرا، ہو سکتا ہے پروفیسر صاحب نے ''اصحابِ فیل'' کا از خود ترجمہ ''ہاتھی کے سواروں'' کر لیا ہے۔ واضح رہے کہ میرے پیشِ نظر ہر وہ احتیاط ہے جو حقائق کو کسی طرح اوجھل نہ کرے۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے ضرور آگاہ کیا جائے۔

وہ لکھتے ہیں: ''قبلِ ولادت اور بوقت ولادتِ پاک، حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) سے بہت سی محیر العقول روایات منقول ہیں......'' (ص ۴۵)

''محیر العقول'' عجیب و غریب باتوں کو بھی کہا جاتا ہے، اس کا تاثر کچھ یہی ملتا ہے کہ پروفیسر اقبال صاحب کو مخدومۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایات جو

Marfat.com

منقول ہیں، وہ قبول نہیں۔ واضح رہے کہ پروفیسر صاحب نے کہیں بھی اپنے لیے ''محدث'' ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا ہے، پھر جانے کیوں خود کو کوئی درجہ دیتے ہوئے ان روایات کے بارے میں ''محیر العقول'' کے لفظ کسی دلیل کو بیان کیے بغیر لکھ دیئے۔ اختلاف کا حق وہ اپنے لیے ضرور محفوظ رکھیں لیکن اختلاف کی بنیاد محض اپنی عقل ہی نہ ٹھہرائیں، اگر وہ ان روایات کے بارے میں ''محیر العقول'' کے لفظوں کا معنی عجیب وغریب کے سوا کوئی اور ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس لفظوں کی کمی نہیں، وہ احادیث اور بیانِ سیرت کے حوالے سے ایسے لفظوں کا استعمال نہ فرمایا کریں جن میں منفی معنی ومفہوم بھی ہوتا ہے۔

پروفیسر صاحب نے اپنی تحریر میں ص ۴۹ سے ص ۵۰ کے آخر تک جناب ابوالکلام آزاد کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے لکھا کہ: ''الفاظ اس کا حسن سمیٹنے اور اس کی تاثیر بیان کرنے سے قاصر ہیں''۔ (ص ۴۹)

انہوں نے صرف ''الفاظ'' لکھا ہے ''میرے الفاظ'' نہیں لکھا، اس لیے اسے خلافِ واقعہ کہا جائے یا مبالغہ؟ نعت رنگ کے لیے تحریر میں یہ جملہ پروفیسر صاحب نے جس اقتباس کے لیے لکھا ہے اس اقتباس کی پہلی تین سطریں ہی ملاحظہ ہوں: ''اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کے لیے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے، جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادّی حیات ونمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے......'' (ص ۴۱)

اس اقتباس میں پہلے یہ بیان ہے کہ جسم کے لیے زمین کے اندر خزانے ہیں اور روح کے لیے آسمان کی وسعت معمور ہے اور پھر جسم ہی کی غذا کے لیے آسمان کا ذکر ہے۔ تین ہی سطروں میں اس تضاد کے باوجود ''الفاظ'' اس اقتباس کا حسن سمیٹنے اور تاثیر بیان کرنے سے قاصر ہی ہوں گے۔ اس اقتباس میں یہ جملے بھی ملاحظہ ہوں:

''عالم انسانیت کی فضائے روحانی کا ایسا ہی انقلاب عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا''

Marfat.com

''وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی''۔

''زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔''

''وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہو گی۔ سو بالآخر وہ آ گیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابرِ کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔''

''یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا۔'' (ص ۵۰)

پروفیسر اقبال صاحب نے شاید توجہ نہیں کی کہ "ومن ذریتنا امة مسلمة لک" کے الفاظ قرآن کریم میں مذکور دعائے خلیل علیہ السلام میں ہیں۔ اس کے باوجود وہ جس قدر مبالغہ چاہیں اس اقتباس کے لیے روا جانیں۔

ص ۵۱ سے گوجراں والا ہی کے پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب کی مفصل تحریر شروع ہوئی ہے۔ انہوں نے خاصی محنت کی ہے اور اپنے اسلوب تحریر کی خوبیوں سے مضمون کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس تحریر میں کچھ جملے قابلِ توجہ ہیں:

''اس قافلے کے کسی مسافر کے قدموں میں کبھی بھی ادنیٰ سی لرزش یا فکری لغزش کا گمان تک نہیں ہوتا''۔

''یہ قافلہ حدود سے قیود سے ماورا ہے۔ زماں و مکان کے تخیلات سے سربلند ہے''۔ (ص ۵۱)

''جب رب کریم نے تمام انبیا و رسل کی ارواح سے عظمت محمدی ﷺ کو تسلیم کرنے کا عہد لیا تھا۔ اور اقرار کی صورت میں فرشتوں اور اپنی ذات کو گواہ بنا کر ان کے سروں پر نبوت و امامت کے تاج سجا دیے تھے''۔

''جس کی صبح و شام کے ظہور کا تصور حیات ارضی کی پابندیوں سے نا آشنا

Marfat.com

تے''۔(ص ۵۲)

ممدوح جتنا حسین وجمیل اور صاحب اوصاف پاکیزہ ہوگا اس کا قصیدہ بھی اتنا ہی مکمل اور جامع ہوگا۔''(ص ۵۲)

''یہی تو ایک ایسا موضوع دل پذیر ہے کہ جہاں خالق ومخلوق ایک ہی مطلوب ومحبوب کے تذکار کو عام کرنے کے سلسلہ میں ایک ہی مقام مدحت وثنا پر دکھائی دیتے ہیں۔''

''تمام زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ میں بہت کم الفاظ اتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ کسی سے نسبت رکھنے کی بنا پر سربلند وسرفراز اور متبرک ومحترم ہو جائیں۔''(ص ۵۴)

''آپ ﷺ کی تشریف آوری میں انبیاء ورسل کی دعاؤں کا جواب تھی۔''(ص ۵۵)

''اس لحاظ سے قرآن مجید ایسی نعت رسول ﷺ ہے جو کلک قدرت سے رقم ہو رہی ہے۔''(ص ۵٦)

''رنگ، خوش بو، صبا، چاند تارے، کرن، پھول، شبنم، شفق، آب جو چاندنی تیرے معصوم پیکر کی تخلیق میں حسنِ فطرت کی ہر چیز کام آگئی''(ص ۵٦)

''بلکہ اس کا مقصد انشراح حقیقت تھا کہ میرے صحابہ بھی میرے مقام سے آگاہ ہو جائیں کہ خدا نے انبیاء کے مقابلے میں مجھے کن فضائل سے نواز رکھا ہے۔''(ص ۵۷)

''اس لیے اس کی نعت کی رمزیں اور اس کے استعارے مبالغہ واغراق کی تاب نہیں لا سکتے۔''(ص ۵۸)

''معتبر اور مستعد راویوں نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نبی کریم نے مسجد نبوی میں ایک منبر (حضرت سیدنا) حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔''(ص ۵۱)

''چوں کہ صفت وثنائے مصطفیٰ (ﷺ) کا ذمہ خود خدائے حی وقیوم نے اٹھا رکھا ہے۔''(ص ٦۳)

''اس لحاظ سے یہ حقیقت ہے کہ اردو شاعری کی دوسری اصناف سخن کی طرح نعت بھی

Marfat.com

فارسی سے ورثہ میں ملی ہے۔'' (ص ۶۴)

'' آپ ﷺ کی صورت پاکیزہ اور سیرت مطہرہ کی عظمتوں کو اتنے ادبی اختصار اور معنوی جامعیت کے ساتھ بیان کرنا صرف شیخ سعدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ہی معمولی اعزاز ہے۔'' (ص ۶۴)

''نعت رسول ﷺ تو شعار خداوندی ہے۔'' (ص ۶۵)

''مولانا عبدالرحمٰن جامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی نعت گوئی تو اردو نعت کو سوز وگداز اور معنی آفرینی کا ذوق عطا کرنے کا باعث بنی ہے''

''اردو زبان کی ترویج وترقی کے ساتھ ساتھ اردو نعت مسلسل سنورتی نکھرتی اور عشاق رسول ﷺ کے جذبات کی ترجمانی کرتی رہی۔'' (ص ۶۶)

''اس طرح اردو نعت کو صحیح معنوں میں ذات وصفات مصطفیٰ ﷺ کی ترجمانی کا اعزاز حاصل ہوگیا۔'' (ص ۷۲)

''ان کی نعتیہ شاعری بلاشبہ جبریل (علیہ السلام) کے نطق مستعار کا اعجاز نظر آتی ہے۔'' (ص ۷۴)

''ان (علامہ اقبال) مرحوم کا قلم شہپر جبریل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔'' (ص ۷۷)

''ظفر علی خاں چوں کہ اسلامیانِ برصغیر کے مسلمہ قومی رہ نما تھے۔'' (ص ۷۱)

''جب نعت گوئی کا بازار سرد پڑ گیا تھا۔'' (ص ۸۱)

''جو لامکاں میں خدا سے نظر ملا کے چلے حضور (ﷺ) امت عاصی کو بخشوا کے چلے'' (ص ۸۱)

''حفیظ کا معجز نگار قلم الفاظ کے جواہر تراشتا......'' (ص ۸۲)

''......اور دوسری طرف تجلیات جلال کی لمعہ افشانی ہے جو شہنشاہوں کو آداب عجز سکھاتی ہے۔'' (ص ۸۴)

''حفیظ تائب نے اس دور کے غزل گو کو نعت کا سلیقہ بخشا ہے۔'' (ص ۸۵)

Marfat.com

''ان کے علم وفضل سے اسلام کی تبحر علمی اور طلاقت لسانی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔''
(ص ۸۵)

''بجز خدا کوئی جچتا نہ تھا نگاہوں میں   خدا کے بعد فقط تو جچا نگاہوں میں''

''ان کا قلم ہر میدان میں یکساں وقار کے ساتھ موتی بکھیر رہا ہے۔'' (ص ۸۶)

''ظاہر ہوا قلم تو محمد (ﷺ) کے لفظ پر شیریں ہوئی زباں تو محمد (ﷺ) کے نام سے''

''دو عالم تھے مسرور قدموں تلے   مدینے کا جب راستہ مل گیا'' (ص ۸۹)

''ان کا وجدان احاطۂ عظمت حضور (ﷺ) کے لیے......'' (ص ۱۰۴)

''اگر سیرت و کردار رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ نہ کیا جائے......'' (ص ۱۰۵)

''......سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کی صورت و سیرت کو اسی حسین و دل آویز انداز میں پیش کیا جائے جو ان کے خالق کو منظور و محبوب رہا ہے۔'' (ص ۱۰۶)

''یہی وہ سراپائے نور ہے کہ جسے

داعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا

کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔'' (ص ۱۰۶)

''حضور پُر نور سید یوم النشور محمد مصطفیٰ ﷺ کا فیض نبوت ابد کی انتہا تک محیط ہے۔''
(ص ۱۰۶)

''آپ کی رحمت کا سوال کرتے ہوئے دلوں کے داغ آپ کی نذر کیے ہیں۔''

''کہ رحمت پناہ الٰہی وجاں کی چشم کرم ہی خدائے مطلق کی رحمت بے کراں کا بہانہ بن سکتی ہے۔'' (ص ۱۰۷)

''حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم پیغمبر انسانیت ہیں۔'' (ص ۱۰۷)

''ایسی بے مثال ہستی کی بے مثالیت کا ناگزیر تقاضا تھا کہ اس کا قبول و تاثر عالم گیر ہوتا۔'' (ص ۱۰۷)

''ایسے چند غیر مسلم شعرا ہیں جنھوں نے بیسیوں دوسرے غیر مسلم شاعروں کے دوش

Marfat.com

بدوش پراثر انداز میں محامد رسول ﷺ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی'' ص ۱۰۷۔۱۰۸)

''اے ایمان والو! تم درود بھی بھیجو اور خوب خوب سلام بھی۔'' (ص ۱۰۸)

''خدا اور فرشتوں کی تقلید میں......'' (ص ۱۱۰)

''اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ ختمی مرتبت کی اطاعت کو منشائے قدرت قرار دیا ہے۔'' (ص ۱۱۳)

''یہ جذبہ صبح ازل کا نکھار، شام ابد کا نگار، کائنات انسانی کا نکھار، تہذیب عالم کا افتخار اور روح ارضی کا وقار ہے۔'' (ص ۱۱۳)

''جس کی عظمت وشوکت کے تصور سے ہی جبین عالم سجدہ ہائے نیاز کے لیے تڑپنے لگتی ہے۔'' (ص ۱۱۳)

''کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حضور انور ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا تھا۔'' (ص ۱۱۴)

''ایک عاشقِ رسول ﷺ نے غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کے دانت شہید ہونے کی خبر سن کر اس بنا پر اپنے تمام دانت توڑ ڈالے تھے کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حضور پرنور ﷺ کے کون سے دانت شہید ہوئے ہیں۔'' (ص ۱۱۴)

''کسی طرح یوسف عربی ﷺ کے خریداروں میں اس کا نام ہو جائے۔'' (ص ۱۱۹)

''.....نعت حضور ﷺ کے حوالے سے قدسی زمزموں سے آباد بقائے دوام کے دربار میں ہاں شہرت عام نہیں بلکہ فقط خوشنودیٔ سید خیر الانام مقصود ہے۔'' (ص ۱۲۰)

اس تحریر میں اور دیگر تحریروں میں بھی جہاں کہیں ''نعت گوئی'' لکھا جانا چاہیے تھا وہاں صرف ''نعت'' کا لفظ درج ہے۔ اس حوالے سے پہلے بھی اپنی ایک تحریر میں معروضات پیش کر چکا ہوں۔ اسی تحریر میں مجھے پہلی مرتبہ یہ پڑھنے کو ملا کہ نعت شریف کو فنونِ لطیفہ میں شمار کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی آیت وَاما بنعمة ربک فحدث دو جگہ اس تحریر میں ہے اور دونوں جگہ غلط املا کے ساتھ کمپوز ہوئی ہے یا اصل تحریر ہی میں غلط لکھی گئی ہے۔ متعدد مقامات پر

Marfat.com

درج الفاظ کی املائی اغلاط کو میں نے کمپوزنگ ہی کی غلطی شمار کیا۔ مذکورہ بالا قابل توجہ جملے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ ان جملوں پر نظرثانی کرتے ہوئے مضمون نگار اگر میرا اعتراض نہ پا سکیں تو یہ فقیر پھر محنت کر کے معترضہ یا متنازع بات کی نشان دہی کر دے گا۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۱۲۲ سے جناب ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی تحریر بعنوان: ''اردو میں نورناموں کی روایت'' شروع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نعت رنگ میں اس سے پہلے بھی متعدد تحریریں شامل ہوئی ہیں بلکہ ان کا نام نعت رنگ کے صفحہ اول پر ہر شمارے میں نعت رنگ کے نمائندے کی حیثیت سے درج ہوتا ہے۔ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے اداریے میں بھی ان کا ذکر نمایاں ہے۔ اپنی اس تحریر کے شروع میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول خدا تاج دار مدینہ آں حضرت ﷺ کے ''پیکرِ نور'' ہونے کا عقیدہ دراصل قرآن حکیم کی ان آیات کا نتیجہ ہے جن میں آپ ﷺ کو ''نور'' کہا گیا ہے اور سراجاً منیراً کہہ کر آپ کا وصف بیان کیا گیا ہے اس عقیدے کو ان احادیثِ رسول ﷺ سے بھی تقویت ملتی ہے جن سے آں حضور ﷺ کا ''نورِ مجسم'' ہونا ثابت ہوتا ہے۔'' (ص ۱۲۲) اور اسی صفحے کی آخری سطر میں پھر لکھتے ہیں: ''احادیث میں بھی آں حضرت ﷺ کے ''نورِ مجسم'' ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔'' ص ۱۲۳ پر لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ کے صفتِ نور کو موضوع سخن بنا کر عربی، فارسی اور اردو شاعری میں کافی کچھ لکھا گیا ہے۔ شعرا نے مختلف پیرائے میں نور کی کیفیت بیان کی ہے اور یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔''

ڈاکٹر صاحب نے پہلے خود ہی لکھا کہ نبی کریم ﷺ کے پیکرِ نور ہونے کا عقیدہ قرآنی آیات کا نتیجہ ہے اور یہ بھی لکھا کہ رسول کریم ﷺ کا مجسم نور ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور پھر وہ یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ شعراء نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔ وہ خود ہی بتائیں کہ شعراء نے اپنی شاعری سے نبی کریم ﷺ کو سراپا نور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا آیات قرآنی اور احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جو ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

اس کی ترجمانی کی کوشش کی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب نے لکھنے کو تو آیات قرآنی اور احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ دے کر میرے نبی پاک ﷺ کا نور مجسم ہونا لکھ دیا ہو لیکن خود ان کا یہ عقیدہ نہ ہو!

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دیگر اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ''روشن چراغ'' سے تشبیہ دیتا ہے۔

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (سورۂ احزاب آیت۔۴۶) ''اے نبی ہم نے تمھیں بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور بشارت دینے والے ہیں اور ڈرنے والے اور بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔'' (ص ۱۲۲)

اس اقتباس میں ڈاکٹر صاحب نے پہلے یہ لکھا کہ اللہ کریم جل شانہٗ نبی کریم ﷺ کو ''روشن چراغ'' سے تشبیہ دیتا ہے، پھر ترجمہ میں لکھا کہ ''آپ ایک روشن چراغ ہیں''۔ لفظ ''شاہدا'' کا ترجمہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ''آپ گواہ ہوں گے''۔ باقی صفات کے لیے ''ہیں'' کا لفظ ترجمہ میں ہے۔ اور وہ جانتے ہوں گے کہ ''منیر'' نور دہندہ را گویند، چمکانے والے کو کہتے ہیں اور ''سراج'' سورج کو بھی کہتے ہیں۔ ''چمکا دینے والا آفتاب'' یا ''روشن کر دینے والا چراغ'' کے لفظوں سے ترجمہ زیادہ صحیح ہوگا۔ ترجمے کی عبارت میں ''ڈرنے والے'' کے الفاظ جانے کس لفظ کا ترجمہ ہیں؟

وہ ص ۱۲۴ پر لکھتے ہیں: ''نور احمدی'' سے متعلق نظامی اور میراں جی کے یہاں خیالات میں باہم مطابقت ملاحظہ ہو کہ دونوں نے نبی ﷺ کے نور کو تخلیق اول قرار دیا اور دنیا میں روشنی کے پھیلنے کا سبب نور نبی ﷺ کو ٹھہرایا۔'' ڈاکٹر صاحب کی تحریر کے اس اقتباس میں ''قرار دیا اور ٹھہرایا'' کے الفاظ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان دو شاعروں نے از خود ایسا کیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان شاعروں نے احادیث شریفہ کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی ہے۔ میرے مطالعے میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کی یہ پہلی وہ تحریر جس میں انہوں نے یہ جملے لکھے ہیں: ''ایسی

Marfat.com

روایات ہیں جن کے حسن وقبح اور دین میں ان کے مقام واہمیت کو علمائے کرام دین بہتر سمجھ سکتے ہیں۔'' (ص ۱۲۷) مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے احتیاط کی طرف کسی قدر پیش رفت فرمائی مگر ان کی اس تحریر میں اس احتیاط کے برعکس بھی نظر آیا۔ص ۱۲۹ پر وہ لکھتے ہیں: ''اس کے بعد شاعر نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ اللہ کے حکم سے روحوں نے جب نور مجسم محمد ﷺ'' کو دیکھا تو آپ ﷺ کے جسم کے جس حصے کو دیکھا دنیا میں اس اعتبار سے انھیں بزرگی ملی۔یعنی روح نے گردن دیکھی تو وہ دنیا میں تاجر ہوا، بازو دیکھے تو لشکر کے سپاہی ہوئے اور تیغ بازی میں اسے سروری حاصل ہوئی۔وغیرہ ''رگ وید'' کے ''پرش سوکت'' میں بھی لکھا ہے کہ ''پرش'' کے منہ سے ''برہمن'' پیدا ہوئے،اس کے بازو سے ''چھتری'' (سپاہی) بنے اس کی رانوں سے ''ویش'' کا جنم ہوااور اس ک پیروں سے ''شودر''۔ہندو اسطور سے اس مطابقت کا ہم کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر صاحب خود ہی غور فرمائیں کہ انہوں نے کس عجلت اور غفلت کا مظاہرہ کیا ہے اور خود ساختہ ''مطابقت'' بھی بیان کردی۔شاعر کی بیان کردہ روایت اور رگ وید کے ''پرش سوکت'' میں وہ خود ہی غور کرتے تو انھیں واضح فرق نظر آتا لیکن جانے کیوں وہ یہاں احتیاط نہ کرسکے۔یہاں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ روایت میرے پڑھنے سننے میں اس سے پہلے نہیں آئی لیکن ڈاکٹر صاحب کی بے احتیاطی پر ملال ہوا۔حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کے حوالے سے کچھ ملتی جلتی باتوں پر مشتمل ہندوانہ حکایات میں بھی کیا ڈاکٹر صاحب مطابقت کی بات کریں گے؟ ڈاکٹر صاحب خود روایت لکھ رہے ہیں کہ ''روحوں نے جب نور مجسم (سیدنا) محمد ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کے جسم (اقدس) کے جس حصے کو دیکھا دنیا میں اس اعتبار سے انھیں بزرگی ملی''۔اور رگ وید میں پرش کے مونھ، بازو، رانوں اور پاؤں سے پیدائش کا ذکر ہے۔وہ بتائیں کہ کیا مطابقت انھیں نظر آئی؟ ڈاکٹر صاحب اپنی تحریر میں جابجا روایتوں کے ضعف کا ذکر کرتے ہیں،نہیں معلوم وہ خود اسماء الرجال اور اصول حدیث سے کوئی واقفیت رکھتے ہیں یا نہیں؟اور وہ خود تحقیق فرماتے ہیں؟ یا کسی پر اعتبار کرتے ہوئے رائے دیتے ہیں؟ مجھے بہت عجیب احساس ہوا کہ ان کی تحریر میں یہ جملہ بھی ہے: ''صاحبِ ''روح البیان'' کی یہ حدیث ہم نے

Marfat.com

پچھلے صفحات میں بیان کردی ہے۔'' (ص ۲۹)

ڈاکٹر صاحب نے ''صاحب روح البیان کی یہ حدیث'' کے الفاظ لکھ کر حدیث شریف سے اپنی واقفیت اور شغف کا واضح اظہار فرمایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''ایک خاص بات جو بیش تر نور ناموں میں خصوصیت کے ساتھ برتی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پیدائش نورِ محمدی ﷺ کے بیان میں ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کو شامل کرلیا گیا ہے، درآں حالے کہ اس میں ''نور'' سے متعلق کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔'' (ص ۱۳۲)

ڈاکٹر صاحب توجہ نہیں فرماتے تو رگ وید سے مطابقت انھیں نظر آجاتی ہے اور توجہ فرماتے ہیں تو واضح بات نہیں دیکھتے۔ نور ناموں میں اس حدیث قدسی کو تخلیق اول نور محمدی ﷺ کے بیان کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے، اس لیے اس ارشاد کو غیر متعلق نہیں کہا جاسکتا۔ ص ۱۲۴ پر ڈاکٹر صاحب نے برہان الدین جانم کے جو اشعار پیش کیے ہیں اسے ایک حدیث شریف ہی کی شرح فرمایا ہے اور روایت کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ وہ اس روایت کو حدیث لولاک کی تائید میں خود ملاحظہ فرمالیں۔

ص ۱۳۲ پر وہ لکھتے ہیں: ''امیر مینائی نے بیان کی ہوئی تیسری روایت خالص متصوفانہ لب ولہجہ لیے ہوئے ہے۔'' مجھے اس جملے میں جو تأثر ملا وہ یہ کہ اس روایت یعنی حدیث شریف کا لہجہ خالص متصوفانہ ہے۔ اگر میں نے غلطی کی ہے تو معذرت خواہ ہوں ورنہ ڈاکٹر صاحب نے توجہ نہیں فرمائی۔ جن حجابات اور رموز واسرار کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب نے نقل کیا ہے، وہ امیر مینائی کے ازخود بیان کردہ نہیں بلکہ حدیث شریف کی ترجمانی ہیں۔

''ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ''عقیدت وعقیدے کی شاعری میں شعریت بڑی حد تک مفقود ہوتی ہے۔'' (ص ۱۳۱) ڈاکٹر صاحب کی اس بات کو بہ تمام کمال ماننا میرے لیے تو بہت مشکل ہے۔ حمد ونعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ وغیرہ سبھی عقیدت وعقیدے سے خالی نہیں، کیا ہر شاعر کے ہاں ان اصناف سخن میں شعریت بڑی حد تک مفقود ہے؟

ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب نے ''معراج ناموں'' کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت

Marfat.com

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسم گرامی اور قصیدہ معراجیہ کا ذکر نہیں کیا تھا، اس فقیر نے اس بات کی نشان دہی نعت رنگ کے شمارہ ۶ میں کی تھی۔ اب شمارہ ۱۵ میں نور ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہے ہوئے ''قصیدۂ نور'' اور حدائق بخشش میں اس موضوع پر سیکڑوں اشعار ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جانے یہ جملہ کیوں لکھا کہ: ''خان صاحب نے امت کی دل میں فکرِ محمدی ﷺ سے زیادہ عشقِ محمدی ﷺ پیدا کرنے کی سعی فرمائی تھی۔'' ڈاکٹر صاحب خود ہی وضاحت فرمادیں تو بہتر ہے ورنہ حقائق کے بیان میں میرا جواب ''مسلکی اجارہ داری'' شمار کرنے والے تو اسی جملے کے تعاقب کو بھی اپنے ''دعوے'' کے ثبوت میں پیش کرنا چاہیں گے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے صفحہ ۱۴۰ پر عنوان ہے: ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' ''یہ تحریر ملتان کے جناب عاصی کرنالی کی ہے۔ انھوں نے یہ تحریر ایک مذاکرے میں پیش کیے جاتے والے خیال کے جواب میں لکھی ہے۔ مجھے اس تحریر کو پڑھ کو خیال آیا کہ آپ (جناب سید صبیح رحمانی) کو مشورۃً عرض کروں کہ نعت رنگ کے ہر شمارے کی اشاعت سے قبل اگر نعت شریف کے حوالے سے ایک مذاکرے کا اہتمام رکھیں تو اس میں تنقید نعت کے بہت سے پہلوؤں پر گفتگو محفوظ کی جاسکے گی اور یہ مذاکرہ ہر مرتبہ الگ شہر میں منعقد ہو۔ اسی طرح ہر شمارے کے لیے اہم عنوان پر ایک یا دو سوال مرتب کرکے شاعروں، ناقدوں اور ادیبوں کے جواب جمع کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح وہ اہم باتیں جو ضروری ہیں اور مضامین میں بالعموم نہیں لکھی جاتیں وہ بھی آجائیں گی۔ ہر چند کہ جناب عاصی کرنالی نے اپنی طرف سے عمدہ وضاحت کی ہے تاہم اس موضوع پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مذاکرے میں خیال یہ پیش کیا گیا جمالِ صورت کی بجائے صرف جمالِ سیرت کو موضوع بنانا چاہیے اس لیے کہ رسول کریم ﷺ کا مقدس سراپا ہمارے پیش نظر نہیں ہے اور شعرا جمالِ صورت بیان کرتے ہوئے بالعموم محبوب مجازی کے تلازمات استعمال کرتے ہیں۔ یہاں اس تحریر میں اگر صرف لفظ ''جمال'' ہی پر لغت کے مطابق تفصیل لکھوں تو تحریر بہت طویل ہوجائے گی۔ مجھے تعجب ہے کہ قرآن کریم، احادیث شریفہ اور کتب سیرت کی

Marfat.com

موجودی کے باوجود شر کا ئے مذاکرہ نے اپنے خیال پراتنی گفتگو کیسے کرلی؟

مشہور روایت ہے: ''اللّٰہ جمیل یحب الجمال''۔ سبھی جانتے ہیں کہ اللہ کریم جل شانہ جسم جسمانیات سے پاک ہے۔جمیل اور حسین کے الفاظ کے الگ معانی عربی داں اور لغت سے شغف رکھنے والے طبقے سے مخفی نہیں۔شعراء میں سے وہ لوگ جو آداب سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ احتیاط ملحوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور محبوب مجازی والا سلوک محبوب رب العالمین ﷺ سے نہیں کرتے۔

عاصی کرنالی صاحب لکھتے ہیں: ''ذہن میں رکھیے کہ اس وقت لفظ ''نعت'' اسلام میں مروج اصطلاحی مفہوم نہیں رکھتا تھا۔یعنی توصیفِ رسول ﷺ کا تصور نہ تھا۔جب شعرائے عرب نے اسلام قبول کیا تو ان کی نعت گوئی توصیفِ رسالت مآب ﷺ سے متعلق ومخصوص ہوگئی۔''(ص ۱۴۱)عاصی کرنالی صاحب نے لفظِ نعت کے اصطلاحی مفہوم کے لیے ''اسلام میں مروج'' کے الفاظ لکھے ہیں،اسے اردو اور فارسی میں مروّج اصطلاحی مفہوم لکھنا چاہیے۔ان کا یہ جملہ کہ: ''یعنی توصیفِ رسول ﷺ کا تصور نہ تھا''۔یہ جملہ یوں درست رہتا: ''یعنی اس وقت نعت کے لفظ میں توصیفِ رسول (ﷺ) کا تصور نہ تھا۔'' میرے نزدیک دوسرے جملے میں ''نعت گوئی'' کی جگہ ''شعر گوئی'' موزوں رہتا۔

عاصی کرنالی صاحب لکھتے ہیں: ''اس وقت اسلام کو کفر وشرک کے مقابلے میں اپنا دفاع مقصود تھا اس لیے عہد نبوت کی نعت کو ہم ''لسانی جہاد'' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔''(ص ۱۴۱)عاصی کرنالی صاحب سے عرض ہے کہ موجودہ عہد بھی میرے رحیم وکریم نبی پاک ﷺ ہی کا عہد نبوت ہے اور اسلام سے کفر وشرک کا مقابلہ بھی جاری ہے اور اسلامیانِ عالم کا جہاد باللسان بھی مسلسل ہے۔عاصی کرنالی صاحب نے استغاثہ وفریاد وغیرہ کا ذکر ''اردو میں نعت گوئی'' کے حوالے سے کرتے ہوئے بتایا ہے کہ دورِ غلامی سے یہ عناصر نعت گوئی میں بیان ہوئے ،یہاں یہ واضح کردوں کہ عربی فارسی میں کلام کہنے لکھنے والوں کے ہاں یہ عناصر پہلے ہی سے نعت وقصیدہ میں شامل رہے ہیں۔

Marfat.com

جناب عاصی کرنالی نے لکھا ہے کہ نعت گوئی میں سراپا نگاری کا عنصر نسبتاً کم ہوتا جارہا ہے اور سیرت نگاری کے اجزاوعوامل میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس بارے میں یہ فقیر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔جناب سید محمد ابوالخیر کشفی کی تحریر میں اللہ کریم جلّ شانہٗ کا ذکر کرتے ہوئے تعظیمی کلمات نہ کہنے کا بیان گزر چکا ہے۔مجھے وہ حدیث شریف بھی یاد آرہی ہے کہ ایک صحابی نے دعا سے قبل اللہ کریم جلّ شانہٗ کی تعریف نہیں کی تو میرے نبی کریم ﷺ نے اسے آداب دعا تلقین فرمائے کہ پہلے اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کی تعریف کرو پھر اپنی حاجت بیان کرو۔یوں ہمیں آداب بندگی ملحوظ رکھنے کی واضح ہدایت دی گئی ہے۔ہم قرآن کریم کو پڑھیں تو ہمارے معبود کریم جلّ شانہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کا ذکر جس انداز سے فرمایا ہے وہ ہمیں تعلیم کرتا ہے کہ ہم ذکر رسول ﷺ بھی ان کی بہت تعریف وتوصیف کے ساتھ کریں اور ان کے اسم مبارک ہی سے واضح ہے کہ ان کی مبارک ومکرم ہستی کی تخلیق ہی تعریف وتوصیف کے لیے ہوئی ہے۔لا یمکن الثناء کما کان حقہ کہنے سے پہلے ان کے حسن وجمال اور محامد ومحاسن کا بیان حتی المقدور، حتی الامکان، حتی الوسع بہت عمدگی سے کرنا ضروری ہے۔میرے آقا کریم ﷺ کے حسن وجمال کا تذکرہ بھی دنیائے کفروشرک کو گراں گزرتا ہے اور غیر مسلم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی بات ایسی کی جائے جو میرے رسول کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ان سے محبت وعقیدت میں اضافہ کا سبب اور ذریعہ بنے۔خالق کائنات میرے ربّ کریم جلّ شانہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ میں ہر حُسن، ہر جمال، ہر کمال بھی اس کمال پر رکھا کہ چودہ صدیاں، لکھنے والوں، کہنے والوں نے بساط بھر لکھا اور کہا مگر کوئی بھی پوری طرح بیان نہ کرسکا نہ ہی کرسکتا ہے۔قرآن کریم ہی میں دیکھیے کہ متاع دنیا کو ''قلیل'' اور رسول کریم ﷺ کے خُلق کو ''عظیم'' فرمایا گیا ہے۔جب شمار نہ ہونے والا قلیل ہے تو ''عظیم'' کی شان مخلوق میں پوری طرح کون جان سکتا ہے! یہ بھی عرض کروں کہ دنیا کی چند عشقیہ داستانیں جو مشہور ہیں، ان داستانوں کی شہرت محبوبان مجازی کے حُسن وجمال کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں مجنوں وفرہاد، راں جھا مہیں وال وغیرہ کے جوشِ عشق ہی کی بات ہوتی ہے، یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ غزل کے پیرائے میں محبوبان مجازی کے لیے حسن وجمال کی بابت بھی جو کچھ کہا

Marfat.com

جاتا ہے وہ مبالغہ ولفاظی بلکہ زیادہ تر خلافِ واقعہ ہی ہوتا ہے۔

ہم غور کریں کہ نعت شریف میں محبوب وممدوح تو وہ ذات بابرکات ہے جو صادق ومصدوق ہے اور ہر حُسن، ہر جمال اور ہر کمال کی بے مثال وباکمال جامع ہے، سچ کہوں کہ حُسن وجمال اور کمال وہی ہے جو ذاتِ مصطفیٰ کریم ﷺ میں ہے، ان کے حُسن وجمال کے بیان میں کسی مبالغے کا گمان تو تب ہو کہ کوئی کما حقہ انھیں اور ان کی حقیقت کو جانتا ہو یا جان سکتا ہو۔ نعت شریف کے محبوب کریم ﷺ کو دیکھیے، ان کا ہر سچا چاہنے والا ان کے بے مثال حسن وجمال، فضل وکمال اور عظمت وشان کا والہ وشیدا ہے، ان پر فدا ہے اور یہ محبت بھی کیا پیاری اور انوکھی ہے کہ یہاں چاہنے والوں میں رقابت نہیں بلکہ مثالی قرابت ہے، جو کوئی میرے محبوب کریم رسول پاک ﷺ کی جس قدر زیادہ محبت وتعظیم رکھتا ہے، ان کے چاہنے والوں میں بھی وہ زیادہ محبوب ومحترم ہو جاتا ہے۔ اہلِ علم سے یہ بھی مخفی نہیں کہ بغیر تخصیص کے مدح ممکن ہی نہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وصف بغیر موصوف کے نہیں اور کون نہیں جانتا کہ حقیقی تعریف اللّٰہ کریم جلّ شانہٗ ہی کے لیے ہے۔ میرے محبوب کریم رسول پاک ﷺ کی تعریف وتوصیف درحقیقت اللّٰہ کریم جلّ شانہٗ ہی کی تعریف ہے اور میرے مقدس ومطہر رسول کریم ﷺ کی ذات وصفات میرے رب تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی ذات وصفات پر دلیل وبرہان ہیں۔ ہر سچے مومن کو اللّٰہ کریم جل شانہٗ کے اجمل واحسن حبیب کریم ﷺ کا ہر صحیح وسچا تذکرہ، خواہ وہ ان کے مبارک اور بے مثال حسن وجمال کا ہو یا ان کی باکمال مقدس سیرت کا ہو، محبوب ومطلوب اور مرغوب ہے اور دنیا وآخرت میں یہی تذکرہ اور انہی کا چرچا رہے گا۔

عاصی کرنالی صاحب لکھتے ہیں: ''ان کی اطاعت ہی سے خدا کی اطاعت منسلک ہے۔'' (ص ۱۴۱) قرآن کریم میں ہے: **من يطع الرسول فقد اطاع الله** (النساء، ۸۰)

رسول کریم ﷺ کی فرماں برداری اللّٰہ کریم جلّ شانہٗ ہی کی فرماں برداری ہے۔

ص ۱۴۸ سے نعت رنگ شمارہ ۱۵ میں جناب راجا رشید محمود کی تحریر ہے، عنوان ہے ''منظوم سراپائے حضور ﷺ''۔

Marfat.com

ان کی تحریر کا آغاز اس جملے سے ہوا ہے: ''جن بھی بخت افراد نے ایمان کی آنکھ آقا سے حضور ﷺ کو دیکھا، وہ صحابی کہلائے، ہدایت کے ستارے ٹھہرے۔'' (ص ۱۴۸) ضروری سمجھتا ہوں کہ ''صحابی'' کی تعریف یہاں پھر نقل کر دوں، ملاحظہ ہو: ''صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کے ساتھ اپنی دنیوی زندگی میں رسول کریم ﷺ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور اس شخص کی وفات بھی ایمان پر ہوئی ہو۔''

وہ لکھتے ہیں: ''صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کا سراپا مبارک دیکھا۔'' (ص ۱۴۸)

راجا صاحب نے اپنے اس بیان کے شروع میں ''صرف'' کا لفظ جانے کس بنیاد پر لکھ دیا ہے۔ وہی کچھ وضاحت فرمائیں تو معلوم ہو!

وہ لکھتے ہیں: ''ماں کو بیٹا سب سے زیادہ دیکھتا ہے لیکن کوئی اولاد ماں کا حلیہ بیان نہیں کر سکتی۔'' (ص ۱۴۸) میرے نزدیک اس جملے میں ''کوئی اولاد'' کی بجائے ''کوئی بیٹا'' ہی لکھا جاتا تو بہتر ہوتا اور ''نہیں کر سکتی'' کی بجائے ''نہیں کرتی'' (بیٹے کے حوالے سے ''نہیں کرتا'') لکھا جاتا تو درست ہوتا۔

وہ شعر لکھتے ہیں:

''بن رواحہ، حضرت حسان اور ابن زہیر
حلیۂ آقا و مولی (ﷺ) کو نہ کر پائے بیاں''

ان ہستیوں نے حلیہ شریف اگر بیان نہیں بھی کیا تو راجا صاحب نے یہ کیسے گمان کر لیا کہ وہ ''نہ کر پائے بیاں''؟

وہ لکھتے ہیں: ''لیکن محبت کے ساتھ فکر و فن کی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔'' (ص ۱۴۹-۱۵۰)

سراپائے رسول کریم ﷺ کو ''فکر و فن کی آنکھوں سے دیکھنا'' میرے نزدیک ''فکر و فن'' کے الفاظ محلِ نظر ہیں۔

Marfat.com

محمد امین الدین قیصر یحیائی کے اشعار جو راجا صاحب نے نقل کیے ہیں، ذرا پہلا مصرعہ ہی ملاحظہ ہو:

یوسفِ مصر کو سکتہ ہے، کھڑے ہیں حیراں (ص ۱۵۰)

کیا فرماتے ہیں راجا صاحب اپنے اس انتخاب کے بارے میں؟

ص ۱۵۵ پر اپنا لکھا ہوا وہ یہ جملہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ''میرے سامنے اس وقت حضور اکرم ﷺ کا ایک نایاب سراپا ہے۔'' کیا یہ جملہ اسی طرح ہونا چاہیے تھا؟ راجا صاحب سے اس شعر کے بارے میں بھی جاننا چاہوں گا کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟

''ریشِ سیہ میں وہ رخ تاباں نظر پڑا

لپٹا غلافِ کعبہ میں قرآں نظر پڑا'' (ص ۱۵۷)

محترم صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے مطالعے میں مجھ سے تاخیر ہوئی تھی تو اس کے مندرجات کے بارے میں لکھتے ہوئے بھی کچھ عجیب معاملے رہے۔ یہاں تک ہی تحریر متعدد مرحلوں میں ہوئی۔ تحریر میں کوئی غلطی کوتاہی ہو تو اللہ کریم جل شانہٗ سے طالب عفو و مغفرت ہوں۔ پندرہویں شمارے کے ابھی نصف تک نہیں پہنچا اور وقت نہیں مل رہا کہ دل جمعی سے مفصل لکھ سکوں۔ کوشش کرتا ہوں وقت نکالنے کی تو کوئی کام ایسا آ جاتا ہے کہ وہ وقت اس کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ خیال بھی ہے کہ آپ کو میری وجہ سے دیر نہ ہو۔ دو تین تحریروں کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں، جو تحریریں رہ جائیں گی ان کے لیے معذرت خواہ ہوں، ضروری ہوا تو ان شاء اللہ آئندہ تحریر میں ان کے بارے میں عرض کروں گا۔

جناب منصور ملتانی کی تحریر ''اردو منظوم سیرت نگاری...... ایک جائزہ'' میں یہ جملے قابل توجہ ہیں:

''پھر ہر مسلمان پر یہ بات لازم فرما دی کہ وہ بھی اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرح رسول کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے۔''

''اور اللہ تعالیٰ کی بے نیاز اور خالقِ کل ذات نے بھی اس سبب سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا پسند فرمایا کہ آپ ﷺ ہی نے بھٹکے ہوئے انسان کو دوبارہ اپنے رب کے راستے پر

Marfat.com

واپس بلایا گویا رب اور اس کے بندے کے درمیان رابطہ بحال کیا۔'' (ص ۱۵۹۔۱۶۰)

''یوں نبی کریم ﷺ نے انسانوں کو دوبارہ ان بندوں کی صف میں کھڑا ہونے کا راستہ دکھایا جو اللہ کے ''اپنے بندے'' کہلائے۔'' (ص ۱۶۰)

منصور ملتانی صاحب نے شاہ نامۂ اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ترجمۂ قرآن میں کہیں مفہوم تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔'' (ص ۱۶۸)

ان کی یہ بات بلاشبہ درست ہے لیکن ص ۱۷۴، ۱۷۵ پر انھوں نے اپنا کہا ہوا ایک سانیٹ نذر قارئین کیا ہے۔ اس کے ترجمے میں وہ ملاحظہ فرمائیں کہ خود ان سے بھی اس سانیٹ میں کچھ ایسا ہی فعل سرزد ہوتا نظر آرہا ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے میرے نبی پاک ﷺ کے دو فرزندوں کا ذکر فرمایا ہے، کوئی یہ گمان نہ کرلے کہ رسول کریم ﷺ کے دو ہی فرزند تھے، میرے نبی پاک ﷺ کے تیسرے فرزند حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کی والدہ محترمہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں

پروفیسر محمد اسحاق صاحب قریشی نے نعت رنگ کے کچھ شماروں میں پہلے بھی اپنی تحریریں یادگار بنائی ہیں، تحقیق وتنقید کے حوالے سے ان کا نام اور کام اپنا ایک اعتبار رکھتا ہے۔ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۱۷۷ سے ان کی تحریر کا آغاز ہوتا ہے، عنوان ہے: ''نعت اور نقدِ نعت...... چند گزارشات'' اس تحریر کے بیش ترحصے میں محترم ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے بہت عمدگی سے رہنمائی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس تحریر کا یہ بیش ترحصہ کچھ ان اہم باتوں کے حوالے سے خاصی چشم کشائی کرتا ہے جنھیں مباحث کا موضوع بنا کر بہت سے اہل قلم الجھتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو صحیح اور مفید مشورے اور تجاویز جس عمدگی سے پیش کی ہیں، امید ہے اسی طرح کشادگی سے انھیں قبول بھی کیا جائے گا تاہم ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں کچھ باتیں مجھے قابل توجہ بھی محسوس ہوئی ہیں۔ اپنی دانست کے مطابق عرض کرتا ہوں، میری دانست میں وہ غلطی پائیں تو ضرور اصلاح فرمادیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ غیر معیاری میلان پر کاری ضرب

Marfat.com

اگاتے ہوئے مناسب اختلاف کی گنجائش باقی رہنی چاہیے کہ انسان کی جغرافیائی اور علاقائی مجبوری کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ گنجائش اور حدود کے درمیان ایسی حد فاصل قائم رہنا لازم ہے جو پریشان نظری سے بچائے اور آزادی فکر کی بھی آبیاری کرے۔'' (ص ۱۸۱) اس سے پہلے ان کی اسی تحریر میں ہے کہ: ''مسلم معاشروں میں معیار سے ہٹ کر غیر صالح رویے برداشت نہیں کیے جانے چاہییں۔'' (ص ۱۸۱)

ڈاکٹر صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ ''اختلافات'' کی نوعیت ہی پر ''گنجائش'' کی رعایت ہونے یا نہ ہونے کی بات ہوگی اور جس باب میں بندے اور امتی کو ''اختیار'' ہی نہیں، وہاں اسے آزادی فکر کی آبیاری نہیں بلکہ پابندی فکر کی پاس داری کرنی ہوگی۔ جغرافیائی اور علاقائی مجبوریوں کی وجہ سے انسان کیا نظریات و عقائد اور اصول و قواعد'' بھی بدلنے کا ''ہر طرح یا کسی طرح مختار'' ہے؟ حدود اور گنجائش کے درمیان حد فاصل قائم رکھنا اسی سے وابستہ کیا جائے جو ہر دو سے بخوبی آگاہ ہو۔ پریشان نظری سے بچنے کے لیے حدود اور گنجائش کی آگہی لازم ہے کہ وہی حد فاصل قائم رکھے گی۔ یہ بھی واضح کیا جائے کہ حدود اور گنجائش کی یہ آگہی قرآن کریم اور احادیث شریفہ اور مسلمہ شرعی اصول و قواعد کے مطابق ہوگی یا اس کا تعین بھی زبان و ادب (نظم و نثر) اور جغرافیا اور علاقہ سے ہوگا؟

نعت رنگ ہی کی متعدد تحریروں میں ڈاکٹر صاحب نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ نثر میں جسے غلط ہی نہیں بلکہ جانے کیا شمار کیا گیا جب کہ نظم میں وہی کچھ صحیح اور لائق تحسین مانا گیا۔ ڈاکٹر صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ مسلم معاشروں میں معیار سے ہٹ کر غیر صالح رویے برداشت نہیں ہونے چاہییں، وہ یہ لکھتے ہیں: ''مناسب ہوگا کہ تنقیدی حوالوں سے لکھنے والے قلم کار اپنے رویوں پر خود بھی نظر رکھیں کہ کہیں جوشِ نقد سلامت روی سے برگشتہ نہ کردے'' (ص ۱۸۵) خود بتائیں کہ ضروریاتِ دین کے باب میں گنجائش کیا صالح رویہ ہوگا؟ وہ بتائیں کہ تحریف و تخریب اور توہین اور تحقیر کی سازشیں حلقہ یاراں ہی میں بالمقابل یا ملفوف ہو رہی ہوں تو ایک بندۂ مومن کو فولاد ہونا چاہیے یا بریشم کی طرح نرم؟

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ ''ماحول کی سنگینی نے بھی معتقدات پر اثر ڈالا تھا'' (ص ۱۸۰) ان سے یہی عرض ہے کہ نا اہلوں اور ناواقفوں کی پیدا کردہ گنجائش ہی ماحول کو سنگین بناتی ہیں اور ایسے میں منافقت راہ پاتی ہے اور منافقت کے بالمقابل مداہنت تو شدید مجرم بنا دیتی ہے جب کہ دینی تعلیم میں تو یہ ہے کہ متکبر کے سامنے تکبر کرنا بھی صدقہ ہے تا کہ اس کے تکبر کو توڑا جائے یعنی غلطی کے مرتکب کو اس کے حال پر نہ رہنے دیا جائے، اس کی اصلاح ضرور کی جائے۔

وہ خود لکھتے ہیں کہ ''ایسے خیالات کا فوری محاسبہ ضروری ہے۔'' یہ فقیر پُرتقصیر عرض کر چکا ہے کہ نعت گو، شاعروں ادیبوں کی تحریروں پر تنقید کا مقصد کسی شاعر و ادیب کی دل آزاری یا توہین وتحقیر ہرگز نہیں بلکہ خواہش صرف یہ ہے کہ دینی شرعی تقاضے پورے ہوں اور غلطی وکوتاہی کو جان کر ان کا اعادہ نہ کیا جائے اور جو کچھ غلط ہو گیا اس سے توبہ کی جائے یعنی ہماری کسی خطا کی نشان دہی پر ہمارا ایمانی تقاضا ہی ہے کہ ہم توبہ واستغفار کریں اور غلطی سے رجوع ہی کی طرف مائل ہوں۔

ڈاکٹر صاحب ہی نے لکھا ہے کہ: ''لفظ لفظ کی حرمت پیش نظر رہے''۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ: ''لفظ مناسب نہ ہوں تو نعت کی عظمت پر حرف آتا ہے۔'' وہ یہ بھی لکھتے ہیں: ''جذبوں کی سچائی نعت کا حسن ہے اور حرفوں کی متانت اس کا جمال ہے۔ اُس بارگاہِ عظمت میں اسے پیش کرنا ہے جہاں اگر جنبشِ لب، خارج از آہنگ ہو جائے تو ایمان کا خطرہ ہے اور اگر جذبے مستقیم اور پابندِ آداب نہ رہیں تو دھتکارے جانے کا احتمال ہے۔'' (ص ۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳)

وہ لکھتے ہیں: ''غور کیا جائے تو نعت مشکل ترین صنفِ سخن ہے کہ اس میں لفظ ومعنی کی طہارت درکار ہے۔'' (ص ۱۸۲)

ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ جہاں کہیں انہی کے پیش کردہ عناصرِ نعت کے برعکس معاملہ ہو وہاں کاری ضرب تو درکنار، صرف نشان دہی بھی ناگوار ہو تو یہ ناگواری کیا ''غیر صالح'' رویہ شمار نہ ہوگا؟ خود ڈاکٹر صاحب ہی نے لکھا ہے کہ ''غیر صالح رویے برداشت نہیں کیے جانے چاہئیں۔''

محترم ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب قریشی کی تحریر سے پہلے کچھ جملے ملاحظہ ہوں، وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

(واضح رہے کہ میں ان جملوں میں کہیں اختلاف بھی رکھتا ہوں اور کچھ جملوں کا اعتراف کرتا ہوں)

☆ رسول عالمین ﷺ کے حوالے سے گفتگو کو کسی محدود نسبت کا حوالہ دینا، آفاقی حسیت کو علاقائی نسبت سے محدود کرنا تھا۔"

☆ "شعر سے کسی ذہن میں تاویل کا سقم پیدا نہ ہو۔"

☆ "غلط انتساب نا موافق نسبت اور غیر محمود ترکیب سے اجتناب کی راہ دکھائی گئی۔"

☆ "مروّج اصطلاح یا رائج تلمیح کو ہر اعتبار سے اس کے بنیادی معنی کا پابند نہیں رکھا جا سکتا۔"

☆ "تشبیہات میں بھی بعض اوقات ایسی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ عموماً مشبہ بہ کو برتر سمجھا جاتا ہے کہ اسی برتری کی بنیاد پر تشبیہ دی جاتی ہے مگر یہاں بھی اس قانون باضابطے کی شدت نقصان دہ ہے۔"

☆ "کبھی پہلے سے معروف مفہوم کے سہارے نئے مفاہیم کی جلوہ گری مقصود ہوتی ہے۔"

☆ "حالاں کہ تشبیہ برتری ظاہر کرنے کا ذریعہ ہو سکتی ہے مگر ہر موقع پر نہیں، بے مثل صفات کو نسبتاً کم تر سے تشبیہ دینا کم کرنا نہیں ہوتا۔" (ص ۱۸۴-۱۸۵)

ان جملوں کے بعد ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان، وہ فرماتے ہیں: "صبرِ ایوب، گریۂ یعقوب یا طوفانِ نوح، اب تلمیح کے طور پر مستعمل ہیں اسے لیے اگر کوئی کہے کہ "صبرِ ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا" تو وہ اپنی کیفیات کو تاریخی تناظر میں بیان کر رہا ہے، ہم سری کا دعویٰ نہیں کر رہا۔ یقیناً زبان کی ثروت ایسے ہی کلمات اور ایسی ہی تراکیب سے ہوتی ہے۔" (ص ۱۸۴)

انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اپنے اس بیان کی تائید میں وہ یہ بھی فرماتے ہیں: "دل بے دار فاروقی، دل بے دار کراری" جسارت نہیں کسب فیض کی ایک تمنا ہے"۔ (۱۸۴)

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی تحریر کے شروع میں جو لکھا وہ بھی ملاحظہ ہو: صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کا عہد، نعت کا معتبر حوالہ ہے کہ اس میں نعت کی ترکیب بھی ہے، تنوع بھی اور آداب آشنائی کے ذوق سلیم کی معراج بھی۔ صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم، ذاتِ ممدوح کے عینی شاہد تھے اس لیے بلا واسطہ اُس وجودِ مکرم سے فیض یاب تھے، قرآن مجید کی ہدایات، روایات و احادیث کی تعلیمات اور ان کا اپنا جذبۂ صادق رویوں میں توازن اور اظہار میں حُسن پیدا کر رہا تھا۔ وہ طلاقت لسانی کی وسعتوں سے آشنا ہونے کے باوصف حدود شناس تھے۔'' (ص ۱۷۷-۱۷۸)

مزید لکھتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ وہ نعت کے تقاضوں سے باخبر تھے۔ لفظ و معنی کے رشتوں سے بھی آگاہ تھے اور خوش قسمتی کہ انھیں ہادیٔ اعظم ﷺ کی رہ نمائی بھی حاصل تھی .... نعت کا معیار، مضامین نعت کا تنوع اور حدود، حالات و ظروف کے تحت اس میں کشادگی کے امکانات نعتیہ ادب کے طالب علم کو عہد صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم سے ہی تلاش کر لینے چاہییں تا کہ لغزشِ قدم کا خطرہ نہ رہے.........'' (ص ۱۷۸)

ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب کو معلوم ہوگا کہ نعت رنگ ہی میں حمد، نعت، حسان، قصیدہ اور جانے کتنے الفاظ کے مروجہ اصطلاحی معنی و مفہوم پر لکھا جا چکا ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ کی باتیں بھی ہوئی ہیں۔ انھیں معلوم ہوگا کہ لکھنے والوں نے تو ''خاکِ مدینہ و نجف'' کے الفاظ پر شرک فی النبوۃ کی باتیں اسی نعت رنگ میں کی ہیں۔ مذکورہ بالا تمام اقتباس خود ڈاکٹر صاحب ہی کی اس تحریر میں کس قدر تضاد بھی دکھا رہے ہیں۔ انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اپنی تائید میں کوئی مثال بھی پیش نہیں کی جب کہ یہ جملہ انہی کی تحریر میں خود ان کی اپنی بات کی نفی کرتا نظر آتا ہے کہ: ''وہ (صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم) طلاقت لسانی کی وسعتوں سے آشنا ہونے کے باوصف حدود شناس تھے۔''

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ان مذکورہ بالا تمام باتوں پر دلائل بھی تحریر نہیں کیے۔ انہوں نے قصیدہ بانت سعاد کے ایک شعر کو جوان کے نزدیک ''مدح نگاری کا نقطۂ کمال ہے'' بیان کر کے جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی ان کی کچھ تجاویز کو سہارا نہیں دیتا۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے نعت رنگ شمارہ ۱۴ میں میری تحریر میں ''فتاوی رشیدیہ'' کے حوالے سے یہ جملہ ملاحظہ کیا ہوگا: ''لفظ رحمۃ اللعالمین صفتِ خاصہ رسول ﷺ کی نہیں ہے...... '' معاذ اللہ اسی تحریر میں ''افاضات یومیہ'' کے حوالے سے یہ بھی ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی نسبت گنگوہی صاحب بار بار ''رحمۃ للعالمین'' فرماتے رہے۔

کتاب ''ارواح ثلاثہ'' (مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی) کے ص ۲۷۰ - ۲۷۱ پر ہے: ''......راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب (نانوتوی صاحب) ان لوگوں کو دے دیتے۔ او رساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں، کچھ تو اپنے پاس رکھیے تو (محمد قاسم نانوتوی نے) فرمایا ''انما انا قاسم و اللہ یعطی ''............''

یہ بھی ملاحظہ ہو: ....آدھی رات کو استنجے کی ضرورت ہوئی، اول شب میں دریافت کرنا یاد نہ رہا، بس خدا کی قدرت کہ مولانا خود اندر سے تشریف لائے کہ کوئی حاجت ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس وقت دونوں کو تکلیف نہ ہوگی اندر زنانہ مکان میں چلو اور خود (تھانوی صاحب) استنجے کے ڈھیلے اور پانی رکھ آئے۔ میں نے کہا یہ تو آبِ زم زم ہے، اب استنجا کا ہے سے کروں!......'' (قصص الاکابر ص ۲۰۶ بحوالہ حُسن العزیز ص ۲۲۰، ج ۲)

مزید ملاحظہ ہو: ''ہر اہل بصیرت صاحب ذوق سلیم رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں جس وقت بھی آپ (گنگوہی) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے کمال حسن سیرت کا معترف وشیدا ہو کر بے اختیار پکار اٹھا کہ ''ماھذ ابشرا ان ھذا الاملک کریم ......'' (تذکرہ الرشید ص ۶۰، جلد ۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

یہ پانچ حوالے پیش کر کے ڈاکٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان حوالوں میں آیات و احادیث سے جو سلوک کیا گیا ہے، کہیں آپ کی کچھ تجاویز سے انھیں سہارا تو نہیں مل رہا؟

ڈاکٹر صاحب نے صبرِ ایوب، گریۂ یعقوب اور طوفانِ نوح (علیہم السلام) کا ذکر فرمایا ہے۔ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۵۳ پر یہ فقیر اپنی تحریر میں ''لحن داؤدی'' کہنے لکھنے کو نادرست ثابت کرتے ہوئے حدیث شریف پیش کر چکا ہے۔ اس حدیث شریف کے عربی اصل متن میں

Marfat.com

سے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں: ''..........لقد اوتیت مزمارا من مزامیر ال داود. (مسلم شریف)

رسول کریم ﷺ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ تمھیں ''لحنِ داؤدی'' ملا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ تمھیں حضرت داؤد علیہ السلام کے الحانوں میں سے ایک الحان (حصہ) ملا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب سے عالی فہم شخص کے لیے یہی ایک روایت، حقیقت واضح کردے گی۔صبرِ ایوب، گریۂ یعقوب، طوفانِ نوح، حسنِ یوسف، لحنِ داؤد، دَمِ عیسٰی، عصائے موسٰی (علیہم السلام) کا بیان کسی غیر نبی کے لیے تلمیح کے طور پر استعمال کرتے ہوئے بھی جس قرینے، سلیقے کی ضرورت ہے وہ ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں، اس لیے ڈاکٹر صاحب ان کا ''عام استعمال'' صرف زبان کی ثروت ظاہر کرنے اور معروف مفہوم کی ادائی کے لیے جائز نہ جانیں۔ زبان اور مفہوم سے کہیں زیادہ اہم وہ معتقدات اور مراتب ہیں جن کی پاس بانی ہمارا امتیاز ہے، ان کے بیان میں ہم ایسی آزادی کیسے گوارا کرسکتے ہیں جو ہمارے ایمان کے لیے مسئلہ ہو!

ڈاکٹر صاحب نے ''مسیحا'' کے لفظ پر جو رائے پیش کی، ان کی ''توجہ'' کے لیے صرف ایک شعر ہی نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

''مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم''

(کلیات شیخ الہند، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر صاحب کو یاد ہوگا کہ نصف صدی قبل ''رسول السلام'' کے لفظ ایک کافر و مشرک کے لیے اہل عرب نے استعمال اور بیان کیے تھے، لفظی ترجمے کی رعایت کے باوجود انھیں گوارا نہیں کیا گیا۔ جب ڈاکٹر صاحب خود ہی فرماتے ہیں کہ غیر صالح رویّے برداشت نہیں کیے جانے چاہییں تو انھیں ایسے دروازے بھی کشادہ نہیں کرنے چاہییں جو غیر صالح رویّوں کو راہ دیں۔

ڈاکٹر قریشی صاحب ان الزامات کہ محبت رسول ﷺ میں غلو کیا جاتا ہے اور بندہ و مولا کا فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، کے جواب میں خوب لکھا ہے، اس انداز سے ان کا یہ جواب بہت

Marfat.com

سے لوگوں کے لیے دعوت فکر ہے، خدا کرے کہ ان لوگوں کے ذہن وفہم اس جواب میں غور کریں اور ڈاکٹر صاحب کی کہی ہوئی بات کو پا سکیں۔

ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب قریشی لکھتے ہیں: "ایک اور ذہنی تحفظ جو غیر جانب دارانہ جائزوں کی راہ میں حائل ہے۔ وہ مسلکی وابستگی ہے یہ زندہ معاشروں کا حسن ہوتا ہے کہ مخلصانہ اختلافات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مرکز تو ایک ہی وجود ہے سب اسی کے حضور اپنی اپنی عقیدتوں کے گل دستے لیے حاضر ہیں اس رنگا رنگی سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں انشراح آنا چاہیے کہ میرے محبوب کریم ﷺ کا میں ہی نہیں سب ہی چاہنے والے ہیں۔ محبت بے لوث ہو تو محبوب کی ہر نسبت معتبر ہوتی ہے اللہ کرے محبت رسول ﷺ امت مسلمہ کی وحدت کی پختہ اساس بنے۔ یہ خواہش ہر دردمند دل کی ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہر مدعی محبت ایسا رویہ نہیں رکھتا اور وہ اپنے خیالات کو ہی صائب گردانتا ہے اور دوسروں کی لائقِ تحسین کاوشوں کو بھی رد کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ نعت کے مضامین میں بھی ایسی ہی پسند و ناپسند اثر دکھاتی ہے۔ کاش ایسا نہ ہو کہ نعت تقدس بے نفسی کا تقاضا کرتا ہے۔" (ص ۱۸۶)

ڈاکٹر صاحب نے اس پیراگراف میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، میرا خیال ہے انہوں نے تلخیوں ہی سے نہیں، کچھ حقائق سے بھی چشم پوشی کی ہے۔ مخلصانہ اختلاف کی حوصلہ افزائی بھی ہر باب میں نہیں کی جاسکتی۔ وہ جانتے ہیں کہ اجتہادی غلطی اور عنادی غلطی میں، علمی اختلاف اور اعتقادی اختلاف میں واضح فرق ہوتا ہے۔ بات کفر و ایمان کی ہو یا صحیح و غلط میں تمیز کی، ایمان والے ہی کے خیالات و نظریات صائب شمار ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "مرکز تو ایک ہی وجود ہے"۔ جب کوئی بات مرکز ہی کی شناخت اور اس کی حیثیت بدلنے کی کرے تو وہ اس کے حضور "عقیدتوں کے گل دستے" لیے حاضر نہیں ہوتا بلکہ وہ عقیدتوں کے گلشن تاراج کر رہا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب بخوبی جانتے ہوں گے کہ میرے مدنی تاج دار، حبیب پروردگار، رسول کریم ﷺ کو رشتوں ناتوں، مال و عیال اور تمام لوگوں ہی سے نہیں بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ

Marfat.com

محبوب رکھنا ضروری ہے اوران کی تعظیم و توقیر لازمی ہے۔ان کی تعظیم اور محبت کے آداب ہمیں تعلیم کیے گئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ ان کی بارگاہ عظمت میں جنبش لب اگر خارج از آہنگ ہو جائے تو ایمان کا خطرہ ہے۔ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ ''ننھا چرواہا، ہمارا چرواہا '' (معاذاللہ) کے الفاظ کی سرخیاں بالقصد لگا کر کتاب شائع کی جائے تو اسے وہ کیا کہیں گے؟ ستم بالائے ستم کہ اس کتاب کو ''صدارتی ایوارڈ'' دیا جائے۔ایسا لکھنے والا بھی کیا ''واقعی چاہنے والا'' شمار کیا جائے گا؟ توہین و تنقیص کرنے والے بھی اگر چاہنے والے ہی ہیں تو پھر ملحد و زندیق کس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں کہ: ''یہ یقین رہنا چاہیے کہ ذاتِ ممدوح ہر حوالے سے بے مثل اور عظیم تر ہے۔'' (ص۱۷۹) وہی بتائیں جو اس ذاتِ ممدوح (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بے مثل اور عظیم تر نہ مانے، کیا وہ بھی ''چاہنے والا'' ہی کہلائے گا؟ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''ممدوح کی ذات، صفات اور خصائص کا بیان اور دفاع، علامتِ ایمان ہے، اس لیے قول و عمل سے مدافعت کا حق ادا ہونا چاہیے۔'' (ص۱۷۹) ڈاکٹر صاحب ہی فرمائیں کہ جو کوئی یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرے اسے ہدفِ طعن بنانا کیا کہلائے گا؟

ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ فی الواقع ''لائقِ تحسین کاوشوں کا رد کرنے میں خوشی محسوس کرنے والے'' کیا کہلائیں گے؟

حدیث شریف ہے: ھل والیت لی ولیًا وعادیت لی عداوۃً. اس حدیث شریف کے شروع میں ہے کہ ایک شخص قیامت کے دن اللہ کریم جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں لایا جائے گا، اس سے فرمایا جائے گا کہ دنیا سے کیا لایا ہے؟ وہ فرائض کے علاوہ نوافل نمازیں، روزے، حج اور صدقات وغیرہ بھی بیان کرے گا تو اللہ جل شانہ فرمائے گا: کیا تو نے میرے لیے میرے دوستوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھی؟ یعنی اس کے پیاروں سے رشتہ جوڑنا اور اس کے دشمنوں سے رشتہ توڑنا، اہم کام ہے۔

خلیفۂ رابع امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: الاعداء ثلثة، عدوّک، وعدوّ صدیقک، وصدیق عدوّک۔ دشمن تین (طرح کے) ہیں (۱) تیرا اپنا

Marfat.com

دشمن (۲) تیرے دوست کا دمن (۳) تیرے دشمن کا دوست۔ اس بیان نے واضح کیا کہ ہم اپنے دشمنوں کو پہچانیں اور اپنے معبود کریم جل شانہ کے دشمنوں کو بھی پہچانیں۔ اس روایت کے مطابق ہم انھیں بآسانی پہچان سکتے ہیں: پہلی قسم کے دشمن مشرک و کافر ہیں۔ دوسری قسم کے دشمن وہ ہیں جو اللہ کریم جل شانہ کے پیاروں کے دشمن ہیں اور تیسری قسم کے دشمن وہ ہیں جو پہلی دونوں قسموں کے حامی و معاون ہیں۔ یوں ہم جان لیں کہ ہر وہ شخص جو ہمارے رحمٰن و رحیم رب کریم جلّ مجدہ کے پیاروں کا کسی طرح مخالف و دشمن ہے وہ ہمارا دوست ہرگز نہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ وہ شخص جو بظاہر کلمہ و نماز، فرائض واجبات اعمال کے باوجود یہ کہے لکھے کہ ''نبی کی تعریف بھی صرف ایک بشر کی سی کرو وہ بھی اختصار کے ساتھ کرو'' یا نہایت نامناسب الفاظ وہ نبی کریم ﷺ کے لیے اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کرے، جب کہ ایسا کہنے والوں کو خود اپنی خلاف واقعہ بہت زیادہ تعریف بھی مرغوب ہو، تو کیا ایسے لوگ بھی ''نبی (ﷺ) کے چاہنے والے'' شمار ہوں گے؟ بے مثل اور عظیم تر'' ماننے کی بجائے جو میرے خیر الخلق، افضل الخلق نبی پاک ﷺ کو'' اپنے جیسا بشر'' کہتے لکھتے ہوں کیا وہ ''بھی چاہنے والے'' کہلائیں گے؟ چاہنے والے تو یہ کہتے ہیں۔

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

اصحاب نبوی (رضی اللہ عنہم) میں ممتاز حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں ''کنت عبدہ و خادمہ''، یعنی وہ خود کو نبی پاک ﷺ کا غلام اور خادم قرار دیتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ چاہنے کی شرائط اور خصوصیات نہ پائی جائیں تو چاہت کیوں کر ثابت ہوگی؟ محبوب کریم ﷺ سے دفاع کی بجائے ان کی بارگاہ عالی جاہ میں اونچی اونچی واہی تباہی کرنے والوں کو معزز و مکرم جاننا بھی ''چاہت'' شمار کرنا کسی مومن سے ممکن نہیں۔

عجب ماجرا ہے، جرم بیان کیا جائے تو، جرم کے مرتکب کی نشان دہی کی جائے تو

واویلا!!

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: ''شعر اُسے ہی کہنا چاہیے جو شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا

Marfat.com

ہو۔'' (ص ۱۸۱) اور یہ بھی فرماتے ہیں: ''نعت ایک صنف سخن ہی نہیں، تطہیر جذبات، تکمیلِ انسانیت اور تقویم عقائد کا ذریعہ بھی ہے۔'' (ص ۱۸۷)

میری عرض صرف اتنی ہے کہ کوئی شعر کہے یا تک بندی کرے مگر نعت شریف صرف وہی کہے جو نعت شریف کہنے کو غایت درجہ سعادت جانے اور خود کو بخوبی یہ باور کرا لے کہ اس کی ہر قابلیت وصلاحیت کی نہایت کے باوجود اس سے ذاتِ ممدوح (ﷺ) کی مدح وثنا کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور ذاتِ ممدوح (ﷺ) کی محبت وتعظیم کے ہر ہر تقاضے کا ہر مرحلے اور ہر لمحے پاس ولحاظ رہے۔

ڈاکٹر صاحب خود ہی لکھتے ہیں: ''حیرت ہوتی ہے جب یہ آواز اٹھتی ہے کہ نعت میں مبالغہ ہو رہا ہے، تجاوز کیا جارہا ہے۔ میری دانست میں تو اب بھی کمی کا احساس ہی ابھرتا ہے۔ یہ افراط کا مسئلہ نہیں تفریط کا ہے، ذاتِ ممدوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتوں کا جتنا ادراک ہوگا اسی قدر ملت کی سرفرازیوں کی سبیل نکلے گی۔ اس لیے کہ تمام عظمتیں اسی وجودِ گرامی کی خیرات ہیں اور جس کو بلندیاں تلاش کرنا ہیں اُسے اسی ذاتِ گرامی کے راہ گزر کے ذرات شمار کرنا ہیں۔'' (ص ۱۸۷)

ڈاکٹر صاحب اپنے اردگرد خود ہی دیکھ لیں کہ اُن کے اِن خیالات سے موافقت اور ان پر عمل جہاں نظر آئے وہ اسے ضرور ''چاہنے والا طبقہ'' شمار کریں اور جہاں نظر نہ آئے اس کے لیے وہ یہ کہنے سے اجتناب کریں کہ ''سب ہی چاہنے والے ہیں۔''

ص ۱۸۸ سے جناب پروفیسر افضال احمد انور کی تحریر ہے جس کا عنوان ہے: ''تنقیدِ نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں۔''

وہ فرماتے ہیں: ''اس رحمانی بیاضِ نعت میں جگہ جگہ حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر بڑی محبت سے کیا گیا ہے۔'' (ص ۱۹۰)

وہ خود ہی توجہ فرمائیں کہ قرآن کریم کو ''رحمانی بیاضِ نعت'' کہنا کیسا ہے؟ وہ لکھتے ہیں: ''.........پس ربِّ کریم کو منظور ہوا کہ مسلمان صحیح لفظ راعنا بھی استعمال کریں۔ رب

Marfat.com

کریم نے لفظ بدل کر اس کے ذم والے معنوں کے استعمال کا شائبہ تک مٹا دیا۔'' (ص ۱۹۶)

انہوں نے پہلے قرآنی آیت لکھی جس میں ''لا تقولوا راعنا'' کے الفاظ ہیں اور پروفیسر صاحب نے خود ترجمہ کیا: ''راعنا نہ کہو''۔ پھر وہ خود یہ بھی لکھتے ہیں کہ: پس رب کریم کو منظور ہوا کہ مسلمان صحیح لفظ راعنا بھی استعمال کریں۔'' قرآن کریم کے الفاظ میں راعنا نہ کہنے کے فرمان کے بعد بھی پروفیسر صاحب کا از خود اسی لفظ کے لیے ربّ کریم کی منظوری بیان کرنا مجھے سمجھ نہیں آیا کہیں ان کے جملے میں ''نہ'' کا لفظ لکھنے یا کمپوزنگ میں رہ تو نہیں گیا؟ جملہ یوں صحیح ہوگا: ''بس رب کریم کو منظور ہوا کہ مسلمان صحیح لفظ راعنا بھی استعمال نہ کریں۔'' دوسرا جملہ بھی قابلِ اصلاح ہے وہ لکھتے ہیں: ''رب کریم نے لفظ بدل کر اس کے ذم والے معنوں کے استعمال کا شائبہ تک مٹا دیا۔'' یہ جملہ یوں صحیح ہوگا: ''رب کریم جل شانہ نے ذم والے معنوں کا شائبہ رکھنے والے الفاظ کا استعمال بھی اپنے حبیب کریم ﷺ کے لیے منع فرما دیا۔'' آگے وہ خود بھی یہی لکھتے ہیں: ''اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ذم کے معانی پر مشتمل کوئی لفظ حضور اکرم ﷺ کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا بلکہ جس لفظ کی کوئی شکل کھینچ تان کر ذم کے پہلو والے لفظ (یا معنی و مفہوم) کو جنم دے، اس عکس لفظ کو بھی آپ ﷺ کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ جس لفظ کی تہوں میں خلافِ ادب معانی ہوں اس سے بچنا ضروری ہے۔'' (ص ۱۹۲) انہوں نے ''اکفار الملحدین'' کتاب سے جناب انور شاہ کشمیری کی تحریر سے جو جملہ نقل کیا ہے وہ جناب انور شاہ کا فیصلہ نہیں بلکہ انور شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں علمائے اسلام کا فیصلہ نقل کیا ہے۔ یہ فقیر اپنی گزشتہ تحریروں میں اسے پیش کر چکا ہے۔

جناب انور شاہ کشمیری کے نقل کیے ہوئے اس جملے کو لکھنے کے بعد پروفیسر افضال صاحب پھر نامکمل جملہ لکھ گئے، ان کا جملہ یہ ہے: ''مندرجہ بالا آیتِ خداوندی سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کسرِ شان ہو۔'' (ص ۱۹۲) (معاذ اللہ)

ص ۱۹۳ پر بھی ان کی تحریر کے یہ جملے ملاحظہ ہوں: ''نعت میں حضور پُر نور ﷺ کے لیے الوہی شان ثابت کرنا یا آپ ﷺ کے خلاف یا کسرِ شان بات، ضیاعِ ایمان و حبطِ اعمال

Marfat.com

سے کام لینے کی ضرورت ہے کہ وہ تنقید نعت میں خلاف حقیقت فیصلہ صادر نہ کرے۔'' وہ خود غور فرمائیں کہ وہ کیا لکھ گئے ہیں؟ کیا ان کی اس تحریر کو بھی کمپوزنگ کی غلطی قرار دیا جائے گا؟

نعت رنگ کے قارئین سے نعت رنگ میں مطبوعہ تحریریں مخفی نہیں اور نہ ہی ان کے اذہان سے یک سر محو ہوئی ہیں۔ تحقیق وتنقید کے حوالے سے وہ تکرار شاید ''سرقہ'' شمار ہوتی ہے جو پہلے ہی کوئی محنت کر کے پیش کر چکا ہو اور دوبارہ پیش کرنے والا اس پہلے شخص کا حوالہ دیے بغیر اپنی تحقیق یا محنت کے طور پر پیش کرے۔ پروفیسر افضال احمد انور صاحب نے کچھ اشعار پیش کیے ہیں اور ان پر تنقید بھی فرمائی ہے، یہ اشعار جناب عزیز احسن پہلے ہی پیش کر چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پروفیسر افضال صاحب اپنے مطالعے اور تحقیق سے ان میں اضافہ فرماتے اور اپنی محنت پیش کرتے۔

پروفیسر افضال صاحب نے ایک شعر لکھا ہے:

''یا مزمل یا مدثر کون ہے میرے حضور (ﷺ)
کون ہے یٰس وطٰہٰ آپ ہیں بس آپ ہیں (ﷺ)''

اس شعر کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: (اس شعر میں مزمل اور مدثر کا تلفظ غلط دیا گیا ہے۔ یہ قرآنی عبارت میں تحریف کی خطا میں بھی آتا ہے۔)'' ص ۱۹۶

اس بارے میں انہوں نے شاید میری وہ تحریر نہیں دیکھی جو نعت رنگ شمارہ ۱۱ میں شامل ہے۔ کسی لفظ کا غلط تلفظ کہنا یا لکھنا یا تو صحیح تلفظ سے ناواقفی کہلائے گا اور شعر میں اس کے صحیح تلفظ نہ لکھنے سے وزن شعری میں نقص آئے گا۔ اسے قرآنی عبارت میں تحریف کی خطا شمار کرنے سے پہلے پروفیسر صاحب میری تحریر کا مطالعہ فرمالیں تاہم واضح رہے کہ یہ فقیر کسی غلط تلفظ کہنے لکھنے کی تائید ہرگز نہیں کر رہا۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''ناقدِ نعت کو متعلقہ علوم وفنون پر دسترس ہونی ہی چاہیے، اُسے غیر متعصب، غیر جانب دار اور بے لوث بھی ہونا چاہیے۔ اس میں عدل وانصاف کا جوہر بدرجۂ اتم ہونا چاہیے۔ اُسے کبھی جذباتیت کی رَو میں بہہ کر تنقیدی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ سچی بات

Marfat.com

تو یہ ہے کہ تنقید نعت ایک مشکل کام ہے، عام ادب پارے کی تنقید سے کہیں زیادہ ادق لیکن بدقسمتی سے طرح طرح کے دیباچہ نگاروں، تقریظ نویسوں اور مقدمہ بازوں نے اس فن کو بھی عام کرنے کی طرح ڈال دی ہے۔ ہر شاعر کے کلام کو عصرِ حاضر کا بہترین کلام ثابت کرنے کے لیے ان کا ذاتی اعتراف ہی کافی ہے۔" (ص ۱۹۸)

پروفیسر افضال صاحب نے اس عبارت سے پہلے جن "شخصیات" کے نام لکھے ہیں اور ان کے مضامین سے استفادہ بھی کیا ہے، وہ خود بتائیں کہ ان میں سے کتنی شخصیات "متعلقہ علوم وفنون پر" "دست رس" رکھتی ہیں؟ ان میں سے اکثر شخصیات کی جس قدر تحریریں میرے دیکھنے میں آئی ہیں وہ اپنی دوسری خوبیوں کے سوا "متعلقہ علوم وفنون" پر ان کی "دست رس" کی آئینہ دار نظر نہیں آئیں۔

وہ یہ بھی بتائیں کہ کیا "ناقدین" "تنقیدی "فیصلے" کرتے ہیں؟ وہ خود ہی اپنی اسی تحریر میں لکھتے ہیں

"............تنقید کا اصل کام خوبیوں اور خامیوں کی تمیز ہے۔ تنقید اصلاً حسن وقبح دونوں کو پرکھتی ہے.....حقیقتاً نعت پارے کے مواد، مفہوم اور ہیئت کے اچھے برے پہلوؤں کی جانچ اور ان کے تناظر میں نعت کے مقام ومرتبہ کے تعین کا عمل تنقید نعت کہلا سکتا ہے۔" (ص ۱۸۹)

میرے نزدیک ناقدین اپنی دانست کے مطابق اپنی "رائے" پیش کرتے ہیں، فیصلہ کرنا تو "ناقدین" کا (شاید) منصب ہی نہیں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ فرمایا جائے تاکہ اس بارے میں میرے موقف کی اصلاح ہو جائے۔ پروفیسر صاحب نے دیباچہ کے ساتھ "نگاروں" اور تقریظ کے ساتھ "نویسوں" کے لفظ لکھے جب کہ مقدمہ کے ساتھ "بازوں" کے لفظ وہ لکھ گئے اور بلا تخصیص سب کو ہدفِ طعن وملامت بنا گئے۔ وہ خود فرمائیں کہ کیا یہ عدل وانصاف ہے؟ جب کہ وہ ناقد میں عدل وانصاف کا جوہر بدرجۂ اتم چاہتے ہیں۔ جو لوگ غلط کو صحیح، غیر معیاری کو معیاری اور کم کو زیادہ بتاتے ہیں انھیں ہدف بنایا جائے نہ کہ سبھی کو ایک صف میں شمار کر کے مشقِ ستم کی جائے۔ ان کے مذکورہ بالا اقتباس کا آخری جملہ "گویا" کے لفظ سے شروع

Marfat.com

ہوتا تو موزوں ہوتا۔ جملہ پھر ملاحظہ ہو: ''(گویا) ہر شاعر کے کلام کو عصر حاضر کا بہترین کلام ثابت کرنے کے لیے ان کا ذاتی اعتراف ہی کافی ہے۔''

وہ لکھتے ہیں ''...... گو ایسے نقاد بہت چالاک ہوتے ہیں اور عموماً اس قسم کی تنقید کرتے ہیں کہ کتاب کی پرنٹنگ بہت خوب صورت ہے، کاغذ اعلیٰ ہے۔ لکھائی دل کش ہے، جلد مضبوط ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسی منافقت کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اور اگر واقعی کسی ضرورت سے ایسی تنقید لکھی جا رہی ہے تو کہیں آخرت تو خراب نہیں ہو رہی۔ (ص ۱۹۹)

پروفیسر صاحب نے جس بات کو منافقت کہا ہے، مجھے اس میں شبہ ہے۔ ایسا نقاد صرف کتابت وطباعت کی بات کہہ کر یہی واضح کرتا ہے کہ وہ کتاب کے مندرجات نہیں دیکھ سکا یا ان سے مطمئن نہیں ہے یعنی بالفاظِ دِگر قارئین کو یہی تاثر دیتا ہے کہ اس کتاب کے مندرجات کے بارے وہ (نقاد) کوئی رائے پیش نہیں کر رہا تا کہ اسے مطعون نہ کیا جا سکے اور قارئین بھی جان لیتے ہیں کہ نقاد نے کتنی اور کیسی بات کہی ہے۔ یوں آخرت کی خرابی جیسی سنگین بات ان نقادوں کی بابت ''زیادہ'' ہے۔

وہ لکھتے ہیں: گورنمنٹ کالج شاہ درہ لاہور سے ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید نے ''اوج'' کے دو لافانی نعت نمبر پیش کیے۔ (ص ۲۰۰) ''لافانی نمبر'' کے لفظ اس جملے میں محلِ نظر ہیں۔

وہ لکھتے ہیں: ''فلمی دھن پر نعت لکھنا یا پڑھنا کسی طور قابلِ تحسین نہیں۔ تلازمۂ خیال انسانی ذہن کو فوراً فلم کے بے ہودہ منظر کی طرف لے جاتا ہے اور نعت پس منظر میں چلی جاتی ہے۔'' (ص ۲۰۰)

پروفیسر افضال صاحب کیا یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہر شخص فلم بین ہے ؟ اور ہر سامع کا تلازمۂ خیال کیا اس کے ذہن کو فوراً فلم کے بے ہودہ منظر کی طرف واقعی لے جاتا ہے؟

فلمی گانوں کی دُھنوں پر پڑھے جانے والے نعتیہ کلام کو شاید کوئی ''مخصوص سامعین

Marfat.com

"ہی پسند کرتے ہوں، لیکن عام سامعین کی اکثریت بھی تائید نہیں کرتی، حالاں کہ میری نظر سے لاہور کے کسی اخبار میں درج یہ جملہ بھی گزرا کہ "اس بہانے سامعین بجائے گانوں کے نعتیہ کلام کے شعر گُن گُناتے ہیں"، یعنی لکھنے والے نے اس میں بھی خوبی ڈھونڈنی چاہی۔ پروفیسر افضال صاحب نے دیکھا سنا ہوگا کہ فلمی گانوں کی دُھنیں تو کیا، نعتیہ کلام اب ننگے سر اور موسیقی کے پورے استعمال اور لڑکیوں کے ساتھ پڑھا جارہا ہے۔ صرف دَف کے ساتھ کوئی ایک نعت شریف پڑھ لی جاتی لیکن دف کے ساتھ انگلیوں پر چھلّے چڑھا کے کھنک اور دھمک بڑھانا بھی روا سمجھا جارہا ہے ۔آداب وانداز کے حوالے سے کوئی تعلیم وتلقین اور غیر معیاری کلام پر تادیب وتنقید کی جائے تو اسے توہین وتذلیل شمار کیا جاتا ہے۔

نعت رنگ میں کتنی ہی ایسی تحریریں شامل ہوئی ہیں جن میں محافل نعت منعقد کرنے والے اور نعت خوانی کرنے والے ان تمام احباب کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ آداب سے خود کو عملاً وابستہ کریں اور ایسے ہر قول وفعل سے اجتناب کریں جو آداب کے منافی ہو۔

پروفیسر افضال صاحب لکھتے ہیں: "تنقیدِ نعت نے بعض بنیادی اور اہم مباحث کو جنم دیا ہے۔" (ص ۲۰۱) اس جملے میں "جنم دیا ہے" کی بجائے "اجاگر کیا ہے" ہوتا تو بہتر تھا۔

وہ اپنی تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں: "اس خاک سار کے نزدیک تنقیدِ نعت دراصل تیغِ تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ ہے، ایک ایسی تیغ جو درست کا دفاع کرتی ہے اور نادرست کو دفع کرتی ہے۔" (ص ۲۰۲)

اپنی دانست کے مطابق عرض گزار ہوں کہ لفظِ "دفاع" کا استعمال اردو میں جو رائج ہے، پروفیسر صاحب نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔ "فرہنگ عامرہ" میں دیکھا تو لفظ "دفاع" کے سامنے درج ہے: "باز رکھنا، دُور کرنا۔"

"دفع، دفاع" کا بیان عربی سے واقف جانتے ہیں کہ "عن" کے لفظ سے کیا جاتا ہے ۔میرے نزدیک پرفیسر افضال صاحب کا یہ جملہ یوں صحیح ہوگا: "تنقیدِ نعت دراصل وہ فعل ہے جو درست سے دفاع کرتا ہے" یعنی درست سے نا درست کو دُور رکھتا ہے ۔انہوں نے

Marfat.com

اسے ''تیغ'' کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ یوں ان کے مطابق یہ ''جہاد'' ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے نبی پاک ﷺ کی ناموس (عصمت وعفت اور عزت وعظمت) کی پاس بانی کے لیے خدمت کرنا اور اس سے دفاع کرنا واقعی جہاد کرنا ہے۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! یہ فقیر معذرت خواہ ہے کہ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کی کئی تحریروں کے حسن وقبح کے حوالے سے نہیں لکھ سکا۔ پروفیسر شفقت رضوی صاحب نے ''رسالہ ''شام وسحر'' کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ'' خاصی محنت سے پیش کیا ہے۔ ص ۲۱۳ سے ص ۳۰۴ تک ان کی تحریر ہے، اس کے مندرجات کے بارے میں اس تحریر میں کچھ نہیں لکھ رہا۔ میرے پاس ''شام وسحر'' کے یہ نمبر بھی نہیں (کاش کہ مجھے مل جائیں)۔ محترم پروفیسر علی محسن صاحب صدیقی نے محترم پروفیسر محمد اسحٰق قریشی کی ضخیم کتاب ''برصغیر میں عربی نعتیہ شاعری'' کا جائزہ تحریر فرمایا ہے۔ لاہور میں مہینوں پہلے اس کتاب کی ''رُونمائی'' کے باوجود یہ کتاب جانے اب تک یہاں کے کتب خانوں میں دست یاب کیوں نہیں؟ پروفیسر علی محسن صدیقی نے اس کتاب کا جائزہ پیش کر کے شوق مطالعہ اور بڑھایا ہے۔ ان کی تحریر میں ایک جملہ قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں: ''..........اور قرآن مجید میں سنس کرت کے الفاظ کی موجودگی ان روابط کی شاہد عدل ہے۔'' (ص ۳۰۵) سورۂ شعراء میں ''بلسان عربی مبین'' اور سورۂ یوسف میں ''انا انزلناہ قرآناً عربیا'' کے واضح الفاظ قرآن کریم کے لیے اللہ کریم جل شانہ نے خود ارشاد فرمائے ہیں، اس کے بعد قرآن کریم میں ''سنس کرت'' کے الفاظ کی موجودی بتانا محل نظر ہے، انہوں نے سنس کرت وہ الفاظ نہیں لکھے ورنہ ان کے اس احتمال کی تحقیق ہوتی۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی ایک اور تحریر اسی شمارے میں ''خالد شفیق اور ان کی نعت گوئی'' کے عنوان سے ہے۔ اس تحریر میں بھی کچھ قابل توجہ جملے نشان زد کیے تھے لیکن اس تحریر میں اب صرف خطوط کے حصے سے کچھ پیش کرنے پر اکتفا کروں گا کیوں کہ کچھ خطوط میں میرا ذکر ہے اور ان باتوں کا جواب میرے ذمے ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۳۹۴ پر محترم جناب شان الحق حقی کا پہلا مکتوب ہے۔ شیخ

Marfat.com

محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت سے وہ خود کو ''حقی'' کہلاتے ہیں۔اپنے مکتوب کا پہلا جملہ وہ جانے یوں کیسے لکھ گئے، ملاحظہ ہو: ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے کچھ معجزات ان کی حیات میں ظہور میں آئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔'' حیرت ہے کہ ''قرآن کریم'' بھی ان کی توجہ میں نہ رہا، احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی طرف بھی انہوں نے دھیان نہیں دیا۔ مجھے اگر صحیح یاد ہے تو خود ابن تیمیہ نے چھ ہزار معجزات کا شمار مانا ہے۔میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے، حقی صاحب کے اس بیان میں تشکیک کا سا لہجہ مجھے عجیب لگا۔وہ لکھتے ہیں: ''ان کی وفات کے بعد جو درود وسلام، لا تعدّ و لا تحصیٰ، ان کی ذات گرامی پر بھیجے گئے وہ اپنی جگہ ایک معجزے سے کم نہیں۔یہ میرے نزدیک سب سے بڑا اور سچا معجزہ ہے، جس کا جواب محال ہے۔'' (ص ۳۹۴)

اپنے اس بیان کے لیے الفاظ کا انتخاب محترم حقی صاحب صحیح نہیں فرما سکے لیکن جو بات انہوں نے پہنچانی چاہی ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔درود وسلام خود رب العلمین جل شانہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیج رہا ہے اور فعلِ الٰہی کی بدایت و نہایت کا کیا تصور، گنجائش ہی نہیں، اس بارے میں نعت رنگ شمارہ ۴ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔بات صرف یہ دُہرانی ہے کہ مخلوق کی طرف سے بھیجے گئے درود وسلام کے نذرانے بے شمار ہیں اور وہ سب مل کر بھی اللہ کریم جل شانہ کے بھیجے ہوئے ایک درود وسلام کے برابر نہیں ہو سکتے۔۔پھر مخلوق میں ملائکہ (فرشتوں) ہی کی تعداد کا کوئی شمار نہیں، انسان تو ملائکہ کے سامنے بہت کم ہیں۔تمام فرشتے درود وسلام بھیج رہے ہیں۔اس حوالے سے کچھ برس پہلے پاکستان ٹیلے وژن کے پروگرام ''فہم القرآن'' میں ''درود شریف کی اہمیت'' کے عنوان سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھے وہ گفتگو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جسے بہت پسند کیا گیا، یہ گفتگو کئی مرتبہ نشر کی گئی۔

روزنامہ جنگ کراچی میں شائع ہونے والی یہ خبر بھی باعث مسرّت ہوئی، جمعہ، ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر یہ خبر ہے: ''ملائیشیا کی فوج اور حاضرین صلوۃ و درود کے وِرد کرتے رہے، کانفرنس کی جھلکیاں

Marfat.com

پڑھا جایا (اسپیشل رپورٹ)...... ☆ سربراہان مملکت کے استقبال اور فوٹو سیشن کے بعد ملائیشیا کی مسلح افواج کی مذہبی کور نے صلوۃ و درود پیش کیا حاضرین بھی یہ ورد کرتے رہے یا رسول سلام علیک یا حبیب صلوۃ علیک ،صلوۃ و دُرود کے بعد تلاوت کلام پاک کی گئی پھر حاجی اسماعیل نے دعا کروائی۔''

دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس کے شرکاء کا درود و سلام پڑھنا ٹیلے وژن کے چینلز پر بھی دِکھایا گیا۔

حقی صاحب بخوبی جانتے ہوں گے کہ ''معجزہ'' اللّٰہ تعالیٰ جل شانہ کے اس فعل کو کہتے ہیں جو اس کے نبی سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ سچا ہی ہوتا ہے۔

حقی صاحب لکھتے ہیں: ''حب رسول مسلمان کا جزو ایمان ہے۔'' (ص ۳۹۰) یہاں نہایت اعتماد سے عرض گزار ہوں کہ حبِ رسول (ﷺ) جزو ایمان نہیں، جانِ ایمان ہے۔ جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے سچ کہا ہے ؂

محمد (ﷺ) کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

دوسرا مکتوب جناب ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک خطوط کا تعلق ہے تو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کا خط سب سے طویل ہے۔ اس میں علامہ نے جہاں اوروں کے متعلق لکھا ہے وہاں خاک سار کی تحریر پر بھی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ'' (میں نے) اپنی اس تحریر میں کم فہمی کی وجہ سے مولانا فضل حق خیر آبادی (رحمۃ اللّٰہ علیہ) پر غلط الزام لگایا ہے۔'' تو اس تعلق سے عرض ہے کہ ''امتناع النظیر خاتم النبیین'' کے مسئلہ کو میں سید اسماعیل شہید کے حوالے سے خوب جانتا ہوں۔ لیکن میں نے اپنے مضمون میں مولانا الطاف حسین حالی کی ''یادگار غالب'' علی گڑھ ایڈیشن ص ۲۷ تا ۴۷ کے اقتباس ہی کے حوالے سے اس مسئلہ کے متعلق غالب کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے غالب کے متعلق ''امتناع النظیر'' کے ضمن میں جو باتیں لکھی ہیں حالی نے مجھ سے زیادہ دفاع یادگار

Marfat.com

غالب میں کیا ہے۔ ''عظمت رسول ﷺ میں توہین الہ'' اس وقت اس مسئلہ کو سید اسماعیل شہید نے سمجھا تھا۔اس لیے اس کا جواب بھی دیا تھا۔اب نہ اسماعیل شہید زندہ ہیں نہ مولانا فضل حق خیر آبادی۔اس لیے اب اس مسئلے کو الجھانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔رہا علمی بحث کا تعلق تو حضرت علامہ سے دست بستہ عرض ہے کہ ان مباحث سے نہ تو امت کو کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ ایمانی قوت میں اضافہ۔آج عالمی سطح پر امت جس پرآشوب حالت سے گزر رہی ہے۔اس کا مقتضی تو باہمی اتفاق ہے نہ کہ انفصال۔میں ایک بار پھر عرض کر دوں کہ مولانا فضل حق خیر آبادی اور غالب کے متعلق جو باتیں بھی میرے مضمون میں آئی ہیں یادگار غالب ہی ان کا ماخذ ہے۔'' (ص ۳۹۶، ۳۹۷)

خود کچھ عرض کرنے سے پہلے سابق پروفیسر علومِ اسلامی و تاریخِ اسلامی، کراچی یونی ورسٹی جناب علی محسن صاحب صدیقی کی تحریر سے اقتباس ملاحظہ ہو:

''نعت رنگ'' کے ایک مقالہ نگار جناب ظہیر غازی پور نے اپنے مضمون مشمولہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر 11 میں حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں عروضی اغلاط پر ایک غیر ضروری اور غیر علمی مضمون تحریر کیا۔مولانا علیہ الرحمہ دَورِ آخرین کے علماء اسلام میں اپنے تجرِ علمی اور کثرتِ تصانیف کے لیے مشہور ہیں۔ان کی ذات ہمہ صفات بے نظیر و منفرد ہے اور ان کے علمی کمالات سے انکار ممکن نہیں ہے۔مولانا کوکب نورانی نے ظہیر غازی پور پر سخت تعقیب کی ہے اور ان کے الزامات کو ٹھوس علمی بنیاد پر بادر ہوا ثابت کر دیا ہے۔اسی طرح ''نعت رنگ'' کے شمارہ 12 میں بھارت کے ایک قلم کار ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے اپنے مضمون میں جس کا عنوان ہے ''عظمتِ رسول (ﷺ) خطوط غالب میں'' فخر الافاضل، رئیس المتکلمین مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر مسئلہ ''امتناع النظیر'' کے ضمن میں بے جا تنقید کی ہے۔مولانا کوکب نورانی نے اس کی تردید کی ہے۔''مسئلہ امتناع النظیر'' دراصل علمِ کلام کا نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے اور اس کا تعلق عقیدہ ختمِ رسالت (ﷺ) سے ہے۔حضرت مولانا فضلِ حق خیر آبادی کے زمانہ میں مولوی محمد اسماعیل نے اس مسئلہ پر اپنی حسبِ عادت گفتگو کی تھی۔مولانائے مرحوم نے مسئلہ کی

Marfat.com

سنگین نوعیت کے پیشِ نظر اس کی عالمانہ و متکلمانہ مقدمات کر کے سخت تردید کر دی اور ان کے دوست غالب نے ان کی کتاب پر بطورِ تقریظ ایک مثنوی لکھ دی۔ مولانا حالی نے یادگارِ غالب میں اس کا سرسری ذکر کیا، چوں کہ یہ دقیق کلامی مسئلہ ان کی اور ان کے ممدوح استاد کی ذہنی و علمی سطح سے بہت بلند تھا، وہ اسے نہ سمجھ سکے اور جو کچھ انہوں نے لکھا وہ غیر علمی تھا۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی فہم سے مسئلہ امتناع النظیر بہت بلند تھا تو انہوں نے بھی حضرت مولانا خیر آبادی کی تردید کی غیر علمی کوشش کی ہے۔ حالی تو اب اس دنیا میں نہیں ہیں، مگر ان کی زندگی ہی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسماعیل کے ''انکار امتناع النظیر'' سے شہ پا کر نبوت و رسالت محمدی ﷺ سے بغاوت کی۔ مولانا خیر آبادی مرحوم نے علمی بصیرت، کلامی عبقرت اور ایمانی فراست سے کام لے کر امکان نظیر رسالت مآب ﷺ پر اپنی کتاب لکھ کو جو دینی خدمت انجام دی، وہ نہ غالب کی بادہ نوشی، نہ حالی کی نیچریت اور نہ ہی یحییٰ نشیط کی ناواقفیت سے کم ہو سکتی ہے۔'' (تقریظ بر کتاب کتاب، نعت اور آدابِ نعت، ص ۲۶، ۲۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

یحییٰ نشیط صاحب نے جناب اسماعیل دہلوی کو دو مرتبہ ''سید'' لکھا ہے نہیں معلوم وہ قصداً ایسا لکھ رہے ہیں یا انھیں تحقیق نہیں کہ وہ ہرگز سید نہیں تھے۔ وہ حضرت مولانا فضل حق شہید خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صرف اسماعیل دہلوی کی ناقص فہم پر تو یقین و اعتماد کرنا چاہ رہے ہیں اور جلیل القدر عالم حق پر الزام لگانے میں دلیر ہو رہے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھ رہے کہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ہی ''امتناع النظیر خاتم النبیین (ﷺ)'' ہے۔ یحییٰ صاحب مجھے یہ فرمانا بھی صائب گردانتے ہیں کہ ''ان مباحث سے نہ تو امت کو کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ ایمانی قوت میں اضافہ۔''

یہ فقیر بے توقیر ان سے پوچھنا چاہتا ہے کہ ''جناب شارق جمال'' کی طرف سے کسی شعر میں متنازع فنی سقم کی نشان دہی پر نکتہ چینی تو انھیں پسند نہ آئی اور اس پر انھوں نے وضاحت ضروری سمجھی، وہ بتائیں اس وضاحت سے ''امت کو کوئی فائدہ ہوا یا امت کی ایمانی قوت میں کوئی اضافہ ہوا؟'' مجھے حیرت ہے کہ ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کو سمجھ کیوں نہیں آیا کہ رسول کریم

Marfat.com

ﷺ کے بارے میں کسی کی پیدا کردہ غلط فہمی کا ازالہ کرنا بے فائدہ کیسے ہوسکتا ہے! رسول کریم ﷺ کے باب میں کسی کی ہرزہ سرائی کے جواب سے اہل ایمان کی ایمانی قوت میں کتنا اضافہ ہوتا ہے، شاید یہ بھی ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کی فہم سے بالا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ماخذ ''یاد گار غالب'' ہی سہی، وہ بتائیں کہ انہوں نے اس بیان کو نقل کر کے امت کو کیا فائدہ پہنچایا ہے اور ان کی ایمانی قوت میں کیا اضافہ کیا ہے؟ وہ خود کو اس ''مشورے'' سے مستثنیٰ کیوں شمار کر رہے ہیں؟

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۷۱ سے جناب پروفیسر محمد اکرم رضا کا مکتوب شروع ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''یہاں تو سبھی ثنا خوانی حضور میں الجھ کر سلجھ رہے ہیں۔'' (ص ۴۷۲) مسجع ومقفع نثر نگاری کی خوبیاں اپنی جگہ لیکن خیال رہے کہ منفی ومخالف تاثر دینے والے لفظ کا انتخاب واستعمال تحریر کو نادرست بنا دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ثنا خوانی میں ''الجھنے'' کی بات عجیب ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے اپنے مکتوب میں اس فقیر پُرتقصیر کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں

:''میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ''نعت رنگ'' بلاشبہ نعتیہ مضامین کا نہایت دل کش، معنبر ومعطر گل دستہ ہے جس کے ہر گل کی خوشبو لازوال ہے۔ مگر اس کا ایک امتیاز نقد ونظر کی دنیا بسانا ہے۔ نقد ونظر کے گوشے میں کئی نام ذہن میں ابھرتے ہیں۔ تسلسل سے محوِ تنقید رہنے والے علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی کا تذکرہ کیے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی۔ علامہ کوکب نورانی خطیب اعظم حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ خطیبِ مشرق سے ایک زمانہ آگاہ تھا۔ میں بھی اس زمانے کا حصہ ہوں۔ انھیں صرف تین چار مرتبہ سنا۔ اور جب بھی سنا یہی احساس ہوا کہ ''ایک بار سنا ہے دوسری بار سننے کی ہوس ہے۔'' انھیں کے صاحب زادے علامہ کوکب نورانی کو فقط ٹیلی ویژن پر دیکھا اور ''نعت رنگ'' میں تنقید کے شعبے میں بار بار پڑھا ۔ ٹیلی ویژن پر جتنے دھیمے، مدھم، دل کش اور مدھر سروں میں بولتے ہیں، تنقیدی خطوط میں اس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ کھرا کھرا لہجہ، بے نیاز و بے پروا۔ بات بات پر بال کی کھال اُتارنے

Marfat.com

والے (حالاں کہ یہ محض ایک محاورہ ہے) ''نعت رنگ'' کے مضامین کو اتنی عرق ریزی، باریک بینی اور عبادت کی حد تک ڈوب کر پڑھتے ہیں کہ شاید اس طرح جناب صبیح رحمانی بھی نہ پڑھتے ہوں گے۔ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنے والے دوسرے کے دلائل کی ہر صورت کاٹ کرنے والے، شاعر نہ ہو کر بھی (کیا خبر کہ شاعر ہوں، کیوں کہ ممدوحِ دو عالم ﷺ کے اکثر سیرت نگاروں کے دامانِ ادب سے نعتیں ٹپک ہی پڑتی ہیں) نعت پر اس قدر سیر حاصل گفتگو کرنے والے، دلائل و براہین کے انبار لگا دینے والے، ان کے تبصروں کی شدتِ خلوص پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

انھوں نے اتنے طویل لکھے ہیں کہ ان کے لیے یہ مشورہ دیتے ہوئے روحانی اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ مضمون نگاری فرمائیں۔ اگرچہ یہ تبصرے بھی مضمون نگاری ہی کا ایک حصہ ہیں۔ مگر اس میں ان کی توجہ ''نعت رنگ'' اور قلم کارانِ ''نعت رنگ'' تک محدود رہتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر یہ مشورہ میرے ممدوح خطیبِ پاکستان کے جانشین کے فکر و ذہن کے لیے معمولی حد تک بھی قابلِ قبول ٹھہرا تو اردو نعت کے ناقدین اور مستقل مضمون نگاروں کی فہرست میں ایک بڑے نام کا اضافہ ہوگا''۔ (ص ۴۷۴، ۴۷۵)

پروفیسر صاحب نے میرے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ازراہِ عقیدت و محبت اور مجھ گناہ گار کے لیے ازراہِ شفقت و عنایت کلماتِ تحسین فرمائے ہیں، اللہ کریم جل شانہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی تحریر میں یہ جملہ خلافِ واقعہ ہے: ''دوسرے کے دلائل کی ہر صورت کاٹ کرنے والے''۔ محترم پروفیسر محمد اکرام رضا صاحب اور نعت رنگ کے تمام قارئین میری تحریریں بغور ملاحظہ فرمائیں، بفضلہٖ تعالیٰ یہ فقیر کبھی صحیح بات اور دلائلِ حقہ'' کی کسی صورت'' کاٹ نہیں کرتا تو ''ہر صورت'' کاٹ کیسے کر سکتا ہے!

پروفیسر صاحب کا مخلصانہ مشورہ بجا ہے اور یہ فقیر ان تنقیدی خطوط کے علاوہ بھی خامہ فرسائی کرتا ہے۔ نعت رنگ کے مدیر و مرتب جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی کی خواہش یہی تھی اور ہے کہ نعت رنگ میں شائع ہونے والی تحریروں میں شریعت و سنت کے منافی و مخالف اور حقائق سے متضاد باتوں، غیر معیاری اور غیر محتاط لفظوں اور لہجوں اور صحیح عقائد سے متصادم رویّوں کی نشان دہی

Marfat.com

ضروری ہے تا کہ نعت شریف کے حوالے سے صحیح تنقید ہو سکے۔ مجھے ہرگز ادعائے علم نہیں۔ والدین کریمین کی دعائیں اور بزرگوں کا فیضان ہے کہ کتاب وقلم سے ناتا ہے اور تمنا یہی ہے کہ اللہ کریم جل شانہ مجھ سے کوئی خدمت ایسی لے لے جو میری بخشش کا سامان ہو جائے، اس دعا پر سبھی سے صدائے ''آمین'' کا خواستگار ہوں۔

محترم پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب کو اندازہ ہو گا کہ تحقیق وتنقید کس قدر کٹھن کام ہیں۔ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ کچھ لوگ ''ناراض'' بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان سب کی ''ناراضی'' سے صرفِ نظر کر کے محبوبِ ربّ (ﷺ) کی محض ''رضا جوئی'' ہی پیشِ نظر رکھتا ہوں۔ حیدرآباد سے کتابی سلسلہ ''الصداق'' کے مدیر جناب شاہ انجم بخاری نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے میرے خطوط کے مجموعے ''نعت اور آدابِ نعت'' پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے: ''......آپ کی تحریر وتقریر کا مرکز ومحور خوفِ خدا اور حُبِ رسول (ﷺ) ہوتا ہے'' (الصداق، شمارہ ۸، ص ۱۸۷)

شاہ انجم بخاری صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے وہی لکھا، جو بحمدہٖ تعالیٰ جو میری تحریر وتقریر کی بنیاد اور منشورِ حیات ہے، دعا ہے کہ اللہ کریم جل شانہ مجھے اس پر قائم وثابت رکھے، آمین۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۷۵ سے جناب احمد صغیر صدیقی کے مکتوب کا آغاز ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہے۔: ''خطوط میں مولانا کوکب نورانی نے نہایت طویل خط لکھا ہے۔ بقول ان کے اس پر دوبارہ نظر ڈالنے کی ان کے پاس فرصت نہ تھی۔ اچھا ہوتا کہ وہ دیکھ لیتے۔ بہرحال یہ خاصہ معلوماتی ہے۔ مگر اس میں بھی مجھے وہی کچھ نظر آیا جو ہمارے مذہب سے متعلق دوسری تحریروں میں ہوتا ہے۔ ہر طرف نزاع نظر آتا ہے۔ میں تو خوف زدہ ہو کر اب مذہب کو پڑھ ہی نہیں رہا ہوں بس جتنا پڑھ لیا اسی نے دماغ خراب کر دیا ہے۔ میں اب اپنے مذہب کی چند موٹی موٹی باتوں تک محدود رہتا ہوں۔ نماز، روزہ، حج تک محدود رہنا ہی اچھا ہے۔ حتی المقدور حقوق العباد پر توجہ رکھی جائے اور بس۔ اب بتایئے یہ جان کر مجھے کیا حاصل ہو گا کہ رسول پاک کے اندر چار سو مردوں کے

Marfat.com

برابر طاقت تھی (اس کا علم مجھے ''نعت رنگ'' ہی میں شامل کسی مضمون سے ہوا)''۔ (ص ۴۷۶)

جناب احمد صغیر صدیقی کی اس بات کا اعتراف کیا جائے کہ وہ نعت رنگ کا پورا مطالعہ کرتے ہیں اور مزاج میں جھلاہٹ کے باوجود پورے طنطنے سے تبصرہ بھی فرماتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ دینیات سے بکمالِ واقفیت نہ ہونے پر بھی ''دخل در معقولات'' ضروری سمجھتے ہیں ، یہی نہیں بلکہ دلائل و براہین اور حقائق و دقائق کے سامنے لاجواب ہو جائیں تو ان کا ''دماغ خراب ہو جاتا ہے''۔ کوئی ان سے پوچھے کہ دینیات کے باب میں ان کے یہ جملے انھیں ''مجرم'' ٹھہرائیں تو اُن کے ''دماغ'' پر کیا گزرے گی؟ اُن سے عرض ہے کہ دین و مذہب کی بنیادی باتیں ، عقائد ہیں ، ان میں درستی و راستی نہ ہو تو عبادات بے سُود رہتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''حتی المقدور حقوق العباد پر توجہ رکھی جائے اور بس۔'' ان سے عرض کروں کہ انہوں نے دین و مذہب کے بارے میں غلط جملے لکھ کر اہل ایمان کی دل آزاری بھی کی ہے۔ وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ کیا اور کیسا جرم اُن سے سرزد ہوا ہے؟

ان پر واضح ہو کہ رسول کریم ﷺ کو چالیس جنتی مَردوں کی قوت دنیا ہی میں عطا ہوئی تھی اور ایک جنتی مرد کی دنیا کے سو (۱۰۰) مَردوں کے برابر قوت ہوگی۔ میرے نبی پاک ﷺ کو دنیا ہی میں چار سو نہیں بلکہ چار ہزار مَردوں کی قوت عطا ہوئی۔ اس بات سے آگہی کتنے مسائل حل کرتی ہے یہ سب ''دماغ'' کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ رسول کریم ﷺ کی خصوصیات سے جس قدر واقفیت ہو ، اسے سعادت اور عزت شمار کیا جاتا ہے۔ احمد صغیر صاحب صدیقی صرف اس ایک بات ہی پر توجہ دیں کہ وہ بدطینت جو اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے میرے مقدس و مطہر رسول پاک ﷺ کے خلاف باتیں کرتے ہیں یا ان پر تعدد ازواج کا اعتراض کرتے ہیں ، اس خصوصیت کا بیان اس اعتراض کا واضح جواب ہے کہ وہ ہستی جسے اس قدر قوت عطا ہوئی ، اس جیسا کوئی پاک باز نہیں۔

احمد صغیر صدیقی صاحب کے لیے مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ دینیات پر اپنی عقل کو ترجیح نہ دیں اور دینیات کے باب میں زبان و قلم کو محتاط رکھیں۔

Marfat.com

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۸۵ پر جناب سید ریاض زیدی کا مکتوب ہے اس میں وہ لکھتے ہیں: ”علامہ کوکب نورانی کا خط ایک جامع مقالہ نظر آتا ہے۔ آپ نے علامہ اقبال جیسے عاشق رسول ﷺ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے حضرات کو بھی تقدیم و تقدیس کا مستحق نہیں گردانا۔ میرے خیال میں ”نعت رنگ“ جیسے پرچے میں اس قدر فرقہ واریت کو فروغ نہیں ملنا چاہیے۔ ”نعت“ تو محبت کی بہترین تبلیغ اور زمزمۂ محبت کا خوش ترین ترانہ ہے۔ لہٰذا جس نے بھی نعت کہی ہے، یقین کرنا چاہیے کہ اس نے حضور سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے۔ ان سے وابستگی کا حق ادا کیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ جس مسلک کے آدمی نے بھی نعت کہی ہے وہ حضور کی ختم المرسلینی کو بے مثال اور ان کی رحمۃ للعالمینی کو بے نظیر سمجھتا ہے۔ ظفر علی خان، محمد علی جوہر اور سید نفیس الحسینی شاہ، حضرت کوکب نورانی کے ہم مسلک تو نہیں لیکن ان کی نعتیں اس قدر عشق رسول (ﷺ) میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ انھیں پڑھ کے حضور سے وابستگی اور والہانہ پن زیادہ اجاگر اور دل نشین ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا نعت کے حوالے سے اس قدر کرخت فقہی بحثیں شاید سود مند نہ ہوں۔“ (ص ۴۸۶، ۴۸۷)

جناب ریاض حسین نے اسی صفحے پر گیارہ سطریں اوپر خود علامہ اقبال کا نام لکھا ہے اور اس کے ساتھ ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے الفاظ ”لکھنے گوارا نہیں کیے۔“ انہوں نے صرف ”حسرت موہانی“ لکھا ہے اور انھیں کسی ”تقدیم و تقدیس کا مستحق نہیں گردانا“۔

ان کا لہجہ و انداز بھی قابل توجہ ہے: ”............علامہ اقبال کی بہترین نعت ”لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب“ کسی کھاتے میں جائے گی۔“ اس جملے میں نعت شریف کے لیے ”کس کھاتے میں جائے گی“ کے الفاظ ذوقِ ایمان پر گراں ہیں۔

ریاض صاحب نے جس بات کو ”فرقہ واریت کا فروغ“ قرار دیا ہے وہ اسے فرقہ واریت تو ثابت شاید نہ کر سکیں لیکن انہوں نے اتنا ضرور ظاہر کر دیا ہے کہ وہ رسول پاک ﷺ کی عالی جناب میں گستاخی و بے ادبی کے مرتکب افراد کے لیے تعظیم و تکریم رکھتے اور چاہتے ہیں، اس حوالے سے انہوں نے احادیث مبارکہ نہیں دیکھی ہوں گی۔

Marfat.com

نعت رنگ شمارہ ۱۱ میں یہ فقیر اپنے اس موقف اور طرزِ عمل کا جواب پیش کر چکا ہے ۔ریاض صاحب شمارہ ۱۱ میں میرے مکتوب کے آخر میں اسے ملاحظہ فرمالیں اور جان لیں کہ وہ میرے اس فعل کو جو چاہیں قرار دیں، بفضلہٖ تعالیٰ یہ فقیر اپنے اس فعل کو اپنے لیے نیکی اور سعادت شمار کرتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے کسی بے ادب، گستاخ یا اس گستاخ کے حامی کے لیے قلب وذہن میں کوئی تکریم یا رعایت نہیں رکھتا۔

ریاض صاحب لکھتے ہیں: ''لہٰذا جس نے بھی نعت کہی ہے، یقین کرنا چاہیے کہ اس نے حضور سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے۔ان سے وابستگی حق ادا کیا ہے۔'' (ص ۴۸۶)

ریاض صاحب کے علم میں ہوگا کہ غیر مسلم لوگوں اور مشرکوں نے بھی نعت کہی ہے، وہ بتائیں کہ ''کیا انہوں نے میرے نبی پاک ﷺ سے وابستگی کا حق ادا کیا ہے؟ کیا واقعی یقین کیا جائے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے؟''

وہ لکھتے ہیں: ''لہٰذا نعت کے حوالے سے اس قدر کرخت فقہی بحثیں شاید سود مند نہ ہوں۔'' (ص ۴۸۷)

ریاض صاحب کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ ''فقہ'' کی تعریف بھی جانتے ہیں یا نہیں۔نعت رنگ میں مطبوعہ میرے خطوط میں وہ صرف اپنی علمی قابلیت سے یعنی کسی عالم سے مدد لیے بغیر ''اس قدر کرخت فقہی بحث'' کو دلائل اور ثبوت کے ساتھ پیش کریں تا کہ ''اس قدر کرختگی '' کی حقیقت واضح ہو۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! میں نے مختلف نشستوں میں یہاں تک لکھا ہے مجھے احساس ہے کہ بہت توجہ سے اس تحریر کو مکمل نہ کر سکا، بہت کچھ رہ گیا ہے۔بایں ہمہ مجھ سے اس تحریر میں جو کوئی غلطی و کوتاہی ہوئی، اللہ کریم جل شانہ سے اس غلطی و کوتاہی پر توبہ کرتے ہوئے طالب عفوومغفرت ہوں۔کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔اللہ بس باقی ہوس

Marfat.com

مکتوبِ دوازدہم، (مطبوعہ در نعت رنگ، شمارہ 17)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم – والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

محترم جناب سید صبیح رحمانی زیدت محاسنہ   سلام مسنون

اللّٰہ کریم جلّ شانہ اپنے حبیبِ کریم کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر استقامت اور اس کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۶ آپ ماہِ رمضان ۱۴۲۴ ہجری سے قبل شائع کرنے کی تیاری کر چکے تھے، آپ نے کناڈا سے واپسی پر یہی فرمایا تھا، تاخیر کیوں ہوئی؟ آپ ہی بہتر جانتے ہیں، مجھے اندازہ ہے کہ اس راہ میں کیا کیا دشواریاں اور مراحل درپیش رہتے ہیں۔ ماہ ذی الحج کی ۲۸ تاریخ کو مَیں وطن سے افریقی ممالک کے سفر پر روانہ ہُوا، اس وقت تک نعت رنگ کا شمارہ ۱۶ شائع نہیں ہوا تھا۔ جنوبی افریقا، زِم باب وے اور متحدہ عرب امارات کے سفر سے دو دن کے لئے کراچی آیا تو آپ نے شمارہ ۱۶ کی اشاعت کی نہ صرف خبر دی بلکہ شمارہ بھجوایا اور جناب شفقت رضوی کی مرتّبہ کتاب ''نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ'' بھی بھجوائی۔ آپ سے قبل ''مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)'' کے کارپرداز جناب صابر داؤد نے اپنی شائع کردہ یہ کتاب مجھے بھجوائی تھی۔ بہت شکریہ و جزاکم اللّٰہ تعالیٰ۔

نعت رنگ کی اشاعت کا تسلسل نعت شریف کے باب میں آپ کے صدق و اخلاص کا مظہر اور آپ کی عقیدت و محبت کا واضح ثبوت ہے۔ اور شفقت رضوی صاحب کی اس کتاب کی اشاعت بھی آپ کی محنتوں کی پذیرائی اور آپ کے جذبوں کی قدر افزائی ہے۔ اللّٰہ کریم جلّ شانہ آپ کے اس سفر کو بابرکت اور آپ کی محنتوں محبتوں کو بارآور فرمائے، آمین

جنوبی افریقا کے سفر کے فوراً بعد مجھے بھارت کے سفر پر روانہ ہونا تھا، ایک ہفتے کا یہ سفر

Marfat.com

کچھ اتنا تھکا دینے والا ہوا کہ مطالعے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ممبئی میں جناب محمد زبیر قادری کو اور دارالعلوم امام احمد رضا، کوکن کی لائبریری کو نعت رنگ شمارہ ۱۶ پہنچایا۔ یہ سفر براستہ دبئی ہوا تھا، وہاں محترم الحاج مقصود احمد صاحب تبسم سے ملاقات ہوئی، انہیں بھی شمارہ ۱۶ پہنچایا۔ انہوں نے اپنا نعتیہ کلام بھی کچھ مجھے دیا کہ اسے دیکھوں، ان سے گزشتہ ملاقات میں ایک شعر کے حوالے سے کچھ عرض کی تھی، انہوں نے میری معروضات کو صائب جانتے ہوئے اس شعر میں جو تبدیلی کی، اس سے بھی آگاہ فرمایا۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ بھارت کے سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ کے کہنے پر نعت کے موضوع پر کسی نئی یا مفید کتاب کی تلاش میں مکتبہ جامعہ ممبئی گیا تو میرے استفسار پر جو کتاب مجھے دکھائی گئی وہ ''نعت رنگ'' ہی کا ایک شمارہ تھا، آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس لمحے میرے احساسات کیا ہوں گے۔ بھارت کے سفر سے واپس آیا تو پاکستان کے مختلف شہروں کے مسلسل سفر ہوئے اور پھر ماہ ربیع الانور شروع ہو گیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام آباد میں بارہ ربیع النور کو منعقدہ ''قومی سیرت کانفرنس'' میں کتابی سلسلہ نعت رنگ کو اس سال ''اوّل ایوارڈ'' دیا گیا۔ آپ کی محنت و محبت کی اس سطح پر یہ پذیرائی بھی مبارک ہو۔

آئندہ سال ۲۰۰۵ء میں آپ کے ''نعت رنگ'' کو ان شاء اللہ دس برس مکمل ہو جائیں گے، اس عرصے میں نعت شریف کے موضوع پر ''نعت رنگ'' میں جو کام ہوا ہے وہ مدتوں تک تنقید و تحقیقِ نعت شریف میں حوالہ رہے گا۔ امید ہے آپ آئندہ برس کسی خصوصی اشاعت کا اہتمام کریں گے۔

ماہ ربیع الانور کی ۱۴ کی صبح لاہور ایر پورٹ پر لاؤنج میں ایک شخصیت نے محبت و عقیدت سے سلام کیا، اتفاق سے مَیں اس لمحے نعت رنگ کا مطالعہ کر رہا تھا، اس شخصیت نے اپنا تعارف کروایا کہ ''مَیں منصور ملتانی ہوں''۔ وہ بہت تپاک سے ملے اور منظوم سیرت نگاری کے حوالے سے اپنی کاوش سے آگاہ کیا، ان کے مشاغل دیکھیں تو کتاب و قلم سے کسی ناتے کا گمان بھی نہ گزرے، مگر یوں محسوس ہوا کہ ان کی تو پہچان ہی مدحِ نبی کریم (ﷺ) سے ہے، مجھے ان کے جذبے اور لگن نے متاثر کیا۔ وہ فرما رہے تھے کہ اپنی کتاب طبع کراتے ہی پہلا نسخہ مجھے بھجوائیں گے

Marfat.com

تا کہ پوری اور صحیح تنقید ہو۔

جناب منصور ملتانی سے بالمشافہ یہ پہلی ملاقات تھی ،نعت رنگ کے حوالے سے جناب مقصود احمد تبسم کے بعد وہ دوسرے شخص ہیں جنھوں نے نعت شریف کے باب میں خود یہ چاہا کہ ان کے نعتیہ کلام کو مَیں بنظرِ عمیق دیکھوں ۔ان دو شخصیات کا تذکرہ مَیں نے اپنی تحریر و تنقید کے حوالے سے نہیں کیا، مجھے صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ان دو افراد کی اس کشادہ دلی نے واضح تأثر یہی دیا کہ وہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے بارے میں اپنی کہی ہوئی بات کا نادرست یا نا مناسب ہونا نہیں چاہتے اور یہ احساس رکھتے ہیں کہ جاننے ، سمجھنے اور کہنے میں کہیں خطا ہو سکتی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے ۔ یہ احساس کتنا اچھا ہے، اللہ کریم ہم سب کو اس احساس اور اس بارے میں حد درجہ احتیاط کی توفیق عطا فرمائے اور اب تک جو کوئی خطا و کوتاہی کہیں بھی ہوئی ، وہ معاف فرمائے ، آمین

نعت رنگ شمارہ ۱۶ میں جناب احمد صغیر صدیقی ، جناب ظہیر غازی پوری ، جناب رشید ارشد ، جناب سید ریاض حسین زیدی اور جناب مجید فکری نے اپنے خطوط میں مجھ گناہ گار کو گرم لفظوں اور لہجوں سے یاد فرمایا ہے، ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری تحریر کو پڑھا اور اپنی فکر وفہم اور مزاج کے مطابق تبصرہ بھی فرمایا۔اس جانب داری سے ہوسکتا ہے انہوں نے اپنی یا کسی کی تسکین و تفریح اہتمام کیا ہو۔ یہ ''مہربان'' میری تحریروں میں فی الواقع کسی غلطی کی نشان دہی فرماتے تو مجھے خوشی ہوتی ،لیکن ان ''مہربانوں'' کو میری حقیقت نگاری کھٹکی ہے یا انہیں میرا یہ انداز نہیں بھایا کہ مَیں نے اللہ کریم جلّ شانہ اور اس کے سید المعصومین رسولِ کریم ﷺ کے لئے لکھے اور کہے جانے والے کسی منفی و ناروا لفظ و خیال کو گوارا نہیں کیا اور انہیں یہ بُرا لگا کہ کسی منفی یا ناروا لکھنے ، کہنے اور ماننے و قبول کرنے والے کے لئے کوئی رعایت یا تکریم مَیں نے نہیں کی ۔ان مہربانوں سے عرض ہے کہ میری یہ سب باتیں وہ بخوشی میرا ''جرم'' شمار کریں اور ان باتوں کے لئے وہ اپنی فکر و فہم اور مزاج کے مطابق مجھے جس طرح چاہیں مطعون کریں ۔ یہ فقیر بے توقیر سراپا تقصیر عرض گزار ہے کہ ان شاء اللہ مَیں یہ ''جرم'' کرنا اپنی سعادت شمار کرتا رہوں گا اور اللہ کریم

Marfat.com

جل شانہ سے اس ''جرم'' پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا۔ اہلِ ایمان سے بھی اپنے حق میں اس دعا کی التماس کرتا ہوں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۳۹۵ پر جناب احمد صغیر صدیقی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:''

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۵ پیشِ نظر ہے۔ اس سے قبل کہ کچھ اور لکھوں حضرت مولانا کوکب نورانی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے نہایت جاں فشانی سے میرے کچھ سوالوں کے جوابات فراہم کرنے کے لئے حوالہ جات تلاش کیے اور میرے ساتھ پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کیا۔ افسوس ان کا کوئی جواب تسلی بخش نہیں لگا۔ کہیں انہوں نے لوگوں کے خوابوں کو سند بنا کر جواب دیا ہے کہیں حکایتوں کے سہارے کے ذریعے باتیں کی ہیں۔ کہیں اپنی بات کو hold zip کرنے کے لئے عربی لغات کو ذریعہ بنایا ہے اور لغوی معنی کو اپنانے پر زور دیا ہے اور کہیں لغوی معنوں کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معنی اللّٰہ تعالیٰ کے لئے نہیں کر سکتے۔ کہیں ''معجزہ'' کے لئے لکھا ہے کہ اردو میں اس کے معنی صرف وہ محلِ خاص ہے جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہیں ''نعت'' اور ''حمد'' کے لئے اردو میں جو معنی رائج ہیں اُسے مسترد کر کے عربی لغات سے دوسری باتیں ثابت کی ہیں۔''

جناب احمد صغیر صدیقی نے حوالہ کے لئے صفحہ نمبر اور سطر نمبر تو تحریر کی لیکن معترضہ جملے نشان زد نہیں کیے، کیا اسے شرارت نہ کہا جائے؟ وہ ان حوالوں سے کچھ یہی تاثر دے گئے کہ عبارت فہمی سے انہیں شغف نہیں۔

چناں چہ ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں: ''حوالہ کے لیے بالترتیب صفحات نمبر ۴۰۸، سطر ۱۴ سے صفحہ نمبر ۴۰۷، سطر ۱۳ سے، صفحہ ۴۰۸ تک......'' ۔صرف اسی کا احوال دیکھئے، نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے صفحہ ۴۰۸ کی سطر ۱۴ سے میری تحریر میں عبارت یوں درج ہے: ''پس میں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ مجھ سے فرمانے لگے'' اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے محروم کیوں کرتے ہو؟......''

احمد صغیر صاحب نے حضرت علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی رحمتہ اللّٰہ علیہ کی

Marfat.com

کتاب "سعادۃ الدارین" کے اس اقتباس کی پہلی تمام سطور پر کوئی توجہ نہیں فرمائی اور لفظ "خواب" کے لیے سطر ۱۴ کا حوالہ نقل کر دیا۔

صفحہ نمبر ۴۰۷ کی سطر ۱۳ کا احوال یہ ہے: "شفاء الاسقام میں ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے ......"

اس عبارت میں انہیں لفظ "حکایت" نظر آیا تو باقی تمام عبارت کی بجائے صرف اس سطر کا حوالہ نقل کر دیا۔

اس کے بعد احمد صغیر صاحب نے "صفحہ ۴۰۸ تک" کے الفاظ جانے کیوں لکھے کہ وہ پہلے ہی صفحہ ۴۰۸ کی سطر ۱۴ کا حوالہ دے چکے ہیں۔ اگر وہ یہ فرمائیں کہ مکمل حوالہ یوں درج ہے: "صفحہ ۴۰۷، سطر ۱۳ سے، صفحہ ۴۰۸ تک" تو "سطر ۱۳ سے،" کے بعد قومہ ہے، وہ بتائیں کہ میں اسے مکمل کیسے سمجھوں؟

انہوں نے اس کے بعد لکھا ہے: "صفحہ ۴۱۱ سطر ۱۷ سے"۔ صفحہ ۴۱۱ شمارہ ۱۵ کی سطر ۸ سے عبارت یوں ہے: ''کیا وہ (احمد صغیر صاحب) خود سے ان لفظوں اور جملوں کا معنی بتا سکیں گے؟'' اس کے بعد درج عبارت کو وہ پڑھ ہی نہیں سکے، نہ ہی اس کا کوئی جواب پیش کر سکے لیکن صفحہ ۴۱۱ کی سطر ۱۷ کا حوالہ نقل کرنے مین دلیر ہوئے کیوں کہ اس سطر میں تو انہیں لفظ "حمد" کے بارے میں حقیقت تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

احمد صغیر صدیقی صاحب بتائیں کہ انہوں نے نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۱۰ کی سطر ۲۲ سے صفحہ ۴۱۱ کی سطر ۱۵ تک درج لفظ حمد کے بارے میں میری وضاحت کا کیا جواب دیا ہے؟ وہ مزید لکھتے ہیں: ''اسی طرح محض سوالوں کے جواب میں مولانا نے یہ کہہ کر بات کر دی ہے کہ جواب کے لیے فلاں کتاب دیکھ لی جائے۔ (حوالہ صفحہ ۴۱۴ آخری سطریں)''۔ احمد صغیر صاحب کے اس بیان کی حقیقت جاننے کے لیے صفحہ ۴۱۴ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کی آخری سطریں ملاحظہ ہوں، عبارت یہ ہے: "احمد صغیر صاحب پہلے تو یہ وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ "اکثر مفسرین نے منسوخ فرمایا ہے۔ اس جملے میں "فرمایا" کا معنی ومفہوم "بتایا" ہے۔ احمد صغیر صاحب کی اس تحریر

Marfat.com

سے واضح ہے کہ وہ اس باب میں بنیادی باتوں سے بھی آگاہ نہیں، ان سے عرض ہے کہ وہ آگہی چاہتے ہوں تو ناسخ و منسوخ آیات و احکام کے حوالے سے اُردو ہی میں موجود کتب کا مطالعہ فرمائیں ......"

احمد صغیر صاحب صدیقی نے میری تحریر کے جو حوالے پیش کر کے میری تحریر میں تضاد اور نقص ثابت کرنے کی "محنت" فرمائی اس کا احوال پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ احمد صغیر صاحب صدیقی کو اگر کوئی جواب تسلی بخش نہیں لگا تو وہ ان جوابات پر کوئی معقول اعتراض پیش کیوں نہیں کر سکے ؟ احمد صغیر صاحب کو اس فقیر نے خواب دکھائے نہیں بلکہ مستند کتابوں میں معتمد و ثقہ شخصیات کے بیان اور خواب بتائے ہیں اور انھی کتابوں اور شخصیات کی نقل کی ہوئی حکایات پیش کی ہیں جسے احمد صغیر صاحب نے یوں لکھا ہے کہ: "حکایتوں کے سہارے کے ذریعے باتیں کی ہیں۔" خوابوں اور حکایتوں کی بابت بھی احمد صغیر صاحب صدیقی شاید نہیں جانتے کہ کیا تعلیمات و ہدایات ہیں؟ یہاں خوابوں اور حکایتوں کی قرآن و احادیث اور اس کے بعد مستند کتابوں سے تفصیل لکھوں تو انہیں اندازہ ہو کہ وہ اس باب میں کتنے بے خبر ہیں۔ مجھے پہلے ہی نعت رنگ میں فقہی بحثوں کے بیان کے لیے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا گیا ہے۔ وہ لوگ یہ بھی دیکھیں کہ "نشتر زنی" کون کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ ایسے مرحلوں پر ان دوستوں کا مشورہ یاد آتا ہے کہ کن لوگوں کی باتوں پر وقت اور محنت ضائع کر رہا ہوں، کیوں کہ تحمل سے ہر تلخی و تندی کے باوجود ہر طرح کے اعتراض پر حقائق اور تفصیل پیش کرنا بھی میرا جرم شمار ہو رہا ہے۔ میرا موقف جناب احمد صغیر صدیقی یا ان جیسے افراد کی "تسلی" نہیں بلکہ اس اعتراض کی حقیقت واضح کرنا ہے ۔اس بہانے جانے کتنے لوگوں کی حقائق سے آگہی کا سامان ہو جاتا ہے۔

احمد صغیر صاحب لکھتے ہیں : " کہیں اپنی بات کو Zip hold کرنے کے لیے عربی لغات کو ذریعہ بنایا ہے اور لغوی معنی کو اپنانے پر زور دیا ہے، اور کہیں لغوی معنوں کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معنی اللہ تعالی کے لئے نہیں کر سکتے۔ کہیں ''معجزہ'' کے لئے لکھا ہے کہ اردو میں اس کے معنی صرف وہ محلِ (فعل) خاص ہے جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہیں ''نعت'' اور ''حمد'' کے

Marfat.com

لئے اردو میں جو معنی رائج ہیں اُسے مسترد کر کے عربی لغات سے دوسری باتیں ثابت کی ہیں۔"
(ص ۳۹۵)۔Zip hold کرنا کسے کہتے ہیں؟ کیا یہ کوئی نئی اصطلاح ہے؟ میں اسے نہیں سمجھ سکا۔نہیں معلوم کہ احمد صغیر صاحب کو اردو میں مفہوم ادا کرنے کی بجائے انگریزی کا سہارا کیوں لینا پڑا، انہیں عربی کے لفظ کو واضح کرنے کے لیے عربی کی لغات سے حقائق پیش کرنا بھی ناگوار گزرا، وہی بتائیں کہ عربی کے لفظ کے لیے کیا انگریزی لُغت کو ذریعہ بناؤں؟ شمارہ ۱۵ میں لفظ ''استوی'' کے بارے میں مَیں نے لکھا تھا کہ: ''عام لغت کے مطابق ''استوی'' کے لفظی معنی ہم اللّٰہ تعالٰی کے لئے نہیں کر سکتے۔'' (ص ۴۲۹) وہ شاید نہیں جانتے کہ اللّٰہ تعالٰی جلّ شانہ کے لیے کچھ الفاظ کے لغوی معنی یکسر مسترد کرنا صرف میرا ہی فعل نہیں، کاش کہ احمد صغیر صاحب اس راہ کے مسافر ہوتے تو انہیں ان باتوں کی قدر ہوتی۔ضروری سمجھتا ہوں کہ نعت رنگ کے قارئین کو یہاں کچھ جھلکیاں دکھاؤں۔

امام راغب اصفہانی کی کتاب "مفردات القران" (اردو) (مطبوعہ شیخ شمس الحق ،اقبال ٹاؤن، لاہور، جون ۱۹۷۸ء) کے مترجم جناب محمد عبدہ فیروز پوری ہیں۔وہ غیر مقلد ہیں، ان کا بھی یہ اعتراف ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: "یہ تمام تر غور و فکر اور مساعی اس بنا پر بھی ضروری ہیں کہ کتب لُغت بہر حال کتب لُغت ہیں ان سے الفاظ کا معنوی حل ہی مل سکتا ہے وہ قرآنی تصورات کی وضاحت سے بہر صورت قاصر ہیں اور جن لوگوں نے محض لُغت کے سہارے پر تفسیر کی ہے انہوں نے قرآن کا مفہوم متعین کرنے میں ٹھوکریں کھائی ہیں......" (ص ۱/۱۴)

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس جناب محمد انور شاہ کشمیری کے بیان کو کتاب "مشکلات القرآن" میں جناب محمد یوسف بنوری نے عربی میں تالیف کیا، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے اسے ۱۴۱۴ھ میں پہلی مرتبہ شائع کیا، وہ اس کتاب کے ص ۱۸ پر حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''**ومنهم من قال يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج اليها المفسر وهي خمسة عشر علماً اللغة والنحو والتصريف والا شتقاق والمعاني و البيان والبديع والقراءة واصول الدين**

Marfat.com

واصول الفقه واسباب النزول والقصص والناسخ والمنسوخ والفقه والاحاديث المبينة لتفسير المجمل والمبهم وعلم الموهبة وهو علم يورثه الله لمن عمل بما علم واليه الاشارة بحديث من عمل بما علم يورثه الله علم مالم يعلم ....''

احمد صغیر صدیقی صاحب کو عربی لغت کا حوالہ گراں گزرا تھا۔ درج بالا اقتباس تو ان پر قیامت ڈھائے گا۔ اس اقتباس میں واضح ہے کہ جو شخص مذکورہ پندرہ علوم کا جامع ہو صرف اسے قرآن کی تفسیر کرنے کی اجازت ہے۔ احمد صغیر صاحب صدیقی میں تو اللہ کریم جلّ شانہ کے لئے ایک لفظ کے معنی و مفہوم سمجھنے کی وسعتِ علمی نظر نہیں آتی تو کلام اللہ کے فہم کی ان سے کیا توقع کی جائے! واضح رہے کہ یہ فقیر ہرگز زعمِ علم نہیں رکھتا، میرا بیان تو صرف اتنا ہے کہ ہم جو کچھ نہیں جانتے اس بارے میں استفسار کریں مگر اعتراض نہ کریں اور ایسا انداز نہ اپنائیں جو اہانت کے زمرے میں چلا جائے۔ اللہ کریم جلّ شانہ کے لئے ہم محض زبان و بیان کی لغت سے نہیں بلکہ ایمان و عقائد کی بنیاد سے بات کرتے ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کے لئے ہمیں ہمارے معبود کریم جلّ شانہ نے ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا ہے اور ان کی بارگاہ عالی جاہ کے آداب ہمیں تعلیم فرمائے ہیں۔ یہاں مزاج کی جھلاہٹ کا اظہار غارت گرِ ایمان ثابت ہوتا ہے۔ احمد صغیر صدیقی صاحب مجھے ہدفِ طعن بنانے میں خوب دلیری دکھائیں لیکن میری تحریر میں درج صحیح بات کو معترضہ بنانے سے پہلے ایمان و آگہی کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ رکھیں۔

وہ بتائیں کہ مَیں نے لفظ "نعت" کے اردو میں رائج معنوں کو کہاں مسترد کیا ہے اور لغات سے کون سا حوالہ پیش کیا ہے؟

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۰۳ سے ۴۱۵ اور ص ۴۶۷ سے ۴۷۰ تک اس فقیر نے جناب احمد صغیر صدیقی کے اعتراضات کا جواب پیش کیا ہے، انہوں نے اس سے قبل بھی میری تحریروں میں اپنے اعتراضات کے جواب ملاحظہ فرمائے ہیں لیکن ان کی کسی تحریر میں کہیں بھی ان کا اعتراف نہیں دیکھا، کیا انہوں نے جواب قبول نہیں کیا یا اعتراف کرنا ان کی عادت نہیں؟

Marfat.com

انہیں عربی کتب کے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا ہو گا ورنہ ''حکی، حکی عنہ'' کے الفاظ سے وہ آشنا ہوتے۔ رہی بات خوابوں کی تو کلام اللہ اور احادیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں خوابوں کا بیان موجود ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک مہتمم جناب قاری محمد طیب سے انہیں خوابوں کی بابت بھی آگاہ کرتا چلوں، ملاحظہ ہو، وہ اپنے کتابچے ''عالم برزخ (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ ۱۹۷۸ء) میں لکھتے ہیں:

''یہی نہیں کہ خواب کے ذریعے برزخی افراد کے احوال و مقامات ہی دنیا والوں کو معلوم ہو جاتے ہیں بلکہ دنیا والوں کے جو احوال و اقوال، برزخ والوں کو پہنچتے ہیں اس کی تصدیق بھی خوابوں کے ذریعہ ہو جاتی ہے کہ احوال و اقوال ان تک پہنچ چکے ہیں.... ہزاروں واقعات جنہیں علماء نے شرح و بسط کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے شاہد عدل ہیں کہ برزخی مقامات کھلنے کا ایک بڑا ذریعہ سچے خواب ہیں، اسی لئے خواب کو چھیالیس واں حصہ نبوت کا فرمایا گیا اور خوابوں کو نص حدیث میں مبشرات کہا گیا.... رہا یہ کہ خواب ظنی ہے، سو اس سے انکار نہیں لیکن ظنی کے معنی ساقط الاعتبار ہونے کے نہیں ورنہ یوں تو قرآن کے سوا اخبارِ آحاد بھی ظنی ہیں، قیاسِ مجتہد بھی ظنی ہے، خواب بھی ظنی سہی، حقیقت یہ ہے کہ وہ ثبوت میں قطعیات سے گھٹا ہوا ہے، نہ یہ کہ اس میں حجیت کی شان کلیتہً مفقود ہے...... اگر شخصی خوابوں کو حجت کلیہ نہیں کہا جائے گا جو سب کے لئے قانون بن جائے تو حجتِ کاشفہ یا حجتِ موضحہ یا حجتِ مویدہ ضرور کہا جا سکے گا، اسی لیے سلف سے لے کر خلف تک اہلِ علم خوابوں سے اس قسم کی تائیدات اور تفاولات کا اثبات کرتے آئے ہیں، آخر سچے خواب کو چھیالیس واں حصہ نبوت کا فرمایا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق فرضیات سے نہیں واقعات سے ہے..... سچے خواب، نبوت کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے تبشیر کا کام ضرور دے سکتے ہیں اور اگر ان سے احکام یا عِلَل احکام ثابت نہیں ہو سکتے تو ان احکام و عِلل کی تائید اور وضاحت تو حاصل کی جا سکتی ہے، اس لئے اگر وہ حجتِ موضحہ ضرور ہیں اور یہ بھی حجیت کا ایک مقام ہے۔ پھر ان کی تاثیر بھی بیّن اور نمایاں ہے۔ سچے خواب سے اگر وہ از قسمِ بشارت ہے تو طبعاً قلوب کو تسلی اور دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔ غم زدوں کے قلوب ٹھہر جاتے ہیں، بچھڑے ہوؤں کے

Marfat.com

دل مطمئن ہوکر تسلی وتشفی پا جاتے ہیں ۔ اور اگر از قسمِ انذار ہے تو دل لرز کر محتاط ہو جاتے ہیں، ہزاروں برائیوں سے باز آ جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ برزخ اور اس کے احوال نصوصِ شرعیہ کی رُو سے واقعات ہیں، تخیلات ہیں اور ہر واقعہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ خواص و آثار رکھتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحبِ واقعہ پر ان واقعات کا اثر نہ پڑے؟ ورنہ وہ واقعہ، واقعہ نہیں تخیل محض اور وہم و خیال ہو کر رہ جائے۔ پس اگر ایک واقعہ بیداری میں اپنے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہتا تو وہی واقعہ اگر خواب میں نظر آئے تو آخر خواب دیکھنے والے کے لئے وہ بے اثر ہو کر کیسے رہ جائے گا؟ اور برزخ میں پیش آنے اور اس کے دیکھنے سے وہی اثر کیوں قبول نہ کیا جائے گا؟...... اس لئے بیداری کی آنکھ سے کسی واقعہ کو دیکھا جائے یا خواب کی آنکھ سے دیکھا جائے، دیکھنے والا نفس اور اس کی قوتِ خیال (جو سمع و بصر اور ذوق و شم کی وغیرہ کی نوعیتوں میں بٹی ہوئی ہے) ایک ہی رہے گی اور اثر بھی وہی ایک ظاہر ہوگا، اس لئے سچا خواب یقیناً اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتا، اگر وہ ظنی ہے تو ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہے، نہ کہ واقعات کے لحاظ سے، کیوں کہ وقائع برزخ تو نصوصِ شریعت سے ثابت ہونے کی وجہ سے واقعات ہیں جن میں شک کی اصلا گنجائش نہیں، اس لئے بذاتہٖ واقعات قطعی ہیں البتہ ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہیں۔ بالفاظِ دیگر ظنیت ہمارے ادراک میں ہے، واقعات میں نہیں، اس لئے قدرتاً سچے خواب میں قبولیت کے علاوہ ایک گونہ حُجیت کی شان بھی کچھ نہ کچھ آئے گی، جس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے۔ جب ایک سچے کا خواب ایک سچا واقعہ ہے تو وہ بوجہ واقعیت اپنے متعلقہ معاملہ کے لئے حجت ہوگا، گو دیانۃً ہی حجت ہو، قضاءً نہ ہو...... واضح ہو گیا کہ مومن کا سچا خواب کسی نہ کسی درجہ میں حجیت کی شان ضرور لئے ہوئے ہے، ساقط الاعتبار نہیں......" (عالمِ برزخ، ص ۳۸ تا ۴۵)

احمد صغیر صاحب صدیقی جان لیں کہ یہ بات تو ان خوابوں کی ہے جو وفات پانے والے اہلِ ایمان کے حوالے سے ہیں۔ وہ خواب جن میں فی الواقع رسول پاک ﷺ کو دیکھا گیا ہے اس کی تفصیل اور اس کے احکام کا بیان اس کے سوا ہے۔ ایسے سچے خوابوں کی تضحیک کرنا غیر معمولی اور سنگین فعل ہے۔ احمد صغیر صاحب کو درود و سلام پورا نہ لکھنے والوں کے انجام کا احوال

Marfat.com

جاننے کے بعد بھی تسلی نہیں ہوئی تو یہ فقیر ان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ درود وسلام پورا نہ پڑھنے اور لکھنے کے لئے کوئی مستند دلیل یا کسی معتبر کتاب سے کوئی خواب ہی پیش کر دیں۔

احمد صغیر صاحب کو چودہ پندرہ صفحات میں کیا مَیں نے کسی اعتراض کا معقول جواب پیش نہیں کیا؟ لفظ ''مبالغہ'' اور لفظ ''ذِرّہ'' کے مستند لغات سے بھی جواب اگر غیر تسلی بخش ہیں تو یہ فقیر بخوشی یہ اعتراف کرتا ہے کہ جناب احمد صغیر صدیقی کے ''علم وفہم'' کے مقابل، مَیں اور میرا پیش کیا ہُوا عقائد، اصول اور کتابوں کا ہر بیان کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شمارہ ۱۶ میں ص ۳۹۷ پر بھارت کے جناب ظہیر غازی پور لکھتے ہیں: ''جناب کوکب نورانی صاحب کے طویل مراسلات دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں مگر وہ سکے کا ایک پہلو پیش کرنے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں۔''

ظہیر صاحب غازی پوری نے میرے لئے یہ تو فرمایا کہ سکے کا ایک ہی پہلو دیکھنے کا عادی ہوں، لیکن میری تحریر سے اپنی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ ظہیر صاحب سے عرض ہے کہ خوبی و خامی تو خود بولتی ہے اور مَیں عیب یا نقص ڈھونڈنے کے لئے تحریریں نہیں پڑھتا، جہاں کہیں کوئی عیب یا نقص ہو، وہ مَیں صرف اس غرض سے واضح کرتا ہوں کہ غلطی کی اصلاح ہو جائے اور اس غلطی سے رجوع کر لیا جائے تاکہ وہ ایمان کے لئے مسئلہ نہ ہو جائے اور ایمانیات کا باب بہت اہم ہے، اس میں سرزد ہونے والی کسی غلطی کو غلطی نہ کہنا بھی غلطی ہے، اس کا مَیں مجرم نہیں ہونا چاہتا۔ اللّٰہ کریم ہماری غلطیوں سے درگزر فرمائے، آمین

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۴۰۶ پر سیالکوٹ کے جنابؑ رشید ارشد کا پورا مکتوب میرے ہی بارے میں ہے، یہاں ان کے مکتوب سے بالترتیب جملے نقل کر رہا ہوں۔ اسی کے ساتھ ان شاءاللّٰہ بالترتیب جواب پیش کروں گا۔ اسے بدگمانی نہ سمجھا جائے تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رشید ارشد صاحب کا مکتوب پڑھ کر یہ گمان گزرا کہ یہ مکتوب انہوں نے لکھا نہیں، ان سے لکھوایا گیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اپنے اس گمان کی معافی چاہتا ہوں۔ رشید صاحب بالترتیب اپنی تحریر اور

Marfat.com

جواب ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

ا: ''اگر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے لکھ دیا کہ ''محمد ﷺ کے اسمِ گرامی قدر (مراد نعت نگاری ہے) کی بدولت اقبال نے غزل کو نئی جہتیں اور نئے جہان بخش کر کعبہ آثار اور عرفات اساس بنادیا'' تو کیا غلطی کی؟ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ صنفِ غزل باوضو ہو کر نعت بنی اور اسے تقدیس ملا۔ غزل کے لفظ سے بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔ پرانے بزرگ تو نعت بھی غزل ہی کے عنوان سے لکھا کرتے تھے۔'' (ص ۴۰۶)

اس عبارت میں واوَین میں جو جملہ لکھا گیا ہے، رشید ارشد صاحب بعینہ انہی حروف و الفاظ میں یہ جملہ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی نعت رنگ میں مطبوعہ تحریر میں دکھادیں۔ اصل الفاظ ہرگز یہ نہیں تو یوں رشید صاحب نے تحریف کی غلطی کی اور اصل تحریر میں سے ''غزل ایسی بدنام صنفِ سخن'' کے الفاظ کو وہ جانے کیوں پی گئے؟ جب کہ اعتراض انہی الفاظ پر تھا۔ رشید صاحب نے یہ الفاظ شاید اسی لئے نقل نہیں کئے کہ اس طرح غلطی واضح نظر آجاتی۔ وہ پھر ملاحظہ فرمائیں، پروفیسر محمد اقبال جاوید کی تحریر میں نعت رنگ شمارہ ۱۳ کے ص ۱۶ پر ہے: ''اس نام کی بدولت اس نے غزل ایسی بدنام صنفِ سخن کو نئی جہتیں اور نئے جہان بخش کر کعبہ آثار اور عرفات اساس بنادیا۔''

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۱۸۔۴۱۹ پر اس کے بارے میں میرا جملہ یوں درج ہے:

''اس جملے میں ''کعبہ آثار اور عرفات اساس'' کی یہ خوش نما تراکیب ''غزل ایسی بدنام صنفِ سخن'' کے لئے مجھے موزوں نہیں لگیں۔''

رشید صاحب فرمایئے کہ پرانے بزرگ جو نعت شریف ''غزل'' کے عنوان سے لکھتے تھے اسے ''بدنام صنفِ سخن'' کہنا آپ روا جانیں گے؟

آپ نے لکھا کہ ''غزل کے لفظ سے بدلنے کی کیا ضرورت ہے؟'' مَیں آپ کا مفہوم نہیں پاسکا۔ کہیں کمپوزنگ میں غلطی تو نہیں ہوگئی؟ آپ نے ''بدکنے'' نہ لکھا ہو! اب آپ ہی کہیے کہ نعت شریف کو غزل کے عنوان سے لکھا جائے اور پھر اسے ''بدنام صنفِ سخن'' کہا جائے تو مرحلہ

Marfat.com

صرف ''بد کنے'' کا نہیں اس سے کچھ زیادہ ہی کا ہے۔

رشید ارشد صاحب! آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے غلطی کو غلطی نہ مان کر مزید غلطیوں کا ارتکاب فرمایا ہے۔ اور یہ الفاظ ''تقدیس ملا'' کو کیا کہوں؟ کیا اسے کمپوزنگ کی غلطی ہی شمار کیا جائے؟

۲ : ''حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر آٹھ برس تھی۔ حضرت عبدالمطلب (ہر احترام کے باوجود) کب ایمان لائے تھے کہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا اضافہ لازم ہو گیا۔'' (ص ۴۰۷)

رشید صاحب! آپ نے خود ''رضی اللہ عنہ'' کا کلمہ حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے نام کے ساتھ لکھا ہے، اگر آپ کو ان کے ایمان سے انکار ہے تو آپ نے خود یہ کلمہ کیوں لکھا؟ مزید برآں مجھ پر اعتراض سے پہلے آپ میری تحریر میں اس کا جواب کیوں فراموش کر گئے؟ پھر ملاحظہ ہو: نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۱۹ پر ہے: ''علاوہ ازیں پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے دادا جان کو صرف ''عبدالمطلب اور جناب عبدالمطلب'' (رضی اللہ عنہ) لکھا ہے، مجھے شبہ ہوا کہ وہ ان کے ایمان میں کوئی تردد رکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان سے عرض ہے کہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور سے طبع شدہ میری کتاب ''والدین رسالت مآب ﷺ'' حاصل کر کے اس کا مطالعہ فرمالیں۔''

رشید صاحب! اس کتاب کا نام اسی لئے تحریر کیا تھا کہ آپ کو یا نعت رنگ کے کسی پڑھنے والے کو اس بارے میں آگہی ہو جائے لیکن آپ اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع چاہتے ہیں اور یہ فقیر اپنے ملجا و ماوٰی اپنے پیارے رسول کریم ﷺ اور ان کی پاک نسبتوں سے دفاع چاہتا ہے۔

۳ : ''اللہ و محمد ﷺ دو غیر منقوط لفظ ہیں۔ غیر منقوط الفاظ ہوا کرتے ہیں شخصیتیں نہیں۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے قمر جلالوی کا جو شعر دیا ہے وہاں واضح ہے کہ نہ اللہ کے نام پر کوئی نقطہ ہے نہ محمد ﷺ کے نام پر۔'' (ص ۴۰۷)

Marfat.com

رشید صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۲۰ پر میری تحریر میں درج اعتراض پر آپ نے توجہ ہی نہیں فرمائی۔ میری تحریر پھر ملاحظہ ہو: ''پروفیسر محمد اقبال جاوید نے سیدنا حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مشہور شعر:

وشق له من اسمه ليجله　　　فذو العرش محمود وهذا محمد ﷺ

کا ترجمہ ص ۱۷ پر لکھا ہے اور اس شعر کو ابو طالب کا بتایا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: ''کہیں بعد میں ابو طالب کو یہ احساس ہُوا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ محمود ہیں اور آپ محمد (ﷺ)۔ ان کے ایک نعتیہ شعر کا ترجمہ یوں ہے۔'' (ص ۱۷)

اس کے فوراً بعد وہ لکھتے ہیں: ''ایسے ہی جیسے صدیوں بعد استاد قمر جلالوی کو احساس ہوا کہ:

''کیا ہو اللہ و محمد ﷺ میں تمیز حسن و عشق
کوئی اس کے نام پر نقطہ، نہ ان کے نام پر'' (ص ۱۷)

پروفیسر اقبال جاوید نے دونوں اشعار پر شاید توجہ نہیں کی اور ان شعروں کے حوالے سے ''احساس'' کی ان دو افراد میں مماثلت و مطابقت جانے کیسے بیان کر دی؟ یہی نہیں بلکہ وہ قمر جلالوی کا شعر نقل کرنے کے فوراً بعد یہ بھی لکھتے ہیں: ''یہ دونوں غیر منقوط ایک دوسرے سے وابستہ بھی ہیں اور پیوستہ بھی۔ کلمہ طیبہ پر غور کر لیں، اللہ تعالیٰ کو واؤ عاطفہ کا فاصلہ اور بُعد بھی پسند نہیں ہے۔'' (ص ۱۷)

''یہ دونوں غیر منقوط ایک دوسرے سے وابستہ بھی ہیں اور پیوستہ بھی'' اس جملے میں نام مراد ہیں یا ہستیاں؟ ہر دو صورت میں وابستگی اور پیوستگی کا کیا مفہوم ہے؟ جاننا چاہتا ہوں۔''

رشید صاحب! آپ نے میری سخن فہمی پر اعتراض کیا ہے جب کہ عبارت فہمی سے خود کو عاری ثابت کیا ہے۔

۴: '' یہ جملہ ''اسم محمد ﷺ ایک ایسی سیرت ہے کہ جس سے ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ بجھ گئے اور جس کا طلوع ہر غروب سے ناآشنا ہے۔'' کسی طرح قابلِ اعتراض ہے؟

Marfat.com

مولانا کو تو اس خوب صورت جملے کی داد دینا چاہیے تھی کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے تمام قدیم ادیان و صحائف منسوخ ہو کر رہ گئے۔ تمام دیے بجھ گئے اور یہی چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روشن ہو گیا۔ مولانا فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ سے قدیم چراغوں نے ضیا پائی۔ وہ بھول رہے ہیں کہ ایک عظیم صحابی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا، ''ابعد القرآن؟''...... اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ دو شعر ملاحظہ ہوں اگر مولانا کا ذوقِ شعر فہمی اور سخن شناسی انہیں پسند فرمائے:

دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے
روشن جب ان کی بزم کی قندیل ہو گئی
(ظفر علی خاں)

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا
(احمد ندیم قاسمی) '' (ص ۴۰۷)

رشید ارشد صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۲۳ پر میری تحریر پھر ملاحظہ ہو: ''پروفیسر صاحب بتائیں کہ ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ کون سے تھے؟ خلقت کے لحاظ سے میرے نبی پاک ﷺ اول ہیں اور کائنات انہی کا فیضان ہے۔ ان کے ظہور سے قبل تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کو ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ اگر کہا بھی گیا ہے تو بجھنے کا لفظ ان کے ساتھ موزوں نہیں، یہ جملہ میرے نزدیک یوں صحیح ہوگا کہ ''اسم محمد ﷺ ایک ایسا آفتاب ہے کہ جس سے ہدایت و بصیرت کے ہر چراغ نے ضیا پائی اور اس کا طلوع ہر غروب سے ناآشنا ہے۔''

رشید ارشد صاحب! آپ خود بتایئے کہ میں نے کیا غلط لکھا ہے؟ اب آپ اپنی شدید غلطی ملاحظہ فرمائیں: آپ نے لکھا ہے: ''مولانا فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ سے قدیم چراغوں

Marfat.com

نے ضیا پائی ۔ وہ بھول رہے ہیں کہ ایک عظیم صحابی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا، "ابعد القرآن؟"......اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔" (ص ۴۰۷)

رشید صاحب! کیا آپ کو اس بات سے انکار ہے کہ "رسول کریم ﷺ سے ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغوں نے ضیا پائی۔" اگر نہیں تو اپنے اعتراض پر خود توجہ فرمایئے۔ اور اگر انکار ہے تو اپنے پروفیسر صاحب ہی سے اپنے اس "انکار" کا فیصلہ کروا لیجئے۔ اس فقیر بے توقیر نے یہی عرض کی کہ "ہدایت و بصیرت کے قدیم چراغ اگر ان انبیائے کرام علیہم السلام کو کہا گیا ہے جو میرے نبی پاک ﷺ کے ظہور سے قبل تشریف لائے تو "بجھنے" کا لفظ ان کے ساتھ موزوں نہیں ۔ دیکھئے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کتنی احتیاط فرماتے ہیں۔

"کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے"

"بجھنے" اور "چھپنے" میں فرق آپ نے محسوس نہیں کیا۔ آپ کو غزل کی ایمائیت اور شعر کی نشتریت کی داد تو علمائے کرام سے ماننے میں تامل ہے، اب آپ ہی بتایئے کہ وہ لفظ و بیان جس سے ایمانی عقائد اور تعظیم انبیائے علیہم السلام پر ضرب لگتی ہو، اس کی داد چاہنا کیا سنگین ستم نہیں ہو گا؟

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات دیکھ کر رسول کریم ﷺ نے جو فرمایا، کاش کہ آپ وہ پورے الفاظ لکھتے اور اس کا صحیح ترجمہ کرتے تا کہ نعت رنگ کے قارئین ملاحظہ فرماتے کہ آپ مجھے ہدفِ طعن بناتے ہوئے خود یہ بھول گئے کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہدایت و بصیرت کے کسی قدیم چراغ کی ضرورت کا ذکر تک نہیں کیا لیکن آپ اور آپ کے پروفیسر صاحب سے انبیائے کرام علیہم السلام کے بیان میں ضرور کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ نے ظفر علی خاں اور احمد ندیم قاسمی کے جو شعر درج کئے ہیں وہ بھی آپ کی اس طرز نگارش کے پوری طرح موید نہیں ہیں۔

۵ : " پروفیسر موصوف کے بعض ادبی جملوں میں الجھاؤ ضرور ہے۔ قلم میں روا روی

Marfat.com

کی کیفیت بھی ہے مگر تضاد نہیں ہے۔ بہر کیف انہیں اپنے قلم کو آہستہ خرامی سکھانی چاہیے کہ تیز روی سے ٹھوکر لگنے کا قوی احتمال ہوتا ہے۔ خود مولانا کو بھی روانیٔ تحریر میں محتاط رہنا چاہیے کہ وہ ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارے میں جس انداز سے اکابر دیوبند کی تحقیر کر چکے ہیں کہ وہ کسی نوع سے بھی انسب نہیں ہے۔ اکابرین دیوبند کے لئے ان کا انداز تخاطب ایک عالم کی شان کے مطابق نہیں ہے۔ مولانا پروفیسر اقبال جاوید کے کسی جگہ لکھے گئے۔ اس اقتباس کی روشنی میں اکابر دیوبند کو رگید رہے ہیں اور انہیں ایک عام گنہ گار انسان کی سطح سے بھی نیچے گرا رہے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کے خلفائے کرام میں ایسی نادر شخصیات موجود ہیں جن کی محراب عظمت میں تاریخ دعوت و عزیمت جھکتی اور جن کے حضور عفت قلب و نظر دوزانو نظر آتی ہے۔''

(معاذ اللہ) توہین کے الفاظ مولانا کے ہیں۔

مولانا اپنے گروہی تعصب کے پیش نظر اللہ پاک سے اس فرمان کو بھی پیش نظر نہیں رکھتے جس میں حکم ہے کہ ''**لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ** ...... الخ'' اور ''**ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان**'' ----- اللہ پاک نے تو فرعون جیسے معاند سے بھی بات کرنے کا انداز سکھاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ''قولا لہ قولاً لینا'' اور جب فرعون کو جہنم رسید کیا جائے گا تو وہاں انداز مخاطب یوں ہے ''**ذق انکانت العزیز الکریم**'' ...... مولانا صاحبِ علم ہیں۔ اپنے اندازِ تخاطب کے متعلق وہ خود فیصلہ فرمالیں:

؎ انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم'' (ص ۴۰۷۔۴۰۸)

رشید ارشد صاحب! آپ کے پروفیسر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے لئے جو غلط جملے لکھے کیا آپ انہیں بھی صرف ''ادبی الجھاؤ'' ہی کہیں گے؟ ان جملوں کے لئے آپ یا آپ کے پروفیسر صاحب نے کوئی توبہ و معافی تحریر کی؟

Marfat.com

آپ کے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''طور پر تجلیوں کی بارش اسی وقت تک کے لئے تھی، جب تک قدرت کے فن کو اوجِ کمال نہ ملا تھا، یہ فن ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور تخلیق کو معراجِ کمال نصیب ہو گئی، تو اب فن کار کی بے حجابی کی ضرورت باقی نہ رہی، تخلیق بے حجاب ہو گئی اور خالق چھپ گیا کیوں کہ اب تخلیق، خالق کی معرفت کے لئے کافی تھی۔'' (ص ۲۰، شمارہ ۱۳)۔ اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خواب کی تعبیر کے لفظ لکھے تھے۔ انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے آگاہ کرنے کا ذکر کیے بغیر اعتذار لکھا لیکن اس میں بھی اپنی غلطی کی تاویل کی۔

رشید صاحب! آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کو اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع عزیز ہے۔ آپ نے اکابر دیوبند کی تحریروں کے وہ اقتباس پڑھ کر بھی ان کی تائید کی ہے اور ان کی تعظیم چاہی ہے اور مجھے گروہی تعصب کا اور اللہ پاک کے فرمان کو پیش نظر نہ رکھنے کا مجرم قرار دیا ہے۔

رشید صاحب! آپ اور آپ کے پروفیسر صاحب اکابر دیوبند کا تحفظ چاہتے ہیں اور یہ فقیر اپنے پیارے نبی پاک ﷺ کی ناموس اور عصمت و عظمت سے دفاع چاہتا ہے۔ کیا انسب ہے، کیا نہیں؟ کیا حق ہے، کیا نہیں؟ کون فرامینِ قرآن پر عامل ہے، کون نہیں؟ آپ کو شک اور تردد ہے تو آیئے اس کا فیصلہ رب العلمین جل مجدہ الکریم سے کروائیں۔ یہ فقیر بے توقیر اپنے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ کریم جلّ شانہ میرا حشر حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ان غلاموں کے ساتھ فرمائے جو اکابر دیوبند کی کفریہ، گستاخانہ و معترضہ عبارات اور ان کے ہر قائل و قابل سے یقینی بے زاری ظاہر کرتے ہیں۔ آپ اور آپ کے پروفیسر صاحب کو ان اکابر دیوبند کی محرابِ عظمت میں تاریخِ دعوت و عزیمت جھکتی اور ان کے حضور عفتِ قلب و نظر دو زانو نظر آتی ہے تو اپنے اس یقین کا برملا اظہار کیجئے اور آپ اور آپ کے پروفیسر صاحب اپنا حشر ان اکابر دیوبند کے ساتھ ہونے کی دعا کیجئے۔

رشید ارشد صاحب! برا نہ مانیں تو آپ سے عرض ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر

Marfat.com

کرنے اور سمجھنے کی خود میں اہلیت لانے کی کوشش کیجئے گا۔

۶ : '' گزشتہ شمارے میں مولانا نے افراد و اعمال سے استعانت اور استمداد کے جواز میں کئی حوالے دیے ہیں اور ہدفِ تنقید پروفیسر موصوف کا کوئی جملہ ہے جس میں انہوں نے کسی نعمت کو ''سبز گنبد کی عطا'' لکھ دیا ہے۔ مولانا کو اعتراض ہے کہ ''مکین سبز گنبد کہنے میں زبان و بیان کا کون سا قانون مانع ہے'' بات پھر سخن فہمی کی ہے ''سبز گنبد کی عطا'' مجاز مرسل ہے جس سے مراد ہی ذاتِ اقدس ﷺ ہے جو مکین سبز گنبد ہے۔ لہذا ''سبز گنبد کی عطا'' لکھنے سے استعانت و استمداد کی نفی کیسے ہوئی؟ (ص ۴۰۸۔۴۰۹)

رشید صاحب! بات دراصل ''عبارت فہمی'' کی ہے۔ لفظ ''یا'' کے استعمال کو صرف تخاطب کہنے کی بات کا جواب تحریر کرتے ہوئے اس فقیر نے استمداد اور استعانت کے جواز میں بھی دلائل اور حوالے نقل کیے تھے اور اس سے پہلے یہ جملہ لکھا تھا کہ: ''جو اسے شرک یا ناجائز بتاتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔'' رہی دوسری بات تو جب آپ کے نزدیک بھی ''سبز گنبد کی عطا'' کہنے سے مراد وہی ذات اقدس ﷺ ہے جو مکینِ سبز گنبد ہے تو آپ ہی بتائیں کہ ''مکین سبز گنبد کی عطا'' کہنا ہی ''انسب'' ہے یا نہیں؟ رشید صاحب، اسی مقام پر آپ کے پروفیسر صاحب نے ''نیلے آسمان کی عطا'' کا بھی ذکر کیا تھا، آپ نے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟

۷ : '' سید محمد ابوالخیر کشفی کے جن اشعار پر مولانا کو شدید اعتراض ہے وہ اسم محمد ﷺ سے متعلق ہیں:

حضرت سید اکبر کی وفا کا نغمہ
آج دنیا کو سنالوں تو ترا نام لکھوں
صاحبِ عدل کہ فاروق بنایا حق نے
ان کو الفاظ میں ڈھالوں تو تیرا نام لکھوں
جامع حرف الٰہی پہ درود اور سلام
اپنے آنسو کو سنبھالوں تو تیرا نام لکھوں

Marfat.com

خواجہ وسعت افلاک وزمیں تجھ پہ سلام

تیری لو دل میں بڑھالوں تو تیرا نام لکھوں

ان خوب صورت اشعار میں اگر کشفی صاحب نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی لینے سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قلبی محبت کے آرزومند ہیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟'' (ص ۴۰۹)

رشید صاحب! آپ کے الفاظ ہیں کہ: ''مولانا کو شدید اعتراض ہے''۔ کیا آپ ان اشعار کے بارے میں میرا کوئی ایسا جملہ دکھائیں گے جس میں ''شدید اعتراض'' کے الفاظ ہوں؟ میرے الفاظ پھر ملاحظہ ہوں: ''کیا یہ واقعی کشفی صاحب ہی کے کہے ہوئے اشعار ہیں؟ ان اشعار کو پڑھ کر نہ صرف کشفی صاحب کے بارے میں سوچتا رہ گیا بلکہ پروفیسر اقبال جاوید کے انتخاب کی ''داد'' دیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ واقعی کشفی صاحب کے ''عقیدت مند'' ہیں۔'' (ص ۴۲۶/۱۵)

کشفی صاحب کے ان اشعار پر مجھے کیوں حیرت ہے؟ یہ بات رشید ارشد صاحب کی فہم سے بالا ہی رہے گی، ان کے ذمّے یہی ہے کہ وہ اپنے ان الفاظ کا ثبوت فراہم کریں جو وہ میرے لئے لکھ گئے ہیں۔

رشید صاحب! اسی تحریر میں ''طغیانِ ناز'' اور جانے کیا کیا الفاظ آپ کے پروفیسر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے لئے لکھے تھے، ان کا کیا جواب دیا ہے آپ نے؟

۸ : '' مولانا کو ''زبان صدقِ اظہار'' کی ترتیب بھی کھٹک رہی ہے۔ حالاں کہ پروفیسر موصوف نے اس ترکیب کی صورت میں اردو ادب کو بیان کا ایک خوب صورت انداز دیا ہے۔ پروف ریڈنگ کی کسی غلطی کو صاحب مضمون کے نام لگانا علمی دیانت وصیانت کے خلاف ہے۔'' (ص ۴۰۹)

رشید صاحب! نعت رنگ میں ''زبان صدق اطہار'' ہی شائع ہوا۔ آپ ''اطہار'' کو ''اظہار'' بتا رہے ہیں۔ آپ کو کمپوزنگ کی غلطی واضح کرنی چاہئے نہ کہ قارئین و ناقدین پر علمی دیانت وصیانت کی خلاف ورزی کا الزام لگانے میں دلیری دکھانی چاہئے۔ میری تحریر میں صرف

Marfat.com

اتنا جملہ تھا: ''زبان صدق اظہار'' کی ترکیب کیا ہے؟ (ص ۴۲۶/ ۱۵)۔ آپ میں اتنا حوصلہ تو ہے نہیں کہ غلطی کو غلطی مان لیں مگر دوسروں کے استفسار کو بھی آپ جرم کہتے ہوئے نہیں جھجکتے۔ آپ کے پروفیسر صاحب کو ایسی عبارت آرائی ہی کے شوق نے اللہ تعالی کے لئے بھی غلط لفظ و بیان کا مرتکب بنایا ہے کہ انہیں زبان و بیان کو نیا انداز دینے کے جنون میں ایمان کی پرواہ بھی نہیں رہتی۔ آپ اپنے پروفیسر صاحب کے لئے ان کی غلطیوں کے باوجود کتنے حساس ہیں، اسی سے اپنا اندازہ کر لیجئے اور دوسرے کو اللہ تعالی اور اس کے آخری پیارے رسول ﷺ اور حقائق کے باب اور بیان میں حساس ہونے پر مورد طعن نہ بنائیے۔

۹ : '' محمد ﷺ ہی ایک ایسا لفظ ہے جس کے فیض نے اللہ ، ملائکہ اور بندوں کو ہم زبان کر رکھا ہے کہ تینوں اس مبارک نام پر درود وسلام بھیجنے میں پیہم مصروف ہیں۔ ورنہ تینوں کے اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے مدارج ہیں۔ گویا یہی وہ حسن مجسم ہے جس کے انوار پر:

ہے شمع بھی پروانہ، پروانے کو کیا کہیے

اس پر مولانا کو اعتراض ہے کہ فیض کا لفظ اللہ تعالی کے لئے لکھا گیا ہے اور شمع کا لفظ کس کے لئے ثابت ہو رہا ہے؟ بات تو واضح ہے کہ یہ اسم محمد ﷺ کا فیض ہے کہ اس نے بندوں اور ملائکہ کو اللہ تعالی کا ہم زبان بنا دیا ہے۔ بمصداق ان اللہ و ملائکتہ ...... الخ رہ گئی بات شمع کی تو علامہ اقبال کا یہ شعر بات کو واضح تر کر رہا ہے۔ وہ اللہ تعالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

تو بر نخلے کلیمے بے محابا شعلہ می ریزی
تو بر شمع یتیمے صورت پروانہ می آئی '' (ص ۴۰۹)

رشید صاحب! کیا بندوں اور ملائکہ کو اللہ کریم جل شانہ کا ''ہم زبان'' کہنا آپ روا جانتے ہیں؟ آپ نے علامہ اقبال مرحوم کا جو شعر نقل کیا ہے کیا اس میں علامہ مرحوم نے اللہ تعالی کو ''شمع'' کہا ہے؟ مجھے جواب دینے سے پہلے میرے اعتراض کو تو سمجھ لیا ہوتا۔ میری تحریر پھر ملاحظہ فرمائیں: ''پروفیسر اقبال جاوید صاحب ادبی روا روی اور عبارت آرائی کے شوق میں خیال

Marfat.com

نہیں کرتے کہ کیا لکھ رہے ہیں، وہ کچھ توجہ کریں کہ نبی پاک ﷺ کے نام کا فیض وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بتا رہے ہیں اور ملائکہ اور بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ''ہم زبان'' لکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ''مصروف'' کا لفظ بھی لکھ رہے ہیں اور جو مصرع لکھ رہے ہیں اس میں ''شمع'' کا لفظ کس کے لئے ثابت ہو رہا ہے؟ اس پر بھی انہوں نے توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد وہ فن کار اور فن کی قیمت، فن کار کا فن، کمال پر پہنچنا، داد چاہنا، ذوق سیرابی، تسکین وغیرہ کی جو لفاظی کر گئے ہیں، وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کسے فن کار قرار دے کر یہ سب لکھ گئے ہیں؟ وہ ایسے ''گلاب'' کیوں چنتے ہیں جنہیں وہ خود مٹی کر دیتے ہیں؟ ایسی عبارت آرائی تو خوف ناک اور لغو کھیل شمار ہوگی۔'' (ص ۴۲۷۔۴۲۸/ ۱۵)۔ رشید صاحب! بتائیے آپ کے پروفیسر صاحب نے اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے لئے یہ سب کچھ جو لکھا ہے، کیا آپ اسے درست جانتے ہیں؟

۱۰ : '' روئے رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں لکھا گیا یہ جملہ بھی انہیں کھلتا ہے،'' جس کی کیفیت کے اظہار کے لئے کوئی سی تشبیہ بھی کام نہیں دیتی کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے برتر ہونا ضروری ہے مگر یہاں ہر مشبہ بہ بھی لایا جائے گا وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال کے مقابلے میں فروتر ہوگا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا حسن و جمال ہی ہر چیز کے حسن و جمال اور وقار کا سبب ہے۔ سارے حسن آپ کے حسن سے مستعار ہیں اس لئے اگر کوئی شاعر آپ ﷺ کی صفات کو بذریعہ تشبیہ بیان کرنے کے لئے جو مشبہ بہ بھی لائے گا وہ یقیناً آپ ﷺ کی صفات کے مقابلے میں فروتر ہوگا:

سخن شناس دلبرا خطا اینجا است '' (ص ۴۱۰)

رشید صاحب! آپ نے یہ تو لکھ دیا کہ ''یہ جملہ بھی انہیں کھلتا ہے'' لیکن آپ نے جملہ کے شروع میں واوین لگائے اور پھر شاید لگانا بھول گئے۔ آپ کیا میرا اعتراض پا سکے اور کیا آپ نے نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۲۴۔۴۲۵ پر میری تحریر واقعی پڑھی ہے؟ پھر ملاحظہ فرمائیں: ''المیہ یہ ہے کہ ہم آئینہ روبہ رو رکھ کر، سنتِ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے بعد، اُس روئے رسول اکرم ﷺ کی مدحت کرتے ہیں جو فی الواقع رخ جمالی الٰہی کا آئینہ تھا۔ اور جس کی کیفیت

Marfat.com

کے اظہار کے لئے کوئی سی تشبیہ بھی کام نہیں دیتی کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے برتر ہونا ضرور ہے۔ مگر یہاں ہر مشبہ بہ فروتر ہے بلکہ خود وقارِ جمال کا آرزومند ہے۔" (ص ۲۶)

(مشبّہ: مشابہ کیا ہُوا۔ مشبہ بہ: جس سے مشابہ کیا جائے)

مشبہ بہ کا برتر ہونا پروفیسر صاحب نے ضروری بتایا اور پھر لکھا کہ "مگر یہاں ہر مشبہ بہ فروتر ہے بلکہ خود وقارِ جمال کا آرزومند ہے۔" بہتر ہے وہ خود واضح کر دیں کہ کیا لکھا ہے؟ اور کس کو مشبّہ اور کسے مشبہ بہ قرار دیا ہے؟ "جس کی کیفیت کے اظہار کے لئے کوئی سی تشبیہ بھی کام نہیں دیتی" یہ رخ جمال الٰہی کے لئے ہے یا آئینہ کے لئے؟ وہ "رُخ جمال الٰہی" لکھ رہے ہیں، جمال رخ الٰہی نہیں لکھ رہے ہیں، رُخ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے درست نہیں، اگر وہ رخ جمال الٰہی لکھ کر اس کی کیفیت کے اظہار میں کسی تشبیہ کا کام نہ دینا بیان کر رہے ہیں تو "اس کی کیفیت" کے لفظ بھی معترضہ ہوں گے۔ "مشبہ بہ" پھر کون ہوگا؟ اور یہاں ہر مشبہ بہ کے فروتر ہونے کا معنی کیا ہوگا؟ پروفیسر صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ مَیں ان کا مفہوم نہیں پا سکا۔ ان جملوں کی نحوی ترکیب کچھ اور ہی معنی دیتی ہے، کیا درست ہے؟ وہ خود ہی بتائیں۔"

رشید صاحب! آپ نے فارسی کا مصرع بھی نامکمل لکھا ہے اور آپ اپنی وضاحت کے بارے میں نعت رنگ ہی میں میرے سوا دوسروں کی مطبوعہ تحریریں ضرور ملاحظہ فرمالیں۔ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۴۳ پر میری ہی تحریر میں ڈاکٹر سید وحید اشرف اور ص ۴۴۵ پر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد کے اس حوالے سے جملے درج ہیں۔ قارئین کے لئے وہ جملے یہاں پھر نقل کرتا ہوں: "پروفیسر اقبال جاوید صاحب سے عرض ہے کہ وہ ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب کے یہ جملے ملاحظہ فرمائیں: "مثل اور مثال میں فرق ہے۔ مثل قرار دینے میں مشبہ بہ کا رتبہ مشبہ سے افضل ہوگا۔" (ص ۱۳)"

"پروفیسر اقبال جاوید صاحب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، ڈاکٹر آزاد لکھتے ہیں: "نبی مصطفیٰ ﷺ کا مرتبہ اتنا عظیم اور اس قدر رفیع و جلیل ہے کہ اس کائنات کی کوئی شے اس قابل نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لئے مشبہ بہ یا مستعار منہ بن سکے۔" (ص ۴۵)"

رشید ارشد صاحب اپنے مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں: "آخر میں صرف اتنا عرض

Marfat.com

کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا کے مکتوب کے متعلق بہت سی باتیں ابھی کہنے کی باقی ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہیں ترک کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو پروفیسر موصوف تک محدود رکھا ہے ۔

کیوں کہ ''نعت رنگ'' بنیادی طور پر ''نعت رنگ'' ہے مناظرہ اور مجادلہ کا مقام نہیں۔ اس لئے مدیر'' نعت رنگ'' کے لئے ضروری ہے وہ وہی مضمون شائع کریں جو فکر و نظر کے اعتبار سے معتدل اور شرعی اصولوں پر پورے اُترتے ہوں۔ بطور مدیران کا فرضِ اولین یہ ہے کہ وہ کسی مضمون میں سے قابلِ اعتراض حصے حزف کر دیں۔ اگر ہو سکے تو رسالے کا مسودہ حضرت مولانا کو دکھا لیا کریں اور پھر شائع کریں تا کہ مولانا موصوف کا قیمتی وقت بچ جائے اور مقالہ نما خطوط کی تحریر کی زحمت سے بچ جائیں اور رسالے کا غالب حصہ فرقہ پرستی، مناظراتی کش مکش اور کفر واسلام کی بحث سے محفوظ رہ سکے۔ قارئین بھی بے مزہ نہ ہوں اور مضمون نگار حضرات کی دل شکنی بھی نہ ہو۔ مدیر کو اپنے فرائض پہچانتے ہوئے پروف ریڈنگ ٹھیک انداز سے کرانی چاہیے تا کہ اس کی غلطیاں بھی مضمون نگاروں کے کھاتے میں نہ ڈالی جاسکیں۔

نعت رنگ'' کے قارئین میں ہر مکتبِ فکر کے لوگ موجود ہیں۔ لہذا اسے مناظرہ، مجادلہ اور فرقہ پرستی کی نذر ہونے سے بچانا بھی مدیر کا فرضِ اولین ہے اور اگر وہ یہ نہیں کر سکتے تو پھر ادارت اور مشاورت کے سارے کام حضرت مولانا کے سپرد فرما کر آپ الگ ہو جائیں تا کہ حق، حق دار تک پہنچ جائے۔'' (ص ۲۱۰)

رشید ارشد صاحب! نعت رنگ میں آپ یا آپ کے پروفیسر صاحب، اللّٰہ کریم جلّ شانہ کی ذات کے منافی بھی جو چاہیں لکھیں وہ تو روا ہو مگر کوئی اس تحریر کے قابلِ اعتراض لفظوں جملوں اور حصوں کی نشان دہی کرتے ہوئے حقائق واضح کرے تو آپ ''مدیر'' پر اپنی رائے مسلط کرنے میں دلیری دکھائیں، چہ خوب! آپ نے ''شرعی اصولوں پر پورے اترنے'' والی تحریروں کی اشاعت کا حکم دینا چاہا ہے، آپ از خود ''شرعی اصول کی تعریف بھی شاید ہی جانتے ہوں، اگر آپ واقعی شرعی اصولوں سے واقف ہیں تو میری تحریروں میں شرعی اصولوں کے خلاف کو قطعی دلائل سے ثابت کرنے کی زحمت فرمائیں۔

Marfat.com

مدیر کا موقف اور حق تو وہ) بیان کریں تو بہتر ہے لیکن آپ ''رسالے کے غالب حصے میں فرقہ پرستی، مناظراتی کش مکش اور کفر و اسلام کی بحث'' ضرور دکھائیں تا کہ اندازہ ہو کہ آپ کو سچ اور سچائی سے کتنی رغبت ہے اور آپ کتنے غیر جانب دار ہیں؟ آپ نے اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع کرتے ہوئے جو غلطیاں کی ہیں وہ بھی پیش نظر رکھئے گا کیوں کہ آپ کی اپنی ہی تحریر'' فکر و نظر کے اعتبار سے معتدل'' نہیں ہے۔ نعت رنگ میں میری تحریروں سے اگر تمام قارئین واقعی ''بے مزہ'' ہوتے تو سبھی اس کا اظہار کرتے، رہی بات ''مضمون نگار کی دل شکنی کی'' تو جو کوئی بھی حقیقت کو نظر انداز کر کے جانب دارانہ تحریر لکھتا ہے اسے ردِ عمل کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے خوب ظاہر کر دیا کہ ''ایمان اور ایمانیات'' سے زیادہ آپ کے نزدیک کیا اور کون اہم ہے۔

رشید ارشد صاحب! آپ شاید نہ مانیں، مگر مجھے خوب اندازہ ہے کہ جھوٹ اور منافقت کا معاشرے میں کتنا چلن ہے اور یہ بھی کہ ''انا'' کے اسیر کتنے ہیں۔ اپنے بارے میں ذرا سی بھی تنقید نہ سہنے والے لوگ کتنے ''بونے'' ہیں۔

رشید ارشد صاحب! حقائق کے بیان کو مناظرہ، مجادلہ اور فرقہ پرستی آپ قرار دے دیں تو صرف آپ کے کہنے سے وہ ایسا ہی نہیں تسلیم کر لیا جائے گا۔ آپ نے خود کو از خود عادل و منصف ٹھہرا لیا ہے تو غیر جانب دار ہو کر عدل و انصاف کے تقاضے پورے کریں، اپنا خود ساختہ یک طرفہ اور جانب دارانہ فیصلہ دوسروں پر مسلط کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۱۱ا/۴۱ا پر جناب سید ریاض حسین زیدی کا مکتوب ہے۔ میرے بارے میں انہوں نے نعت رنگ شمارہ ۱۵ میں جو کچھ لکھا تھا، اس فقیر نے شمارہ ۱۶ میں اس کا جواب لکھا لیکن زیدی صاحب نے اپنے تازہ مکتوب میں اس کا کوئی جواب پیش نہیں کیا بلکہ جو لکھا وہ ملاحظہ ہو: ''......لیکن جناب مولانا کوکب نورانی توضیحات میں جیسے کسی مجلس مناظرہ سے خطاب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ لٹھ باز خطبا کی طرح اپنے حریفوں کو چنگھاڑنے، پیس ڈالنے اور انہیں رگید ڈالنے کا عزم بالجزم ہر لحہ مدِ نظر رکھتے ہیں۔ وہ صفحہ ۲۰۴ سے نہایت برہم انداز میں حریفوں کو للکارتے اور روایتی دلیلوں کے اسلحہ کو چمکاتے اور ''دشمنوں'' کی آنکھوں کو خیرہ

Marfat.com

کرتے گزرتے جاتے ہیں۔ جو بھی اُن کے مسلک سے ذرا سا اِدھر اُدھر ہوتا نظر آتا ہے، وہ اُسے اُڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے ہیں کہ اُس کا منہ ماتھا خاک میں رگڑتا اور حلیہ بگڑتا، چہرہ بدوضع ہوتا اور لہجہ مغموم و ملول ہوتا دیکھ کر اُن کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ وہ کتابوں کے پشتارے دائیں بائیں سجاتے ہیں اور روایتی مناظروں کی طرح نشان زدہ صفحات نکال نکال کر مخالفین کا ناطقہ بند کرتے جاتے ہیں۔ صفحہ ۴۰۲ سے صفحہ ۴۷۰ تک ایک ہی سُر اور ایک ہی راگنی الاپتے گئے ہیں لیکن یقین کیجیے، صفحہ ۴۷۰ پر پہنچ کر مجھے حیرت ہوئی کہ مکتوب نگار نے تعصبات کی بھٹی کو خوب دہکانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ میرے پلے چند نفرتوں کے نوکیلے پتھر آئے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے جسد کو جگہ جگہ زخمی کرتے اور زخموں کو کریدتے بلکہ ادھیڑتے دکھائی دیے ہیں۔ کاش حضرتِ والا نعت جیسے صدق دلانہ، مومنانہ اور روحانی و وجدانی کیفیات کو دو چند کرنے والے موضوع پر محبت آمیز قلم اٹھایا کریں اور بے جواز و دلائل کے انبار در انبار لگا کر اپنے آپ کو کنویں کا مینڈک نہ بنایا کریں۔'' (ص ۴۱۱۔۴۱۲)

ریاض حسین زیدی صاحب نے جس لہجے اور جن لفظوں میں میرے بارے میں اظہار رائے فرمایا ہے، مجھے شبہ ہے وہ آئینہ نہیں دیکھ رہے تھے۔ ان سے عرض ہے کہ یہ فقیر کوشش کرتا ہے کہ جو لکھے اسے دلائل و براہین اور حقائق سے مزین کرے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے طالبِ عفو و مغفرت ہوں۔

زیدی صاحب! آپ میری تحریر کی فی الواقع کسی غلطی کو پیش کرتے اور دلائل و براہین سے واضح کرتے، پھر میرے بارے میں ''ایسی رائے'' لکھتے مگر میری تحریر میں کسی غلطی کو ثابت کیے بغیر آپ کی یہ رائے یوں آپ کا بغض و عناد ہی نمایاں کرتی ہے۔ آپ نے خیال نہیں کیا کہ آپ نے میرے خلاف لکھتے لکھتے بھی میری تعریف کر دی ہے۔ زیدی صاحب، شمارہ ۱۵ کے ص ۴۷۰ پر تو میری تحریر کا اختتام ہوا ہے، آپ کو واضح کرنا چاہیے تھا کہ مَیں نے اس صفحے پر درج کس جملے میں ''تعصبات کی بھٹی کو خوب دہکانے کا حق ادا کر دیا ہے؟'' یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ ص ۴۷۰ شمارہ ۱۵ پر درج اپنی تحریر کو پھر نقل کر دوں تا کہ قارئینِ نعت رنگ بھی آپ کے اس بیان کی

Marfat.com

حقیقت ملاحظہ فرمالیں:

مَیں نے اپنی تحریر کے آخر میں لکھا تھا: ''جناب احمد صغیر صدیقی کہتے ہیں کہ بشر تو مٹی سے بنا ہے۔ وہ شاید یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خاک اور نور کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ ان کی توجہ کے لئے عرض کروں کہ ''جگنو'' چھوٹا سا کیڑا ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے، اس میں بھی نور ہے۔ اور یہ بھی ملاحظہ ہو: حضرت جبریلِ امین علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں، ان کے ''نوری'' ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں، وہ حضرت مریم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو قرآن کے الفاظ ہیں: ''فتمثل لها بشرا سويا (مریم:۱۷)، (وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہُوا)، حضرت جبریلِ امین کیا اس وقت نور نہیں تھے؟ شکلِ بشری میں آنا ''نور'' ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اس موضوع پر احمد صغیر صاحب صدیقی میرے والدِ گرامی حضرت مجدد مسلکِ اہلِ سنت خطیبِ اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین ﷺ'' اور دیگر علمائے اہلِ سنت کی کتابوں کا مطالعہ فرمالیں۔''

زیدی صاحب نے مجھ پر الزام لگاتے ہوئے میری تحریروں پر توجہ نہیں فرمائی، ان سے عرض ہے کہ وہ نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۴۲۸ پر میرے جملے پھر ملاحظہ فرمالیں: ''جناب سید ابوالخیر کشفی سے پی ٹی وی کے ایک پروگرام ''تفہیمِ دین'' میں ٹی وی اسٹوڈیو میں برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی لیکن کوئی باہمی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ جناب احمد صغیر صدیقی، جناب رشید وارثی، جناب اقبال جاوید سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، ان لوگوں کی مسلکی وابستگی کی بھی مجھے تحقیق نہیں، مجھے ان سے کوئی ذاتی اختلاف بھی نہیں، ''نعت رنگ'' میں مطبوعہ ان کی تحریروں میں پائے جانے والے معترضہ جملوں کا تعاقب بھی صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے کرتا ہوں اور اس حسنِ نیت اور صدقِ اخلاص کے ساتھ کہ یہ حضرات بھی حقائق سے آگاہ ہو جائیں اور نعت نگاروں اور ناقدوں کو ان موضوعات پر تحقیق جمع مل جائے اور غلطیوں کا اعادہ نہ ہو۔ کچھ احباب نے مجھے کہا کہ مَیں اتنی باریک بینی سے ان لوگوں کی تحریروں پر وقت کیوں ضائع کر رہا ہوں، جو دینی و عربی علوم و معارف کے حوالے سے کوئی اعتبار نہیں رکھتے۔ جواباً یہی عرض کی کہ مَیں وقت ضائع نہیں

Marfat.com

کر رہا بلکہ ممدوحِ کائنات نبی کریم ﷺ کے بیان میں ہر کلمہ گو پر یہی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بہت زیادہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے۔ کسی مضمون نگار کی ایسی کسی بات سے چشم پوشی تو خود میرے لئے مسئلہ ہو جائے گی۔ ''کس نے لکھا ہے؟'' یہ میرے پیشِ نظر نہیں ہے بلکہ پیشِ نظر ہے کہ کس کے بارے میں لکھا ہے؟ اور کیا اور کیسے لکھا ہے؟ میری یہ تنقید و تحقیق ان مضمون نگاروں کو شاید گراں گزرے لیکن وہ میری یہ وضاحت فراموش نہ کریں کہ میرا مقصود صرف ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی پاس بانی اور پاس داری ہے کسی کی دل آزاری نہیں، اور نبی پاک ﷺ کے بیان میں ہم آزاد نہیں بلکہ پابند ہیں۔''

علاوہ ازیں زیدی صاحب یہ بتائیں کہ ڈاکٹر سید وحید اشرف، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، پروفیسر محمد اکرم رضا، عزیز احسن، عاصی کرنالی، ڈاکٹر اسحٰق قریشی صاحبان وغیرہ جو میرے ہم مسلک بتائے جاتے ہیں، کیا ان کی تحریروں میں درج قابلِ گرفت اور معترضہ باتوں کی اس فقیر نے نشان دہی نہیں کی؟ زیدی صاحب! آپ نے پروفیسر اقبال جاوید صاحب کی تحریروں میں اللہ تعالیٰ کے لئے غلط الفاظ لکھنے کے باوجود انہیں صائب جانا، یہ آپ ہی سے ممکن ہے۔

زیدی صاحب! آپ کنویں کے مینڈک سے ''دلائل کے انبار در انبار لگاتے'' کی بات کر کے اپنی ہی تضحیک کر رہے ہیں۔ اس فقیر نے اگر بے جواز دلائل کے انبار در انبار لگائے ہیں تو ان دلائل کا بے جواز ہونا آپ صحیح دلائل سے ثابت کریں تا کہ واضح ہو کہ آپ قرآن و حدیث کے صحیح دلائل کو بے جواز کہہ کر کس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ زیدی صاحب! ''جواز'' کا فیصلہ آپ کی یا میری رائے سے نہیں ''صحیح دلائل'' سے ہوتا ہے۔ آپ نے جن صحیح دلائل کو بے جواز کہنے کی جسارت کی ہے آپ پر لازم ہے کہ ان کا بے جواز ہونا آپ ثابت کریں، ورنہ یہ تسلیم کریں کہ آپ کا اعتراض بے جواز اور آپ کا انداز نہایت نامناسب ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۴۱۸ سے ۴۲۱ تک کراچی کے مجید فکری صاحب کا مکتوب ہے، وہ لکھتے ہیں: ''اب آیئے ذرا ''نعت رنگ'' میں شامل خطوط کی طرف، ''نعت رنگ'' میں شامل خطوط کا حصہ کافی طویل ہوتا جا رہا ہے بلکہ بعض خطوط تو اتنی طوالت اختیار کیے ہوئے ہیں کہ

Marfat.com

اچھے خاصے مضامین معلوم ہوتے ہیں۔ حالاں کہ یہ شعبہ ''نعت رنگ'' میں شامل مواد سے متعلق مختصر اظہارِ خیال، ہلکے پھلکے تبصروں کے لئے مختص ہونا چاہیے بلکہ پہلے کبھی تھا مگر یاروں نے اسے بھی محض تنقید کا میدان کارزار بنادیا ہے بلکہ بعض خطوط تو ۵۰۔۶۰ صفحات سے بھی تجاوز کر گئے ہیں اور ان خطوط میں ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے یا پھر علمیت اور قابلیت کا رُعب جھاڑنے کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ (ص ۴۲۱)

مجید فکری صاحب نے میرا نام نہیں لکھا اور صرف مجھے ہی ہدف نہیں بنایا لیکن یہ تو واضح ہے کہ پچاس ساٹھ صفحات کے خطوط مَیں نے ہی لکھے ہیں۔ مجید فکری صاحب نے ''نعت رنگ'' کے ابتدائی شمارے شاید نہیں دیکھے، ان سے عرض ہے کہ نعت شریف پر تنقید ہی کے جمود کو ختم کرنے کے لئے نعت رنگ کا اجراء اس کے مدیر نے کیا تھا، چناں چہ شمارہ ۱۵ کے اداریے میں جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: '' ''نعت رنگ'' کے اجرا کے وقت ہم نے جن خواہشات کا اظہار کیا تھا وہ کافی حد تک پوری ہورہی ہیں، تنقیدی جمود خاصی حد تک ٹوٹ چکا ہے اور نعتیہ ادب پر بے لاگ تبصروں اور تنقدی مباحث کی ایک ایسی فضا بن چکی ہے جس نے اہلِ علم کو نعت کے ادبی پہلوؤں کی جانب نہ صرف متوجہ کر دیا ہے بلکہ وہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کرنے اور لکھنے پر آمادہ ہو چکے ہیں۔'' (ص ۹)

مجید فکری صاحب! مباحث میں تلخ و ترش باتیں بھی ہوتی ہیں لیکن آپ نے تو اتنی بڑی اور بری بات کہہ دی کہ ان خطوط کو ''کیچڑ اچھالنے'' کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ کسی کی علمیت اور قابلیت تو اس کی تحریر و بیان سے خود کسی قدر ظاہر ہو ہی جاتی ہے، اس کو ''رعب جھاڑنا'' کہنا درست نہیں۔ فکری صاحب کو جواب تو یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ ''کیچڑ ہو تو ہی اچھالا جاتا ہے''۔

نعت رنگ میں کوئی دیوبندی وہابی اپنے مسلک کے مطابق تحریر پیش کرے تو اسے مسلکی اجارہ داری، فرقہ پرستی یا فرقہ واریت یا اکابر پرستی نہیں کہا جاتا البتہ اس تحریر کے ان مندرجات کا جو حقائق کے خلاف ہوں، جواب پیش کیا جائے تو کچھ افراد بلبلا اٹھتے ہیں۔ وہ نعت رنگ کو کسی مسلک کا ترجمان نہیں کہتے لیکن اپنے مسلک کے سوا کسی کی حقائق پر مبنی تحریر گوارا نہیں

Marfat.com

کرتے اور ستم یہ کہ کسی بات کا تحقیقی علمی جواب بھی نہیں دیتے صرف اپنی طبیعت، اپنے مزاج، اپنے ممدوح اور اپنے مسلک پر انہیں کوئی اعتراض پسند نہیں۔ وہ نعت رنگ کے مدیر کو کوئی مشورہ دینے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ تو ہر کسی کی تحریر من وعن شائع کر رہے ہیں۔ قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ شمارہ ۱۶ میں پانچ خطوط ایسے شائع ہوئے ہیں جن میں میری کسی بات کا تحقیقی علمی جواب نہیں، صرف مجھ پر بے بنیاد اعتراض کیا گیا ہے اور مدیر نعت رنگ نے انہیں من وعن شائع کیا ہے۔ اس فقیر نے ان خطوط کی اشاعت پر اعتراض نہیں کیا، انہیں حقائق سے ہم آئینہ کیا ہے، کچھ لوگوں کو یہ بھی کھٹکے تو وہی بتائیں کہ انہوں نے میری تحریروں کا تحقیقی وعلمی جواب دینے کے بجائے صرف اعتراض کرنا کیوں ضروری سمجھا؟

محترم صبیح رحمانی صاحب! اس گناہ گار نے ان پانچ مکاتیب کے جواب میں اتنا لکھا ہے اور یہ سب لکھنا مجھے اچھا نہیں لگا مگر صرف اس لئے لکھا کہ ان ''مہربانوں'' کو یہ باور کرادوں کہ انہوں نے میری تحریر کی فی الواقع کسی غلطی کی نشان دہی نہیں کی، نہ ہی میری کسی بات کا جواب دیا ہے، یوں اگر یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے مضمون نگاروں کی تحریروں میں درج غلط یا نامناسب جملوں کی گرفت نہیں ہو، یا ان پر اعتراض نہ کیا جائے، تو ان لوگوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ فقیر اپنے معبود کریم اور بے عیب رسول کریم ﷺ کے باب میں لکھی کہی گئی کسی اس غلط یا یا نامناسب بات پر جو میرے علم میں آجائے، خاموش نہیں رہ سکتا۔ اب دو ہی راستے ہیں، یا تو لکھنے والے اتنے حقیقت پسند ہو جائیں کہ غلطی کو غلطی مانیں اور حقائق سے آگہی پر ملول نہ ہوں، یا پھر مجھے نعت رنگ نہ پڑھوایا جائے، جب میرے علم میں یہ تحریریں نہیں ہوں گی تو میں بری الذمہ رہوں گا۔ واضح رہے کہ اسے میرا فرار نہ گمان کیا جائے۔

اب شاید وہ مرحلہ ہے کہ آپ بھی بخوبی جان لیں کہ تنقید کا اصل مفہوم کیا ہے؟ نعت پر تو تنقید گوارا ہے لیکن نعت نگاروں پر نہیں، اور یہ بھی کہ اللّٰہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور اس کے رسول کریم ﷺ کے لئے غلط اور نامناسب لکھنے والے کو غلط کہا جائے تو گوارا نہیں۔ یعنی جو غلط لکھے اسے ہرگز غلط نہ کہا جائے۔ ہاں یہ گوارا ہے کہ جو اس غلط کو غلط کہے یا اس کی نشان دہی کرے اسے

Marfat.com

ضرور غلط کہا جائے۔

سید صبیح رحمانی صاحب! فرمایئے قول و فعل اور ظاہر و باطن کا یہ تضاد آپ پر واضح ہوا یا نہیں؟ آپ سیال کوٹ کے رشید ارشد صاحب اور ساہی وال کے ریاض حسین زیدی صاحب سے سیکھیے کہ رسالہ کیسے نکالنا ہے! اور ان کے ممدوح حضرات کی پرواہ کیجئے۔

یہ فقیر بہت خوشی محسوس کر رہا ہے کہ مجھے اس فعل کا مجرم ٹھہرایا جا رہا ہے۔ جس فعل کو ہر سچا پکا مومن اپنے لئے بہت سعادت اور کمال اعزاز جانے گا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس لمحے شدت سے یاد آیا کہ "عمر کی حق گوئی نے کوئی اس کا دوست نہ رہنے دیا۔"

مذکورہ پانچ افراد کی تحریروں کے جواب مَیں نے اس لئے بھی لکھے کہ قارئین بھی اندازہ اور فیصلہ کرلیں کہ مجھ پر کیے جانے والے اعتراضات اپنی حقیقت میں کیا ہیں۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے شمارہ ۱۶ کی ابتدا میں سلطان الہند حضرت خواجۂ خواجگاں سیدنا معین الدین حسن چشتی سرکار غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کا حمدیہ کلام شاملِ اشاعت فرمایا اور ان کی کہی ہوئی نعت شریف بھی شامل فرمائی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ امید ہے نعت رنگ کے شروع صفحات میں نعت شریف کی اشاعت کا تسلسل رہے گا۔

اس فقیر نے نعت شریف کے موضوع پر مذاکروں کی تجویز اپنی تحریر میں پیش کی تھی، آپ نے اداریے میں اس کا تذکرہ فرمایا، امید ہے اس پر عمل بھی ہوگا اور مفید نتائج ظاہر ہوں گے۔

شمارہ ۱۶ کے ص ۱۵ سے جناب مسعود الرحمٰن خاں ندوی کی تحریر شروع ہوئی ہے۔ جناب قطب الدین احمد نے "سیرت ابنِ ہشام" کا اُردو ترجمہ کیا تھا جسے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے 1948ء میں شائع کیا، محسوس ہوتا ہے کہ ندوی صاحب کے پیشِ نظر وہ ترجمہ بھی رہا ہوگا۔ ندوی صاحب نے اپنی تحریر میں سیرۃ ابن ہشام، سیرت ابن کثیر کے حوالے اور ایک حوالہ ابن عساکر کا درج کیا ہے لیکن ان کا اصل ماخذ جناب عبداللہ عباس ندوی کی کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" ہی معلوم ہوتی ہے، انہوں نے اپنی تحریر میں خود ہی بیان کیا ہے کہ دوسری زبان کے اشعار کے ترجمے

Marfat.com

ہیں اپنی زبان پر غیر معمولی قدرت انہیں نہیں ہے اس لئے اشعار کے تراجم میں ان سے کمی و کمزوری رہی، اس سے قطع نظر، ان کی تحریر میں درج کچھ باتوں پر اظہار رائے ضروری سمجھتا ہوں ۔ وہ لکھتے ہیں: ''ان نمونوں میں آپ دیکھیں گے کہ مخالف و موافق دونوں مدِ مقابل فریقوں کے لئے حضور ﷺ کے لائے ہوئے آسمانی دین کا پیغام اتنا صاف، واضح اور سلجھا ہوا تھا کہ کبھی کسی نے سہواً بھی اس کی غلط ترجمانی یا تشریح و توضیح نہ کی بلکہ فریقین کی تمام زور آزمائی اسی تصور کی حقانیت اور اس کی بالادستی ماننے اور منوانے یا اس کے انکار پر اصرار، ضد اور ہٹ دھرمی پر مرکوز تھی اور یہی تمام اختلافات، مصائب اور تصادم کی بنیاد اور جڑ تھی۔'' (ص ۱۶)

ندوی صاحب نے ''مخالف و موافق دونوں مدمقابل فریقوں'' کے الفاظ لکھ کر فرمایا ہے کہ ان کے لئے ''حضور ﷺ کے لائے ہوئے آسمانی دین کا پیغام اتنا صاف، واضح اور سلجھا ہوا تھا کہ کبھی کسی نے سہواً بھی اس کی غلط ترجمانی یا تشریح و توضیح نہ کی۔'' اس بارے میں یہ فقیر اپنی معلومات کے مطابق عرض گزار ہے کہ اہلِ ایمان کے ''مخالف اور مدمقابل فریق'' تو مشرکین اور کفار تھے۔ ان کے لئے ندوی صاحب کا یہ تاثر ''صاف، واضح اور سلجھا ہوا'' نہیں ہے کہ ان کفار و مشرکین نے ''دین اسلام کی سہواً بھی غلط ترجمانی یا تشریح و توضیح نہیں کی۔''

ندوی صاحب کی مراد اگر صرف ان کی تحریر میں درج نمونوں سے ہے تو یہ الفاظ کہ ''کبھی کسی نے'' ندوی صاحب کی طرف سے زیادہ اور خلاف واقعہ شمار ہوں گے۔ مجھے صرف یہی کہنا ہے کہ دین اسلام کی ''سہواً بھی غلط ترجمانی یا تشریح و توضیح'' کفار و مشرکین شعراء وغیرہ سے ''کبھی'' نہ ماننا اور ان کے بارے میں خوش گمانی رکھنا درست نہیں۔

اسی اقتباس میں ندوی صاحب کے یہ جملے ملاحظہ ہوں کہ: ''بلکہ فریقین کی تمام زور آزمائی اسی تصور کی حقانیت اور اس کی بالادستی ماننے اور منوانے یا اس کے انکار پر اصرار، ضد اور ہٹ دھرمی پر مرکوز تھی اور یہی تمام اختلافات، مصائب اور تصادم کی بنیاد اور جڑ تھی۔'' ندوی صاحب کے اس بیان سے تو اہل ایمان کے لئے بھی کچھ منفی تاثر ملتا ہے، اگر میں غلط سمجھا ہوں تو مجھے صحیح سمجھا دیا جائے۔ ندوی صاحب نے ''فریقین'' لکھ کر ''تمام زور آزمائی'' کے لفظ بھی لکھے،

Marfat.com

بات چوں کہ دین اسلام کی ہے۔قرآن کریم کا فرمودہ ہے،لا اکـراہ فـی الـدیـن ، دینِ حق منوانے کے لئے زور آزمائی کی بات پھر کیوں کر کہی جا سکتی ہے۔

وہ لکھتے ہیں: ''اور یہی تمام اختلافات،مصائب اور تصادم کی بنیاد اور جڑ تھی'' اس جملے کو ''انکار پر اصرار،ضد اور ہٹ دھرمی پر مرکوز تھی'' کے الفاظ سے ہی متعلق رکھوں اور ''تمام زور آزمائی اسی تصور کی حقانیت اور اس کی بالادستی ماننے اور منوانے'' سے متعلق نہ کروں تو ندوی صاحب کا تحریر کیا ہوا بیان اپنا مفہوم واضح نہیں کرتا کیوں کہ انہوں نے یہ باتیں ''فریقین'' کے لئے لکھی ہیں اور ''تمام زور آزمائی'' فریقین ہی کے لئے بیان کی ہے۔وہ خود ملاحظہ فرمالیں،اس فقیر نے جتنا سمجھا ہے اسی کے مطابق اعتراض کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں: ''......جس میں کہیں کہیں شانِ رسالت ﷺ کی مدح میں بھی بالواسطہ کچھ اشعار در آئے ہیں۔'' (ص۱۶) اس جملے میں ''در آئے ہیں'' کے الفاظ مجھے کچھ نامناسب لگے۔

وہ لکھتے ہیں: ''......نہ عجمی ضعیف الاعتقادی کی راہ سے غیر اسلامی تصورات کو وہ رسائی حاصل ہوئی تھی جس کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار'' (ص۱۶)

اس بیان میں ندوی صاحب نے بغیر کسی تخصیص و قید کے ''پورے عجم'' کے لئے ''ضعیف الاعتقادی'' کو نہ صرف مانا بلکہ اس راہ سے غیر اسلامی تصورات کی رسائی بھی مان لی اور اس فارسی مصرع و قول کے لئے اسی کو وجہ بیان کیا۔عرب کسے عجم کہتے ہیں؟ یہ ندوی صاحب کو ضرور معلوم ہوگا،اس کے لئے انہیں بلا تخصیص ''ضعیف الاعتقادی'' بیان کرتے ہوئے جھجک نہیں ہوئی وہ اس ضعیف الاعتقادی کو ''پورے عجم'' میں دلائل و حقائق سے ثابت فرمائیں اور پھر اس ضعیف الاعتقادی کی راہ سے وہ ان فی الواقع ''غیر اسلامی تصورات'' کا بیان بھی فرمائیں جنہیں مدح نبوی ﷺ میں رسائی حاصل ہوئی۔اس فارسی مصرع و قول پر انہیں جو اعتراض ہے اسے بھی وہ واضح فرمائیں۔ندوی صاحب کی وضاحت تک میں ان کے اس بیان پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔واضح

Marfat.com

رہے کہ ان کے ان مطبوعہ الفاظ میں ان کا یہ بیان مجھے ہرگز قبول نہیں۔

ندوی صاحب کی تحریر میں یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں: ''بہرحال اس زمانے میں مدحِ رسول ﷺ میں خالص نعتیہ قصائد ناپید نہیں ہیں، کم ضرور ہیں اور وہ بھی ان شعرا کے ہیں جن کے خمیر میں جاہلی شاعری کی روایات رچی بسی ہوئی تھیں، لیکن خالص اسلامی ماحول کے پروردہ اور اس کے رنگ میں رنگے ہوئے مسلم صحابی شعرا کی رسولِ کریم ﷺ سے عقیدت و محبت اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی چاہت ان کو آپ ﷺ کے پیغام کی دعوت و تبلیغ کو عملی طور پر پھیلانے، عام کرنے اور اس کی سربلندی کا کلمہ پڑھنے کے لئے وقف تھی اور اس ضمن میں اگر نبی کریم ﷺ کا تذکرہ آ جاتا تو پھر یہ صحیح ہے کہ:

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لئے'' (ص ۱۶)

ندوی صاحب کی اس عبارت میں پیش کردہ تقابل سے مجھے یہی سمجھ آیا ہے کہ خالص نعتیہ قصائد تو صرف ان شعراء کے ہیں جن کے خمیر میں جہالت اور اس کی روایات کا اثر سرایت کیا ہوا تھا (معاذ اللہ)، اس کے برعکس ''مسلم صحابی'' افراد کی شاعری صرف نبی پاک ﷺ کے پیغام کو پھیلانے اور اس کی سربلندی کا کلمہ پڑھنے کے لئے وقف تھی اور ندوی صاحب کے مطابق یہی رسول پاک ﷺ کی خوش نودی حاصل کرنے اور ان سے عقیدت و محبت کا صحیح اظہار تھا۔

ندوی صاحب نے خود ہی کتنے اشعار نقل کیے ہیں جو اصحابِ نبوی (ﷺ) نے کہے ہیں اور وہ خود وضاحت کر چکے ہیں کہ ''مطالعے کے دوران جہاں نظر پڑ گئی، ان اشعار کو نوٹ کر لیا گیا'' وہ چاہتے تو انہیں اصحاب نبوی کے نعتیہ اشعار بھی کثرت سے ملتے اور یہ بھی عقیدت و محبت کے صحیح اظہار اور سرکار کی خوش نودی ہی کے حصول کے لئے کہے گئے تھے۔

ندوی صاحب نے ''مسلم صحابی'' کے لفظ لکھے ہیں، نہیں معلوم ایسا انہوں نے کیوں لکھا ہے؟ کیا وہ ''غیر مسلم صحابی'' بھی مانتے ہیں؟ ندوی صاحب کی یہ عبارت ان کے ماضی الضمیر اور مسلک و مزاج کو واضح کرتی ہے ورنہ کوئی شبہ نہیں کہ یہ عبارت ہرگز حقائق کے مطابق نہیں۔

Marfat.com

ندوی صاحب نے اشعار کے انتساب اور الحاق پر بحث کو علاحدہ موضوع بتا کر لکھا کہ
''قدما نے اپنے وسائل کے اعتبار سے غیر معمولی تحقیق و تفتیش کا حق ادا کیا اور عصر حاضر میں بھی اس پر کافی لا حاصل بحث ہو چکی۔'' (ص ۱۷)

ندوی صاحب جانتے ہیں کہ کچھ موضوعات پر تحقیق و تفتیش کے حوالے سے متعدد ابحاث ہر کسی کے لئے اہمیت نہیں رکھتیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی کام جانے کتنوں کے لئے بہت اہم ہو جاتا ہے۔ جب قدما کے لئے تعریف کا انداز ہے تو عصر حاضر کے لئے بیک جنبش قلم، ان محنت کرنے والوں کی ایسی بے قدری بھی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ کچھ ابحاث ہمیں لا حاصل لگتی ہیں مگر ہم حقائق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

ندوی صاحب نے میرے نبی کریم ﷺ کے پیارے دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اپنی تحریر میں صرف ''عبدالمطلب'' لکھا اور اصحاب نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے سیدنا اور حضرت کے الفاظ و القاب بھی نہیں لکھے۔ انہوں نے جناب ابو طالب کے لئے لکھا کہ: ''آپ ﷺ کے محب و مشفق و سرپرست چچا ابو طالب'' (ص ۱۸)۔ ص ۲۰ پر لکھا کہ: ''اس وقت آپ ﷺ نے بے مہابا اپنے مشفق عم محترم کو یاد کرتے ہوئے فرمایا......''۔ اور نبی کریم ﷺ کے پیارے چچا حضرت سیدنا ابو الفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے لئے صرف اتنا لکھا: ''آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے......''۔ (ص ۱۸)

ندوی صاحب لکھتے ہیں: ''اس لئے ان کی محفوظ شاعری میں صرف بھتیجے کی تائید و حمایت اور مدافعت و نصرت ہی نہیں بلکہ جگہ جگہ آپ ﷺ کی دعوت و پیغام کی تحسین نظر آتی ہے۔'' (ص ۱۹) ندوی صاحب نے جناب ابو طالب کے بارے میں یہ بات اپنی رائے کے طور پر نہیں بلکہ قطعیت کے ساتھ لکھی ہے کہ ابو طالب نے صرف بھتیجا جان کر ہی تائید و حمایت اور مدافعت و نصرت کی۔ مجھے اس پر تبصرہ نہیں کرنا صرف ندوی صاحب کا موقف پوری طرح جاننا ہے کہ کیوں کہ انہوں نے ان سے منسوب کلام جس قدر نقل کیا ہے وہ ندوی صاحب کی اس قطعیت کا مؤید نہیں ہے۔

Marfat.com

ندوی صاحب لکھتے ہیں: ''اسی قصیدے کے آخری اشعار سے آپ کی صفاتِ حمیدہ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔'' (ص ۲۱) مجھے تو یہ جملہ یوں صحیح معلوم ہوگا کہ ''آپ کی صفاتِ حمیدہ کے بیان نے اس قصیدے کے آخری اشعار کو روشن اور نمایاں کیا ہے۔''

ندوی صاحب نے ایک شعر کا مفہوم لکھا ہے کہ: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے......'' (ص ۲۵)

''ڈرسنانا'' اور ''دھمکی دینا'' میں فرق ہے۔ ''وعید'' کے لفظ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اور رسولِ کریم ﷺ کی طرف ہو تو معنی کرتے ہوئے احتیاط ہی بہتر ہے۔

ندوی صاحب نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ''بدقسمتی'' کے لفظ لکھے ہیں۔ علمائے اسلام تو کسی مسلمان کو بدنصیب یا بدقسمت کہنے لکھنے سے منع کرتے ہیں چہ جائے کہ کسی صحابیٔ رسول (رضی اللہ عنہ) کے لئے ایسا کہا یا لکھا جائے، ہمیں اس بارے میں زبان وقلم کو محتاط رکھنے ہی میں عافیت وسلامتی ہے۔

ندوی صاحب لکھتے ہیں: ''عہدِ نبوت کے بعض مسلم صحابی شعرا کے مذکورہ چند مدحیہ نمونوں میں زبان وادب کی چاشنی، وصف وبیان میں جاذبیت وکشش، حقیقت نگاری اور شاعرانہ خیال آرائی میں توازن واعتدال، نامناسب غلو ومبالغہ سے احتراز اور عبد ومعبود کے درمیان حدود کا پاس ولحاظ واضح طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ ان شعرا کے ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا صحیح ادراک، عبدیت کے ساتھ مقامِ رسالت ونبوت کی قدر ومنزلت، لیکن دونوں کے درمیان واضح فرق کا اتنا عمیق احساس ہے کہ سہواً بھی کہیں دونوں میں خلط مبحث کی مثال نہیں ملتی......'' (ص ۳۹)

ندوی صاحب نے گزشتہ پچاس ساٹھ برسوں میں شائع ہونے والی اردو کتابوں کا احوال دیکھا ہوگا، وہ خود ہی بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ اب بہت سی ان باتوں کو بھی حدود سے تجاوز، شرعاً غلط اور عبد ومعبود کا فرق مٹانے والی کہا جارہا ہے جو اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم کے کلام میں واضح موجود ہیں۔ ندوی صاحب کا انتخاب چوں کہ ان کے اپنے ''ذوق'' کے مطابق ہے ورنہ انہی کے ماخذ سے وہ اشعار بھی نقل کیے جاسکتے ہیں جو آج ''فتووں'' کا ہدف بنائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ندوی صاحب نے اپنے مضمون کی آخری سطور میں اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم کی شاعری کا بنیادی مقصد بھی از خود بیان کیا ہے اور آج کے شعراء کو کہا ہے کہ وہ اسی کو نمونہ و مثال بنائیں۔ ان سطور میں ندوی صاحب کا ''مدعا'' کچھ یہی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی مدح اور ان کے محامد و محاسن کے تذکار کی بجائے دعوتی اور تبلیغی شاعری ہو جسے وہ تحریکی شاعری کا عنوان دیتے ہیں۔

ندوی صاحب نے اپنی تحریر میں ایک جگہ میرے نبی پاک ﷺ کو ''نبیِ موعود ﷺ'' لکھا ہے۔ لفظ ''موعود'' کی معنوی اور لغوی یا اصطلاحی بحث میں الجھے بغیر عرض گزار ہوں کہ میرے نبی پاک ﷺ کے لئے اسے یوں نہ لکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! کیا ہی اچھا ہو کہ اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم کے منظوم کلام سے ان اشعار کا انتخاب بھی کیا جائے جن میں میرے پیارے نبی پاک ﷺ کی وہ مدح بیان کی گئی ہے کہ آج کی شاعری میں اس کے بیان کو بعض لوگ نادرست کہتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے یہ بات پڑھنے سننے میں آئی کہ معترضین پوچھتے ہیں کہ کیا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عیدِ میلاد منائی؟ یعنی وہ معترضین شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کام اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو یا کسی انداز میں نہ کیا ہو، وہ کام جائز ہی نہیں۔ معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کوئی قانون یا اصول کہیں بھی مذکور نہیں کہ اگر کوئی کام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا تو وہ کام کیا ہی نہیں جا سکتا۔ میلاد شریف منانے کے بارے میں دو احادیث یہ فقیر اپنی اس تحریر میں پیش کر چکا ہے جو نعت رنگ شمارہ ۱۲ میں شامل ہے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم کے کلام سے ایسا انتخاب بہت سے ان اعتراضات کا سدِ باب کر دے گا جو آج لاعلمی و ناواقفی میں کچھ لوگ کرتے ہیں۔ دیگر تحریروں کا ذکر کرنے سے قبل یہاں یہ عرض کردوں کہ نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۱۹۴ سے ص ۲۱۹ تک بھارت کے ڈاکٹر ابوسفیان صاحب اصلاحی کی تحریر بھی معترضین کے بہت سے اعتراضات کا جواب ہے۔ اس مضمون میں عربی کی کمپوزنگ بہت سی اغلاط سے پُر ہے لیکن یہ سارا کلام پڑھ کر مجھے پھر جناب سعید بدر یاد آئے۔

Marfat.com

نعت رنگ شمارہ ۶ میں انہوں نے واضح لکھا تھا کہ نعت گو شاعر "بریلویوں" ہی کی تائید کرتا ہے۔

جناب ابوسفیان اصلاحی نے جناب فیض الحسن سہارن پوری کے عربی کلام سے متعارف کروایا ہے۔ بھارت کے بہت سے اہلِ علم کی تمام مطبوعات یہاں پاکستان والوں کی معلومات میں نہیں اور وہاں کی لائبریریوں میں محفوظ کتب کا بھی یہاں ہر ایک کو علم نہیں، یوں ابھی جانے کتنے نام اور کام ہوں گے جو پوری طرح منظر عام پر نہیں آئے ہیں، شاید اسی لئے کہا جاتا ہے کہ

حیف بر جانِ سخن گر بہ سخن داں نہ رسد

اصلاحی صاحب نے جناب فیض الحسن سہارن پوری کے عربی مجموعۂ کلام "دیوان الفیض" سے جس قدر اشعار نقل کیے ہیں اور خود ان کے بارے میں جو تفصیلات فراہم کی ہیں، وہ ان کے ہم مسلک افراد کے لئے "چشم کشا" ہی نہیں، جانے کتنے اعتراضات و اختلافات کا جواب بھی ہیں۔

حضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر کہے گئے دو شعر ہی نہایت توجہ کے قابل ہیں، ان اشعار میں انہوں نے حضرت مولانا خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے "غیث، سراجاً منیرا اور نور" کے الفاظ کہے ہیں۔ یہی باتیں کسی اور کے کلام میں ہوتیں تو "فتووں کا ہدف" ہو جاتیں۔ جناب فیض الحسن سہارن پوری کا تذکرہ جناب اشرف علی تھانوی نے "ارواحِ ثلاثہ" کتاب میں کیا ہے، یعنی ان کا شمار دیوبند کے اکابر میں ہوتا ہے۔ جناب فیض الحسن سہارن پوری کو اصلاحی صاحب نے سرسید احمد خان، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، وحید الدین سلیم اور حمید الدین فراہی کا استاد بتایا ہے (ص ۱۹۴) اور لکھا ہے کہ ان کی علمیت کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ (ص ۱۹۵) وہ لکھتے ہیں: "عربی مجموعۂ کلام "دیوانِ الفیض" کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اس میں مختلف مراثی اور قصائد کے علاوہ گیارہ نعتیہ قصائد ہیں جو تقریباً تین سو اشعار پر مشتمل ہیں۔ ان میں آں حضور ﷺ کے مختلف اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات تمام انسانیت کے لئے منارِ ہدایت ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے وابستگی میں دین

Marfat.com

و دنیا کی کام یابی پوشیدہ ہے۔ علامہ جا بجا تائیدِ الٰہی کے لئے دست بدعا ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو ''حبل متین'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس رسّی کو مظبوطی سے تھام کر دنیاوی اور اخروی مشکلات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ شمع بزمِ ہدایت پر بار بار درود وسلام بھیجے گئے ہیں۔ مومنین سے درود وسلام کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ اپنی بے بضاعتی کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ تاج دار نبوت کو تاریکیوں کا چراغ کہا گیا ہے۔ اپنے گناہوں کا بار بار اعتراف کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانی اور ضوفشانی کا کثرت سے اعادہ کیا گیا ہے۔ قیامت کی سختیوں اور ہول ناکیوں سے بچنے کے لئے آپ ﷺ سے شفاعت کی التماس کی گئی ہے۔ علامہ کے تمام شعر حب نبی میں ڈوبے ہوئے ہیں، جس سے آپ کے والہانہ عقیدت اور انتہائی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ عشقِ رسول ﷺ آپ کے رگ وریشے میں بسا ہوا ہے۔ یہی ان کی ردائے زیست تھی اور علامتِ معرفت بھی۔ اس مضمون میں علامہ کے نعتیہ اشعار کو پیش کرتے ہوئے علامہ کے مقام کا تعین کیا جائے گا۔'' (ص ۱۹۶۔۱۹۷)

میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان تمام اشعار کا ترجمہ یہاں پھر نقل کر دوں جو اصلاحی صاحب کی تحریر میں ہے اور اصلاحی صاحب کا ان اشعار پر تبصرہ بھی پیش کروں لیکن ان اشعار کے تراجم سے رسول کریم ﷺ کی مدح انہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

''آپ ﷺ فیاض اور سخی (جواد، کریم) ہیں، کسی سائل کو مایوس واپس نہیں کرتے اور اس کی ہر مطلوبہ شے اسے مل جاتی ہے۔''

''آپ ﷺ دستِ غیب سے ہماری یاوری فرماتے ہیں۔''

''اے وہ عظیم شخصیت! تمہارا مقصد تو مصائب کا ہٹانا ہے''

''کوئی آپ سے پناہ مانگے تو آپ ﷺ اسے پناہ دیتے ہیں۔''

''شفاعت کرنے والے اور (مصائب پر) لبیک کہنے والے۔''

''طاقت ور، ذہین، بہادر اور حکمران اپنے مقصد میں آپ ﷺ سے بے نیاز ہو کر کام یاب نہیں ہو سکتے۔''

Marfat.com

''جب مجھے اپنی قبر سے نکالا گیا تو آپ ﷺ کو آواز دوں گا۔''

''نبی کریم ﷺ کے علاوہ کون سی بارش ہے جس سے امید کی جائے جب کہ پتا ہے کہ ماسوا آپ ﷺ کے میرا کوئی مہربان نہیں ہے۔''

''آپ ﷺ کی رضا نور کی مثل ہے۔''

''اور اگر آپ کی توجہ ہم سے ہٹ گئی تو ہر پانی ہمارے لئے اس آگ کی مانند ہے جسے جہنم کی آگ نے دہکایا ہو۔''

''آپ ﷺ کی رضا ہمارے لئے سب کچھ ہے۔''

''آپ ﷺ ہماری یاوری کیجئے آپ ﷺ ہی تو اللہ کی جانب سے نازل کردہ ماؤی وملجا ہیں اور آپ ﷺ ہمیں سیراب کریں کیوں کہ آپ ﷺ ابر باراں کی مانند ہیں۔''

''میں فارغ البال ہو کر آپ ﷺ کے حضور مدد کے لئے دست بدعا ہوں۔''

''اے دست گیر! ہم تمہارے حضور حاضر ہیں اور اگر آپ ﷺ نے ہماری دست گیری کی تو فبہا اور ورنہ ہلاکتوں پر ہلاکت ہے۔''

''آپ ﷺ مخلوق کو سیراب کرتے ہیں اور یہ بارش آپ (ﷺ) کے ہی فضل سے ہے۔''

''آپ ﷺ شفیع ہیں۔ لائق اطاعت ہیں اور آپ ﷺ کی ذات سے مدد چاہی جاتی ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات کے علاوہ ہمیں نہ تو کوئی بچانے والا ہے اور نہ ہی ہم پر غالب ہونے والا ہے۔''

''(**ومن نستعینه به فی المواحی**) اور آپ ﷺ کی ذاتِ عالیہ بیانوں میں ہمارے لئے جائے پناہ ہے اور ہلاکتوں میں ہم آپ ﷺ ہی سے مدد کے خواست گار ہیں۔''

''آپ ﷺ شفیع، مشفع، مستغاث، دست گیر، نجات دہندہ، کافی وشافی اور وفادار

Marfat.com

ہیں۔"

"نبی محمد ﷺ کے علاوہ بھی کوئی ہے جو ہماری مغفرت فرمادے، ہمیں ہر طرح کے اعزاز دے اور ہماری پکار پر لبیک کہے۔"

"نبی کریم ﷺ کی ہی ذات اقدس ہے جس سے رنج و غم اور فرحت و مسرت میں امید لگائے ہوئے ہیں۔"

"آپ ﷺ سے درخواست ہے کہ قبر کی تنگی کے وقت میرے ضعف پر رحم فرمائیں۔"

"ہم اسیروں کا کوئی معاون نہیں ہے، پس گردن کی آزادی اور نجات دلانے کا انحصار محض آپ ﷺ پر ہے۔"

"آپ ﷺ کے تمام اقوال وافعال حکم کا درجہ رکھتے ہیں اور صرف آپ ﷺ ہی کی ذات فرمان کو جاری کرتی اور نافذ کرتی ہے۔"

"اور آپ ﷺ ہی سے قیامت کے روز امید کی جاسکتی ہے، اور آپ ﷺ ہی سے عوارض و موانع میں مدد طلب کی جاسکتی ہے۔"

"آپ ﷺ شفیع اور فیاض ہیں۔ ثناخواں کی ثناخوانی سے بالاتر ہیں اور مدح خواں کے مبالغے بھی آپ ﷺ کی صفات کو منظر عام پر لانے سے قاصر ہیں۔"

"آپ ﷺ میری دست گیری فرمائیں اور مجھے اپنی شفاعت سے نوازیں اور میری تائید فرمائیں، کیوں کہ آپ ﷺ ہی تو موید ہیں۔"

"آپ ﷺ ایسے شفیع ہیں جس سے مدد چاہی جاتی ہے، (آپ ﷺ سے وابستگی کے بعد) کسی محافظ اور ظالم کی مجھے پرواہ نہیں۔"

"آپ ﷺ کے جاہ وجلال کے سامنے بلند و بالا آسمان بے معنی ہیں۔"

"ماہر بلاغت آپ ﷺ کی صفات کو بیان کرنے سے قاصر ہے اور دانش ور آپ ﷺ کے حقائق کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔"

Marfat.com

''آپ ﷺ میری پناہ گاہ، میرے محافظ، میرا ملجا، میرا مسکن، میرے معاون، میرے محبوب اور میرے آقا ہیں۔''

''میرا مرض لاعلاج ہے، جس میں شفا کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، بجز اس کے کہ مستقلاً درود پڑھتا ہوں اور یہ عمل کس قدر خوش گوار ہے۔''

''اور آپ ﷺ کی شخصیت سے ہٹتے ہی انسان راہِ راست سے دُور ہو جاتا ہے اور اپنی گھٹیا راہوں کا اسے پتا نہیں رہتا۔''

''آپ ﷺ تمام تر سخاوتوں کا سرچشمہ ہیں، آپ ﷺ کے بالمقابل تمام سخاوتیں بے معنی ہیں، پس بشارت ہے اس شخص کے لئے جو بلاخیز ہلاکت سے بچنے کے لئے آپ ﷺ سے آس لگائے ہوئے ہو۔''

''اور نبی کریم ﷺ کی عنایت خاص کے بغیر شفاعت ممکن ہی نہیں، آپ ﷺ ہی کے دامن میں پریشان حال پناہ لیتا ہے۔''

''سورج، چاند اور ستاروں کی جگمگاہٹ آپ ﷺ کے نور سے عبارت ہے۔ بخدا آپ ﷺ کی نورانیت لامتناہی ہے۔''

''اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''علامہ نے اپنا نقطۂ نظر کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ ﷺ کی ذات عظیم سے وابستہ ہونے کے بعد مجھے کسی اور دروازے پر دستک دینے کی حاجت پیش نہیں آتی۔'' (ص ۱۹۸)

وہ لکھتے ہیں: ''علامہ کے نعتیہ قصائد میں کثرت سے ایسے اشعار ہیں جن میں آں حضور ﷺ سے شفاعت کی التماس کی گئی ہے۔'' (ص ۲۰۴)

وہ لکھتے ہیں: ''علامہ کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے ضیا بار چہرے کے سامنے تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ آپ ﷺ کے جاہ و جمال کے بالمقابل چاند کا حسن بے معنی ہے۔ اسی طرح آسمانوں کی رفعتیں اس حسین و جمیل چہرے کے پیش نظر اپنا مفہوم کھو دیتی ہیں جو شخص چہرۂ اقدس کی تابانیوں سے محروم ہے اس پر جتنا کف افسوس ملا جائے کم ہے۔ علامہ اس خوب

Marfat.com

صورت چہرے کی حلاوتوں اور ملاحتوں سے بخوبی واقف تھے اور اس کی کرنوں سے دل کی سیرابی کو فریضۂ اولیں تصور کرتے تھے اور اس کے محاسن میں کھو جانے کو جز ایمان سمجھتے تھے۔'' (ص ۲۰۷)

وہ لکھتے ہیں: ''مرتبت رسول ﷺ ہمارے ذکر و بیان سے کہیں بالاتر ہے۔ آقائے نام دار کے اوصاف و کمالات کو سمیٹنا نطق انسانی سے ماورا ہے۔'' (ص ۲۰۹)

وہ لکھتے ہیں: ''بار بار ملتِ اسلامیہ کو بے دار کرتے ہوئے یہ احساس ان کے اندر جگایا کہ دربارِ رسالت ﷺ کو اپنا واحد ماوٰی و ملجا اور سیرتِ مقدسہ کو اپنا تنہا لائحہ عمل بنالیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو اسے عز و شرف سے مالا مال کر سکتی ہیں۔'' (ص ۲۱۸)

اصلاحی صاحب نے اپنی اسی تحریر کے آخر میں جانے یہ جملہ کیوں لکھا ہے کہ: ''مولانا نے استغاثہ، مغفرت اور شفاعت سے متعلقہ جو اشعار کہے ہیں ان پر اعتراضات کیے جا سکتے ہیں۔'' (ص ۲۱۹)

اصلاحی صاحب نے اشعار نقل کرتے ہوئے اپنے مضمون میں جابجا خود بھی وضاحتیں کی ہیں، چناں چہ ملاحظہ ہوں: اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''مسئلہ ''استغاثہ'' نہایت نازک مسئلہ ہے۔ اکثر شعراء یہاں دائرۂ اسلام سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اللہ اور رسولِ کریم ﷺ کے مابین فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ علامہ سہارن پوری نے مذکورہ اشعار میں قرآنی نقطۂ نظر واضح کر دیا کہ آپ ﷺ ''انت غوث المستغاث'' کے درجے پر فائز ہیں لیکن یہ مرتبہ من جانب اللہ ہے۔'' (ص ۲۰۱)

اصلاحی صاحب نے جناب فیض الحسن سہارن پوری کے کہے ہوئے شفاعت و مغفرت سے متعلقہ اشعار نقل کر کے خود لکھا ہے کہ: ''ان اشعار میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ اس کے بغیر بیڑے کا پار لگنا ممکن نہیں، اگر آپ ﷺ کی شفاعت نہ ہوئی تو قیامت کی سختیاں تباہ کر ڈالیں گی۔ اے آقائے نام دار! بے بس اور لاچار کی مدد کیجیے۔ آپ ﷺ کی وفاداری ہمارے گناہوں کے مغفرت میں بہت کام آئے گی، قیامت کے روز آپ ﷺ کی توجہ کے بغیر مشکلات سے بچ نکلنا ممکن نہیں۔ مذکورہ اشعار میں جن جذبات و احساسات کی ترجمانی کی گئی ہے ان سے علامہ کی

Marfat.com

ایمانی قوت اور نبوتِ محمدیہ پر کامل یقین کا ترشح ہوتا ہے اور ان کا قلب حبِ رسول ﷺ سے سرشار ہے۔" (ص ۲۰۶)

مزید ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: "مولانا نے اپنے نعتیہ اشعار میں ایک صالح مومن کی طرح اپنے جذبات کی عکاسی کی ہے۔" (ص ۲۱۷)

لکھتے ہیں: "مذکورہ اشعار میں ایک مومنانہ جذبات واحساسات پوری طرح ظاہر و باہر ہیں۔" (ص ۲۱۸)۔ لکھتے ہیں: "مولانا کی شاعری کا تحلیل و تجزیہ کیا جائے تو یہ چیز بین طور پر نظر آئے گی کہ لفظی و معنوی اعتبار سے قرآن کریم سے مستفاد ہے۔ قرآنی اسلوب جابجا واضح طور پر موجود ہے، قرآن کریم کے ادبی اور بلاغی پہلوؤں پر علامہ کی گہری نظر تھی جس کی شہادت آپ کے نعتیہ قصائد میں موجود ہے۔ جگہ جگہ خداوند قدوس پر کامل اعتماد و اعتقاد کے مظاہر موجود ہیں۔ اپنے تمام مسائل و مشکلات میں اللہ اور رسول (ﷺ) کو یاد کرتے ہیں......" (۲۱۵)

اصلاحی صاحب نے اپنی تحریر میں لکھا ہے: "یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ درود و سلام کے مفاہیم و معانی کی تجدید کی جائے۔ درود وسلام کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ خود کو سیرتِ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ ذاتِ رسول ﷺ کو اپنا دستور و آئین بنایا جائے اور اس دنیا میں اشاعتِ اسلام واحیائے دین کے لئے سردھڑ کی بازی لگائی جائے۔ ایک شخص درود وسلام کثرت سے پڑھتا ہے اور اطاعتِ رسول ﷺ سے اعتراض کرتا ہے تو اللہ کے رسول کو ایسے درود وسلام پسند نہیں ہیں۔ درود وسلام کے بعد فسق و فجور میں محو ہو جانے کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اگر اپنے اغراض و مقاصد کو دینِ اسلام کا پابند نہ بنایا جائے تو یہ درود وسلام بے سود ہیں۔ اپنی زندگی میں "اسوۂ حسنہ" کو جاری وساری نہ کیا گیا تو گویا ہم نے درود و سلام کے مطالبات کو پورا نہیں کیا۔" (ص ۲۱۱۔۲۱۲)

اصلاحی صاحب کی اس عبارت میں یہ بات مجھے عجیب لگی کہ "درود وسلام کے مفاہیم و معانی کی تجدید کی جائے۔" وہ لکھتے ہیں کہ "درود وسلام کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ خود کو سیرتِ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ ذاتِ رسول ﷺ کو اپنا دستور و آئین بنایا

Marfat.com

جائے اور اس دنیا میں اشاعت اسلام واحیائے دین کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی جائے۔"

اصلاحی صاحب نے ازخود اسے درود وسلام کا قرآنی مفہوم بتایا ہے اور شاید یہی وہ تجدیدی معنی و مفہوم ہے جو وہ درود وسلام کے حوالے سے بتانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہتے کہ درود وسلام کثرت سے پڑھنے والوں کو اپنا طرز حیات بھی ہر طرح سیرتِ رسول کریم ﷺ کے مطابق بنانا چاہیے تو بات واضح تھی لیکن درود وسلام کے معانی ومفاہیم کی تجدید اوران کا ازخود پیش کیا ہوا قرآنی مفہوم محل نظر ہے۔ اصلاحی صاحب! اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے سب سے پیارے اور آخری رسول کریم ﷺ پر درود وسلام کی کثرت تو گناہوں کی معافی اور مغفرت کا باعث ہے اور درود و سلام تو بہر حال مقبول نیکی وعبادت ہے، اسے بے سود کیوں کہہ رہے ہیں آپ؟ اسلام تو نماز روزے کے بعد بھی فسق وفجور میں محو ہو جانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز روزے کو ترک کر دیا جائے۔ قرآن میں واضح ہے کہ: "بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔" مگر کتنے ہی ایسے نمازی نظر آتے ہیں کہ فسق وفجور میں بھی محو ہیں۔ اس کے جواب میں آپ بھی بہت کچھ کہنا چاہیں گے، اصلاحی صاحب! بات سمجھانے کے لئے مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ آگ بجھانے کے لئے پانی ضرور چاہیے۔ پانی صاف ہو تو بھی اور گدلا ہو تو بھی آگ بجھ جاتی ہے۔ ہمارے اعمال صاف پانی کی طرح نہ سہی، گدلے پانی ہی کی طرح سہی، آگ بجھانے میں کام آئیں گے اور کیا خبر کس لمحے وہ سجدہ ادا ہو جائے جو سازی منزلیں طے کرا دے، مقبولیت کا وہ لمحہ کبھی آ ہی جائے جو عمر بھر کی کوتاہیوں کا ازالہ کر دے! اصلاحی صاحب! یہ نہ سمجھئے گا کہ یہ فقیر آپ کی اس بات سے کوئی اختلاف رکھتا ہے کہ ہمیں اپنی ہر طرح اصلاح کرنی چاہیے۔ میرا اختلاف صرف اتنا ہے کہ درود وسلام کے معانی ومفاہیم کی تجدید یا قرآنی مفہوم کی ازخود کوئی تفسیر وتشریح کی جائے۔ رہی بات اطاعتِ رسول ﷺ کی یا سیرت طیبہ کے مطابق خود کو ڈھالنے کی، اس میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اصلاحی صاحب! آپ نے یہ واقعہ شاید پڑھا سنا ہوگا، پھر ملاحظہ فرمائیں: "حدثنا عبداللّٰہ بن محمد بن جعفر ثنا ابوبکر الدینوری المفسر ثنا محمد ابن ایوب

Marfat.com

العطار ثنا عبدالمنعم بن ادريس عن ابيه عن جده وهب . قال : كان فى بنى اسرائيل رجل عصى الله مائتى سنة ثم مات فاخذوا برجله فالقوه على مزبلة فاوحى اللّٰه الىٰ موسىٰ عليه السلام ان اخرج فصل عليه ۔ قال : يارب بنو اسرائيل شهدوا انه عصاك مائتى سنة ، فاوحى اللّٰه اليه هكذا كان الا انه كان كلما نشر التوراة و نظر الىٰ اسم محمد ﷺ قبله ووضعه على عينيه وصلى عليه ، فشكرت ذلك له وغفرت ذنوبه وزوجته سبعين حوراء . (ص ۴۲، ج ۴، حلیۃ الاولیاء، للحافظ ابی نعیم احمد بن عبداللّٰہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ ہجری، طبع اول ۱۳۵۴ھ ۔ ۱۹۳۵ء، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

(اسناد کے بعد ہے، کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے اللّٰہ تعالٰی کی دوسو سال نافرمانی کی پھر وہ مرگیا تو لوگوں نے اسے پاؤں سے پکڑا اور کوڑے کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ پس وحی فرمائی اللّٰہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہ اسے باہر نکالیں اور اس پر نماز پڑھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب تعالٰی! بنی اسرائیل کے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ اس بندے نے دوسو برس تک تیری نافرمانی کی ہے۔ اللّٰہ کریم جل شانہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایسا ہی تھا مگر جب جب یہ (شخص) تورات کھولتا تھا اور اسم محمد ﷺ پر نظر کرتا تو اس کو چوم لیتا اور اپنی آنکھوں سے لگالیتا اور ان پر درود بھیجتا۔ پس اسی بات پر میں نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے اور ستر حوروں سے اس کی شادی کردی۔)

اس حوالے سے القول البدیع، سعادۃ الدارین اور فضائل درود شریف و دیگر کتابوں میں بھی متعدد روایات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''یہاں ایک بات درود وسلام کے حوالے سے یہ کہنا ضروری تصور کرتا ہوں کہ اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ سرورِ کائنات ﷺ پر کثرت سے درود و سلام کو بھیجنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟ اس کے متعدد جواب ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خود اللّٰہ رب العزت اور ملائکہ آپ ﷺ کی ذاتِ عالیہ پر آسمانوں میں درود وسلام بھیجتے

Marfat.com

رہتے ہیں۔ یہی مطالبہ اُمتِ رسول سے بھی کیا گیا ہے۔'' (ص ۲۱۲)

اس عبارت میں اگر یہ جواب ہے کہ خود اللہ رب العزت اور ملائکہ درود وسلام بھیجتے ہیں اس لئے اہلِ ایمان کو درود وسلام کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ جواب محل نظر ہے۔ اس عبارت میں ''آسمانوں میں'' اور ''یہی مطالبہ امت رسول سے بھی کیا گیا ہے'' کے الفاظ بھی قابل اصلاح ہیں۔

اصلاحی صاحب نے لکھا ہے: ''قرآن کریم میں یہ حکم موجود ہے کہ ہم سیرت پاک کی توصیف وتذکیر میں مصروف رہیں۔'' (ص ۲۱۰)

اصلاحی صاحب نے اس جملے میں واضح لکھا ہے کہ ''قرآن کریم میں حکم موجود ہے''۔ قرآن کریم میں یہ حکم کیا وہ دکھانا پسند فرمائیں گے؟ جس میں یہی الفاظ ہوں کہ ''ہم سیرت پاک کی توصیف وتذکیر میں مصروف رہیں۔'' درود وسلام پڑھتے رہنا اور اس کی کثرت کو تو اصلاحی صاحب واضح حکم کے باوجود اپنے معانی ومفاہیم کے مطابق چاہتے ہیں اور درود وسلام کے ساتھ ہر طرح عملی عمدگی کی قید لگانا چاہتے ہیں اور اس مذکورہ جملے میں سیرت پاک کی صرف توصیف و تذکیر میں مصروف رہنا ہی از خود قرآنی حکم بیان کر رہے ہیں۔ اصلاحی صاحب کو یاد نہیں رہا کہ انہوں نے اپنی اس تحریر میں رسول کریم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کو اپنا تنہا لائحہ عمل بنانے کی بات بھی لکھی ہے لیکن نہیں معلوم اس مذکورہ جملے میں وہ ایسا کیوں لکھ گئے ہیں۔ وہ ص ۲۱۶ پر لکھتے ہیں: ''رسول خدا سے محبت جزو ایمان ہے۔'' ان سے عرض ہے کہ رسول کریم ﷺ سے بہت محبت کرنا جزو ایمان نہیں جانِ ایمان ہے۔ اس بارے میں نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۳۸۷ پر یہ فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے۔

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''...... علامہ اس خوب صورت چہرے کی حلاوتوں اور ملاحتوں سے بخوبی واقف تھے۔'' (ص ۲۰۷) میرے نزدیک یہ جملہ قابل اصلاح ہے۔

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''عورتوں کے مہر کے سلسلے میں سورۃ النساء میں ارشادِ ربانی ہے: **واتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم عن شى منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا** ۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ کچھ حصہ اپنی خوشی سے معاف کر دیں

Marfat.com

تو اسے خوش گواری سے بلا بلا کراہت کھا سکتے ہیں۔'' (سورۃ النسا: ۴/۴)

مذکورہ آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا سہار نپوری نے مندرجہ شعر کہا:

لک بیتی وما بہ من متاع فکلی و اشربی ھنیئا مریئا

میرا غریب خانہ آپ ﷺ کے لئے حاضر ہے اور اس کی ہر چیز آپ ﷺ پر نچھاور ہے۔ پس آپ ﷺ نہایت سکون کے ساتھ تناول فرمائیں۔'' (ص ۲۱۷)

''دیوان الفیض'' میرے پاس نہیں کہ اصلاحی صاحب کے اس بیان کی تحقیق و تصدیق ہو، اگر اس کتاب میں اسی طرح ہے جیسا کہ اصلاحی صاحب نے لکھا ہے تو بلاشبہ یہ محل نظر ہے۔ قرآنی آیت اور اس شعر و ترجمے کو پڑھنے کے فوراً بعد اصلاحی صاحب کا یہ جملہ فیض الحسن سہارن پوری کی مدح نہیں کرتا کہ: ''مذکورہ شواہد سے یہ بات واضح ہے کہ قرآن کریم کے افکار اور اسالیب پر علامہ کی گرفت مضبوط تھی۔'' (ص ۲۱۷)

ڈاکٹر ابوسفیان صاحب اصلاحی کا شکریہ کہ انہوں نے ''دیوان الفیض'' سے متعارف کروایا، وہ اس کتاب کا عکس ہی مرکز تحقیقات نعت (نعت ریسرچ سینٹر) کے لئے فراہم کر سکیں تو اس کتاب سے جانے کتنے لوگ استفادہ کر سکیں گے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۱۴۱ سے گوجراں والا کے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی تحریر ہے، اس کا عنوان ہے: ''ظہور قدسی (اردو نعت کے آئینے میں)'' پروفیسر صاحب کے دو'' مداح'' جناب ریاض حسین زیدی اور جناب رشید ارشد کو بہت گلہ ہے کہ ان کے ''ممدوح'' جناب پروفیسر اقبال جاوید کی تحریر پر اعتراض کیوں کرتا ہوں، وہ اپنے پروفیسر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''حق یہ ہے کہ ثنائے رسول ﷺ ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ، فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر ایک ہی بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔ ظرف کے مطابق عطا اور طلب میں فرق ہو سکتا ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے بارے میں صلوۃ و سلام کے انداز کو پیہم اپنانا پھر فرشتوں اور بندوں کو بھی اس ثنا و تعظیم میں شریک کر لینا ثبوت ہے اس بات کا کہ درود وسلام ہی وہ شرف اور نعمت ہے جس پر عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کا اجماع

Marfat.com

ہے ورنہ کہاں عرش، کہاں فرش، کہاں خاک، کہاں عالم پاک، اگر کوئی نسبت ہے تو وہ درود وسلام ہی کی بنا پر مؤقر اور معتبر ہے:

سازِ دل سے نغمہ کی صورت اُٹھی موجِ درود
عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر

صلوٰۃ وسلام دراصل تحسین ہے مصورِ حقیقی کے سب سے بڑے شاہ کار کی۔ مصورِ حقیقی کی آرزو ہے کہ اس کے نقشِ بہترین کی بہترین تعریف ہو، تعریف کرنے والا اگر صاحبِ نظر ہے تو اس کی قدر شناسی مصور کے نزدیک لعل وجواہر سے بھی گراں سمجھی جائے گی۔ تحسین نظر ظرف اور توفیق کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے۔ بعض صرف زبان سے اعتراف کرتے ہیں، بعض تصویر کو دیکھ کر وجد میں آجاتے ہیں، بعض مصور کی عظمتوں کے حضور میں جھک جھک جاتے ہیں اور بعض کا شوقِ دیدار، آنسوؤں میں ڈوب جاتا ہے۔ آنسوؤں کی زبان سے ادا ہونے والی ستائش خود مصور کے دل میں سرخوشی بن کر سما جاتی ہے۔ تصویر دیکھتے دیکھتے اگر مصور بھی مل جائے تو یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ حضور ﷺ نقاشِ ازل کا بہترین نقش ہیں کہ جو دیکھنے والا اُن کے حسن کی کماحقہ کی تحسین کرتا ہے۔ وہ دراصل مصورِ حقیقی کے جذبۂ رحمت اور لطفِ بے نہایت کو جوش میں لاتا ہے۔ یوں فطرت کی نوازشاتِ بے پایاں اس کا احاطہ کر لیتی ہیں۔

اس رحیم وکریم ذات کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں دعا کے آداب بھی سکھائے اور طلب کے انداز بھی بتائے اور ہم پر واضح کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حضور میں ستائش کے نذرانے پیش کرو یہی منعم کے انعام کی تحسین ہے۔ یہی فن کی داد ہے اور اسی داد کا نام دوسرا نام صلوٰۃ وسلام ہے۔" (ص ۵۴)

اس عبارت میں یہ جملے توجہ چاہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ، فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر ایک ہی بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔"

"ظرف کے مطابق عطا اور طلب میں فرق ہو سکتا ہے۔"

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے بارے میں صلوٰۃ وسلام کے انداز کو پیہم اپنانا۔''

''مصورِ حقیقی کی آرزو ہے......۔''

''......اس کی قدر شناسی مصور کے نزدیک لعل و جواہر سے بھی گراں سمجھی جائے گی۔''

''آنسوؤں کی زبان سے ادا ہونے والی ستائش خود مصور کے دل میں سرخوشی بن کر سما جاتی ہے۔''

''حضور ﷺ نقاشِ ازل کا بہترین نقش ہیں کہ جو دیکھنے والا ان کے حسن کی کما حقہ کی تحسین کرتا ہے۔ وہ دراصل مصورِ حقیقی کے جذبۂ رحمت اور لطفِ بے نہایت کو جوش میں لاتا ہے۔''

''یہی فن کی داد ہے اور اسی داد کا نام دوسرا نام صلوٰۃ وسلام ہے۔''

جناب رشید ارشد اور جناب ریاض زیدی ان جملوں کو ''کمپوزنگ کی غلطی'' بتانا چاہیں گے یا انہیں ''اردو ادب کو بیان کا دیا جانے والا خوب صورت انداز'' قرار دیں گے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اور فرشتوں اور بندوں کا ''ایک ہی سطح پر آرزومند ہونا''، (علاوہ ازیں) ''ظرف کے مطابق عطا، انداز کو پیہم اپنانے، آرزو دل میں سرخوشی بن کر سما جانے، فن کی داد اور جذبۂ رحمت'' کے الفاظ، اللہ تعالیٰ کے لئے بیان کرنا، آپ خود ہی بتایئے کہ قابلِ اعتراض ہے یا قابلِ داد؟ آپ ہی بتایئے کہ ان الفاظ اور جملوں پر توبہ لازم ہوتی ہے یا تعریف؟

زیدی صاحب آپ تو لکھتے ہیں: ''(پروفیسر محمد اقبال جاوید کا) ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ معانی سے مالا مال اور ایمانی مواد سے معطر ہے۔'' (ص ۴۱۱)

آپ لکھتے ہیں: ''(پروفیسر صاحب) قرآن وحدیث سے براہ راست استفادہ کرتے ہوئے بے تعصب اور بے لاگ نتائج فکر مرتب کرتے جاتے ہیں۔'' (ص ۴۱۱)

آپ خود ہی اپنے اس بیان کی حقیقت ملاحظہ فرما لیجئے۔ آپ کے پروفیسر صاحب ص ۴۷ پر جناب افق کاظمی کے کلام سے انتخاب میں یہ شعر لکھتے ہیں ؎

''جو وہ پیدا نہ ہوتے، تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا

Marfat.com

انہی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اول ہے خلقت کا''

اور ص ۴۳ پر آپ ہی کے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: ''حق یہ ہے کہ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو ہماری پوری کائنات دھواں دھواں ہوتی، نہ فکر و خیال کی دنیا میں کوئی چاندنی ہوتی اور نہ قرطاس و قلم کی وادیوں میں کوئی روشنی......''

زیدی صاحب! کیا یہی آپ کے نزدیک ''قرآن و حدیث سے براہ راست استفادہ'' ہے؟

ص ۴۴ پر آپ کے پروفیسر صاحب نے آثم فردوسی کے کلام سے انتخاب میں یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے:

''خدا سے ناشناسا تھا ہر اک انسان دھرتی کا''

کیا یہ حقیقت نگاری ہے؟ واقعی کیا ایسا ہی تھا؟

ص ۵۰ پر جناب عابد علی عابد کا مصرع نقل کرتے ہیں:

''اب تاجدار یثرب و بطحا کا ہے ظہور''

بتایئے، ''یثرب'' نہ کہنے کا بیان حدیث شریف میں واضح ہے، اس کے باوجود آپ کے پروفیسر صاحب نے اس شعر کا انتخاب کیا۔ آپ کے پروفیسر صاحب کیا واقعی بے خبر ہیں؟ یا آپ اسے بھی حدیث سے براہ راست استفادہ ہی کہیں گے؟

یہ فقیر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مجھے ہر اس عبارت پر اعتراض ہے جس میں میرے معبود حقیقی اللہ کریم جل شانہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے لئے کوئی ہلکا، ناروا، منفی یا غلط لفظ اور لہجہ و انداز ہو۔ حقائق کے برعکس اور اس سے متصادم باتوں کی نشان دہی صرف اس لئے کرتا ہوں کہ سچ اور سچائی واضح ہو اور ہم کسی غلط یا غلطی کو نہ اپنائیں نہ ہی رواج دیں۔ خود پر مجھے کوئی فخر ہے نہ کوئی زعم ہے۔ مجھے تو میرے آقا کریم ﷺ کی رضا جوئی ہی سے غرض ہے۔ میری ان باتوں کو بھی کوئی ''مسلکی اجارہ داری'' کہے تو ایسا مسلکی تصلب تو اعزاز ہے، اللہ کریم جل شانہ مجھے ہر دم اس پر قائم و ثابت رکھے، آمین

Marfat.com

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۴۳ پر پروفیسر اقبال جاوید صاحب لکھتے ہیں: ''...... ورنہ کتنے ہی ''باتخلص'' ہیں کہ ان کی ''نثر نما اشعار'' پڑھ کر نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے......''

یاد پڑتا ہے کہ پروفیسر صاحب پہلے بھی کہیں اپنی تحریروں میں ''باتخلص'' افراد کے لئے ایسا بیان فرما چکے ہیں۔ انہیں یاد ہوگا کہ اس فقیر نے پروفیسر صاحب کے نزدیک کچھ ''خاصانِ بارگاہ'' کے نثر پاروں سے وہ اغلاط پیش کی تھیں جو قابل گرفت تھیں۔ وہ حقائق جان کر بھی قبول نہ کریں تو یہ ان کا فعل ہے۔ انہیں اگر بہت سے ''باتخلص'' متاثر نہیں کرتے تو وہ اپنے مقررہ ''خاصانِ بارگاہ'' سے دوسروں کو متاثر کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ یہ فقیر اپنی رائے کسی پر مسلط نہیں کرنا چاہتا لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہے کہ شاعری ہو یا نثر نگاری، ہر دو میں عقائد و نظریات کی ہر طرح صحت و درستی نعت شریف کے حوالے سے جو احتیاط اور ادب لازم ہے، اگر وہ نہیں تو ''صاحب طرز اور صاحب اسلوب'' ہونا ہرگز ''خاصانِ بارگاہ'' میں شمار نہیں کرواتا۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ میں جہاں کہیں آپ شعر لکھتے ہیں اس میں مصرعوں کے درمیان درود شریف جگہ جگہ درج ہوتا ہے اور اسے قوسین میں نہیں لکھا جاتا۔ ذرا یہی ایک مصرع ملاحظہ ہو: ''جشن ولادت شہِ ﷺ جن و بشر ہے آج'' (ص ۴۶)۔ ظاہری بات ہے دُرود وسلام کا یہ کلمہ ''ﷺ'' اس مصرعے کا جزو نہیں اور یہاں صرف ''شہ'' کا لفظ اس کا محل بھی نہیں۔ پورے لقب ''شہ جن و بشر'' کے بعد اسے قوسین میں درج ہونا چاہیے تھا۔ نعت خوانی کرتے ہوئے بھی مصرعے کے الفاظ میں جہاں کہیں میرے نبی پاک ﷺ کا مبارک نام یا لقب آتا ہے وہاں توقف کر کے درود شریف نہیں پڑھا جاتا بلکہ مصرع مکمل کر کے پڑھا جاتا ہے حالاں کہ یہ اہتمام بھی کم ہی ہوتا ہے۔ یہ فقیر یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ مصرعے کے درمیان اس طرح یہ کلمہ لکھا جائے تو اسے قوسین میں رکھا جائے یا مصرعے کے آخر میں قوسین میں لکھا جائے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۵۵ پر بھارت کے جناب ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی تحریر ہے۔ اس کا عنوان ہے: ''اردو میں منظوم سیرت نگاری (چند مزید کتب کا تعارف)''۔ یحییٰ صاحب نے

Marfat.com

کتابوں کا تعارف کروانے میں جو محنت کی وہ قابل ستائش ہے، ان کی تحریر میں کچھ باتیں قابل توجہ محسوس ہوئیں، ملاحظہ ہوں: وہ لکھتے ہیں: ''واضح رہے کہ نزول وحی کے متعلق ایک حدیث میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔'' (ص۵۵)

یحییٰ صاحب اور تمام اہل قلم سے گزارش کروں گا کہ قرآن و حدیث کے حوالے سے لفظوں کا ذکر ''استعمال'' کی بجائے ''بیان'' سے کیا جائے تو صحیح اور موزوں ہوگا، یعنی یوں کہاں جائے کہ ''یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں۔''

ص۵۶ پر شاید کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ میں کوتاہی ہوئی، جملے یوں درج ہیں: ''آج تمام عالم بربریت کے آتش فشاں اور انسانیت سوز بارود کے ڈھیر میں پر محسن انسانیت کا منتظر ہے اور انہیں کے نام وحی کی بدولت تباہی سے بچا ہوا ہے۔'' اس عبارت میں ''محسن انسانیت کا منتظر ہے'' کے الفاظ جانے کیوں لکھے ہیں؟

یحییٰ نشیط صاحب نے عمیق حنفی صاحب کے حوالے سے لکھا ہے: ''آج بھی زمانے کو آں حضرت (ﷺ) کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن اب کوئی پیغمبر قوم کی اصلاح کے لئے نہیں آئے گا، کیوں کہ آپ ﷺ ختم المرسلین ہیں۔'' (ص۵۶)

یہاں یہ عرض کرتا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ میرے نبی پاک ﷺ، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور یہ انہی کا زمانہ رسالت ہے۔ ان کی ظاہری موجودی میں اور ان کے پردہ فرمانے کے بعد کسی نبی کا آ جانا سوچنا بھی ناممکن کو ممکن ماننا اور اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ میرے نبی پاک ﷺ اور قیامت کے دوران کسی نبی کی نبوت نہیں ہے، وہ بلاشبہ آخری نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے۔ قرآن کریم میں ان کے یہ تین اوصاف جو بیان ہوئے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات لوگوں پر تلاوت کرتے ہیں، لوگوں کو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں، ان اوصاف کا فیضان جاری ہے اور قوم کی اصلاح کا فریضہ انہی اوصاف کے فیضان سے اولیا و علمائے کرام انجام دے رہے ہیں۔ تذکروں میں ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور اس کی تبلیغ کے لئے بنی اسرائیل میں چار ہزار انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ امت محمدیہ

Marfat.com

علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں قرآن کریم کی تعلیم اور فیضانِ نبوت کی تبلیغ کا سلسلہ، اہلِ حق علماء ومشائخ کرام کے ذریعے جاری ہے۔

یحییٰ صاحب نے عنبر بہرائچی کی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے: ''عنبر نے آپ ﷺ کے سوانحی حیات واقعات کو مختلف شاعرانہ سرخیوں کے ذیل میں پیش کرنے کا جتن کیا ہے۔ مثلاً بعثت کے واقعے کے لئے ''حرا'' دوسری وحی کو جہاں سے سلسلہ نبوت کا باقاعدگی سے آغاز ہوا ہے...... ''آیات نبوۃ'' کے یہ سلسلے آپ ﷺ کی تیئس ۲۳ سالہ نبوی زندگی کے اہم واقعات کی مربوط کڑیاں ہیں۔'' (ص ۵۸)

یحییٰ صاحب آپ نے لکھا ہے: ''دوسری وحی کو جہاں سے سلسلہ نبوت کا باقاعدگی سے آغاز ہوا'' آپ اپنے اس جملے پر خود ہی غور فرمائیں، کیا آپ اسے درست جانتے ہیں!'' باقاعدگی سے آغاز''، ''سلسلہ نبوت'' اور ''جہاں سے'' کے الفاظ اس جملے میں محلِ نظر ہیں۔

یحییٰ صاحب کے علاوہ بھی تحریر وتقریر میں کچھ لوگوں نے یہ لکھا اور کہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ چالیس کی عمر میں نبی بنے۔ یہ لوگ اعلان نبوت سے پہلے کی مدت کو میرے نبی پاک ﷺ کی ''نبوی زندگی شاید نہیں مانتے اور ظاہری طور پر شمار ہونے والی مدت ہی کو'' دورِ نبوی'' کہتے لکھتے ہیں۔

اس حوالے سے جناب اشرف علی تھانوی کی کتاب ''نشر الطیب'' ہی ملاحظہ کر لی جائے، اپنی یادداشت سے اس موضوع پر تمام تفصیل لکھوں تو ایک مفصل کتاب ہو جائے، صرف تین احادیث ہی نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہوں: اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (ﷺ)، (مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارن پور) کے ص ۶ پر لکھتے ہیں:

دوسری روایت ''حضرت عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ ☆ (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔ ف اور مشکوۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ

Marfat.com

حدیث مذکور ہے۔"

☆ (حاشیہ میں تھانوی صاحب کیا لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو): "اور اس وقت ظاہر کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کے روح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدی اسی روح محمدی کا نام ہے جیسا اوپر مذکورہ ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا، جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم، ثابت ہو گیا اور چوں کہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا......"۔

تیسری روایت حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کے لئے نبوۃ کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی اُن کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔
ف اور ایسے ہی الفاظ میسرۃ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

چوتھی روایت شعبی (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق ☆ (نبوۃ کا) لیا گیا (کما قال تعالٰی واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الایۃ) روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق

☆ (حاشیہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں) حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیوں کہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور

Marfat.com

ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل ۱۲ منہ'' (ص ۷)

اپنی اسی کتاب نشر الطیب کے ص ۱۸۳ پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''فصل چوبیس ویں آپ کے بعض خصائص میں (اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں) یعنی ان امور کے بیان جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو عطا فرمائے اور وہ چند قسم کے ہیں ایک قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کی ذات مقدسہ میں پائے گئے، مثلاً سب سے اول آپ کے نور پاک کا پیدا ہونا سب سے پہلے آپ کو نبوت عطا ہونا......''

یحییٰ صاحب لکھتے ہیں: ''یہی تجلی وجہ تخلیق کائنات ہے۔'' (ص ۵۹)

ص ۶۱ پر وہ لکھتے ہیں: ''پہلے چند اشعار پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وقت کا وجود ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اکیلی ہے اور اپنے وجود کا اعتراف کرانے کے لئے تخلیق کائنات کا سوچ رہی ہے۔'' (معاذ اللہ)

یحییٰ صاحب نے صفوت صاحب کے اشعار کا بھی انتخاب کیا ہے، ان اشعار میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے یہ تین مصرعے ملاحظہ ہوں:

''تن تنہا ہے وہ اس کو خیال آیا خیالوں میں'' (ص ۶۱)

''مگر وہ سوچتا ہے کہ کمی اب دور ہو جائے'' (ص ۶۱)

''تذبذب ہے ابھی اس کو ذرا خلقت کے بارے میں'' (ص ۶۲) (معاذ اللہ)

یحییٰ صاحب لکھتے ہیں: ''اس ذات حقیقی کا خیال کن میں ڈھل کر آدم وحوا، ہابیل و قابیل، نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، عبدالمطلب اور عبداللہ کی صورت میں تخلیق پاتا چلا گیا۔ بالآخر مقصد تخلیق کی تکمیل عبداللہ کے گھر آمنہ کے بطن سے حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہو جاتی ہے''۔ (ص ۶۲)

یحییٰ صاحب! یہ جملے آپ ہی کی تحریر میں ہیں۔ آپ کے اپنے ہیں یا پھر آپ کا انتخاب ہیں اور شاعری تو بلاشبہ آپ کا انتخاب ہے، آپ ہی فرمائیے، ہر دو صورت میں اسے کیا کہا جائے؟

Marfat.com

یحیٰی صاحب مزید توجہ فرمائیں! حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما گروہ انبیاء علیھم السلام میں سے نہیں ہیں مگر میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے مقدس والدین کریمین ہیں۔ ان کے اسمائے مبارکہ ہی کیا آپ نے تو اس عبارت میں انبیائے کرام علیھم السلام کے مبارک نام بھی بغیر آداب والقاب کے لکھ دیئے ہیں۔ آپ نثر لکھ رہے ہیں کوئی منظوم کلام نہیں کہ وزن شعر کا کوئی مسئلہ ہو۔ یاد رکھیے کہ احتیاط ہی میں عافیت ہے۔

یحیٰی صاحب لکھتے ہیں: ''اسی ذاتِ پاک ﷺ کو اللہ کی طرف سے پہلی وحی آتی ہے۔ (اس جملے کے بعد اشعار لکھ کر وہ فرماتے ہیں) مندرجہ ذیل بالا اشعار قرآن حکیم کی پہلی سورۃ ''اقرا'' کی گویا تفسیر ہیں۔ شاعر نے نہایت محتاط انداز میں اسے منظوم کر دیا ہے۔ اس کے بعد ''مطلع انوار'' کے تحت انہوں نے دوسری وحی کے اہم واقعہ کو نظم کیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے غار حرا میں آپ کے اپنے سینے سے بھینچ کر ''اقرا'' کا درس دیا تھا اس واقعے سے آپ ﷺ خوف زدہ ہوئے تھے اور گھر آ کر حضرت خدیجہ سے کمبل اوڑھانے کا کہا تھا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی تھی۔ اس اثنا میں حضرت جبرئیل آپ ﷺ پر دوسری وحی ''یاایھا المدثر قم فانذر'' لے کر آئے''۔ (ص ۵۹)

اس اقتباس میں یحیٰی صاحب نے ''دوسری وحی یاایھا المدثر قم فانذر'' بھی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دوسری وحی کا اہم واقعہ یہ ہے کہ ''حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے غار حرا میں آپ کو اپنے سینے سے بھینچ کر ''اقرا'' کا درس دیا تھا۔'' جب کہ اشعار سے قبل خود ان کی تحریر میں ہے ''پہلی وحی آتی ہے'' اور سورۃ اقرا کی ''گویا تفسیر'' کے لفظ ان اشعار کے بارے میں ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ بیان کمپوزنگ غلطی نہیں ہے۔ اس بے احتیاطی کو کیا کہا جائے؟ ''اقرا کا درس دیا'' کے الفاظ بھی اس عبارت میں محل نظر ہیں۔

صفوت صاحب کی اس کتاب کے ہندی ایڈیشن میں یحیٰی صاحب نے پیش لفظ خود لکھنے کا ذکر کیا ہے، ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں: ''اس ہندی ایڈیشن میں راقم کا پیش لفظ ہے۔'' (ص ۶۲) یحیٰی صاحب! آپ نے جس انداز میں اس کتاب کی تعریف کی ہے اور نعت رنگ کے

Marfat.com

شمارہ ۱۶ میں اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے اس میں قابل اعتراض باتیں اس فقیر نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ صفوت صاحب کی اس کتاب کا مطالعہ فرما کر ہی آپ نے پیش لفظ لکھا ہوگا۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے کتنے قابل گرفت الفاظ والے مصرعے بھی آپ کی ''توجہ'' نہ پاسکے۔

ص ۶۳، نعت رنگ شمارہ ۱۶ میں آپ ''حرا کی روشنی'' کا تعارف کرواتے ہیں۔ جناب شرف الدین ساحل کی اس کتاب کے لئے آپ کے الفاظ وانداز نے واضح بتادیا کہ یہ کس ''مزاج'' کی ہے۔ اس کتاب کے ذکر میں آپ کے یہ جملے ملاحظہ ہوں: ''حضور ﷺ کی ولادت سے قبل کے حالات سے نعت خواں کو کیا لینا دینا، اس لئے شاعر بس اک سرسری سی تصویر دکھا کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسے پر آشوب دور میں پیدا ہونے والے بچہ ﷺ کو (جو آگے چل کر نبی بننے والا ہے) اس دور کی پیچیدگی اور دشواری سے کیا واسطہ، اس لئے ساحل نے نہایت تیزی سے قارئین کی نظروں کے سامنے سے جاہلیت کی تصویر گزارنے کے لئے ''فاعلن'' رکن کا استعمال کیا ہے۔'' (ص ۶۳)

ص ۶۴ پر آپ لکھتے ہیں: ''شمع رسالت کی روشنی دھیرے دھیرے کم ہوتی جارہی ہے۔'' (معاذ اللہ)۔ یحییٰ صاحب! یہ کیا لکھ گئے ہیں آپ؟ آپ کی یہ تحریر بھی ''بے احتیاطی'' میں نمایاں ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵ کے ص ۱۳۱ میں یحییٰ صاحب نے خود لکھا تھا کہ: ''عقیدت و عقیدے کی شاعری میں شعریت بڑی حد تک مفقود ہوتی ہے۔'' اس فقیر نے اپنی تحریر مشمولہ نعت رنگ ۱۶، ص ۳۶۵ پر یحییٰ صاحب کے اس جملے پر اظہار خیال کیا تھا۔ میری یہ تحریر تو یحییٰ صاحب نے اس شمارے کی اشاعت کے بعد ہی دیکھی ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ شمارہ ۱۶ کے ص ۶۵ پر یحییٰ صاحب ہی خود لکھتے ہیں: ''یہ حقیقت ہے کہ عقیدت اور عقیدے کی شاعری کو ہمارے ناقدین شعریت سے عاری سمجھتے رہے ہیں۔ اور اسی لئے ایسی تخلیقات کو ناقابل اعتنا سمجھا گیا۔ درآں حالے کہ آج بھی ساری دنیا کا کلاسکی ادب کھنگالا جائے تو اس کے عظیم شہ پاروں میں عقیدت کا

Marfat.com

نور جگمگاتا ہوا دکھائی دے گا۔ پھر وہ ہومر کی ایلیڈ ہو یا ملٹن کی ''فردوس گم گشتہ''، تلسی داس کی رامائن ہو یا گوئٹے کی ''نغمہ محمد'' ابن العربی کی رسالۃ اغفران ہو یا حالی کی مدو جزر اسلام۔ کیا یہ مشہور زمانہ کتابیں شعریت سے عاری ہیں۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ جیسا ناقد جو ادب میں مذہب کے داخلے کا قطعی روادار نہیں تھا، ایسی شاعری کو بے حد پسند کرتا جس میں کیتھولک نظریات کی تشہیر ہوئی ہے۔''

امین صدیقی کی ''تنزیل'' کا تعارف بھی یحیٰی صاحب نے کروایا ہے۔ وہ اکثر جگہ جانے یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ''شاعر نے ضعیف روایات سے کتاب کو محفوظ رکھا ہے۔'' یحیٰی صاحب ہی کی ایک تحریر پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ فقیر اس موضوع پر نعت رنگ شمارہ ۶ میں واضح کر چکا ہے کہ ''ضعیف حدیث'' کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ حدیث غلط یا جعلی یا من گھڑت ہے۔ اس کے باوجود یحیٰی صاحب جانے کیوں ''ضعیف روایات'' پر منفی انداز میں لکھتے ہیں؟ وہ محدث و مفسر نہیں اور اس باب میں ہر کسی کو زبان و قلم دراز کرنے میں بہت احتیاط ملحوظ رکھنی ضروری ہے۔

یحیٰی صاحب لکھتے ہیں: ''انہوں نے صنائع بدائع کے ساتھ ساتھ روزمرہ اور محاوروں کو بھی زبان کے چٹ خارے کے لئے برتا ہے، مثلاً شاعر نے مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کو ''طلوع نور'' کہا ہے۔ اسی لئے نور کی مناسبت سے نورانی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔'' (ص ۶۷) یحیٰی صاحب! کیا یہاں ''زبان کے چٹ خارے کے لئے'' کے الفاظ ہی لکھنا مناسب تھا؟

ذرا یہ بھی بیانیہ ملاحظہ ہو، یحیٰی صاحب لکھتے ہیں: ''یار حلت رسول ﷺ پر ابوبکر نے قرآن کریم کی آیات سنا کر صحابہ کے حواس درست کئے تھے۔'' (ص ۶۸)

شاعر کا یہ مصرعہ بھی دیکھئے: ''وہ اگر مر جائیں تو کیا دین سے پھر جاؤ گے'' (ص ۵۹)

نعت رنگ میں تقریباً سبھی نے لکھا کہ ''نبی کریم ﷺ اور ان کی بارگاہ کے آداب کا خیال ہر طرح رکھا جائے۔ نہیں معلوم یہ ''مدرسین و معلمین ادب و آداب'' خود کو ان تعلیمات و آداب سے کیوں ''آزاد'' رکھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق عطا فرمائے، آمین

نعت رنگ شمارہ ۱۶، ص ۲۷ پر تحریر کا عنوان ہے: ''نعتیہ شاعری میں ذکر احادیث رسول ﷺ''۔ لکھنے والے کا نام ''ڈاکٹر محمد سلطان شاہ'' درج ہے۔ زبان و بیان اور لہجہ و انداز اس تحریر کا

Marfat.com

جناب راجا رشید محمود کا ہے۔ اس میں راجا صاحب کی غیر مطبوعہ تحریروں کا ذکر بھی ہے اور اس تحریر کے حواشی کی فہرست بھی راجا صاحب کے عین مطابق ہے۔ تاہم ہوسکتا ہے محمد سلطان شاہ صاحب نے راجا صاحب کا انداز ہو بہو اپنا لیا ہو۔ عنوان سے یہ گمان گزرا کہ اس تحریر میں وہ اشعار ہوں گے جن میں احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترجمانی کی گئی ہو لیکن یہ مضمون منکرین حدیث کے خلاف شاعری کے حوالے سے ہے۔ آں جہانی غلام احمد پرویز (جس کے لئے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب اپنی ایک تحریر (نعت رنگ ۲، ص ۲۱۲) میں "مرحوم" کا لفظ لکھتے نہیں جھجکتے تھے) اور عبد اللہ چک ڑالوی کے اس فتنۂ انکارِ حدیث پر علمائے حق اہلِ سنت و جماعت نے فوری گرفت کی اور آوازِ حق بلند کی۔ حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے "ایک اسلام" کے نام سے اہم رسالہ تحریر فرمایا تھا، اب یہ رسالہ ان کی کتاب "رسائل نعیمیہ" میں شامل کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر مکاتب فکر اور مسالک کے لوگوں نے بھی اپنے طور پر تحریر و تقریر میں انکارِ حدیث اس فتنے کی سرکوبی میں حصہ لیا۔ نعت رنگ میں ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کی طرف سے یہ تحریر بہت مفید ہے تاکہ قارئینِ نعت رنگ کو اس بارے میں حقائق سے آگہی ہو۔ اس تحریر میں بہت سے علمائے کرام کی نعتیہ شاعری سے استفادہ نہیں کیا گیا، میری یادداشت میں اس وقت مولانا جمیل الرحمٰن رضوی قادری کا یہ شعر گونجا ہے ؎

امر اُن کا امرِ رب ہے نہی ان کی نہیِ رب
وہ ہے فرمانِ الٰہی جو ہے فرمانِ رسول (ﷺ)

اس حوالے سے حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے دیوان سالک میں یہ شعر بھی ملاحظہ ہوں:

؎ ہے جس کی ساری گفتگو وحیِ خدا یہی تو ہیں
حق جس کے چہرے سے عیاں وہ حق نما یہی تو ہیں

؎ تمہاری اطاعت، خدا کی عبادت
تیرا تذکرہ ذکرِ حق ہو بہو ہے

Marfat.com

وہ جس کو ملے ایمان ملا ایمان تو کیا رحمان ملا

قرآن بھی جب ہی ہاتھ آیا جب دل نے وہ نورِ ہُدیٰ پایا

سلطان شاہ صاحب کے مضمون کے ابتدائی جملے ملاحظہ ہوں: ''قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں اپنے رسولِ اکرم نبی معظم ﷺ کی اتباع کا بھی حکم صادر فرمایا اور اطاعتِ رسول ﷺ کے حوالے سے اُمتِ مسلمہ کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اطاعتِ ربّ العلمین ہے۔ قرآن مجید میں محبتِ کبریا کے دعوے داروں کو اطاعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی ہدایت کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس حکم پر عمل کر کے وہ اللہ کی محبت و مغفرت کے مستوجب ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعثتِ انبیا کا مدعا یہ ہے کہ اذنِ خداوندی سے اُن کی اتباع کی جائے۔'' (ص ۴۲)

اس عبارت میں یوں تو قرآنی آیات ہی کا مفہوم اور ترجمانی ہے لیکن جہاں اطاعت کا لفظ لکھنا تھا وہاں اتباع اور جہاں اتباع لکھنا تھا وہاں اطاعت لکھا گیا ہے۔ آیاتِ قرآنی یہ ہیں:

: اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول (النساء:۵۹)

: من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (النساء:۸۰)

: قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم (آل عمران:۳۱)

: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ (النساء:۶۴)

اس تحریر میں ہے: ''اس سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعت الٰہی کے ساتھ ساتھ اتباعِ رسول ﷺ بھی ضروری ہے اور اسے ترک کرنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔'' (ص ۴۲)

یہ فقیر اپنی دانست کے مطابق عرض گزار ہے کہ ''اتباعِ رسولِ کریم (ﷺ)'' ترک کرنا بلاشبہ سنگین فعل ہے جو بہت گناہ گار بناتا ہے لیکن دائرۂ اسلام سے خارج کرنے والا فعل اس کا اس کا انکار ہے، ترک نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: قل اطیعو اللّٰہ والرسول فان تولوا فان اللّٰہ لایحب الکفرین (آل عمران:۳۲) اس آیت قرآنی میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس

Marfat.com

کے رسول کریم ﷺ کی ''اطاعت'' (فرماں برداری) سے انحراف کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔

حدیث شریف بھی ملاحظہ ہو: عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ کل امتی یدخلون الجنة الامن ابی قیل من ابی ؟قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی ۔(بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے انکار کرنے والے کے، عرض کیا گیا کہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ (رسول کریم ﷺ نے) فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

تحریر میں ہے: ''......منکرینِ حدیث فقط احادیث کو خلافِ قرآن ثابت کرنے کے لئے ہی سرگرداں نہیں بلکہ قرآن بھی ان کے دستِ ستم سے نہیں بچ سکا۔'' (ص ۷۳)

اس عبارت میں یہ الفاظ ''قرآن بھی ان کے دستِ ستم سے نہیں بچ سکا'' مجھے گراں گزرے، انہیں یوں لکھا جاتا کہ ''قرآن کریم پر بھی ان ظالموں نے اپنے دستِ ستم دراز کرنے کی مذموم کوشش کی۔''

اس تحریر میں ہے: ''گزشتہ سطور میں اردو شعرا کے کلام سے ضرورت واہمیتِ حدیث اور حجیت وحقانیتِ حدیث سے متعلق جو اشعار دیئے گئے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف شعرائے نعت نے اِکا دُکا اشعار میں سنت وحدیث کا ذکر بھی کیا ہے۔ راقم کو جو دو نظمیں اس موضوع پر ملی ہیں، وہ بھی اردو شاعری کا اعلیٰ نمونہ قرار نہیں دی جاسکتیں۔ دراصل ہمارے شعرائے کرام کتب احادیث وسیرت سے استفادہ تو درکنار، قرآن مجید کی تفہیم کے لئے اس کا مطالعہ بھی شاذ ونادر ہی کرتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے ہاں حدیث کے موضوع پر بہت کم اشعار ملتے ہیں تاہم دنیائے نعت میں ایک ایسا شاعر بھی ہے جس کے کلام میں اَن گنت اشعار میں اس مضمون کو نظم کیا گیا ہے۔ اس کا نام راجا رشید محمود ہے جس ربع صدی سے اپنے شب وروز مدحتِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے لئے وقف کیے ہوئے ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ محمود کی شاعری میں

Marfat.com

اردو کے تمام شعرا سے زیادہ احادیثِ رسول ﷺ کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خالصتاً نعت گو شاعر ہے، ثانیاً اس شاعر کا کتبِ احادیث و سیرت کا مطالعہ اپنے ہم عصر نعت گو شعرا سے کہیں وسیع ہے۔ ثالثاً اس نے احادیث اور سیرت کے موضوع پر بعض منثور تحقیقی تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ان وجوہ کے باعث ان کے ہاں احادیثِ مبارکہ کا پرتو دیگر شعرا کی نسبت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔" (ص ۷۹)

اس اقتباس میں مضمون نگار نے اردو کے تمام شعراء کے لئے جو بات "یقینی طور" پر کہی ہے وہ اس بیان کے مطابق یقینی طور پر درست نہیں ہے۔ مضمون نگار نے تمام اردو شعراء کے کلام میں حجیتِ حدیث شریف کے موضوع پر اشعار بلاشبہ نہیں دیکھے ہوں گے لیکن اپنی یادداشت اور اپنے مطالعہ کے مطابق یہ فقیر عرض گزار ہے کہ کتنے ہی افراد ایسے ہیں جن کی بیش تر نعتیہ شاعری، قرآن و حدیث ہی کی ترجمانی ہے اور خالصۃً نعت گو شاعر بھی متعدد ہیں۔ مضمون نگار کو اگر راجا رشید محمود صاحب" کے ہاں احادیثِ مبارکہ کا پرتو دیگر شعرا کی نسبت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔" تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مضمون نگار کو "دیگر شعرا" اور ان کا پورا کلام دیکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی یا انہوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ مضمون نگار اس حقیقت کو بھی شاید مانیں گے کہ مستند اور جید علمائے کرام بھی نعت گوئی فرماتے ہیں تو کیا کسی کو محض اس کے وسیع مطالعے کی وجہ سے ان علمائے کرام کے تقابل میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

نعت شریف کے باب میں راجا صاحب کی خدمات کا ذکر ضرور کیا جائے لیکن مدحتِ حبیبِ کریم ﷺ میں جن ہستیوں نے اپنی تمام عمر کا ہر لمحہ وقف کیے رکھا اور دینِ مصطفیٰ (ﷺ) کی وہ خدمت کی جو ملت اسلامیہ کا اعتبار و افتخار ہے، اسے فراموش نہ کیا جائے۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کی علمی تحقیقی تصانیف سے استفادہ کر کے راجا صاحب اور ہم سب خود کو متعارف کرواتے ہیں۔ اِس آلودۂ عصیاں نے راجا صاحب سے "بمشکل" ان کی کچھ تصانیف حاصل کی ہیں اور انہیں سرسری دیکھا ہے، یہاں ان کی تصانیف پر تبصرہ مقصود نہیں لیکن محمد سلطان شاہ صاحب سے عرض ہے کہ ہر عالم دین کی ہر کتاب کا ہر ہر لفظ اور جملہ مراد نہیں، تاہم راجا صاحب کی تصانیف

Marfat.com

میں علمائے کرام کی کتابوں کے مقابلے میں قابلِ گرفت الفاظ اور جملے زیادہ ہیں۔ یہ قرآنی آیت وفوق کل ذی علم علیم (یوسف:۷۶) بھی ہمیں یاد رہنی چاہیے۔

راجا صاحب کا ایک مصرع ہے: ''خدا کا کفر ہے انکارِ گفتگوئے رسول (ﷺ)'' (ص ۹۰)

قرآن میں ہے: من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ ...... (النحل:۱۰۲) جو کوئی ایمان کے بعد اللّٰہ سے کفر کرے۔ راجا صاحب کے مصرعے میں ''خدا کا کفر ہے'' قابلِ توجہ بات ہے۔

یہاں یہ فقیر پھر عرض گزار ہے کہ مجھ گناہ گار سے تقریر و تحریر میں کہیں کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہو جو عنداللّٰہ حق نہیں اور صحیح العقیدہ اہلِ ایمان کے نزدیک بھی میری کوئی بات جو فی الواقع مسلمہ حقائق کے خلاف ہو، اس سے توبہ و رجوع کرتا ہوں اور اللّٰہ کریم جل شانہ سے طالب عفو مغفرت ہوں۔

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! آپ نے ٹیلے فون پر گفتگو میں بتایا کہ نعت رنگ کا شمارہ ۱۷ تیار ہے، کوئی تاخیر ہوگی تو صرف میری تحریر کی وجہ سے ہوگی۔ ادھر مجھے مسلسل سفر اور تقریروں ہی سے مہلت نہیں مل رہی۔ نعت رنگ کا خاصا حصہ ابھی باقی ہے۔ مطالعے میں جو جملے نشان زد کرتا ہوں، لکھتے ہوئے اس کے سوا بھی بہت کچھ قلم برداشتہ لکھتا چلا جاتا ہوں۔ آپ کو جلدی ہے، اس لئے اختصار کی کوشش کرتے ہوئے اپنی یہ تحریر مکمل کرتا ہوں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۸۶ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کی دوسری تحریر ''معراج نامہ: بلاقی'' کے عنوان سے ہے۔ اس تحریر میں ان کے اس جملے پر تفصیل سے لکھتا کہ: ''واقعہ معراج کے متعلق نصوص بھی ہیں اور احادیثِ صحیحہ سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ عقائد کے لحاظ سے البتہ علمائے اسلام دو طرح کے خیالات رکھتے ہیں۔ ایک طبقہ اس واقعہ کو ''روحانی'' سفر گردانتا ہے تو دوسرا اسے ''جسدی'' قرار دیتا ہے۔'' (ص ۸۷) اس وقت صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا منکر تو مسلمان ہی شمار نہیں ہوگا۔ وہ طبقہ جو اسے روحانی سفر گردانتا ہے، بہت کم افراد پر مشتمل ہے اور اس طبقہ کے غلط نظریات کو علمائے اسلام یا اسلامی عقائد کے باب میں شمار کرنا ہرگز درست نہیں۔ علاوہ ازیں گنبد صخرہ تلے وہ معلق پتھر آج بھی موجود ہے۔

Marfat.com

لوگ اس کے نیچے سے گزرتے ہیں اور اس کا معلق ہونا بچشم خود دیکھتے ہیں۔ اس فقیر کے پاس اس کی فوٹو محفوظ ہے۔ یحیٰی صاحب بھی دعا کریں کہ صیہونیوں کے تسلط سے وہ خطہ آزاد ہو اور وہ خود جا کر دیکھ آئیں تاکہ انہیں یہ روایت ''عجیب وغریب'' نہ لگے۔ اس چٹان پر میرے آقا کریم ﷺ کی نعلین شریف کا عکس آج بھی موجود ہے۔

یحیٰی صاحب نے اشعار پر تبصرے میں کہیں کہیں ناموزوں لفظ اس تحریر میں بھی لکھے ہیں۔ ان سے عرض کروں گا کہ وہ ''بے احتیاطی'' سے اجتناب کیا کریں۔

''اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت'' کے عنوان سے میاں والی کے جناب پروفیسر محمد فیروز شاہ نے اچھی تحریر پیش کی ہے، انہوں نے نعت شریف کا ذکر کرتے ہوئے قارئینِ نعت رنگ کو اصنافِ سخن سے اور ان اصناف میں کہی گئی کچھ نعتوں سے بھی اپنے انداز میں متعارف کروایا۔ ان کی تحریر میں بھی دو تین جملوں پر نظر ٹھہری، تاہم ان کا ذکر نہیں کر رہا۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۱۳۵ پر جناب راجا رشید محمود کی تحریر سے پہلے آپ کا ''ادارتی نوٹ'' ہے، آپ کو یہ کیوں لکھنا پڑا؟ اس کا اندازہ راجا رشید محمود صاحب کی تحریر کے مطالعے سے ہُوا۔ راجا صاحب سے تا ایں دم میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ خود ''داڑھی'' نہ رکھنے کے بارے میں انہوں نے جو نہایت نامناسب باتیں لکھی کہی ہیں، ان کی وہ باتیں پڑھ سن کر ان سے ملنے کو جی بھی نہیں۔ راجا صاحب کی اس تحریر میں ان کا وہ ''غصہ'' نمایاں ہے، جس کا ذکر آپ نے ''ادارتی نوٹ میں کیا ہے، ورنہ یہ آپ نے صحیح کہا ہے کہ انہوں نے اپنی اس تحریر کے کچھ حصے مقدور بھر علمی ثروت اور استدلالی قوت کے ساتھ محنت سے لکھے ہیں۔''

راجا صاحب کی یہ بات خلافِ واقعہ ہے کہ: ''ہندوستان کے بہت سے رہنے والے بہت حد تک مجبور اور کسی حد تک معذور نظر آتے ہیں کہ دینی شعائر اور اسلامی زبان سے اپنی مغائرت بلکہ مخاصمت کا ثبوت دیں۔'' (ص ۱۴۱) راجا صاحب کو اگر کچھ ''بھارتی'' ایسے نظر آئے یا محسوس ہوئے ہیں تو وہ ''بہت سے'' لوگوں پر یہ الزام نہ رکھیں۔ انہوں نے توجہ نہیں کی کہ کتابی سلسلہ نعت رنگ کے سولہ شماروں میں عربی شاعری کے حوالے سے زیادہ مضامین بھارتی باشندوں

Marfat.com

انہی نے لکھے ہیں۔

راجا صاحب لکھتے ہیں: ''افسوس کہ مدیر ''نعت رنگ'' بھی ہر رطب و یابس کو نعتیہ سمجھ لیتے ہیں'' (ص ۱۵۲)

اس جملے میں ''بھی'' کا لفظ کیا معنی دے رہا ہے اس سے قطع نظر ''رطب و یابس'' کے لفظوں کے استعمال پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم کی آیت میں یہ بیان ہوا ہے: ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین ۔(الانعام: ۵۹) اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھی ہو۔

ان الفاظِ قرآنی کو جاننے اور سمجھنے کے بعد ہم لوگ ''رطب و یابس'' کے الفاظ اپنی تحریر و تقریر میں منفی مفہوم کے ساتھ جس کشادگی سے کہتے لکھتے ہیں، کیا وہ ''روا'' سمجھے جائیں؟ قرآن نے واضح کر دیا کہ لوحِ محفوظ میں ہر رطب و یابس یعنی ہر تر اور خشک چیز کا بیان ہے اور ہماری تحریروں تقریروں میں ''رطب و یابس'' کے الفاظ کا معنی و مفہوم منفی اور تحقیر آمیز ہوتا ہے۔

''زید، بکر، عُمرو'' یہ نام اصحابِ نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہیں، گرامر کی زبان میں یہ کیسے در آئے؟ ان کو رواج کس نے دیا؟ ہم سب نے انہیں کیوں قبول کر لیا؟ ''اسرائیل'' یہ نام حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہے عبرانی زبان میں۔ آج ہم بنی اسرائیل کہنے کی بجائے صرف یہ نام لے کر جو ''مذمت'' کرتے ہیں، کیا وہ ''روا'' ہے؟ کیا ان الفاظ کا ایسا استعمال کوئی سازش تو نہیں؟ ہم سے کوئی شدید غفلت تو نہیں ہو رہی؟

اس فقیر کی دانست میں کوئی غلطی ہے تو ضرور میری اصلاح کی جائے ورنہ ہم سب اپنی غفلتوں کو دُور کریں۔ اللہ کریم جل شانہٗ ہمیں ہدایت پر رکھے، آمین۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶ میں گوجراں والا کے جناب پروفیسر محمد اکرم رضا کی تحریر ''مہر عالم تاب'' ص ۱۷۰ سے ۱۹۲ تک ہے۔ انہوں نے تاج دار گولڑا شریف حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے لکھا ہے، ان کے قلم پر عقیدت و محبت غالب رہی اور اس بیان میں ان کی تحریر خوب ہے۔ ان کا یہ جملہ جانے کیا مفہوم رکھتا ہے کہ: ''جب لفظوں کو مرصع کا

Marfat.com

ری ودیعت ہوتی ہے تو نعت ہوتی ہے۔'' (ص ۱۷۰)

بھارت کے جناب ظہیر غازی پوری کی تحریر ''تاج الفحول ...... ایک مداح رسول ﷺ'' کے عنوان سے نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۲۲۰ سے ۲۳۳ تک ہے۔ ان کی اس تحریر میں ان کی معلومات کے مطابق ''نعت نگاری'' کی ابتدا سے اب تک کی تاریخ کا مختصر تذکرہ بھی ہے اور نعت نگاری کے حوالے سے گزشتہ ادوار میں برعظیم میں ہونے والے نمایاں کام کا تعارف بھی ہے۔ راجا رشید محمود صاحب کے لئے یہ تفصیل ضرور دل چسپ اور مفید ہوگی۔ ہر چند اس تحریر میں بھی پروف ریڈنگ (مسودہ بینی) کی کچھ کم زوریوں نے (بقول حضرت پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی) ''ذوقِ مطالعہ کو مکدر کیا''، تاہم جو باتیں قابل گرفت یا محل نظر ہیں، وہ پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمایئے:

ظہیر صاحب لکھتے ہیں: ''محبان و فدایانِ رسول ﷺ کے جذبۂ ایثار و قربانی کے تذکرے کے لئے ایک پورا دفتر بھی کم ہوگا۔ صرف والہانہ قرب و وابستگی رکھنے والے شعرائے کرام کا تذکرہ بھی مقصود ہو تو صفحات کے صفحات کالے کرنے پڑیں گے۔'' (ص ۲۲۳) یہاں ''صفحات کالے کرنے'' کے لفظ منفی تاثر دے رہے ہیں، اچھا ہوتا اگر اس سے بہتر لفظ بیان ہوتے۔

ظہیر صاحب لکھتے ہیں: ''جو لوگ نبیوں کے درجات سے واقف نہیں، ان کے لب تک ایسے سوالات بھی آتے ہیں کہ جو نبی آخر میں آئے انہیں تمام نبیوں پر فوقیت کیوں کر حاصل ہوگئی؟ بات دراصل یہ ہے کہ انسانوں کے علم و آگہی کے لئے جتنے نبی آئے انہوں نے درجہ الف سے ایم اے تک کی تمام کی تعلیمات پوری کرادیں۔ حضرت محمد ﷺ آخر میں تشریف لائے اور ہر طرح کی ریسرچ (تحقیق) اور پی ایچ۔ ڈی یا ڈی لٹ وغیرہ کا عرفان عطا کیا اور قرآن و حدیث کی شکل میں ایسی اہم کتابیں فراہم کرادیں جو تا قیامت مدرسین و محققین کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ لہٰذا ان نبیوں کا نبی ہونا اور حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا برحق ہے۔ ان کی اسی فضیلت کے پیشِ نظر انہیں فلک الافلاک تک جانے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دو بہ دو گفتگو کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔'' (ص ۲۲۶)

Marfat.com

ظہیر صاحب سے اس عبارت میں جو بے احتیاطی ہوئی وہ اسے خود ملاحظہ فرمالیں:
رسول کریم ﷺ کا انبیائے کرام علیہم السلام کے آخر میں تشریف لانا اور سب سے افضل ہونا، آپ کسی مناسب اور عمدہ مثال سے سمجھاتے۔ انہوں نے بات سمجھانے کو جو لکھا اور جس طرح لکھا، کیا اسی طرح ہونا چاہیے تھا؟ میرے نبی پاک ﷺ کا قاب قوسین کی منزلوں میں جلوہ گر ہونا ان پر میرے رب کریم جل شانہ کی خاص عطا ہے، اور ظہیر صاحب "دو بہ دو" کے الفاظ آپ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے کیسے لکھ گئے؟

ظہیر صاحب لکھتے ہیں: "عرش معلیٰ تک محبوب کبریا کے سوا کبھی کسی کی رسائی نہیں ہوئی۔ فلک البروج آٹھواں آسمان ہے اور فلک الافلاک نواں آسمان۔ اس آسمان پر ستارے بھی نہیں ہیں۔ انجم و پروین کی کہکشاں بھی نہیں ہے اور فضا میں تیرنے والے ٹمٹماتے ہوئے سیارے بھی نہیں ہیں۔ وہاں صرف خالقِ کائنات ہے جو بذاتِ خود نور ہی نور ہے اور وہ لاشریک ہے۔ اتنی وسیع و عریض دنیا اور اس کی بسیط فضا میں ایستادہ کروڑوں کرۂ ارض کا وہ تنہا مالک ہے اور اپنی نظر کے ایک رموٹ سے ہر شے کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ حساس بھی ہے اور اس نے اپنا ایک محبوب بھی منتخب کیا جسے اپنی ہی ایک جز و روشن سے تاباں و منور کیا اور اس کے لئے بے تاب بھی رہا، اسے سر عرش بھی بلوایا اور اس پر خود درود و سلام بھی بھیجا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ایک دن عرش پہ محبوب کو بلوا ہی لیا

ہجر کا غم تو خدا سے بھی اٹھایا نہ گیا" (معاذ اللہ) (ص ۲۲۸)

ظہیر صاحب! یہ کیا لکھ گئے ہیں آپ؟ آپ اپنی اس عبارت کو خود ملاحظہ فرمائیں۔ کیا آپ بھی پروفیسر اقبال جاوید کی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا دل و دماغ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے سمت و جہت ماننے کی بات کرتے ہیں؟ اپنے جملے دیکھئے:

: "عرش معلیٰ تک محبوب کبریا کے سوا کبھی کسی کی رسائی نہیں ہوئی۔"

: "وہاں صرف خالق کائنات ہے"

: "لہٰذا وہ حساس بھی ہے"

Marfat.com

: ''جسے اپنے ہی ایک جزو روشن سے تاباں و منور کیا''

: ''اور اس کے لئے بے تاب بھی رہا''

اور یہ نہایت معترضہ شعر آپ نقل کرتے ہوئے یہ لکھ رہے ہیں کہ: ''کسی نے کیا خوب کہا ہے۔''

لیس کمثلہ شئی ، میرے معبود حقیقی اللہ کریم جل شانہ کے لئے آپ کی یہ باتیں کیا آپ پر توبہ واجب نہیں کرتیں؟

ظہیر صاحب لکھتے ہیں: ''ادب لٹریچر بھی ہے، اطوار و اخلاق کا آئینہ دار بھی اور عبادت بھی۔ ادب ایمان و اسلام بھی ہے اور اس سے محرومی کفر کے مصداق ہے۔'' (ص ۲۳۱)

''ادب :: کا وہ مفہوم جو ایمان و اسلام سے وابستہ ہے اس سے محرومی تو ''کفر'' تک لے جاتی ہے لیکن آپ نے اگلی سطر میں خود ہی ''صالح ادب'' کے لفظ لکھے ہیں۔ لٹریچر کو جس مفہوم میں ادب کہا جاتا ہے اس حوالے سے آپ کی یہ بات محل نظر ہے۔ ظہیر صاحب! آپ نے حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ سے نعت رنگ کے قارئین کو متعارف کروایا، اس خدمت پر آپ کا شکریہ، لیکن آپ نے اپنے بیانیے میں جو بے احتیاطی کی ہے اسے آپ یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہو سکتے کہ: ''جناب کوکب نورانی صاحب کے طویل مراسلات دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں مگر وہ سکے کا ایک پہلو پیش کرتے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں!'' (ص ۳۹۷، شمارہ ۱۶، نعت رنگ)

نعت رنگ شمارہ ۱۶ کے ص ۲۳۴ پر ملتان کے پروفیسر شوذب کاظمی کی تحریر ہے، عنوان ہے: ''عرش صدیقی کی نعتیہ شاعری'' اس تحریر میں یہ بات قابل توجہ ہے، وہ لکھتے ہیں: ''اخبارات میں یہ شکایت شائع ہوئی کہ عرش صدیقی یونی ورسٹی کے طالب علموں میں گمراہی پھیلا رہا ہے...... اور بائبل پڑھنے پر مجبور کر رہا ہے...... مائتھالوجی کو خرافات سمجھنے والے علمائے متقدمین اور متاخرین سے اس قسم کے رویے پر مجھے زیادہ حیرانی نہیں ہوئی میں نے اس سلسلے میں طالب علموں اور ان میں سے بعض کے بزرگوں اور چند اہم شہریوں سے مذاکرات کیے اور خدا کا شکر ہے کہ انہیں ہم

Marfat.com

خیال بنانے میں کامیاب رہا۔ ایک بار چند ایسے حضرات سے میری گفتگو ہوئی جنہوں نے قرآنِ کریم کا سرسری مطالعہ تو کیا تھا لیکن دوسری کسی مذہبی کتاب کو نہیں دیکھا تھا نہ ہی ان مذاہب کے پیشواؤں کی زندگی کی تفصیلات کا انہیں علم تھا۔ میں اصرار کر رہا تھا کہ انہیں دوسرے مذاہب کی کتابوں اور ان کے پیشواؤں کی زندگی کا علم حاصل کرنا چاہیے اور وہ میری بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ جب میں نے اصرار کیا کہ میں ان دوسرے مذاہب کے مطالعے کو اہم سمجھتا ہوں تو انہوں نے مجھ سے کچھ سوال کیے اور جواب مانگے، یوں:

س: کیا آپ قرآنِ حکیم کو عظیم ترین اور مکمل ترین کتاب مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں مانتا ہوں۔

س: کیا آپ محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے بڑا پیغمبر مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں مانتا ہوں۔

س: بتایئے کہ یہ ماننے کے باوجود کہ قرآن سب سے اہم کتاب اور محمد ﷺ سب سے بڑے پیغمبر ہیں کیا دوسرے مذاہب اور ان کے پیغمبروں کی طرف رجوع کرنا آپ کے ایمان اور عقیدے کی کم زوری کا ثبوت نہیں ہے؟

ج : نہیں! آپ کا خیال غلط ہے میں محض اس لئے مسلمان نہیں ہوں کہ میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا میں محض عقیدے کی بنیاد پر بھی مسلمان نہیں ہوں میں سوچ سمجھ کر شعور کی بنیاد پر مسلمان ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ کس بات کی کیا اہمیت ہے جب کہ آپ نہیں سمجھتے۔

س: کیا ہمارا عقیدہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے اور کیا آپ کا ایمان کم زور نہیں ہے؟

ج :جی نہیں! عقیدے کی اپنی اہمیت ہے لیکن عقیدے کو عقل اور سائنس کے حوالے سے بھی ماننا دوسری بات ہے۔ چلیے تھوڑی دیر کو میں مان لیتا ہوں کہ میرا ایمان کم زور ہے اور خاکم بدھن میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم مکمل راہ نما کتاب نہیں ہے یا محمد ﷺ مکمل رہبر نہیں ہیں، یا یوں کہیے کہ آپ تو مانتے ہیں آپ کو اُن کو قائل کرنا ہے جو اسلام کو نہیں مانتے اور رسول خدا کو نہیں

Marfat.com

مانتے۔آپ ان کو کیوں کر قائل کریں گے کیا آپ کو یہاں دوسرے ادیان سے مقابلہ کرنا ہوگا۔

میرے اس سوال اور اس دلیل کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔وہ مجھے یہ نہ بتا سکے کہ اس عقیدے میں جس کے وہ مقلد ہیں کیا بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔آخر دوسرے لوگ ان کے عقیدے کو کیوں قبول کریں۔(''ہندوصنمیات'' از ڈاکٹر مہر عبدالحق،بیکن بکس، ملتان، اول ۱۹۹۳ء، ص ۱۳ تا ۱۵)

دراصل عرش صدیقی اپنے عقیدے، ایمان اور اس کے زیرِ اثر اپنی نعت گوئی میں بھی تقابلِ ادیان کو اہمیت دیتے ہیں اور اسے شعوری سطح پر قبول کرتے ہیں۔عرش صدیقی اُس رہبر کے قائل ہیں جو سفرِ زندگی کی اُن تمام راہوں، دشواریوں اور آسانیوں کا کماحقہ علم رکھتا ہو جن سے انسان کا ربطِ خاص ہے۔'' (ص ۲۳۶ تا ۲۳۸)

عرش صدیقی صاحب کے حوالے سے کاظمی صاحب نے جو وضاحت کی ہے وہ واضح کرتی ہے کہ انہیں اس بارے میں اسلامی تعلیمات سے مکمل آگہی نہیں ہے۔''تقابل ادیان'' کے بارے میں یہاں تفصیل تو نہیں لکھوں گا لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ موضوع ہر کسی کو پڑھنے اور جاننے سے پہلے کچھ شرائط اور پابندیاں ہیں کیوں کہ وہ شخص جسے اسلامی عقائد ہی کی پوری اور صحیح آگہی نہ ہو، وہ دوسرے مذاہب کی کتب پڑھنے سے کہیں تشکیک یا تذبذب کا شکار ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو کوئی قابل بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ بہکنے بھٹکنے سے بچا رہے گا۔میری اسی تحریر میں جناب رشید ارشد کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ذکر آیا تھا کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات دیکھ کر میرے نبی پاک ﷺ نے وہ ان سے لے لی اور ان سے فرمایا کہ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے: **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین** (الانعام:۶۸)

ظلم کی تعریف یہ ہے: ''**وضع الشئی فی غیر موضعه** (المفردات) کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے

Marfat.com

بنا کر ..... ظلم کا لفظ حق سے تجاوز پر بولا جاتا ہے۔ ظلم تین قسم پر ہے پہلی اور بڑی قسم وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے۔ دوسری قسم جو انسان ایک دوسرے پر کرتا ہے۔ تیسری قسم وہ جو انسان خود اپنے نفس پر کرتا ہے۔'' (مفردات القرآن، اردو، ص ۶۵۴) دوسرے مذاہب کے لوگوں میں یہ تینوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔

ہم سب یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے پاس بھی تورات و انجیل اپنی اصل میں نہیں ہیں اور جس کسی حالت میں ہیں وہ نسخے بھی مختلف ہیں اور ان میں بھی مسلسل تحریف ہو رہی ہے، بایں ہمہ ہمارے ہاں تو قرآن کریم کو ترجمے ہی سے زیادہ لوگ سمجھتے ہیں، وہ شمار کم ہی ہے جو عربی سے خاصی وابستگی رکھتا ہے اور قرآن فہمی میں بھی غلطیاں ہو رہی ہیں یعنی من مانا ترجمہ اور اپنی رائے سے تفسیر کرنا کچھ عام ہو گیا ہے، ایسے میں عام لوگوں کو یہ کہنا کہ وہ خود تقابل ادیان کے لئے دیگر مذاہب وادیان کی کتابیں پڑھیں، یہ صائب اور مناسب نہیں۔ شعور و فکر کو جب تک کتاب و سنت کے مطابق نہ بنایا جائے تو حیات کی پیچیدگیاں سلجھتی نہیں اور انسانی ذہن الجھنوں سے برأت نہیں پاتا۔

پروفیسر کاظمی صاحب لکھتے ہیں: ''عرش صدیقی اس رہبر کے قائل ہیں جو سفرِ زندگی کی ان تمام راہوں، دشواریوں اور آسانیوں کا کماحقہ علم رکھتا ہو جن سے انسان کا ربطِ خاص ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ وہ ہستی ہیں جنہیں زندگی کے ہر شعبے کا بلاواسطہ اور مکمل تجربہ تھا......'' (ص ۲۲۸) جب وہ خود قائل ہیں اس بات کے تو وہ یہ مانیں گے کہ رسول کریم ﷺ سے بہ تمام و کمال وابستگی اور ان کی تعلیمات سے صحیح اور مکمل آگہی کے بعد بھی صرف وہ شخص جو غیروں کو ان کے عقائد کی کمزوری یا غلطی سے آگاہ کر کے انہیں اسلام سے وابستہ کرنا چاہے، دوسرے مذاہب کی کتابیں پڑھے تو اسی کے لئے بات کی جائے نہ کہ ہر شخص کے لئے کیوں کہ ہر شخص ہرگز اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔

مجھے یہاں یہ بھی کہنا ہے کہ لیوپولڈ ویز (محمد اسد) نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا اس میں دیکھ لیا جائے کہ وہ اسلامی عقائد کے مطابق نہیں۔ یوں ہمیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آج

Marfat.com

مستشرقین کی کتابوں کو اہمیت دینے والے اکثر ٹھوکر کھاتے ہیں ۔ یہ فقیر اس موضوع پر اپنی تقریروں میں بہت کچھ کہہ چکا ہے، یہاں مختصراً وضاحت پیش کی ہے۔

محترم صبیح رحمانی صاحب! نعت رنگ شمارہ ۱۶ کی کچھ تحریروں کا ذکر نہیں کرسکا۔ اتنا کچھ بھی مشاغل کی اس کثرت میں جانے کیسے لکھ گیا، اپنی اس تحریر کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ مجھ سے اس تحریر میں کسی طرح کہیں کوئی غلطی وکوتاہی ہوئی ہو، اللہ کریم جل شانہ سے اس غلطی وکوتاہی پر توبہ کرتے ہوئے طالبِ عفو ومغفرت ہوں۔ کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

اللہ بس باقی ہوس

Marfat.com

نعت اور آدابِ نعت

یہ قلم برداشتہ تحریر، سہسرام، بھارت کے جریدہ ''الکوثر'' کے لیے لکھی گئی تھی۔
بصیر پور (اوکاڑا) سے شائع ہونے والے ماہ نامہ ''نور الحبیب'' نے بھی اسے شائع کیا۔

Marfat.com

اللّٰہ ربُّ محمدٍ صلّی علیہ وسلّما

اللّٰہ تعالیٰ جلّ شانہ کے بے مثل اور غیر مخلوق کلام ''قرآنِ مجید'' میں پہلی سورۃ کا نام ''الفاتحہ'' ہے اور اس کا پہلا کلمہ: ''الحمد للّٰہ ربّ العلمین'' ہے- اسی کلامِ مجید میں اکیسویں سورۃ کا نام ''الانبیاء'' ہے اور اس کی ایک سوساتویں آیت کے الفاظ یہ ہیں: ''وما ارسلنک الا رحمة للعلمین''- العلمین کا لفظ قرآنِ کریم میں تہتر (۷۳) مرتبہ بیان ہوا ہے- آلِ عمران تیسری سورۃ قرآنی کا نام ہے اس کی آیت چھیانوے کے الفاظ یہ ہیں: ان اول بیت وضع للناس الذی ببکة مبارکا وھدی للعلمین -سورۃ الانعام چھٹی سورۂ قرآنی ہے، اس کی نوے ویں آیت یہ ہے: قل لا اسئلکم علیه اجرا ان ھو الاذکری للعلمین -ان چہار آیتِ قرآنی سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ عالمین کا رب ہے- بیت اللّٰہ شریف عالمین کے لئے ہدایت و برکت ہے، قرآنِ کریم نصیحت ہے عالمین کو اور رسولِ کریم ﷺ سراپا رحمت ہیں عالمین کے لئے- العلمین سے مراد، ماسوی اللّٰہ (جو کچھ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا) ہے، یعنی خالق کے سوا سب مخلوق ہیں اور العالمین میں شامل ہیں- اللّٰہ تعالیٰ جلّ جلالہ، رسولِ کریم ﷺ، قرآنِ کریم اور بیت اللّٰہ یہ چاروں تمام عالمین کے لئے ہیں- اللّٰہ تعالیٰ سب کا وحدہٗ لاشریک معبودِ حقیقی ہے، رسولِ کریم ﷺ سب کے رسول ہیں- قرآنِ کریم سب کو نصیحت ہے اور بیت اللّٰہ سب کے لئے برکت و ہدایت ہے- تعریف اور خوبی ذاتی اور حقیقی طور پر اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہے- رسولِ کریم ﷺ کے لئے ''محمد'' (ﷺ) نام عطا فرما کر ربِّ قدیر و کریم نے واضح پیغام دیا ہے کہ اس ہستی کی تخلیق ہی تعریف اور خوبی کے لئے ہوئی ہے- قرآنِ کریم بے مثل رب کا بے مثل کلام ہے، کائنات میں کوئی اور کلام وہ تعریف و خوبی نہیں رکھتا جو کلام اللّٰہ کی ہے اور جسم و جسمانیات اور مکان و مکانیات سے پاک و منزّہ رب کا گھر، کعبۃ اللّٰہ بلاشبہ معظم و مکرّم ہے- اللّٰہ (جلّ جلالہ)، (حضور سیدنا) محمد (ﷺ)، قرآن اور کعبہ میں یہ خوبی بھی ہے کہ ان چاروں الفاظ

Marfat.com

میں سے ہر ایک کے حروف بھی چار ہیں- یہ بات اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ بغیر تخصیص ــ مدن ممکن ہی نہیں اور یہ بھی کہ اصل اور حقیقی تعریف اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہے- رسولِ کریم ﷺ، قرآنِ کریم اور کعبۃ اللّٰہ کی تعریف بھی درحقیقت ربِ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے اور یہ بھی کمال ہے کہ ان کی تعریف کرنے والا خود بھی قابلِ تعریف ہو جاتا ہے- اور جتنی زیادہ اور عمدہ تعریف کرے خود بھی زیادہ قابلِ قدر شمار ہوتا ہے- تعریفی بیان، نثر میں ہو یا نظم میں، تحریر میں ہو یا تقریر میں اسی صورت میں اچھا، سچا اور قابلِ تعریف قرار پاتا ہے جب کہ صحیح، سچا اور عمدہ ہو- کسی کی ایسی تعریف کرنا جو خود صاحبِ تعریف کو پسند نہ ہو یا فی الواقع اس بیان میں تعریف و ادب نہ ہو، وہ تعریف صحیح نہیں کہلائے گی- کسی کی ایسی تعریف جو خلافِ واقعہ ہو یا الفاظ میں ایسا مبالغہ جو نارَوا ہو یا ناواقفی ظاہر ہو یا کوئی مغالطہ ہو تو ایسی تعریف کو سچی تعریف شمار نہیں کیا جائے گا- اور کسی کی ایسی تعریف جس میں پیرایۂ بیان، الفاظ کا انتخاب اور انداز و لہجہ وغیرہ منفی، غیر موزوں یا نامناسب ہو تو ایسی تعریف کو عمدہ قرار نہیں دیا جائے گا-

کہا جاتا ہے کہ جس کی تعریف کی جاتی ہے اس کی تعریف کی غرض و غایت بھی ہوتی ہے، جو قابلِ تعریف ہے اس کی تعریف کرنا دراصل اس کا حق ادا کرنے کی کوشش ہے، اسے خوش کرنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کاوش ہے، اس کی خوبی و محنت کا اقرار و اعتبار ظاہر کرنا اور اس پر خوش ہونا ہے، احسان مندی اور پذیرائی ہے- صحیح، سچی اور عمدہ تعریف نہ ہوگی تو یہ سب کچھ نہ ہوگا اور یہ بھی واضح ہے کہ قابلِ تعریف کی تعریف نہ کرنا بخل، ناقدری اور ناشکری شمار ہوگا-

اس مختصر تمہید کے بعد عرض کروں کہ دینی و مذہبی اعتبار سے ہمارے معاشرے میں تعریف کے بیان کو حمد، مدح، ثنا، نعت، سلام اور منقبت کے عنوان دیئے گئے ہیں، حمد، مدح، ثنا اور نعت کے لغوی معنوں میں بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے لیکن ہمارے یہاں اصطلاحی معنی و مفہوم کو مخصوص کر لیا گیا ہے اور اسی پر اصرار کیا جاتا ہے یعنی اہلِ علم کو بھی اسی کا پابند رہنے پر زور دیا جاتا ہے- مجھے اس بارے میں صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ اہلِ زبان اور ماہرینِ لسانیات اب تک تو یہی

Marfat.com

کہتے آئے ہیں کہ زبان وادب کی سرحدیں نہیں ہوتیں اور جب ان کے اپنے علاقے سے باہر انہیں کسی لفظ کا وسیع استعمال بتایا جائے تو وہ پریشان ہوتے ہیں-اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ لفظ جس زبان کا ہے، اس کے اہلِ زبان کو ہم اپنے ہاں رائج اصطلاحی معنی ومفہوم کا پابند نہیں کر سکتے -سید اور سیدہ کے الفاظ اہلِ عرب میں جس طرح مستعمل ہیں، کیا وہ استعمال پاکستان میں رَوا ہوگا؟ یزید پلید کی سیاہ کاریوں کے باعث یہاں لفظِ یزید داخلِ دشنام ہو چکا ہے مگر اہلِ عرب میں یہ نام اب بھی رکھا جاتا ہے، اس نام کا کوئی شخص یہاں آئے اور اس کا نام پکارا جائے تو ظاہر ہوگا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے-افریسکانز اور ڈچ زبان میں ''آپ'' کا لفظ ایک جان وَرکا نام ہے (جان وَرکا نام مصلحتہً نہیں لے رہا)، کیا ہمارے ہاں اس سے زیادہ تخاطب میں بہتر کوئی لفظ پسند کیا جاتا ہے؟ نیک کا لفظ ہمارے ہاں کسی کے لئے بولا جانا اس کی عزت ہے لیکن اہلِ عرب میں یہی لفظ کسی کو ذرا کہیئے اور تماشا دیکھئے- یہاں مَیں حمدِ رسول (ﷺ) کہوں تو جانے کتنی آوازیں آئیں مگر اہلِ زبان جانتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کے نام کا مادّہ ہی ''حمد'' ہے-اہلِ عرب میں نعت سے زیادہ مدح کا لفظ رائج ہے یا قصیدہ کا لفظ بولا جاتا ہے-اس بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ جس معاشرے میں کوئی لفظ اصطلاحی طَور پر رائج ہو، اس معاشرے میں اس لفظ کا اس کے خلاف استعمال نہ کیا جانا ہی بہتر ہے اور حمد ونعت کے الفاظ کے حوالے سے اُردو دان طبقے میں جو مخصوص معنی ومفہوم ہے وہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ یہاں اسے لغوی طَور استعمال نہیں کیا جاتا-

کہنے والوں نے شعراء (شاعروں) کو زبان وبیان کے حوالے سے قوم کا دماغ اور ترجمان بھی کہا ہے-بات اصنافِ سخن کی ہو تو غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ وغیرہ کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن غزل کی تعریف میں زمین وآسمان ایک کر دیا جاتا ہے بلکہ آسمان کی بلندی بھی غزل کی تعریف میں ناکافی لگتی ہے، عرش کی باتیں ہوتی ہیں، یہ بھی احتیاط کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں ورنہ کوئی حد ہی نظر نہیں آتی -واضح رہے کہ غزل کہنے والے ''مجذوب'' نہیں ہوتے اس کے باوجود انہیں اپنے (خیالی یا مجازی) محبوب کو سب کچھ کہنے کی نہ صرف رعایت دی جاتی ہے بلکہ اسے ان کا حق مانا جاتا ہے اور اس ''حق'' کو ہر شاعر (اِلاّ ماشاءاللّٰہ) بے باکانہ استعمال کرتا ہے-

Marfat.com

یہاں بالعموم نعت بھی غزل ہی کے انداز میں کہی جاتی ہے اس لئے وہ شعراء جو حمد و نعت کہنے کی شرائط و آداب سے واقف نہیں، حمد و نعت کہتے ہوئے غزل کے محبوب والی بے باکی برت جاتے ہیں اور حمد و نعت میں کہے گئے اپنے کلام کو شاید الہامی سمجھتے ہیں اور بالا از تنقید و تنقیص جانتے ہیں- انہیں نہیں معلوم زبان و بیان کی آسانیاں اس راہ میں زیادہ مشکل ثابت ہوتی ہیں- کوئی لفظ نگینہ سمجھ کر مصرع میں جڑا ہو اور وہی راہ کا پتھر ہو جائے، کوئی لفظ پھول جان کر چُنا ہو اور وہی کانٹا ہو جائے! اسی لئے اس راہِ سخن کو پُل صراط کی بتائی جانے والی کٹھنائیوں سے زیادہ دشوار گزار کہا گیا ہے- یہاں جذبوں کی طغیانی ہی نہیں، معلومات کی فراوانی بھی احترام اور سلیقے کے بغیر بار آور نہیں ہوتی- یہاں صرف ادب نہیں، رُوحِ ادب اور حُسنِ ادب کام یاب کراتا ہے، یہ غزل کا محبوب نہیں، یہ نعت کا محبوب ہے جس کی محبت ایمان کی جان ہے- ایمان سراسر ادب ہے اور ادب جب عشق کے سمندر میں ناؤ ہو جائے تو مقامِ مصطفٰی (ﷺ) کے انوار کی جھلکیاں لوحِ دل پر جگ مگانے لگتی ہیں، روشنی بڑھتی جائے، چراغاں گھنا ہوتا جائے تو دل سے دماغ پر انعکاسِ نور ہی نعت کی زبان بنتا ہے اور یہ ادب، یہ سلیقہ، عشق کو یہ تہذیب، ایمان کو یہ منزل کسی مقبولِ بارگاہ کے فیضِ صحبت اور اثرِ نگاہ سے ملتی ہے پھر بانسری کا وجود نہیں کسی کا دَم بولتا ہے اور کرم ہو جاتا ہے- یہ یاد ہو جانے، دل میں اتر جانے بلکہ وظیفہ بن جانے والے مصرعے یا اشعار ہر کوئی کیوں نہیں کہہ پاتا؟ بوصیری و سعدی کے اشعار پہلے مقبول نہیں ہوئے یہ ہستیاں پہلے باریاب ہوئیں-

صحیح، سچی اور عمدہ تعریف صرف رسمی عالم و شاعر ہو جانے سے ممکن نہیں، وہ علم اور وہ ملکہ شعر صرف انہی کا حصہ ہے جنہوں نے ادب کے پاک پانی سے وضو کر کے عشق کی بے ریا نماز ادا کی اور محبوب کی خاکِ گزر کو سجدہ گاہ بنایا اور اس کی بے عیب ذات کو کعبۂ دل بنایا-

لفظوں کے سانچے، لہجوں کے زاویے، انداز کے قرینے، بیان کے جامے وہ ابھی وضع ہی کہاں ہو سکے ہیں جو نعت کے محبوبِ کریم ﷺ کی صحیح سچی اور عمدہ تعریف کا حق ادا کر سکیں پھر مبالغے کا گمان کیوں کر درست ہو سکتا ہے- اس ذاتِ والا صفات کی حقیقت جاننے کا دعوٰی کسی مخلوق کا حصہ ہی کہاں ہے؟ حقیقتِ کعبہ کون سی تجلی ہے؟ کلام اللّٰہ کے اسرار کتنے ہیں؟ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی شان کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وُسعت کے لئے کوئی لفظ...... اے انسان! اسے سعادت جان کہ تجھے یہ شرف حاصل ہے کہ اس باب میں زبان وقلم سے اپنی بساط کے مطابق ہدیہ پیش کرنے کی نعمت عطا ہوئی ہے، اس ہستی کی عظمت ومرتبت کا عمر بھر بیان کرتے رہنے کے بعد بھی یہ اقرار کیے بغیر چارہ نہیں کہ: لا یمکن الثناء کما کان حقه - (ممکن ہی نہیں کہ آپ کی ثناو تعریف کا جیسا حق ہے وہ ہم سے ادا ہو سکے) مولانا جامی بھی یہی کہتے ہیں:

لیس کلامی یفی بنعت کماله

صل الٰهی علی النبی وآله

اور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ یوں ترجمانی کرتے ہیں۔

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحتِ رسول اللہ کی (ﷺ)

یہ وہی فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو پاؤں پسار کر سوتے نہیں تھے، اپنے وجود کو سمیٹ کر لفظ ''محمد'' (ﷺ) کی مکتوبی شکل بنالیا کرتے تھے، جس روشنائی سے نعت شریف لکھا کرتے تھے اس میں زعفران ملایا کرتے تھے، یہ باتیں جبھی راہ پاتی ہیں کہ جسمِ انسانی کے بادشاہ، قلب (دِل) کا قبلہ (مرکز توجہ) ذاتِ پاکِ رسول (ﷺ) ہو، پھر حرکات وسکنات ہی نہیں خیالات واحساسات بھی حُبِ رسول (ﷺ) سے سرشار ہوتے ہیں- محبت کی خاصیت اور شرط ہی اطاعت واتباع ہے- ان المحب لمن یحب مطیع - فرماں برداری اور پیروی کی لذّت و حلاوت اہلِ محبت ہی کو میسر ہے-- جس کی محبت بندے کو معبود کا پیارا بنادے، اس ہستی کی تعریف کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ ملکۂ شعر یا علم کے کمال سے زیادہ اس باب میں کرم ہی کی کارفرمائی سرخ رُو کرتی ہے-

وہ جو لا تقولوا راعنا کے حکم کو نہیں سمجھے وہ کیا جانیں کہ اس ہستی کے سامنے آواز کا صرف اونچا ہو جانا بھی وہ بے ادبی ہے جو تمام اعمال (نیکیوں) کو ختم کر دیتی ہے، اس ہستی کو نہایت ادب سے یاد کرنے اور اس ہستی کے لئے تعظیم وتوقیر کے واضح ارشادات بھی قرآنِ کریم

Marfat.com

میں ہیں اور یہ کڑا امتحان ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ مدعیانِ علم وفن اس ہستی کے ذکر میں زبان وقلم کا کیسے استعمال کرتے ہیں؟ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھا گیا تو وہ باادب بحالتِ قیام (کھڑے ہوکر) محوِ ثنا ہوئے۔ امام بخاری، امام مالک رضی اللہ عنہم کا وہ ادب کیوں یاد کیا جاتا ہے جو حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لکھنے اور بیان کرنے کے لئے تھا! امامِ اعظم سیدنا نعمان بن ثابت کوفی ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شہرِ رسول (ﷺ) میں کیسے باادب تھے، اِن ہستیوں نے اسی ہستی کے ادب سے مرتبت پائی۔

کہتے ہیں کہ سمندر کا پانی ساحل کو چومتا ہے تو اسے واپس ہوتے ہوئے دیکھو تو وہ ساحل کو پشت کر کے نہیں پلٹتا یعنی الٹے پاؤں واپس ہوتا ہے، شاعر تو نم شب (شبنم) اور گُل و بُلبل کی بات کرتے ہوئے نزاکت ولطافت کو لازم جانتے ہیں پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ ترین مخلوق، محبوبِ ربِّ کریم ﷺ کی بات کرتے ہوئے تعظیم وادب کے تمام تقاضے ملحوظ نہ رکھے جائیں! دنیا بھر میں کوئی مجذوب بھی ایسا نہ سُنا دیکھا جس نے رسولِ کریم ﷺ کے لئے یا ان کی ، کوئی بات اس پیرائے میں کی ہو جیسے وہ ربِّ تعالیٰ کے لئے کہتے کرتے ہیں: جن کے حواس میں کلام کیا جائے وہ تو بے ادبی سرزد نہ ہونے دیں اور حواس کی درستی میں زیادہ خوبی رکھنے کے دعوے دار بے احتیاطی کریں، تو وہ جان لیں کہ جس نے محبوبِ خدا ﷺ کے لئے مجنون کا لفظ کہہ دیا تھا تو اسے زلّتِ لسان (زبان پھسل جانے) کا مجرم نہیں بلکہ بداصل قرار دیا گیا اور اس کی رسوائی مشتہر ہوگئی۔ وہ لوگ یادگار ہوئے جو بے وضو اس محبوبِ کریم ﷺ کا پاک نام لینا گوارا نہیں کرتے تھے۔ سیدنا ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں ۔ چچا میں بڑا ہوں یا آپ؟ ایمان اور محبت کے مرقع صحابی وعمِ رسول جواب میں عرض کرتے ہیں: بڑے تو مجھ سے آپ ہی ہیں مگر گنتی میں سال میرے زیادہ ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر میرے نبی پاک ﷺ صحابہ کے ہجوم میں فرماتے ہیں یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینا ہے؟ صحابہ کا ہجوم ان سب سوالوں کے بارے میں باخبر ہونے کے باوجود جس طرح عرض کرتا ہے وہ انداز ہمارے لئے تعلیم ہے۔ علمِ نافع دراصل عظمتِ رسول (ﷺ) ہی سے حتی الامکان آگہی

Marfat.com

کا نام ہے، اُن کے اور اُن کی نسبتوں کے احترام کا سلیقہ جاننے کا نام ہے، اُن کی محبت کا راز پا لینے کا نام ہے اور اس علم و محبت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی پیاری پیاری باتیں کرنا ''نعت'' ہے، مدح و ثنا ہے، نظم و نثر کا وہ بیان جو اس خوبی سے خالی ہے وہ شاعری اور لفاظی ضرور ہوگا مگر نعت نہیں ــــ

☆☆☆☆☆

صلیَ اللّٰہ علی النبی الامی و آلہ ، صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،

صلٰوۃ وسلاما علیک یا سیدی یارسول اللّٰہ

☆☆☆

Marfat.com

تبصرے

پروفیسر حفیظ تائب

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مولانا ملک الظفر سہسرامی

(پروفیسر) شبیر احمد قادری

شاہ انجم بخاری

پروفیسر قیصر نجفی

رضی مجتبی

Marfat.com

کتب تنقید نعت

نعت اور آداب نعت ......نعتیہ ادب میں تنقید کی روایت کو مجلّہ ''نعت رنگ'' نے مستحکم کیا، جس میں نعت کے بارے میں تنقیدی مضامین ومکتوبات کو مسلسل جگہ دی گئی۔ اس سلسلے میں ممتاز عالم دین مولانا کوکب نورانی کے نعت رنگ کو لکھے ہوئے مکتوب کئی مضامین پر بھاری ہوگئے۔ اسی لیے مدیر ''نعت رنگ'' صبیح رحمانی کی خواہش پر صاحبزادہ ارشد جمال نقش بندی نے انہیں کتابی صورت میں ترتیب دیا اور یوں ایک اہم دستاویز بعنوان نعت اور آداب نعت اردو ادب کو میسر ہوئی۔ ٹی وی دیکھنے سننے والے مولانا کوکب نورانی کی دینی گفتگوؤں سے فیض یاب ہوتے رہتے ہوں گے۔ مولانا کئی دینی رسائل کے مصنف ہیں جن میں سے چھ رسائل بیک وقت اردو اور انگریزی زبانوں میں تحریر کیے گئے ہیں۔ لیکن زیر نظر کتاب ان کے علم وآگہی کے ساتھ عشق رسول پر شاہد ہے اور ورثہ ہے ان کے عظیم والد حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا جن کے نام اس کتاب کا انتساب ہے۔

کتاب 9 مکتوبات پر مشتمل ہے جو نعت رنگ کے شمارہ نمبر 2، 4، 5، 6، 8، 9، 11، 12 اور 13 میں اشاعت پذیر ہوئے۔ ان میں تحسین کم کم ہے، مگر مختلف مضامین پر محاسبہ زیادہ ہے۔ یوں یہ کتاب اہل قلم کو نعت کی تنقید میں احتیاط سے کام لینے کا راستہ سجھاتی ہے اور مختلف مسائل میں رہنمائی بھی کرتی ہے یہ مکتوبات کئی مباحث کے در وا کرتے ہیں۔

پروفیسر حفیظ تائب

روزنامہ نوائے وقت، لاہور، مورخہ 9 جنوری 2004ء

☆☆☆

Marfat.com

سعدیا! بے وجودِ ''نایۂ یار''

ہمہ عالم بہ ہیچ نستانم!

نعت کی دنیا میں ''نعت رنگ'' کراچی ایک منفرد مجلہ ہے۔ اس کے صفحات نعتیہ اشعار سے مزین ہوتے ہیں اور صنفِ نعت پر اہلِ علم و قلم کے خوب صورت مضامین چھپتے ہیں اور ''مرقع ہفت رنگ'' بن کر شائع ہوتے ہیں۔ ان مضامین سے ہمیں دل چسپی ہے اور جب ''نعت رنگ'' آتا ہے تو ہم پڑھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ نعت رنگ کے ایک گوشے میں قارئین کے خطوط چھپتے ہیں۔ ہمیں ان خطوط میں گل ہائے رنگا رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان خطوط میں جب دنیائے علم و قلم کے ممتاز اسکالرز اپنے تاثرات دیتے ہیں تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ ان خطوط میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے خطوط چھپتے ہیں تو ہمیں پڑھتے پڑھتے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ؎

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی

کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

بعض اوقات علامہ نورانی کے خطوط زلفِ یار کی طرح نعت رنگ کے صفحات پر پھیلے نظر آتے ہیں۔ پچاس پچاس صفحات سے بڑھ کر نوے نوے صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی کا قلم خطوط کے میدان میں ''اشہبِ خوش خرام'' بن کر چلتا ہے اور جہاں نعتِ رسول پر محبت آمیز گفتگو کرتا ہے وہاں بعض مقالہ نگارانِ نعت کے قلم کی کج خرامی پر بھی گرفت کرتا جاتا ہے۔ جہاں کہیں مقالہ نگاروں کی غیر محتاط بات آتی ہے تو جناب کوکب نورانی کے ''مکتوباتی قلم'' کی نوک کا نشانہ بنتی ہے ؎

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی

تو بڑھ کے زلف نے اس کو اسیرِ دام کیا

ہم نے ''نعت رنگ'' کے اکثر قارئین کو دیکھا ہے کہ وہ مقالات پر نظر ڈالنے سے پہلے جناب علامہ کوکب نورانی کے خطوط پڑھتے ہیں۔ بعض قلم کار ''در جواب آں غزل'' کی روایت کو

Marfat.com

تازہ کرنے کے لئے کوکب نورانی کے خطوط پر گرفت کرتے ہیں مگران کی گرفت اتنی ڈھیلی ہوتی ہے کہ آپ کی نوک قلم کے سامنے تارِ عنکبوت ثابت ہوتی ہے۔

یہ بات آج دنیائے علم و قلم تسلیم کرتی ہے کہ علامہ کوکب نورانی کا اندازِ تحریر اپنا منفرد رنگ رکھتا ہے، وہ لکھتے ہیں تو خوب لکھتے جاتے ہیں مجال ہے ایک لفظ، ایک سطر، ایک جملہ یا ایک کلمہ بے محل یا غیر موزوں ہو۔ ان کی زبان سے پھول بکھرتے ہیں، ان کی نثر شعر بن کر آتی ہے، ان کی تنقید میں دلائل دست بستہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا قلم اتنا شفاف ہے کہ بعض اوقات خوش نویس رشک کرتے ہیں اتنا خوش خرام قلم کہ وہ جب چلتا ہے تو پھول بکھیرتا جاتا ہے اور خوشیوں کے قافلے رواں ہوتے ہیں۔

وہ توڑتے ہیں تو کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں
وہ روندتے ہیں تو سبزہ نہال ہوتا ہے

ہم نے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے خطوط پر مشتمل کتاب کا مطالعہ کیا جو ہمارے فاضل دوست جناب صاحب زادہ ارشد جمال نے مرتب کی، پھر اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے اہلِ ذوق کو صلائے عام کے دستر خوان پر لا بٹھایا۔ ہمارے لئے یہ کتاب نعت رسول کے خیابانوں کی ایک کیاری ہے جس کی خوش بو سے دل و دماغ معطر ہوتے جاتے ہیں۔

کس کی زُلفوں کی مہک لائی ہے بطحا سے نسیم
دل و جاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم

زیرِ نظر کتاب ''نعت اور آدابِ نعت'' کا تازہ ایڈیشن ہے جو اضافوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے ہم اس کتاب کے مرتبین کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں۔ ''اقلیم نعت'' کے بانی جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہمارے خصوصی ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔ ہم حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کے رشحاتِ قلم کو اپنے ذاتی کتاب خانے کی زینت بناتے ہیں۔

پیرزادہ علامہ **اقبال احمد فاروقی**

مدیر ماہ نامہ جہانِ رضا۔ لاہور

☆☆☆

Marfat.com

نعت اور آدابِ نعت

نوجوان علما کی فہرست میں حضرت مولانا کوکب نورانی زیدمجدہ علمی بصیرت، قوتِ استدلال، زورِ بیان، وسعتِ مطالعہ اور شائستہ اُسلوبِ بیان رکھنے والی ایک ذی علم شخصیت کی حیثیت سے برصغیر ہند و پاک کے اہلِ علم و ادب کے درمیان متعارف ہیں۔ موصوف جہاں شائستہ بیان صاحبِ قلم ہیں وہیں خوش گفتار واعظ و خطیب بھی۔ خطابت فی زمانہ خوش گفگاری زورِ بیان اور شائستہ اسلوب کا نام ہوکر رہ گیا ہے۔ لیکن مولانا موصوف کی خطابت کا اصل جوہر علمی قوتِ استدلال اور تحقیقی زاویۂ نگار ہے۔ آپ کی خطابت میں تحقیق کا جوہرا اپنے بھرپور تموج کے ساتھ نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مجدد مسلک اہلِ سنت خطیب ملت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے دور کے عظیم و بے مثال خطیب وقلم کار کی حیثیت سے متعارف تھے۔ "الولد سر لابیہ" کے مصداق حضرت مولانا کوکب نورانی زیدمجدہ بھی اپنے والد گرامی قدر کا عکسِ جمیل محسوس ہوتے ہیں۔

مکتوب نگاری انشاپردازی کا ایک مستقل و باقاعدہ شعبہ ہے۔ مکتوب کے ذریعے مکتوب نگار کی گوناگوں پوشیدہ صلاحیتوں کے خدوخال نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ ہماری زندہ و بیدار علمی روایات کا ایک قابلِ قدر حصہ ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب مولانا کوکب نورانی کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو انھوں نے نعتیہ ادب کے عالمی جریدے "نعت رنگ" کے جواں سال وخوش خصال مدیر محترم جناب سیّد صبیح رحمانی کے نام موقع بہ موقع تحریر فرمائے اور جن کی باقاعدہ اشاعت "نعت رنگ" میں ہوتی رہی۔ کہنے کو تو یہ مکاتیب ہیں لیکن بعض مکتوبات تو کسی بھی طرح اہم تحقیقی مضمون سے کم نہیں۔ ان مکاتیب کے بین السطور کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ قائم ہوا کہ یہ مکاتیب ارتجالاً ہی زیرِ تحریر آئے لیکن ان میں جو زورِ بیان، قوتِ استدلال، تحقیقی جوہر اور علمی گہرائی و گیرائی ہے وہ مولانا موصوف کی وسعتِ مطالعہ کی

Marfat.com

کھلی اور روشن دلیل ہے۔

مولانا موصوف کی قوتِ استدلال اور شائستہ اسلوبِ بیان کی یہ خوبی ہے کہ جن اہلِ تحقیق صاحب قلم کے مضامین کے قابلِ اعتراض حصے کے تعاقب میں تحریر کیے گئے انھوں نے مولانا موصوف کے دلائل کے سامنے سپر انداز ہونے میں ہی عافیت محسوس کی اور اگر کسی جانب سے جواب الجواب کی نوبت بھی آئی تو اس احساس کے ساتھ:

> مولانا نے نعت پر جو کچھ لکھا ہے اس میں ادیب کی نعت شناسی اور مفتی کی شرعی گرفت کا امتزاج ہے اور یوں وہ نعت کے ناقدین میں عجب انفرادیت کے مالک ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف ان کے التفاتِ خاص سے نوازا گیا ہے مگر اس کے باوجود وہ مولانا کی تحریر کے حسن اور افادیت کا قائل ہے۔
>
> (ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی، سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ کراچی)
>
> مولانا محترم کے تنقیدی اہداف میں میری باتیں بھی شامل تھیں تاہم مولانا کا اندازِ بیان مجھے بھلا لگتا ہے۔
>
> (عزیز احسن، ''نعت اور آدابِ نعت''، ص ۳۶)

علمائے دین کے تعلق سے یہ بات عام ہے کہ وہ ادب کی زندہ روایتوں سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ اس کا پسِ منظر خواہ کچھ بھی بیان کیا جائے لیکن حق یہ ہے کہ علمائے دین اپنی منصبی ذمہ داریوں کے تحت دن کی اشاعتی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہونے کے سبب اس جانب متوجہ نہیں ہو سکے اور جن حضرات نے اپنے اشہب قلم کو اس راہ میں مہمیز کیا ان کی ادبی ولسانی خدمات تاریخ لسانیات کا ناقابلِ فراموش حصہ بنیں۔ مولانا کوکب نورانی بھی اسی جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک ذی علم شخصیت کا نام ہے۔

نعت شریف کا موضوع تو خالص مذہبی ہے۔ اس موضوع کا حق ادا کرنا بھی علمائے دین کا حق و حصہ ہے۔ جناب عزیز احسن نے بھی کچھ اس طرح کا اشارہ دیا ہے۔

Marfat.com

مقامِ رسالت، مقصدِ بعثت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور جذبۂ محبت
رسول ﷺ کے اظہار کے آداب کے شرعی پہلوؤں سے جتنے علمائے دین
واقف ہوتے ہیں اتنے ادب کے عام قاری اور لکھاری ہو ہی نہیں سکتے۔
(عزیز احسن، ''نعت اور آدابِ نعت''، ص ۴۷)

نعت شریف فنِ شاعری کی ایک بہت نازک اور پُر خطر رہ گزر ہے۔ اس فن شریف کا موضوعِ ختمی مرتبت حضور پُر نور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ موضوع سے کما حقہ عدم واقفیت کے سبب نعتیہ شاعری کا اثاثہ کو رطب و یابس اور غیر محتاط رویوں سے خود کو بہر طور محفوظ نہیں رکھ سکا۔ جناب عزت بخاری نے بجا فرمایا:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

نعت نگاری کے لیے موضوع کی مناسب سے گہرے علومِ شرعیہ سے آگہی کی ضرورت ناگزیر تصور کی جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح نعتیہ ادب پر تنقید کے چراغ جلانے کے لیے بھی علومِ اسلامیہ کی گہری واقفیت از بس ضروری ہے۔ لیکن عرش سے بھی نازک تر اس تام میں قدم رکھنے والے بعض اہلِ قلم محتاط نہیں رہ سکے۔ اس سلسلے میں محترم پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب رقم طراز ہیں:

''نعت رنگ'' میں شائع ہونیوالے بعض مضامین اور کتابوں پر تبصروں
کے مطالعے سے پتا چلا ہے کہ اس کے قلم کار یا تو ضروری علوم سے آگاہ
نہیں ہیں یا محض ستائش بے احتیاط کے باعث قابلِ اعتراض جملے لکھ
جاتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۶)

اور انھی قابلِ اعتراض جملوں پر نقد و نظر کی شعاعیں بکھیرنے کے لیے ایک ایسے ناقد کی ضرورت تھی جو ادب و لسانیات کی باریکیوں سے بھی آگاہ ہو اور علومِ شرعیہ کی نزاکتوں کا بھی اسے بخوبی احساس ہو۔ جناب سیّد صبیح رحمانی کی جوہر شناس نگاہ نے اس قابلِ قدر ہیرے کا

Marfat.com

انتخاب کر کے ان کے علمی شہ پاروں کو ''نعت رنگ'' کے صفحات میں شامل کر دیا اور پھر دیکھتے دیکھتے یہ مکتوب ''نعت رنگ'' کے قارئین کی خصوصی دلچسپیوں کا مرکز قرار پائے اور کسی دلچسپ قسط وار مضمون کی طرح مولانا کوکب نورانی کے مکتوب کا انتظار رہنے لگا۔

کتاب کے مرتب صاحب زادہ ارشد جمال نقشبندی نے اپنی اس مبارک کوشش کے لیے قابلِ مبارک باد ہیں کہ انھوں نے بکھرے ہوئے شہ پاروں کی قدر و قیمت محسوس کی اور انھیں کتابی شکل میں پیش کر کے ایک اہم ادبی، لسانی اور مذہبی فریضہ انجام دیا ہے۔ یہ کتاب نعتیہ ادب میں ایک خوش گوار اضافے سے تعبیر کی جائے گی۔

مولانا **ملک الظفر سہسرامی**
مدیر مجلہ الکوثر، سہسرام۔انڈیا

☆☆☆

Marfat.com

'نعت اور آدابِ نعت' ایک تاثر

نعت، جملہ اصنافِ سخن میں واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ محبوبِ کائنات ﷺ کے حضور شعراء کرام کے لئے عقیدت اور محبت کے اظہار کا شعری قرینہ ہے۔ بعض شعرا نعت لکھتے ہوئے شعوری یا لاشعوری طور پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے شایانِ شان نہیں ہوتیں۔ جناب سید صبیح الدین رحمانی نے 'نعت رنگ' شائع کیا اور اس میں فاضل مضمون نگاروں کی طرف سے نعت گو شعرا کی فروگزاشتوں پر گرفت کے نتیجہ میں نعت گو شعر امحتاط ہو گئے۔ ایسا کرتے وقت بعض مضمون نگار خود حدِ اعتدال سے آگے نکل گئے اور دوسروں کے لئے افتضاحی لہجہ اختیار کرنے والے اغراق آمیز گفتگو فرمانے لگے۔ ایسے میں علامہ کوکب نورانی جیسے روشن ذہن اور بالغ نظر رمز شناس آگے بڑھے اور نعت گوؤں کے ساتھ ساتھ نعتیہ ناقدین کو بھی محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔ یہ آواز ایسے موقع پر بلند ہوئی جب یہ احساس شدت پکڑنے لگا کہ تخلیقِ نعت ہی نہیں تنقید و تحقیقِ نعت کا عمل بھی اصلاح طلب ہے۔

شعبہ کوئی بھی ہو، انفرادیت کا تصور ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہے۔ منفرد سوچ اور الگ طرزِ حیات ہر دَور میں لائق توجہ ٹھہرتا ہے بشرطیکہ وہ مثبت ہو، علامہ کوکب نورانی نے 'نعت اور آدابِ نعت' میں جو افکار پیش کئے ہیں، انہیں بجا طور پر ایک راست فکر ادیب کے منفرد اندازِ نگارش کا آئینہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ کتاب میں شامل خطوط اُن کی لمحاتی کیفیات نہیں بلکہ ان کے پیچھے ایک مکمل اور مربوط نظامِ فکر موجود ہے۔ 'نعت رنگ' کراچی میں چھپنے والے یہ خطوط کئی کئی مہینوں کے وقفہ کے بعد لکھے گئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں یک گونہ اِرتباطِ فکر و نظر موجود ہے۔

اُسلوب اگرچہ ایک خارجی عمل ہے مگر جب اِس میں داخلی حُسن اور دل آویزی شامل ہو جاتی ہے تو اُسلوب کی تاثیر اور عُمر میں اِضافہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر منظر اعظمی نے 'تلاش و تعبیر' میں

Marfat.com

ڈکشن کے علاوہ علم اور عقیدہ کو بھی اِنفرادیت کے لوازم قرار دیا ہے۔علامہ کوکب نورانی نے اَلفاظ کی شوکت اور جُملوں کی ساخت میں بڑی مہارت دکھائی ہے۔اُن کا اندازِ تحریر عالمانہ مگر شگفتہ ہے۔اِن خطوط میں علامہ کا جو تخلیقی رنگ اُبھر کر سامنے آیا ہے وہ بڑا دل کش اور مؤثر ہے۔اُنھوں نے اِس کتاب کے ذریعے خانقاہ سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کرنے کی کام یاب کوشش اور تغافل آمیز حلقے میں حرکت وعمل کی نادِر مثال قائم کی ہے۔اِن خطوط میں فلسفہ واَخلاق اور اصلاح وارشاد کے نت نئے دریچے وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔علامہ کوکب نورانی کی یہ تحریریں اُن کی، ذاتِ سرورِ کائنات ﷺ سے قلبی محبت اور دِل بستگی کی عطا ہیں:

''میرے پیارے نبی پاک ﷺ سے محبت کمال محبت، ایمان کی بنیاد اور ایمان کی جان ہی نہیں، ایمان کی امان بھی ہے۔'' (صفحہ نمبر 05)

علامہ کوکب نورانی اُردو، عربی، فارسی زبان و اَدب کے علائم و رموز اور محاسن و مقتضیات کا گہرا شعور رکھتے ہیں وہ بیان کے دُرست معانی و مفاہیم کو بہر طور اوّلیت دیتے ہیں۔اپنے اِن خطوط میں بھی اُنھوں نے فی الاصل تعبیری طرزِ عمل اپنایا اور حقائق کی گرہ کشائی کی ہے۔لفظوں کی گتھیاں سلجھائی ہیں گویا لُغوی اور اصطلاحی معنوں کی ایک فہرست تیار کر دی ہے اِس حسنِ نیت کے ساتھ کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں، خواہ نعت کی صورت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے خواہ نثر کی شکل میں، آداب واحترام کو اوّلیت حاصل رہنی چاہیے۔اُس بارگاہ میں معمولی سی فروگزاشت بھی غارت گرِ ایمان ہو سکتی ہے۔علامہ صاحب کا موقف ہے کہ جو کچھ لکھا جائے پوری ذمہ داری اور احتیاط سے لکھا جائے:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر شاعر کی کہی ہوئی ہر نعت، حمد، منقبت وغیرہ کو صرف یہ کہہ کر قبول نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حمد و نعت و منقبت بالائے تنقید ہے بلکہ اسے حقیقت اور عقیدہ و عقیدت کے صحیح تقاضوں سے متصادم یا متضاد پا کر ہی نقد و جرح کا ہدف بنایا جا سکتا ہے۔''

یہی سبب ہے کہ علامہ کوکب نورانی سخنانِ لغو پر گرفت کرتے ہیں۔بعض مقامات پر انہوں نے تصمیم قطعی سے کام نہیں لیا تاہم اکثر مقامات پر وہ آیات واحادیث اور اقوال کو حوالہ اور بنیاد بنا کر فیصلہ صادر کرتے نظر آتے ہیں اور ایسا کرنا لابدی تھا۔اس باب میں علامہ صاحب کی

Marfat.com

دانش بڑی ہی قابلِ داد ہے۔ علامہ کوکب نورانی چاہتے ہیں کہ تخلیق وتنقیدِ نعت کے ذیل میں اصلاحِ احوال ومتعلقات کی کوئی صورت نکل سکے۔ اور یہ دِلوں میں خشیتِ الٰہی اور احترامِ رسول کی موجودگی کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ علامہ صاحب نے 'خطّی تنقید' کا یہ منصب خوفِ خدا اور احترامِ رسول کی بنیاد پر ہی ادا کیا ہے۔

خطوط کے مطالعے سے یہ پہلو بھی اُجاگر ہوتا ہے کہ علامہ کوکب نورانی کا مقصود کسی کی دل آزاری ہرگز نہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کی تحریروں سے بعض لوگ خوش نہیں ہیں مگر جب معاملہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ہو تو بندے کو ایسی 'ناراضیاں' مول لینا ہی پڑتی ہیں۔ علامہ کی یہ مجاہدانہ تحریریں دیدۂ بینا کے لئے کُحل الجواہر کی حیثیت رکھتی ہیں وہ جو کچھ سوچتے ہیں، بلا مبالغہ اور بلا خوف بیان کر دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اہم بات یہ کہ اِس سفر میں داخلی شہادتیں بہر صورت اُن کے پیشِ نظر رہتی ہیں۔

'نعت اور آدابِ نعت' کے مندرجات ومحاکمات مصنف کے علمی وقار، اَدبی وجاہت اور حسنِ اظہار کا دل آویز نمونہ ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ 'نعت رنگ' کے زیرِ بحث مضامین و منظومات کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے تو علامہ کوکب نورانی کے موقف کی صداقت اور حقانیت ثابت ہو جاتی ہے۔

صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان مَنصوص خطوط کو کتابی صورت میں ترتیب دیا، سب سے زیادہ شکریہ کے حق دار مکتوب الیہ سید صبیح الدین رحمانی ہیں جنہوں نے 'نعت رنگ' جاری کیا اور اس میں حمد ونعت کے ساتھ ساتھ تنقیدِ نعت کے قابلِ قدر اور یادگار نمونے پیش کیے، جس کے نتیجے میں علامہ کوکب نورانی جیسے بے مثل خطیب کے قلم نے ہنگامہ خیز انگڑائی لی اور ایسی نادر الوقوع تحریریں منصۂ شہود پر آئیں۔

(پروفیسر) **شبیر احمد قادری**

فیصل آباد

☆☆☆

Marfat.com

زیرِ نظر کتاب (نعت اور آدابِ نعت) اُردو مکتوب نگاری کے حوالے سے ایک اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب میں موضوع کی اہمیت کو جو اولیت حاصل ہے، یعنی اُردو کے نعتیہ ادب میں مطلوبہ شرعی آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا، وہ بجائے خود تمام تر سنجیدگی، ہوش مندی، سلامت روی، محبت اور ادب و احترام کا متقاضی ہے۔

اس کے مصنف گونا گوں خوبیوں کے حامل اور ہمارے تعارف سے بے نیاز ہیں۔ اللہ جل مجدہ الکریم نے انہیں بہت سی ایسی صلاحیتیں بخشی ہیں اور سرکارِ ابد قرار ختمی مرتبت ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ سے ان پر خوب خوب نوازشیں ہوئی ہیں جس نے انہیں اہلِ محبت میں لائقِ رشک بنا دیا ہے۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں کوئی سرسری بھی تحریر کرنا چاہے تو اس سے کم کیا لکھے گا کہ آپ خوش رُو بھی ہیں اور خوش فکر بھی، خوش عقیدہ بھی ہیں اور خوش گفتار بھی، خوش خط بھی ہیں اور خوش اسلوب بھی، بات کہنے اور لکھنے کا ڈھنگ آپ کو علماء ہی کی صف میں ممتاز نہیں کرتا بلکہ ادباء میں بھی قابلِ احترام بناتا ہے۔ آپ کی تحریر و تقریر کا مرکز و محور خوفِ خدا اور حبِ رسول (ﷺ) ہوتا ہے، آپ کی گفتگو کی جامعیت عام و خاص ہر دو قسم کے لوگوں کے لئے یکساں دل کشی کا سامان رکھتی ہے، یہ کیفیت یوں ہی پیدا نہیں ہوا کرتی بلکہ از دل خیزد بر دل ریزد کے باعث ہی یہ اثر نصیب ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کہنے کو تو نو (۹) مکتوبات پر مشتمل ہے جو آپ نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین کے تنقیدی و تحقیقی جائزے کے نتیجے میں مدیرِ نعت رنگ کے نام لکھے لیکن ان خطوط میں کیا نہیں ہے جو کسی تحریر کو ادبی رنگ بخشنے کے لئے ضروری خیال نہ کیا جاتا ہو۔

آپ کے مکتوبات میں جہاں عالمانہ و ادیبانہ شان پائی جاتی ہے وہیں یہ مؤثر اظہار و ابلاغ کی خصوصیت سے بھی مالا مال ہیں۔ اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ مکتوبات سلاست و روانی، تفحص و تفتیش، تحقیق و تنقید، دل چسپی و اثر پذیری کے علاوہ مکالماتی اندازِ بیان کا عمدہ نمونہ بھی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کے آغاز میں محترم ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی اور جناب مشفق خواجہ ایسے اُردو

Marfat.com

کے ممتاز محققین اور اہلِ نقد نے بھی آپ کی علمی وادبی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ علاوہ ازیں جناب پروفیسر علی محسن صدیقی، جناب پروفیسر محمد اسحاق قریشی اور جناب عزیز احسن نے بھی ان مکتوبات کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب نعت اور تنقید نعت کے سلسلے میں مفید رہنما اصول فراہم کرنے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس کتاب کے محرک جناب صبیح رحمانی بجا طور پر تحسین وتشکر کے مستحق ہیں جن کی بدولت اُردو نعت اور تنقید نعت روز افزوں ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

شاہ انجم بخاری

(مطبوعہ: کتابی سلسلہ الصداق، حیدرآباد)

سلسلہ نمبر 8 ۔ 2003ء - 2004ء

☆☆☆

Marfat.com

''نعت اور آدابِ نعت'' پر ایک نظر

''**نعت رنگ**'' نعتیہ ادب کا ایک ایسا کتابی سلسلہ ہے، جسے اہلِ علم و دانش کے لئے ہم ایک نعمت غیر مترقبہ تصور کرتے ہیں۔ خصوصاً نعت پر اعلیٰ سطح کے تحقیقی و تنقیدی کام کا باقاعدہ آغاز کر کے اس کتابی سلسلے نے ایک ایسا انقلاب آفرین کارنامہ سر انجام دیا ہے، جس کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے۔ بحمد اللہ! اس امر کا اب قوی امکان ہے کہ ''نعت رنگ'' جس وافر کمیت و اعلیٰ کیفیت کا نعتیہ ادب پیش کر رہا ہے، اس کی بدولت جلد نعت کے سر پر ایک باقاعدہ صنفِ سخن کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ ہم ''نعت رنگ'' کو اس کامیابی و سرخ روئی پر پیشگی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

''نعت رنگ'' کے تاحال ۱۵ شمارے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، جو اپنی علمی و ادبی، مذہبی و تاریخی اور تحقیقی و تنقیدی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں اور جناب صبیح رحمانی مرتب ''نعت رنگ'' کی نعتِ رسول مقبول ﷺ سے والہانہ عقیدت اور دیوانہ وار وابستگی کے کاشف ہیں۔ ''نعت رنگ'' کے مستقل لکھاری عقائد و نظریات میں بعد کے باوجود ایک ہی خاندان کے افراد کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے اپنے مقام پر نہ صرف ''نعت رنگ'' سے ایک خصوصی نوعیت کا تعلق و رشتہ رکھتے ہیں، بلکہ ''نعت رنگ'' کے صفحات کے ذریعے ایک دوسرے سے بھی ربط قائم کیے ہوئے ہیں۔ اس ربط و انسلاک کی بہترین مثال وہ مکتوبات ہیں، جو ہر شمارے میں شاملِ اشاعت ہوتے ہیں اور جن میں مکتوب نگار شماروں کے مشمولات پر نہایت ذوق و شوق سے تبصرہ آرائی کرتے ہیں۔ ان مکتوب نگاروں میں سرفہرست علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ہیں۔ علامہ موصوف ایک عالمِ بے بدل اور فاضلِ اجل ہیں۔ ان کے تبحرِ علمی کا اندازہ لگانے کے لئے ذہن و نگاہ میں بحر کی سی وسعت اور گہرائی درکار ہے۔ وہ ایک بے

Marfat.com

نظیر صاحبِ قلم اور بے عدیل خطیب ہیں۔ جب لکھتے ہیں تو موتی جڑتے ہیں، بولتے ہیں تو پھول جھڑتے ہیں۔ فی زمانہ تحریر و تقریر میں ان جیسا یکتائے روزگار خال خال دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلاشبہ ان کے مکتوبات نے ''نعت رنگ'' کے معیار و وقار میں معتدبہ اضافہ کیا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے مکتوبات ''نعت رنگ'' کے Saliant Features میں سے ایک ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ کسی خالص مذہبی شخصیت سے دین سے متعلق افکار واذکار کی کماحقہ تفہیم و بصیرت کی توقع تو کی جا سکتی ہے، لیکن دیگر دنیوی علوم و فنون پر مکمل دسترس کی اس سے امید کم ہوتی ہے۔ مگر علامہ کوکب نورانی اس حوالے سے ایک استثنا کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ ان کا دینی علم متحیر کن ہے اور دیگر علوم خصوصاً تحقیق، نقد و نظر، تاریخ، لسانیات، منطق، شعر و ادب وغیرہ پر ان کا عبور قابلِ رشک ہے۔ ان کے مکتوبات علم و آگہی کے ایسے سوتے ہیں، جو جب پھوٹتے ہیں تو ذہنوں کو تر و تازہ اور روحوں کو شاداب کر دیتے ہیں۔ ان کے قلم میں سیلِ رواں کی روانی اور فکر میں اسپ اصیل کی جولانی ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذات والا صفات سے ان کی تمام تر علم و عمل سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی معرفت سے عبارت ہے۔ انہوں نے اپنے قلب و ذہن و روح کی عشقِ نبی ﷺ سے تہذیب کی ہے۔ یہ عشق ایسی جنوں خیزی کا مظہر ہے، جن پر تعقل و خردمندی بصد عجز و نیاز نثار ہونے کو مضطرب و بے تاب رہتی ہے۔ حضرت علامہ کے ہاتھ میں قلم کی صورت میں چراغِ مصطفوی ﷺ ہے اور چراغِ مصطفوی ﷺ ازل سے تا امروز شرارِ بولہبی سے ستیزہ کار رہا ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ مولانا سنِ شعور سے لمحۂ موجود تک تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ میں ہم تن و ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں۔ گستاخانِ رسول ﷺ سے پیکار ان کا نصب العین حیات ہے۔ شاتمِ رسول ﷺ کو ہر روپ اور ہر بہروپ میں پہچان لینا ان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ ہمیں اطمینان ہے کہ جب قبلہ نورانی اوکاڑوی جیسے عاشقانِ محمد عربی ﷺ موجود ہیں، کوئی تسلیمہ یا سلمان رشدی اپنی سانسیں بحال نہیں رکھ سکتا۔

علامہ کوکب نورانی کی ''نعت رنگ'' سے وابستگی تقریباً اتنے ہی سن و سال سے ہے، جتنے سن و سال کا ''نعت رنگ'' ہے، ان کا پہلا مکتوب ۱۹۹۵ء میں ''نعت رنگ'' کے دوسرے

Marfat.com

شمارے کی زینت بنا۔ جو صبیح رحمانی صاحب مرتب ''نعت رنگ'' کی گزارشات کا ایک کرم گسترانہ جواب تھا۔ تب سے اب تک کرم گستری کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جاری و ساری رہے گا۔ ''نعت اور آدابِ نعت'' میں ان مکتوبات کو یک جا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مکتوبات ''نعت رنگ'' کے غالباً تیرہ شماروں کے مشمولات کے حوالے سے یکے بعد دیگرے رقم کیے گئے ہیں۔ ان مکتوبات میں علامہ صاحب نے علمی موشگافیوں، ادبی نکتہ سنجیوں، فقہی دقیقہ رسیوں، اعتقادی نزاکتوں بالخصوص قرآن فہمی اور حدیث آگاہی کا ایسا بھرپور مظاہرہ کیا ہے کہ حق شناس قاری عش عش کر اٹھتا ہے۔ بظاہر حضرت مولانا کا ہر مکتوب نعت اور آدابِ نعت کے حوالے سے مباحث پر مبنی ہے، مگر درحقیقت ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے، جس میں حضورِ اکرم ﷺ کی نورانیت و بشریت، شانِ بعثت، مقامِ رسالت، ان کی حیات بعد الموت، اقسامِ حدیث و اصولِ حدیث، علم القرآن، صرف و نحو، الفاظ کے مخرج و معانی (خاص کر لفظ خدا کے بارے میں کافی و شافی تحقیق)، حمد، نعت، منقبت کے آداب اور نقدِ نعت کے حوالے سے مواد براہین و شواہد کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کے طرزِ نگارش اور اندازِ بیان کی نمایاں خوبی فلسفیانہ تجزیہ اور منطقی استدلال ہے۔ بقول ان کے ''اختلاف برائے اختلاف سے مجھے بحمد اللہ کوئی علاقہ نہیں۔'' ہم ان کے اس قول پر صاد کرتے ہیں اور بطورِ مثال مکتوبِ ہشتم سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''ظہیر غازی پوری نے ص ۱۲۵، ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۱ میں جو شعر اس حوالے سے نقل کیا ہے، اس بارے میں انہوں نے علمائے دین کے جوابات شاید ملاحظہ نہیں فرمائے۔ علامہ اقبال کے شعر پر انہوں نے ڈاکٹر محمد حسن کے تحریر کردہ اعتراض کو نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں، علامہ اقبال کا یہ شعر:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

اُن کے بدعقیدہ ہونے کی کھلی علامت ہے۔ کیوں کہ انہوں نے حسین ابنِ علیؓ کا نام پیغمبر ﷺ

Marfat.com

کے ساتھ لیا ہے۔ دونوں کو برابر مقام دیا ہے۔ (بحوالہ ماہ نامہ ''شاعر'' اقبال نمبر ص ۱۰۱)

ڈاکٹر محمد حسن صاحب کو خود اپنا نام یاد نہیں رہا، ان کے والد نے بھی لفظ ''حسن'' معناً نہیں نسبتاً ہی رکھا گیا۔ یوں ان کے اپنے نام میں بھی پیغمبر ﷺ کے نام کے ساتھ ہی حضرت سیدنا حسن ابنِ علی رضی اللہ عنہما کا نام موجود ہے۔ اس بارے میں وہ کیا فرمائیں گے۔

علامہ اقبال نے تو یہ بھی فرمایا ہے:

موسیٰ و فرعون و شبیرؓ و یزید

ایں دو قوت از حیات آید پدید

اس بارے میں ڈاکٹر محمد حسن صاحب کیا فرمائیں گے؟ علم وفہم میں نقص یا عدم توازن ہو تو اعتراض ہوتا ہے۔ برابر مقام محض ڈاکٹر صاحب کی ذہنی اختراع ہے۔ ورنہ برابری واضح فرمائیں۔

مکتوب نہم میں افراد و اعمال سے استعانت و استمداد کے حوالے سے پروفیسر اقبال صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مولانا نے علم و آگہی و دلائل و براہین کے جو دریا بہائے ہیں، ان سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ موضوع کی مناسبت سے قرآن وحدیث کے حوالہ جات کے بعد انہوں نے حضرت شیخ سفیان ثوریؒ اور دیگر علماء کی جن آرا کا ذکر کیا ہے، وہ قابلِ توجہ ہیں۔

مولانا نورانی صاحب کے مکتوبات کے مطالعے کے دوران میں ہم پر اس حقیقت کا بھی انکشاف ہُوا ہے کہ وہ یہ مکتوبات قلم برداشتہ لکھتے رہے ہیں۔ شاید ایک تو عدیم الفرصی دوسرے کوئی ٹھوس نوعیت کام کرنے کا خیال ہمیشہ ان کی مکتوب نگاری کے آڑے آیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنے حبیبِ مکرم پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب کے مشورے کا ذکر بھی کیا ہے۔ ''وہ مجھے فرماتے ہیں کہ ان تحریروں کی اہمیت اپنی جگہ، تم نے مستقل کتابیں جو شروع کر رکھی ہیں، ان پر زیادہ توجہ دیا کرو۔''

ہمارے خیال میں اوکاڑوی صاحب ''نعت رنگ'' کو لکھے گئے مکتوبات کے ذریعے جو علمی، ادبی اور دینی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ کسی مستقل کتاب کی اہمیت وافادیت سے

Marfat.com

کسی طرح کم درجے کی نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر انہوں نے کسی وجہ سے یہ در فیض بند کر دیا تو قارئین ''نعت رنگ'' کی انتہائی بدقسمتی ہوگی۔

ہمارے علم کے مطابق ''نعت رنگ'' کا اجرا کسی مخصوص مسلک کی تبلیغ واشاعت کے لئے نہیں ہوا ہے۔ لہذا کسی قلم کار کا بالا علان اپنے مسلک کی حقانیت پر اصرار کرنا ''نعت رنگ'' کے اساسی اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ مرتب کی غیر جانب داری کو متنازع فیہ بنانے کے مترادف ہے۔ حضرت مولانا کوکب نورانی کے بعض ایسے جملے بھی ہمارے مطالعے میں آئے ہیں، جو ''نعت رنگ'' اور اس کے مرتب کی Neutrality کو مجروح کرتے ہیں۔ ان کی اپنے مسلک کے حوالے سے خوش اعتقادی سر آنکھوں پر، لیکن غیر ارادی طور پر بھی اسے مسلط کرنے کی کاوش قابلِ رشک نہیں ہے۔ بلاشبہ مولانا صاحب کو اپنا موقف بیان کرنے کا سلیقہ ہے۔ مگر موقف کی اصابت و صلابت کا یک طرفہ اعلان ہمارے نزدیک محلِ نظر ہے۔

پروفیسر **قیصر نجفی**
کراچی

مطبوعہ، نعت رنگ شمارہ ۱۶

☆☆☆

Marfat.com

''**نعت اور آداب نعت**'' مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کے مکتوبات پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے شعور نعت اور آداب و آگہی نعت دونوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ سب خطوط معروف نعتیہ جریدے ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مقالات و مباحث کے حوالے سے قلم بند کئے گئے ہیں۔

ہمارے ہاں مدت سے ارباب علم و آداب مختلف تعبیر طلب یا متنازعہ مسائل پر مکتوب کے ذریعہ اپنے علمی و ادبی مسائل حل کرتے چلے آئے۔ لہذا یہ مکتوبات بھی ایسی ہی تحریروں میں شائع کئے جاسکتے ہیں۔ جو بصیرت جو ہی اور فروغ دانش کے سلسلے میں لکھی جاتی رہی ہیں۔ ان مکتوبات کو پڑھ کر جو بات سب سے پہلے سامنے آتی ہے وہ مولانا کی اپنے موضوع سے عقیدت اور حمد و نعت کے مسئلے میں ان کی بصیرت ہے۔ ان مکتوبات میں مولانا سے آشنائی نہ رکھنے والا بھی مولانا کے پاکیزہ کردار کی جھلک دیکھ سکتا ہے۔ وہ اپنے رویہ میں نہ صرف تنقید اور سوال کے سلسلے میں فراخ دل نظر آتے ہیں بلکہ یہ بھی کہ نعت اور آداب حرمت سے آگہی کی روشنی سے ان کا قلب بھی منور نظر آتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چاہے وہ کوئی کتاب ہو اور کسی بھی موضوع پر جب تک قاری کو اپنی گرفت میں نہیں لیتی اس کی اشاعت کا بنیادی مقصد ہی پورا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں اب عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ علمی ادبی مباحث و مسائل سے قارئین کی دلچسپی کم ہوگئی ہے۔ رسائل و جرائد سے چھپنے والے خطوط میں پہلے خاصی علمی گفتگوئیں ہوا کرتی تھیں لیکن اب ایسے خطوط کم کم ہی نظر سے گزرتے ہیں۔ مولانا کوکب نورانی نے ہماری علمی ادبی روایت کے اس سلسلے کو دوبارہ تازہ کیا ہے۔ انہوں نے سوالات و جوابات کے اس سلسلے کو جو ان کے مکتوبات میں نعت اور آداب نعت کے حوالے سے موجود ہے، اس طرح قائم رکھا ہے کہ قاری اسے شوق سے پڑھتا ہے اور اس سے استفادہ بھی کرتا ہے۔ کتاب ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے سلیقہ سے شائع کی ہے اور اس لحاظ سے اس کا ہدیہ بھی بہت مناسب ہے۔ میرا خیال ہے بلکہ یقین ہے کہ یہ کتاب بہت جلد بہت زیادہ قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرے گی۔

مبصر: **رضی مجتبی**

(ادبی مجلہ ''مکالمہ''، شمارہ ۱۱، ص ۲۵۹ _ ۲۶۰)

☆☆☆

Marfat.com

مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

''مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)'' حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ترویج کے ساتھ ساتھ دین، تصوف، تذکرۂ بزرگانِ دین اور حمد ونعت کے حوالے سے سنجیدہ علمی کتب کی طباعت و اشاعت کے اہتمام کے عزم کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ الحمدللہ ہم نے اپنے اشاعتی سفر کا آغاز کر دیا ہے۔

ہماری مطبوعہ کتب

1- **نعت رنگ کا تنقیدی وتجزیاتی جائزہ** پروفیسر شفقت رضوی

2- **نعت اور آدابِ نعت** ڈاکٹر علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں، مزید کتب پر کام جاری ہے۔ ہم اس راہِ دشوار پر آپ کی رہنمائی اور تعاون کے خواستگار ہیں۔

صابر داؤد

چیئرمین

مہرِ منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

۸۔امبر پلازا، بلاک ''اے''، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی

مین شاہراہِ فیصل ۔ کراچی

ای میل: meher_e_munir@hotmail.com

Marfat.com

نعت اور آدابِ نعت

کوکب نورانی اوکاڑوی

مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)

Marfat.com